وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا

الهاویۃ لمعاویۃ

المعروف بہ

مطرقۃ الحدیدیہ

(جلد ثانی)

از رشحات اقلام حبر علام فخر الحکماء والعلماء الاعلام

الحاج مولانا السید علی اظہر صاحب دامت برکاتہ

مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن میں چھپ کر شائع ہوا

قیمت فی جلد ۲؍

پر سید نظیر حسین

فہرست مضامین مناظرہ امجدیہ جلد ثانی

والشجرة الملعونة فی القرآن

الحمد للہ علی احسانہ کہ کتاب لاجواب سراپا صدق وصواب کشف حق متین
از آیات قرآن واحادیث واقوال صحابہ وتابعین مسمّٰے بہ

مناظرۂ امجدیہ

حسب الحکم جناب حشمت مآب خلاصۂ نسل سلاطین یمن فخر روسا زمن
الامیر الاعظم والرئیس الاکرم عظیم القدر والشان نواب محمد علی امجد خانصاحب دام اقبالہ

در مطبع اہل سنت طبع شد

قیمت فی جلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

اما بعد

اس کتاب کا عربی نام **العاویہ للمعاویہ** ہے مشہور بہ **مناظرہ امجدیہ** مولف اسکا بندہ ہیچمدان **محمد علی امجد خان** ساکن و زمیندار پرتم پاسا ضلع سلہٹ ملک آشام ہے

سبب تالیف یہ ہے کہ اس خاکسار کے آبا و اجداد کا شمار شیعیان جان نثار حیدر کرار مین قدیم الایام سے مشہور ہے اور بجز میرے یا میرے بعض قرابتمندوں کے اس ضلع سلہٹ بلکہ ملک آشام مین کوئی شیعہ نہین ہے جو اہلبیت اطہار کے نام نامی کو بلند کرے۔ بلکہ معاویہ شاہی حنفی سنی کے سوا کسی دوسرے فرقہ اہلسنت کا بھی یہان وجود نہین۔ اسلیے تمام سنیون نے یہان کے قصد کیا کہ مین بھی کسیطرح اس راہ حق سے برگشتہ ہوکر انکا ہم مذہب ہو جاؤن مگر فضل خدا شامل حال رہا اور حقیت مذہب شیعہ ایسی مجبیر و اضح تھی کہ برکت ائمہ اطہار سے عقاید مین کسیطرحکا خلل نہ پڑا اور راہ حق پر ثابت قدم رہا

اعلان ضروری

اس کتاب مستطاب کا صفحہ ۴۳ لغایت ۵۰ غلط چھپ گیا ہے
مگر ہندسہ صحیح ہے اوسکے مطابق پڑھنا چاہئے کہ مضامین کا
تسلسل قائم رہے۔

غلطنامہ بھی علحدہ سے شایع ہوگا جسمین ابھی تاخیر ہے

آباؤاجداد میرے جو نسل سلاطین ہین سے مشہور ہین موالیان اہل بیت اطہار سے تھے اور
دنیاوی اقتدار و حکومت کیساتھہ دولت علم و فضل و کمال سے بھی مالامال تھے کہ بڑے بڑے
علما اونکے سامنے زانوے ادب تہ کرتے۔ جس سے خاص اسی پرگنہ لنگلہ مین بہت کچھہ مذہب حق نے
رواج پایا۔

یہانتک کہ میرے والد مرحوم مولوی علی احمد خان اعلے اللہ مقامہ نے میری کمسنی مین انتقال
فرمایا اور میری تربیت و تعلیم اون حکام والاشان انگریزی سے متعلق ہوئی جو میری جائداد و جان و
مال کے قانونی محافظ تھے۔ اور میرا قیام زیادہ تر ضلع سلہٹ مین رہنے لگا اسلئے مخالفین دین کو
اسکا موقع ملا کہ اپنا تسلط جمائین۔

یہ ملک آشام جو حقیقت مین جنگلی اور پہاڑی ملک ہے ہمیشہ سے ظلمت جہالت مین مبتلا تھا اور ہے
اسلئے نہ یہان کوئی نامی عالم ہوا نہ مجتہد۔ البتہ بزور سلطنت مذہب اہل سنت نے جیساکہ تمام رواج
پایا تھا یہان بھی رایج ہوا۔ مگر اب تک ہزارہا مسلمان ایسے ملینگے جو نہ کلمہ جانتے ہین نہ خدا و رسول کا
نام۔ اسلئے ہندوستان کے ان جاہل پیرون کے جادو نے جو بطمع زر تمام گھوما کرتے ہین۔ ایسا
گہرا اثر کیا کہ تمام ملک خارجی المذہب بنگیا کہ معاویہ بن ابوسفیان کو اعلے درجہ کا صحابی اور خلیفہ برحق
قبول کرتے ہین اور یزید پلید پر بھی لعنت کہنا اونکے نزدیک جایز نہین بلکہ اوسکو کفر سمجھتے ہین
حالانکہ ہندوستان مین ایسا نہین ہے نہ دوسرے بلاد مین بلکہ بقاعدہ کف لسان صرف لعنت
نہین کرتے۔ ورنہ ہرطرح اوسکے معائب و ظلم و ستم کے مقر ہین۔

اسی جہالت کا یہ اثر ہوا کہ خود میرے چند دوستون نے جو علما اور ملازمین سے میرے
موروثی ریاست کے ہین دوستانہ طور پر مجھسے زبانی مناظرہ درباب معویہ شروع کیا۔
حالانکہ کل اہل سنت کو معلوم ہے اس مسئلہ مین وہ کسطرح شیعون سے سربر

نہین ہو سکتے مگر یہان کے سنیون کو اسی مین غلو ہے۔

یہ مناظرہ پہلے زبانی رہا اور یہان کے کل سنیون نے جسمین عالم جاہل سب شریک تھے اپنی پوری قوت اسمین صرف کی کہ جسطرح ہو معویہ کو خلیفۂ برحق بنا دین۔ مگر بگڑی ہوئی چیز کیونکر درست ہو سکتی ہی ہمیشہ وہ لوگ منہ کی کھاتے رہے اور ہر بات مین ہر مسئلہ مین وہ مغلوب ہوتے گئے جس سے بہت سے عوام الناس بھی سمجھ چلے کہ بیشک مذہب شیعہ حق ہی اور مذہب اہل سنتہ باطل۔

لہذا اُس تدبیر سے کام لینا پڑا جس سے عمرو عاص نے معویہ کی جان بروز صفین بچائی تھی یعنی ہمارے رفیق محمد عبد الغفور صاحب نے تقریری مناظرہ کو تحریری[5] مناظرہ بنا دیا اور اپنے دو ایک مولویون کا تحریری سوال و جواب پیش کیا کہ اسکا جواب لکھو جسکی غرض سوائے اسکے کچھ نہ تھی کہ اس زبانی مناظرہ سے پردہ مذہب اہلِ سنت کا کھلا جاتا ہی حقیت مذہب شیعہ ظاہر ہوئی جاتی ہی۔ عوام الناس کے شیعہ ہو جانیکا خوف ہی۔ جس سے وہ سب آمدنیان بند ہو جائینگی جو بذریعہ پیری مریدی کے ہزارونکا وارہ نیارہ ہوتا ہے لہذا اسکو کسیطرح بند کرنا چاہیے۔

---

[5] تقریری مناظرہ کو تحریری بنانا اس غرض سے کہ جاہل گنوار لوگ ان باتون کو نہ سنین جس سے اور نیز مذہب اہل سنتہ کا بطلان ثابت ہو۔ اگرچہ بہت ظاہر ہی مگر اسکی سند بھی موجود ہی کہ تمامی علماء اہلِ سنت اسکی وصیت کرتے آئے ہین اور اپنے خاص خاص لوگون کو سمجھاتے رہے ہین چنانچہ حافظ حاجی شاہ محمد امداد اللہ صاحب حنفی چشتی اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مین اس مسئلہ کے متعلق کہ خدا پر کذب و دروغ جائز ہی یا نہین، فرماتے ہین کہ جو طبع آزمائی کسکے لئے گفتگو ہی کرنا ضرور ہو تو زبانی خلوت مین ہو۔ اور اگر تحریر کی حاجت ہو تو خط کافی ہے نہ کہ رسالہ اور کتابین۔ اور اگر اسی کا شوق ہے تو عربی عبارت ہونا چاہیے تاکہ عوام خراب نہون اور عوام کیلئے تو بالتعین سکوت ہی ضروری ہی صفحہ ۱۲ جس سے معلوم ہوا اہل سنتہ کی تمامی علماء کا یہ دستور رہا ہی کہ عوام الناس سے اصلی حالات کو چھپائین جسکے لئے کہین تو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ زبانی گفتگو ہو۔ اور یہان کے ملاؤن نے تحریر ہی مین مصلحت سمجھی کیونکہ تقریر یعنی مین عوام الناس کا ہر وقت مجمع رہا کرتا تھا مگر ان لوگون نے یہ نہ سمجھا کہ گفتگو کا اثر صرف حاضرین جلسہ پر پڑتا ہی۔ اور تحریر من کا اثر دور دور پھیلتا ہی۔ لیکن انکو بھی ضرورت معلوم ہوا کہ اسوقت تو کسیطرح یہ بلا ٹلجائے پھر دیکھا جائیگا ۱۲ راقم

تحریری مناظرہ شروع کرنے کی چونکہ یہی غرض تھی کہ کسیطرح عوام الناس کی روک تھام ہو اسوجہ سے ان لوگون نے تحریری سوال وجواب بھی جو لکھا تو اُردو مین جو ہماری ملکی زبان نہیں کہ سوا بنگلہ کوئی دوسری زبان نہین جانتا۔ تاکہ اگر یہ تحریری جواب سُنایا بھی جاے تو عوام الناس جاہل لوگ کچھ نہ سمجھین۔ ورنہ اگر کلام حق کی جستجو ہوتی تو ملکی زبان مین لکھتے جس سے عوام بھی مطلع ہوتے چنانچہ اس کلام کی تصدیق آپکو بہت جلد اوس سوال وجواب سے ہوجائیگی جو رسالہ مین لکھی گئی جس سے آپ سمجھ جائینگے کہ یہ مہمل باتین تو ایسی نہ تھین جو تحریر کیجائین۔ تقریر مین بہت جلد اسکی صفائی ہوجاتی۔

میری غرض چونکہ بندگان خدا کی خیرخواہی سے متعلق تھی کہ کسیطرح راہ حق اونپر واضح ہوجاے۔ لہذا بہت کچھ کوشش کی کہ عام جلسون مین زبانی طور پر تصفیہ کرلیا جاے کتابین ہر قسم کی موجود ہین انسے فیصلہ کیا جاسے تاکہ عام وخاص سب سنین اور واقف ہون۔ مگر اونہون نے نہ مانا اور اپنی ضد پر مصر رہے کہ تحریری ہی سوال و جواب رہے جسکی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ شیعون کا کوئی عالم ان اطراف مین نہین ہے اور اہل سنتہ کے جاہل ملا حد ما بھرے ہوے ہین۔ لہذا اونکو کامیابی کی پوری امید تھی حالانکہ الحق یعلو ولا یعلی علیہ شئ مشہور ہے۔

پہلی تحریر جو اہل سنتہ نے پیش کی وہ جیسی کمزور تھی ویسی ہی مختصر بھی تھی جسکے دو گونہ مطالب با خود ما ہین نہ کو مہ ملکے تھے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بجز دفع الوقتی کے اور کوئی مطلب نہین تھا۔

اس تحریر کا جواب میری طرف سے نہایت آہستگی اور سہولت کے ساتھ دیا گیا اور عام طور پر

سنایا گیا جب سے عوام پر بھی یہ رازاونکا کھل گیا کہ محض بلوگ جہال کے دھوکہ دینے سے اور اصلی حالات کے چھپانے کے لئے یہ سب سازش کیگئی ہے کہ تحریری سوال و جواب ہو۔ اس عامیانہ شورش نے ان سرغناؤنکو بھی اسپر آمادہ کیا کہ فریقین کے علما جمع کئے جایئں اور ایک عام مناظرہ قایم کیا جاے حالانکہ وہ جواب الجواب اسکا زبان بندی خلایق کی غرض سے لکھ چکے تھے۔

مینے بھی درخواست اونکی بخوشی منظور کی اور محض بخیال قومی ہمدردی وعام خیرخواہی اسکو قبول کیا کہ اسطرحکا عام جلسہ کیا جاے جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جاے۔

اہلسنتہ نے اس مادہ مین نہایت مستعدی ظاہر کی کہ علاوہ علماے ہندوستان کے وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علما کو بھی زحمت دینگے اور اس جلسہ مین طلب کرینگے۔ جسکے بڑے حصہ خرچ کا مین بھی متکفل ہوا۔

اسی بنیاد پر کہ حسب معاہدہ وہ لوگ بیرونی علما کو بلاینگے مینے عالیجناب مقدس القاب سیدنا و مرشدنا و ہادینا فخر الحکما اشرف العلما مولانا الحکیم سید علی اظہر صاحب قبلہ و کعبہ دامت برکاتہ مصنف ذو الفقار حیدر و کنز مکتوم و تشفی اہل سنتہ و خوارج سے بذریعہ اپنے بعض احباب کے درخواست کی کہ اس مناظرہ مین قدم رنجہ فرماکر ہملوگونکی عزت افزائی کرین اور دین حق کی امداد فرمایئن۔

جناب مولانا سے باوصفیکہ اسطرحکا نیاز مجھے حاصل نہ تھا نہ جناب ممدوح مجھسے واقف تھے مگر حسب نہایت اخلاق سے آپنے اس استدعا کو قبول کیا اور زحمت سفر دور ودراز گوارا فرمایا حالانکہ ابھی ابھی آپنے ایک طولانی علالت کے بعد صحت پائی تھی جیسا کہ بعد ملاقات معلوم ہوا

جناب مولانا یکم جمادی الاول ۱۳۲۱ھ کو تشریف لاے اور اونکے تیسرے روز اسکی تاریخ مقرر تھی کہ اہل سنتہ کے دوسرے جواب کا جواب الجواب شیعونکی طرف سے دیا جاے۔ حالانکہ

ابھی جواب تیار نہ تھا جس سے مناسب تھا ہم لوگ مہلت مانگتے۔ مگر رعب حق کا اثر دیکھئے کہ خود ہمارے حریف بلا ضرورت طالب مہلت ہوئے۔ اور دو ہفتہ کے بعد اسکی تاریخ مقرر ہوئی کہ جواب ثانی سنایا جاوے اس عرصہ مین مختلف خبرون سے نہایت شور و غل مخالفین کا معلوم ہوا کہ سلہٹ ڈھاکہ۔ کلکتہ وغیرہ مقامات سے علما بلائے جاینگے۔ اسی غرض سے یہ مہلت لیگئی ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا لکھنو۔ دہلی۔ سہارنپور۔ دیوبند کے علماء اہل سنت تشریف فرما ہونگے اور اس مناظرہ کی شان و شوکت بڑھاینگے۔ مگر تاریخ معین پر ایک متنفس بھی ان علما کا نظر نہ آیا۔ خارج سے معلوم ہوا کوئی آنے پر راضی نہین ہوتا اور عذر لنگ کرتے ہین۔ جسپر خود مینے اپنے دوستون سے بتکرار فرمایش کی کہ تم اپنے علما کو بلاو کہ فیصلہ ہوجاے۔ اسکے مصارف کے بھاری حصہ کا مین متکفل ہوتا ہون مگر کوئی جواب معقول نہ ملا۔ جناب مولانا دام ظلہ گیارہ رجب تک قیام فرمایا اور ہر روز وعظ و پند سے اونکے قلوب ملایم کرتے رہے اور بتاکید تمام فرماتے تھے کہ اپنے علما کو طلب کرو تا کہ لطف کلام و مناظرہ حاصل ہو۔ اور اون لوگون نے بھی ہر دفعہ زبانی اقرار کیا۔ مگر نہ کوئی عالم آیا نہ کوئی جلسہ ہوا بلکہ ان ملاؤن نے ہر ہر مولود مین اسکو بیان کرنا شروع کیا کہ شیعو نکے پاس نہ جاؤ نہ وہان بیٹھو۔ نہ اونکا وعظ سنو۔ نہ اون سے کلام کرو۔ لہذا بمجبوری جواب تحریری لکھکر اونکو سنا دیا گیا اور ایک کاپی اوسکی اونکے حوالہ کر دی گئی کہ شاید دیکھین اور کسی پر راہ حق واضح ہوجاے۔

چونکہ قومی ہمدردی ہر فرد بشر پر واجب ہے اور خصوصاً مجھپر کہ شیعیان پاک جناب امیر المومنین سے ہون جنہون نے محض اسلامی خیر خواہی کی غرض سے سارے مصائب سہے۔ اور نیز بوجہ آبائی ریاست کے مجھپر اظہار حق بندگان خدا پر لازم تھا اسلئے ان تحریرو نکو

پہلے اردو مین چھپواتا ہون اور اسکے بعد بنگلہ مین چھپوا ونگا انشاء اللہ جو ہماری اور ہماری
قوم کی ملکی زبان ہے

خداوند عالم سے دعا کرتا ہون کہ وہ میری اس کوشش مین برکت دیگا اور قوم کے
حق مین یہ رسالہ مفید ہوگا راہ حق واضح ہوگی۔ ولاے اہل بیت اطہاران کے دلون
مین جگہ پائیگی۔ اور دشمنان دین سے نفرت ہوگی جیسا کہ حدیث الحب للہ
والبغض فی اللہ کا مطلب ہے۔

برادران اسلامی اور قومی بھائیون سے امید ہے کہ اس رسالہ سے کسیطرح
کا نفع اونکو حاصل ہو تو اس خاکسار کو دعا خیر سے یاد فرمائین۔

اللھم اجعل خاتمتی بالخیر وعاقبتی بالایمان واجعلنی من انصار
دین محمد النبی المبعوث علی الانس والجان واھل بیتہ
الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم
بنص القرآن صلوات اللہ وسلامہ
علیھم مادام الزمان والمکان

العبد
محمد علی امجد خان عفی عنہ
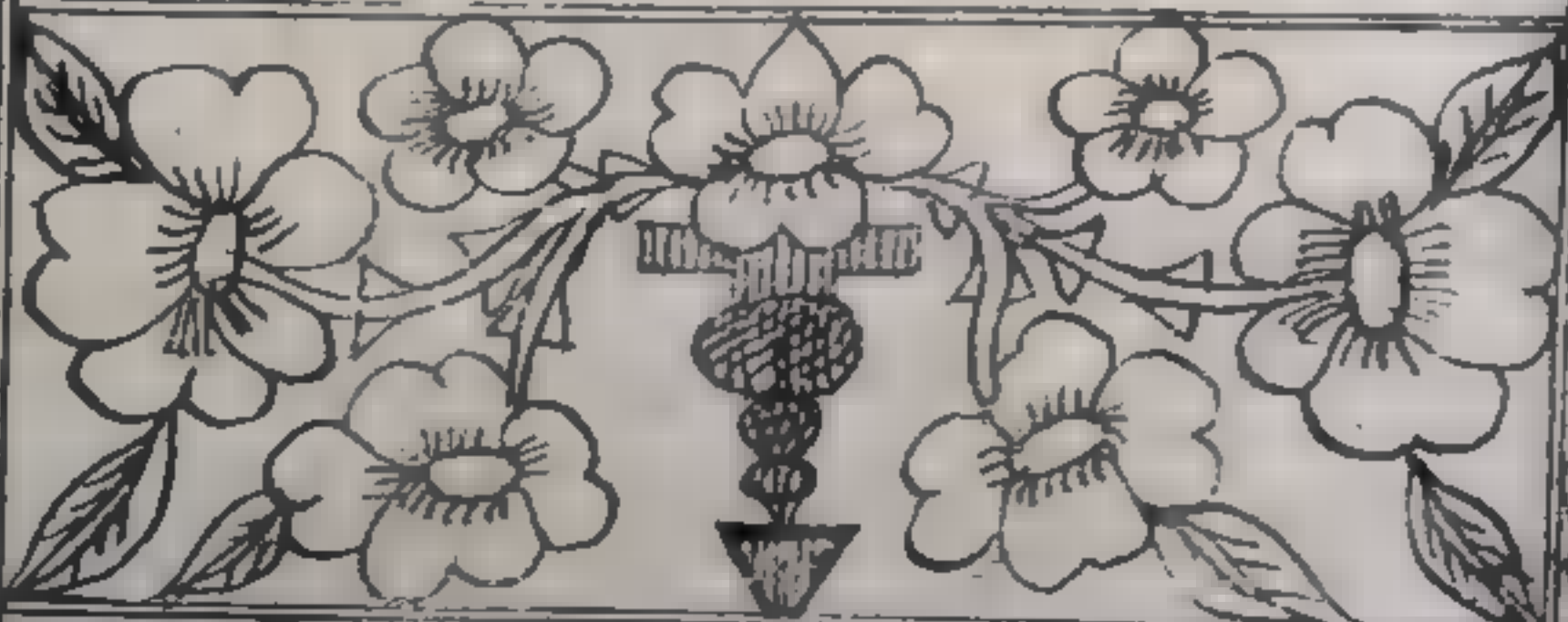
تحریر اول از جانب محمد عبد النور صاحب حنفی سنی

سوال

حضرت معاویہ کو لعن کرنا جائز ہے یا نہیں اور آیہ کریمہ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزائہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ الخ کے مصداق ہو سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب بالصواب

حضرت معاویہ کو برا کہنا معاذ اللہ ہرگز جائز نہیں اسلئے کہ وہ صحابہ کرام میں شامل ہیں اور کسیکو صحابہ کرام سے یاد نہیں کیا جاتا ہے مگر ساتھ خیر کے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے لا تسبوا اصحابی وایضا اذا ذکر اصحابی فامسکوا اور اللہ جل جلالہ قرآن مجید میں فرماتا ہے قولوا للناس قولا حسنا اور مخالفت حکم خدا اور رسول کی عین گمراہی ہے لما قال اللہ تعالیٰ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا خصوصا حضرت معاویہ کی شان میں بہت حدیثیں وارد ہیں کما فی الترمذی عن عبد الرحمن بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی صلعم انہ قال لمعویہ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واہد بہ واخرجہ احمد فی مسندہ عن العرباض بن ساریہ سمعت رسول اللہ صلعم یقول علم معویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب وروی عن النبی صلعم مائۃ وثلثۃ وستون حدیثا اور آیہ کریمہ ومن یقتل مومنا الخ حضرت معاویہ پر اطلاق نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اول ملوک المسلمین حضرت معاویہ ہے اور وہ افضل ہے سب بادشاہوں مسلمین سے جیسا کہ تاریخ الخلفا اور فقہ اکبر کی شرح میں ہے لکنہ اذا صار اماما حقا لما فوض الیہ حسن بن علی الخلافۃ فان الحسن بایعہ اہل العراق بعد موت ابیہ ثم بعد ستۃ اشہر فوض الامر الی المعویۃ پس اگر معاویہ مصداق اوس آیہ

کریمہ کے ہوتے تو کیون حضرت امام حسین اور جمہور صحابہ کرام کی موجودگی کی حالت مین امام حسن علیہ السلام خلافت اور امامت کو انکے سپرد کرتے اور آیہ مذکورہ نازل ہوئی شان مین مقیس بن ضبابہ کہ ایک مسلمان زہیر نامی کو بیگناہ قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ مین فرار کیا تھا چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری اور بیضاوی شریف مین اس آیت کی تفسیر مین مذکور ہے اور مومنین کے مقاتلہ کے باب مین حق سبحانہ تعالی ارشاد فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا اب ان عبارات اور دلائل مذکورۂ بالا سے صاف صاف معلوم ہوا کہ دو مسلمان آپس مین گشت وخون کرنے سے حد ایمان سے باہر نہین نکلتے ہین چہ جائے مورد لعنت وعذاب مخلد ہو نعوذ باللہ من ذالک سوائے اسکے اور بھی بہت سے دلائل قرآنی اور حدیث نبوی وغیرہ دلائل عقلی ونقلی موجود ہین فقط
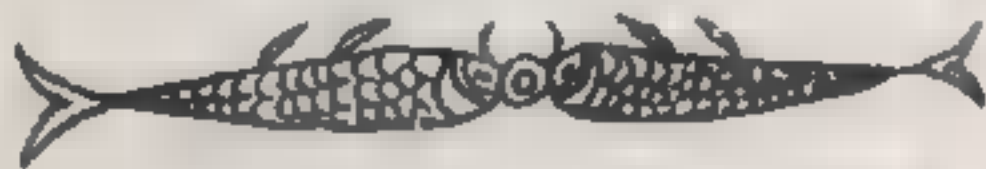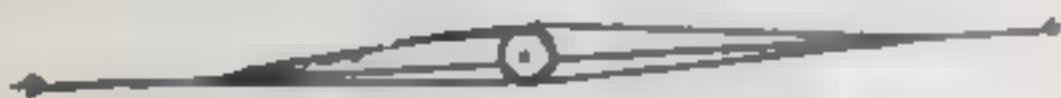
مستغثة لهم يقول لو سمعه الجبان
لقاتل- والمدبر لاقبل- والمسالم
لحارب والفار لكر والمتزلزل لا ستقر
فقال لهم معاوية رضی اللہ عنہ
ايكم يحفظ كلامها فقالوا كلنا
نحفظه قال فما تشيرون على فيها
قالوا نشير بقتلها فانما اهل لذلك
فقال لهم معاوية رضی اللہ عنہ
بئسما اشرتم به وقبحلما قلتم ليحسن ان
يشهر عنی انني بعد ما ظفرت وقدرت
قتلت امراة قد وفت لصاحبها انی
اذا للئيم لا والله لا فعلت ذلك ابدا
ثم دعا بكاتبه فكتب كتابا الی واليه
بالكوفة ان انفذ الی ٣ الزرقاء بنت
عدی مع نفر من عشيرتها وفرسان
من قومها ومهد لها وطاء لينا
ومركبا ذلولا فلما ورد عليه الكتاب
ركب اليها وقراه عليها فقالت بعد
قراة الكتاب ما انا بزائغة عن الطاعة
فحملها في هودج وجعل غشاءه خزا
مبطنا ثم احسن صحبتها. فلما قدمت

آئیں کہو تملوگ رحمت ہو خدا کی تملوگو نیز
اے معویہ اس سے نہ ایک حرف زیادہ
کہوں گا نہ کم اگرچہ میری جان جلے
معویہ نے کہا- تو اب ہم تجھ کو معاف
کرتے ہیں ای ابا بجر-
معویہ کو جب خلافت مل گئی اور انتظام
اُسکا درست ہو گیا تو ایک روز اپنے مجمع
خاص میں بیٹھا ہوا جنگ صفین کا تذکرہ
کرنے لگا- یہاں تک کہ اسکا تذکرہ آیا
اُس روز سب سے زیادہ کون ترغیب
دے رہا تھا لشکر جناب امیر کو- تو لوگوں نے
کہا کوفہ کی ایک عورت تھی جس کا نام زرقا
ہے عدی کی بیٹی جو درمیان صف میں
آکر کھڑی ہوئی اور لشکر علی کو اس طرح
کی صدائیں دیتی کہ تلوار کا مقابلہ کرتی
اگر بزدل و نامرد بھی سنتا تو بہادر بنجاتا
بھاگنے والا پلٹ پڑتا صلح جو بھی جنگ جو
بنجاتا- فرار کرنیوالا بھی پھر پڑتا
جسکا دل متزلزل ہوتا وہ مستقل ہوجاتا
معویہ نے پوچھا تم سے کون شخص ہے
جسے اُسکی تقریر یاد ہے سب نے کہا ہم سبکو

علی معویۃ قال لہا مرحبا واہلا خیر مقدم
قدمہ وافد۔ کیف حالک یا خالہ وکیف
رایت سیرک قالت خیر مسیر فقال
ھل تعلمین لم بعثت الیک قالت
لا یعلم الغیب الا اللہ سبحانہ وتعالٰی
قال الست راکبۃ الجمل الاحمر یوم
صفین وانت بین الصفوف توقدین
نار الحرب وتحرضین علی القتال قالت
نعم فما حملک علی ذلک قالت یا
امیر المومنین انہ قد مات الراس
وبتر الذنب والدھر ذو غیر ومن
تفکر ابصر والامر یحدث بعدہ الامر
فقال صدقت فھل تعرفین کلامک
تحفظین ما قلتِ قالت لا واللہ قال
للہ ابوک فلقد سمعتک تقولین
ایھا الناس ان المصابح لا تضیٔ فی
الشمس وان الکواکب لا تضیٔ مع
القمر وان البغل لا یسبق الفرس
ولا یقطع الحدید الا بالحدید
الا من استرشد نا ارشدناہ ومن
سألنا اخبرناہ ان الحق کان

یاد ہے۔ معویہ نے پوچھا پھر اُسکے بارے
میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے کیا کرنا چاہیے
لوگوں نے کہا ہماری رائے تو یہ ہے
کہ اُسکو قتل کرنا چاہیے معویہ نے کہا
کیا بُرا مشورہ دیا تمنے۔ کیا تمکو یہ اچھا
معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں یہ امر مشہور
ہو کہ بعد ظفر جب ہم مالک ہوے اور
حکومت پائی تو ایک عورت کو قتل کیا جسنے
اپنے صاحب کے ساتھ وفا کی۔ اگر ایسا
کروں تو نہایت ہی لئیم و ذلیل ہوں گا
واللہ ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ اسکے بعد
معویہ نے حاکم کوفہ کو خط لکھا کہ زرقا
کو آرام سے بھیجدے حسب الحکم جب وہ زرقا
معویہ میں داخل ہوئی تو معویہ نے عزت
و حرمت اُس کو مہمان کیا اور بعد مزاج
پرسی و تعارفات ظاہری مخاطب ہوا
کہ کچھ جانتی ہو ہمنے کس غرض سے بلایا
ہے؟ زرقا۔ غیب کا علم تو خدا ہی کو ہے۔ معویہ
تو کہا تو وہ عورت ہے جو بروز صفین
سُرخ رنگ کے اونٹ پر سوار تھی کہ
آتش حرب کو تیز کرتی تھی۔ اور لوگوں کو

يطلب ضالة فاصابها فقصيراً ايا
معشر المهاجرين والانصار فكانكم
وقد التقام شمل الشتات وظهرت
كلمة العدل وغلب الحق باطله
فانه لا يستوى الحق والمبطل أفمن
كان مومنا كمن كان فاسقا لا
يستوون دفا النزال النزال والصبر
الصبر الا وان خضاب النساء
الحناء وخضاب الرجال الدماء
والصبر خير الامور عاقبة ائتوا الحرب
غير ناكصين فهذا يوم له ما بعده
يا زرقاء اليس هذا قولك وتحريضك
قالت لقد كان ذلك قال لقد
شاركت عليا فى كل دم سفكه
فقالت احسن الله بشارتك يا امير
المومنين وادام سلامتك مثلك
من يبشر بخير ويسر جليسه فقال
معويه اوقد سرك ذلك قالت
نعم والله لقد سرني قولك
وانى لى بتصديقه فقال لها
معاوية والله لوفاءكم له

جہاد پر آمادہ کرتی تھی۔ زرقا ہاں۔ معویہ
یہ کیوں کیا۔ زرقا کیا پوچھتا ہے۔ سرور سردار
مرگیا۔ قوم و قبیلہ سب پریشان ہوگیا۔ زمانہ
متغیر ہوا۔ جس نے سوچا اُسکو بصیرت
حاصل ہوئی یوں ہی انقلاب ہوتا رہتا ہے
اور ایک امر کے بعد دوسرا امر حادث ہوتا
ہوتا ہے۔ معویہ سچ کہا کچھ اپنا کلام یاد ہے
زرقا۔ واللہ یاد نہیں۔ معویہ۔ اللہ اللہ
کیسے باپ کی بیٹی تو ہے مجھے خوب یاد ہے کہ
تو کہتی تھی۔ اے گروہ مرداں خبردار ہو
آفتاب کے روبرو چراغ نہیں جل سکتا۔
ستارے ماہتاب کے سامنے روشن نہیں
ہوتے خچر (معاویہ) فرس (گھوڑے)
سے بڑھ نہیں سکتا۔ لوہا لوہے سے دبتا ہے
جو ہم سے ہدایت لے ہدایت کرینگے۔ جو
سوال کریگا اُسکو بتا دینگے۔ حق گم ہوگیا تھا
اب ملا چاہتا ہے۔ صبر کرو صبر اے مہاجرین و
انصار کہ اب قریب ہے وہ وقت کہ کلمہ عدل
ظاہر ہو افتراق موقوف ہو حق غالب ہو
باطل پر کیونکہ محق و مبطل برابر نہیں
ہو سکتے ترجمہ آیہ جو شخص مومن ہو

بعد موته اعجب الی من حبکم
له فی حیاته فاذکری حوایجك
نقض — مستطرف جلد اول صفحہ ۱۰۲
وقال الحسن البصری اربع خصال
کن فی معاویة لو لم تکن فیه
الا واحدة لکانت موبقة انتزاؤه
علی هذه الامة بالسیف حتی اخذ
الامر من غیر مشورة وفیهم
بقایا الصحابة وذوی الفضیلة
واستخلافه بعده ابنه سکیرا
خمیرا یلبس الحریر ویضرب بالطنابیر
وادعاؤه زیادا وقد قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم الولد للفراش
وللعاهر الحجر وقتله حجرا واصحاب
حجر فیا ویلا له من حجر ویا ویلا له
من حجر واصحاب حجر ص ۹۲ کامل جلد ۳
فقال محمد ان فعلت فی ذلک
فقال ما فعلتم ذلک باولیاء الله
واذ لا [illegible] تملیت وعلی
اولیائک ومعاویة [illegible] نارا
[illegible] کلما خبت زادها الله سعیرا
مستطرف [illegible]

اُن کا مقابلہ فاسق کیونکر کر سکتا ہے) اٹھو
اٹھو (میدان جنگ میں) صبر کرو صبر کرو عورتوں
کا خضاب حنا ہے۔ اور مردوں کا خضاب
دشمنوں کا خون ہے ثبات و استقلال بہت
ہی عمدہ ہے میدان حرب میں۔ آؤ ڈٹ کر
مقابلہ کرو بھاگنے کا نام نہ لو کہ آج کے بعد
پھر وہ دن آنا ہے معویہ نے اسکے بعد
کہا۔ کیوں زرقا یہ تیرا کلام تھا یا [illegible]
زرقا بیشک یہ کلام میں کرتی تھی۔
معویہ۔ تو تو علی کی شریک ہوئی ہر خون [illegible]
جو اس روز بہا یا گیا۔ زرقا۔ خدا تیرا [illegible]
کرے کیسی عمدہ بشارت دی تو نے خدا
تجھے زندہ رکھے کہ تو اسی لائق ہے کہ اس
قسم کی بشارت دے اور اپنے ہمنشین کو خوش
کرے۔ معویہ کیا میرے کلام سے خوش
ہوئی؟ زرقا۔ واللہ مجھے بڑی مسرت
[illegible] ہوئی اس کلام کی کہ تو علی کی
شریک ہوئی جہاد میں تصدیق کیونکر ہو
سکتی۔ معویہ۔ واللہ تم لوگوں کی محبت
علی [illegible] بعد موت زیادہ عجیب ہے
بہ نسبت اسکے کہ ان کی زندگی میں [illegible]

خط محمد بن ابی بکر

خط محمد بن ابی بکر صحابی بنام معویہ

وانت اللعین ابن اللعین لم تزل
انت وابوک تبغیان لرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الغوائل
وتجهدان فی اطفاء نور اللہ تجمعان
علی ذلک الجموع وتبذلان فیہ
المال وتولبان علیہ القبائل
علی ذلک مات ابوک وعلیہ خلفتہ
لتشهید علیک من تدنی ویلجأ
الیک من بقیۃ الاحزاب ورؤساء
النفاق والشاهد لعلی مع فضلہ
المبین القدیم انصارہ الذین
معہ الذین ذکرهم اللہ بفضلهم
واثنی علیهم من المهاجرین والانصار
وهم معہ کتائب وعصائب
یرون الحق فی اتباعہ والشقاء
فی خلافہ فکیف یالک الویل
تعدل نفسک بعلی وهو وارث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
والہ ووصیہ وابو ولدہ اول الناس
لہ اتباعا واقربهم بہ عهدا [illegible]

علی سے محبت رکھتے۔
حسن بصری نے کہا معویہ میں چار خصلتیں
ایسی ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی ہوتی
تو ہلاکت کے لئے کافی تھی ایک یہ کہ امت
پر جست کیا بتلوار یہاں تک کہ خلیفہ
بن بیٹھا بغیر مشورہ کے حالانکہ بہت
سے اصحاب وصاحبان فضیلت موجود
تھے۔ دوسرے یہ کہ اپنے بعد اپنے شرابی
بیٹے کو جو نشہ میں چور رہتا تھا اور ریشمی
لباس پہنتا ہوا اور طنبور بجاتا۔ خلیفہ مقرر
کیا۔ تیسرے یہ کہ زیاد کو اپنے نسب میں
ملایا حالانکہ رسول اللہ فرماتے ہیں الولد
للفراش وللعاهر الحجر (یہاں وہ حدیث
رسول اللہ ملائے جو ترمذی سے سابقاً
منقول ہوئی) چوتھے یہ کہ حجر بن عدی
صحابی کو مع اُنکے ہمراہیوں کے قتل کیا
وائے ہو اُس پر دربارہ حجر۔ وائے ہو اُس پر
ازجانب حجر و اصحاب حجر۔
کہا محمد بن ابی بکر نے اگر تو نے یہ کیا (مجھ
قتل کر کے جلا دیا) تو ہمیشہ تم لوگوں کا
یہی دستور رہا ہو اولیاء خدا کے ساتھ

بسره ویطلعه علی امره وانت
عدوه وابن عدوه تمتع فی دنیاک
ما استطعت بباطلک ویمدک
ابن العاص فی غوایتک فکان
اجلک قد انقضی وکیدک قد
وهی ثم یتبین لک لمن تکون
العاقبة العلیا واعلم انک انما تکاید
ربک الذی امنت کیده وبئست
من روحه فهو لک بالمرصاد
وانت منه فی غرور والسلام علی
من اتبع الهدی ص ۲۰ مروج الذهب
علی حاشیة الکامل جلد ۲
وقد کان معویة کتب الی زیاد
حین قتل علی یتهدده فقام خطیبا
فقال العجب من ابن اکلة الاکباد
وکهف النفاق رئیس الاحزاب
یتهددنی وبینی وبینه ابن عم
رسول الله صلی الله علیه وسلم
ص ۱۶۶ کامل ج ۳

ہمکو امید ہے کہ خدا اس آتش کو تجھ پر
اور تیرے دوستوں پر اور معویہ و عمرو
عاص پر مصداق اس آیہ کا کر دیگا جو تعریف
میں آتش جہنم کی ہے کہ بھڑکنے والی آگ ہے کہ
جب خاموش ہونے لگے تو خدا اُس کے
شعلہ کو اور تیز کر دیگا ص ۱۴۲
محمد بن ابی بکر نے معویہ کو خط میں لکھا۔
تو ملعون ہے بیٹا ملعون کا کہ ہمیشہ تم دونو
باپ بیٹے لڑتے رہے رسول اللہ سے اور
کوشش کرتے تھے بجھانے میں نور
خدا کے اسپر جمیع فراہم کرتے اور مال خرچ
کرتے اور قبائل کو بھڑکاتے اسی حالت
پر تیرا باپ مرگیا اور تو اُسکا خلیفہ ہوا
کہ بقیہ اُس لشکر کا تیرے پاس جمع ہوتا ہے
اور روساء نفاق کا مجمع رہتا اور علی ابن
ابی طالب کے فضائل و مناقب کے شاہد
وہ مہاجرین و انصار ہیں جن کی بزرگیوں کا
ذکر خدا نے قران میں کیا ہے وہ لوگ ہیں جو
سعادت کو منحصر جانتے ہیں علی کی پیروی
میں اور اُن کی مخالفت و نافرمانی کو شقاوت جانتے ہیں۔ وائے ہے تجھ پر ای معویہ کیونکر
تو دعوے برابری کرتا ہے علی کے ساتھ حالانکہ وہ وارث رسول ہیں اور وصی اُن کے

اور باپ اُن کے فرزندوں کے اور اول وہ شخص ہے جو ایمان لایا ساتھ رسول کے
اور سب سے زیادہ پیرو احکام رسول اور قریب العہد ساتھ رسول کے کہ اپنے اسرار
و علوم و احکام سے برابر مطلع کرتے رہے تو دشمن اور پسر دشمن رسول ہے پس جسقدر
ہو سکے اپنے امور باطلہ سے اس دنیا میں لذت اٹھا لے اور عمرو عاص تیری گمراہی میں
مدد کرلے کہ وہ زمانہ بھی قریب ہے جب دنیا سے چل بسے اور مکر و کید تیرا باطل ہو جاوے
اُس وقت تجھے معلوم ہوگا عاقبت کا حال یہ بھی واضح رہے کہ یہ سب فریب و مکاری
تیری خدا کے ساتھ ہے جو تجھ سے غافل نہیں اور تو اس غرور میں پڑا ہوا ہے۔
معٰویہ نے جب زیاد کو بعد شہادت جناب امیر تہدید آمیز خط لکھا تو زیاد نے کھڑے
ہو کر خطبہ پڑھا اور کہا تعجب ہے پسر ہندہ جگر خوارہ کہف النفاق و رئیس الاحزاب سے
کہ وہ ہم کو دھمکی دیتا ہے حالانکہ درمیان ہمارے اور آپکے ابن عم رسول اللہ ہیں۔
ان عبارتوں سے جو سب تابعین اخیار کے کلمات ہیں اور اہل سنت کے یہاں ہمسر
حدیث رسول اللہ۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ معویہ ان لوگوں کے نزدیک کس خطاب کا مستحق
تھا خود زیاد جو آگے چلکر بھائی بنا یا گیا۔ کہف النفاق کہتا ہے اور دیگر ائمہ دین اہل سنت
نے بے تامل لعنت کرتے بت پرست پسر بت پرست خطاب دیئے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے
کہ اہل سنۃ کے یہاں لعنت کرنا کسی متنفس پر جائز نہیں حتے کہ یہاں یم اور شیطان
کے لعن میں بھی اُن کو تامل ہے مگر معٰویہ کی شان یہ تھی کہ کسیکو اُس میں تامل نہ تھا۔
کلام امام شافعی روی عن الشافعی رح انہ اسر الی الربیع ان اربعۃ من الصحابۃ
لا یقبل لھم شہادۃ معویہ و عمرو عاص و المغیرۃ و زیاد روض المناظر
صفحہ [illegible] علی حاشیہ کامل ج ۱۱۔ امام شافعی نے بطور راز ربیع سے کہا جو ان کے
رازدار تھے کہ صحابہ سے چار بزرگوار ایسے ہیں جن کی گواہی قابل قبول نہیں ایک معویہ
دوسرے عمرو عاص تیسرے مغیرہ چوتھے زیاد۔

کلام زیاد

کلام امام شافعی

اب اہل سنت کے سامنے احادیث رسول اللہؐ و احادیث جناب امیرؑ و حسنینؑ
کے علاوہ اقوال حضرت عایشہ و دیگر صحابہ کبار و تابعین اخیار و امام شافعی موجود ہین اپنر
غور کرین کہ اون کے امام معٰویہ کس لائق ہین جنکی گواہی تک قابل قبول نہین۔

کلام خلفا

مزید اطمینان اہل سنت کیلئے کچھ اون خلفا کے اقوال بھی یہان لکھے جاتے ہین
جو ملت خلافت مین معٰویہ کے مساوی ہین اور اہل سنۃ اونکو اپنے ائمہ اثنا عشر مین سے
جانتے ہین۔ خطبہ یزید فکان دون من قبلہ وخیر امم یاتی بعدہ ولا
ازکیہ وقد صاد الی ربہ فان یعف عنہ فبرحمتہ وان یعذبہ فبذنبہ
عقد الفرید ج ۲ ص ۲۴ یعنی یزید نے بعد مرنے معٰویہ کے خطبہ پڑہا اوس مین کہا
کہ معٰویہ اپنے ماقبل لوگون سے کمتر تھا مگر اپنے بعد والون کے بہ نسبت اچھا تھا اس
کی تعریف نہین کرتا وہ گیا اپنے رب کے پاس اگر بخشے تو اوس کی رحمت ہے نہ بخشے
تو بسبب گناہون اوسکے نہ بخشے گا۔

خطبہ معویہ بن یزید بن معویہ

ثم قام بالامر بعدہ ابنہ معاویہ وکان خیرا من ابیہ فیہ دین و عقل بویع لہ بالخلافۃ یوم موت ابیہ فاقام اربعین یوما قبل واقام فیہا خمسۃ اشہر وایاما ثم خلع نفسہ وذکر غیر واحد ان معاویۃ بن یزید لما خلع نفسہ صعد المنبر

حیوۃ الحیوان مین ہے کہ بعد مرگ یزید اوسکا بیٹا معٰویہ تخت نشین ہوا جو صاحب عقل و دین تھا۔ بعد موت یزید اوس کی بیعت کیگئی بخلافت بعض لوگون کا بیان ہے کہ وہ چالیس روز تک خلیفہ رہا اور بعض کہتے ہین پانچ مہینہ چند یوم خلیفہ رہا اسکے بعد خلع خلافت کیا مگر بعد بین کا

المجلس طويلا ثم حمد الله واثنى
عليه با بلغ ما يكون من الحمد والثنا
ثم ذكر النبي صلى الله عليه وسلم
باحسن ما يذكر به ثم قال ايها
الناس ما انا بالراغب في الائتمار
عليكم بعظيم ما اكرهه منكم
واني لاعلم انكم تكرهوننا ايضا لانا
بلينا بكم وبليتم بنا الا ان جدي
معوية رضي الله تعالى عنه قد نازع
في هذا الامر من كان اولى به منه ومن
غيره لقرابته من رسول الله صلى الله
عليه وسلم وعظم فضله وسابقته
اعظم المهاجرين قدرا واشجعهم
قلبا واكثرهم علما واولهم ايمانا
واشرفهم منزلة واقدمهم
صحبة ابن عم رسول الله صلى الله
عليه وسلم وصهره واخوه زوجه
صلى الله عليه وسلم ابنته فاطمة
وجعله لها بعلا باختياره لها و
جعلها له زوجة باختيارها له ابو
سبطي شباب اهل الجنة وافضل

یہ بیان ہے کہ معویہ بن یزید بروز خلع خلافت
بالاے ممبر گیا اور دیر تک بیٹھنے کے بعد خطبہ
شروع کیا جس میں حمد وثناے الٰہی کو خوب
بجالایا پھر نعت نبی کو باحسن طرق انجام
دیا بعد اُسکے کہا ایہا الناس مجھے اسکی
خواہش نہیں ہے کہ تم پر ملکیت کروں اور
امیر ہوں کیونکہ بہت عظیم ہیں وہ باتیں
تمہاری جنسے مجھے کراہت ہے۔ اور یہ بھی
جانتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے کراہت رکھتے
ہو کیونکہ ہم تم لوگوں میں مبتلا ہوے اور
تم لوگ بسبب ہمارے جان رکھو کہ میرے
جد معویہ نے امر خلافت میں نزاع کی ایسے
شخص سے جو کہیں بہتر تھا اس سے اور
دوسروں سے بھی بسبب قرابت رسول اللہ
کے۔ اور اپنی بے حد فضیلتوں اور سابقہ
اسلامی کے کیونکہ وہ اعظم مہاجرین ہے
از راہ قدر ومنزلت کے اور شجاعت قلبی
وکثرت علوم واولیت ایمان وشرافت
ومنزلت وقدامت صحبت رسول بعد کے
یہ ابن عم وبرادر وداماد رسول ہیں جن سے
حضرت نے اپنی بیٹی بیاہی باختیار خود کر

هذه الامة تربية الرسول وابنی
فاطمة البتول من الشجرة الطيبة
الطاهرة الزكية فركب جدی معه
ما تعلمون وركبتم معه ما لا تجهلون
حتی انتظمت لجدی الامور فلما
جاءه القدر المحتوم واخترمته
ايدی المنون بقی مرتهنا بعمله فريدا
فی قبره ووجد ما قدمت يداه ورای
ما ارتكبه واعتداه ثم انتقلت الخلافة
الی يزيد ابی فتقلد امركه لهوی
كان ابوه فيه ولقد كان ابی يزيد
بسوء فعله واسرافه علی نفسه غير
خليق بالخلافة علی امة محمد صلی
الله عليه وسلم فركب هواه واستحسن
خطاه واقدم علی ما اقدم من جرأته
علی الله وبغيه علی من استحل حرمته
من اولاد رسول الله صلی الله عليه
وسلم فقلت مدته وانقطع اثره
وضاجع عمله وصار حليف حفرته
رهين خطيئته وبقيت اوزاره و
تبعاته وحصل علی ما تقدم وندم حيث

حضرت نے پسند کیا اُنکو شوہری کے لئے
اور فاطمہ کو اُنکے لئے زوجہ بنایا یہ حضرت
علی باپ ہیں فرزندان رسول کے جنکے
حق میں حضرت نے فرمایا یہ دونوں میرے
فرزند سردار جوانان بہشت ہیں بہترین
امت ہیں کہ خود رسول اللہ نے انکی تربیت
کی پس اُنکے ساتھ جنگ کی معٰویہ نے
اور تم لوگوں نے اُسکا ساتھ دیا جسکو
تم لوگ خوب جانتے ہو جاہل نہیں جب
معٰویہ مرا تو اپنے اعمال و افعال میں تنہا
رہن ہوا اپنی قبر میں اور پالیا اُسکو جو کر چکا
تھا اور دیکھا اُن امور کو جسکا مرتکب ہوا
تھا اُسکے بعد خلافت یزید کو ملی جس نے
تمہاری حکومت کا طوق اپنے گلے میں
ڈالا بسبب خواہش اپنے باپ کے حالانکہ
یزید اپنی بد افعالی و بد اعمالی کے سبب
کسی طرح قابل خلافت نہ تھا کہ امت
محمدیہ کا خلیفہ ہوا پس اسنے بھی ہوا پرستی
کی اور اپنی خطاؤں کو اچھا سمجھا جس
مرتکب ہوا اُن باتوں کا جسکا مرتکب ہوا
اور اقدام کیا ایسی جرات پر اور بغاوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

منجانب مولوی محمد علی امجد خانصاحب بقلم احقر بندگان محمد الیاس علیخان ثبتہما اللہ علے الایمان برطبق عقاید شیعہ مطابق قواعد اہل سنۃ

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ بموجب حدیث لاتسبوا اصحابی سب و لعنت کسی صحابی پر جایز نہین ہم شیعونکا بھی یہی عقیدہ ہے کہ کوئی شخص صحابی مکرم یا مرد صالح امت سے ہمارے سید المرسلین صلعم کے بلکہ قدیم انبیا کی امت سے بھی جو مومن ہے ہم شیعو نکی نظر مین معظم اور مقدس ہے انکی شان مین تحقیر اور طعن و تشنیع نہین ہو سکتی مگر اوسکا مومن ہونا اور تا دم مرگ ایمان پر رہنا ضرور ہے کیونکہ بہت سے لوگ بعد ایمان بھی مرتد ہوے ہین جنکے بارے مین خداوند عالم فرماتا ہے وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ سورۂ بقرہ ترجمہ اور جو لوگ تم مین سے مرتد ہو جائین سے اپنے دین سے اور بحالت کفر مرے پس ضایع ہونگے اعمال اونکے دنیا اور آخرت مین اور وہ لوگ ہونگے اصحاب جہنم سے اور وہین ہمیشہ رہینگے پھر فرماتا ہے سورۂ آل عمران کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم و شہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینت واللہ لایہدی القوم الظلمین اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینظرون ترجمہ کب ہدایت کریگا اللہ اوس قوم کو جنے کفر کیا بعد ایمان کے اور گواہی دی کہ رسول برحق ہین اور اونکے پاس نشانیان خدا کی آئین اللہ نہین ہدایت کریگا

۱

لا ينفعه الندم وشغله الحزن عليه
ليت شعري ماذا قال وماذا قيل
له هل عوقب بإساءته وجوزي
بعمله وذلك ظني ثم اختنقته العبرة
فبكى طويلا وعلا نحيبه ثم قال
وصرت أنا ثالث القوم والساخط
علي أكثر من الراضي وما كنت لا
تحمل آثامكم ولا يراني الله جلت
قدرته متقلدا أوزاركم وألقاه
بتبعاتكم فشأنكم أمركم فخذوه ومن
رضيتم به عليكم فولوه فلقد خلعت
بيعتي من أعناقكم والسلام فقال
له مروان بن الحكم وكان تحت المنبر
أسنة عمرية يا أبا ليلى فقال اغد عني
أعن ديني تخدعني فوالله ما ذقت
حلاوة خلافتكم فأتجرع مرارتها
ائتني برجال مثل رجال عمر رضي الله
تعالى عنه على أنه ما كان من حين
جعلها شورى وصرفها عمن لا يشك
في عدالته ظلوما والله لئن كانت
الخلافة مغنما لقد نال أبي منها مغرما

کیا اور حقوق خاندان خون کر اولاد رسول
کے اسیوجہ سے اُسکی مدت کم ہوئی اور
اُسکا اثر منقطع ہوا اپنے اعمال کا تماشا
دیکھ رہا ہے اپنی گڑھی میں پڑا ہوا اپنے گناہوں
میں گرو ہے جبکہ آثار وہ علامات باقی ہیں اب
ندامت کرتا ہے مگر بے سود کہ اس ندامت
سے اُسکو کوئی نفع نہیں۔ پس ہمکو تو
اُسی کے غم و فکر نے مشغول کر رکھا ہے
نہیں جانتے اُسنے کیا کہا۔ اور اُس سے
کیا کہا گیا آیا اُسپر عذاب ہوا اور اُسکی
بدکاریوں کا نتیجہ ملا جیسا کہ مجھے گمان
ہے کہ ضرور وہ بھگت ہوگا اسکے بعد خوب
رویا اور کہا۔ اب میری باری آئی حالانکہ
میں جانتا ہوں تم سے خوش ہونیوالے
کم ہیں اور ناراض زیادہ مجھے نہیں
ہوسکتا کہ تمہارے امور کا میں متحمل ہوں
اور تمہارے وزر و وبال کا بوجھ اپنی
گردن پر رکھوں۔ تم جانو اور تمہارا کام
جسکو چاہو اختیار کرو کہ میں نے اپنی بیعت
تمہاری گردنوں سے اُٹھالی۔ مروان نے
نیچے سے کہا کیا سنت عمری کی ہدایت

وما ثماولئن كانت سوا فحسبه منها
ما اصابه ثم نزل فدخل عليه اقاربه
وامه فوجده يبكى فقالت له
امه ليتك كنت حيضة ولم اسمع
بخبرك فقال وددت والله ذلك
ثم قال ويلى ان لم يرحمنى ربى ثم
ان بنى امية قالوا المودب عمر المقصوص
انت علمته هذا ولقنته اياه
وصددته عن الخلافة وزينت
له حب على واولاده وحملته على ما
وسمنا به من الظلم وحسنت له
البدع حتى نطق بما نطق وقال ما
قال فقال والله ما فعلته ولكنه
مجبول ومطبوع على حب على فلم
يقبلوا منه ذلك واخذوه ودفنوه
حيا حتى مات وتوفى معوية بن
يزيد رحمه الله بعد خلعه نفسه
باربعين ليلة وقيل بسبعين
ليلة وكان عمره ثلاثا وعشرين
سنة وقيل ثمانى عشرة ولم يعقب
حيوة الحيوان ج اول

کرنے جہکا شوریٰ قرار دیں - معٰویہ بن یزید
نے کہا دور ہو مجھ سے کیا تو مجھے میرے
دین میں فریب دیا جاتا ہے واللہ تمہاری
خلافت کی شیرینی میں نے نہیں چکھی ہے جو
اُسکی تلخی کا گھونٹ پیوں - کیا عمر کے زمانہ
کے لوگ جنکل بھی مل سکتے ہیں حالانکہ میں
خوب جانتا ہوں کہ عمر نے جو شوریٰ
کی بنیاد قائم کی اس غرض سے کہ اصل کسر
کو محروم کریں جسکی عدالت میں مطلقاً شک
نہ تھا تو عمر اس کارروائی میں بڑا ظالم تھا
اسکے بعد منبر سے اُتر آیا اور اُس کی پہلی
اور دیگر اقارب اُسکے پاس آئے ماں
کہا کاش تو ایک حیض ہوتا کہ پیدا ہی نہ ہوتا
جو اس قسم کی بات میں تجھ سے سنتی
معٰویہ نے کہا میں بھی تو اسی کی تمنا کرتا ہوں
پھر کہا واے ہو مجھ پر اگر خدا نہ بخشے اسکے
بعد بنی امیہ جمع ہوئے - معٰویہ کے استاد
عمر مقصوص کے پاس اور کہا کہ تو نے یہ
باتیں سکھائی ہیں اور قبول خلافت سے
روکا اور محبت علی و اولاد علی کی تعلیم
دی کہ ہم لوگوں کے ظلم و ستم کو اثر یہ

آشکارا کیا اور ان بدعتوں کی خبر دی جس سے اُسنے خلع خلافت کیا۔ عمر مقصوص نے ہر چند سمجھایا کہ میرا قصور نہیں محبت علی اُس کی فطرت میں داخل ہو مجبور ہو اس بارے میں۔ مگر کسی نے قبول نہ کیا اور اُسکو پکڑ کر زندہ دفن کیا جسکے بعد وہ مر گیا۔ اسکے ۴۰ یا ۷۰ روز کے بعد معٰویہ بن یزید نے بھی وفات کی اُسکا سن اُس وقت ۲۳ برس تھا یا ۱۸ برس۔ رحمہ اللہ

کلام خلیفہ ہادی ہارون رشید

وقال لا براهیم الحرانی اعرض علیه ما فی الخزائن من مالنا وما اخذ من اهل بیت اللعنة یعنی بنی امیه فلیاخذ منه ص ۳۳ ج ۶ کامل	خلیفہ ہادی نے کہا ابراہیم حرانی سے کہ جو کچھ خزانہ میں میرا مال ہو۔ یا وہ مال جو خاندان لعنتی سے یعنی بنی امیہ سے لیا گیا ہو روبرو ہارون کے لا۔

کلام ماموں

ان المعتضد امر باخراج الکتاب الذی کان المامون امر بانشائه بلعن معویه فاخرج له من الدیوان فاخذ من جوامعه نسخه هذا الکتاب تاریخ طبری حصه ثالثه	معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے حکم دیا کہ دفتر سے وہ کتاب نکلوائی جاے جو مامون رشید نے دربارہ لعن معویہ لکھوائی تھی۔

تفصیل اس مضمون کی انشاء اللہ آیندہ مذکور ہوگی۔ مگر اس عبارت سے اس قدر تو یقینی طور پر ظاہر ہوا کہ خلیفہ ماموں رشید نے بھی ایک کتاب اس مادہ میں لکھوائی تھی۔ پس اہل سنت غور کریں کہ لعن معٰویہ کیسا واجبی امر ہے۔

کتاب معتضد باللہ خلیفہ عباسی در باب معویہ بن ابو سفیان

تاریخ طبری حصہ ثالثہ صفحہ ٢١٦٤

حوادث سنہ ٢٨٤

وفی هذه السنة عزم المعتضد بالله على لعن معوية بن ابی سفیان على المنابر وامر بانشاء كتاب بذلك يقرأ على الناس فخوفه عبيد الله بن سليمان بن وهب اضطراب العامة وانه لا يأمن ان تكون فتنة فلم يلتفت الى ذلك من قوله وذكر ان اول شئ بدا به المعتضد حين اراد ذلك الامر بالتقدم الى العامة بلزوم اعمالهم وترك الاجتماع والعصبية والشهادات عند السلطان الا ان يسئلوا عن شهادة كانت عندهم ويمنع القصاص من القعود على الطرقات وعملت بذلك نسخ قرئت بالجانبين بمدينة السلام في الارباع والمحال والاسواق فقرئت يوم الاربعاء لست بقين من جمادی الاولی

علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں بذیل واقعات ٢٨٤ھ لکھتے ہیں دیکھو صفحہ ٢١٦٤ حصہ ثالثہ مطبوعہ لنڈن۔ کہ اس سال قصد کیا معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے کہ لعن معویہ بن ابو سفیان جاری کیا جائے منبروں پر۔ اور حکم دیا کہ اس مضمون کا فرمان لکھا جائے جو عام طور سے لوگوں کو سنایا جائے۔ عبید اللہ بن سلیمان بن وہب نے (جو وزیر تھا) یہ خوف دلایا کہ اس امر سے عوام میں جوش وخروش پیدا ہوگا اور فتنہ وفساد وخونریزی کا خوف ہے۔ مگر معتضد نے نہ مانا اور اپنے ارادہ پر قائم رہا۔ پس پہلی کارروائی اس کے لئے یہ کی کہ عوام الناس کو حکم دیا اپنے اپنے کاروبار و اعمال میں مشغول رہیں اور جلسہ کرنا ایک جگہ بیٹھ کر بات چیت کرنا اور [illegible] ایک گواہی دینا چھوڑ دیں جب تک سلطان خود نہ طلب کرے [illegible] عظوں کو قصہ گویوں کو بھی منع

من هذه السنة ثم منع يوم الجمعة
لاربع بقين منها القصاص من القعود
فى الجامعين ومنع اهل الحلق فى
الفتيا وغيرهم من القعود فى
المسجدين ومنع الباعة من القعود
فى رحابهما وفى جمادى الاخرة
نودى فى المسجد الجامع بنهى الناس
عن الاجتماع على قاص او غيره ومنع
القصاص واهل الحلق من القعود
وفى يوم الحادى عشر وذلك يوم الجمعة
نودى فى الجامعين بان الذمه بريئة
ممن اجتمع من الناس على المناظرة
وجدل وان من فعل ذلك احل
بنفسه الضرب. وتقدم الى الشراب
يسقون الماء فى الجامعين الا يترحموا
على معاوية ولا يذكروه بخير وتحدث
الناس ان الكتاب الذى امر المعتضد
بانشائه بلعن معاوية يقرأ بعد
صلاة الجمعة على المنبر فلما صلى الناس
الجمعة بادروا الى المقصورة ليسمعوا
قراءة الكتاب فلم يقرأء

کیا کہ سڑکوں پر نہ بیٹھیں اور وہاں وعظ و
پند نہ کریں۔ چنانچہ اس مضمون کے
فرمان جاری کئے گئے اور بغداد کے ہر جانب
سمت سنائے گئے اور بازاروں میں بھی
اس کی منادی کی گئی یہ کارروائی ۲۴۔
جمادی الاولے ۲۸۴؁ھ کو عمل میں آئی۔
۲۶ روز جمعہ کو حکم دیا کہ قصہ گو اور واعظ
لوگ مسجد جامع میں بھی نہ بیٹھیں اور حلقہ کو
بھی منع کیا جو لوگ حلقہ کرکے بیٹھا کرتے
اور علم کی باتیں سنتے یا فتوے لیا کرتے
کہ مسجد میں کسی طرح کا مجمع نہ رہے۔ یہاں تک
کہ دوکانداروں کو بھی منع کیا جمادی الثانی
میں منادی کی گئی مسجد جامع میں کہ کسی قصہ گو
یا واعظ کے پاس مجمع نہ ہو اور اہل حلقہ بھی
نہ جمع ہوں۔ ۱۱ جمادی الثانی روز جمعہ کو
منادی کی گئی کہ ذمہ (شاہی) بری ہے اس سے
جو شخص بغرض بحث و مباحثہ و مناظرہ جمع ہو
اور جو اسکا مرتکب ہوگا وہ مستحق تعزیر ہے
پھر سقاؤں کو اور اُن لوگوں کو جو مسجد
جامع میں پانی پلاتے ہیں ممانعت کی گئی
کہ پانی پلانے میں معٰویہ کے لئے

فذکران المعتضد امر باخراج الکتاب
الذی کان المامون امر بانشائه
بلعن معویة فاخرج له من الدیوان
فاخذ من جوامعه نسخة هذا الکتاب
وذکر انها نسخة الکتاب الذی انشئ
للمعتضد بالله بسم الله الرحمن
الرحیم الحمد لله العلی العظیم
الحلیم الحکیم العزیز الرحیم المنفرد
بالوحدانیة الباهر بقدرته الخالق
بمشیته وحکمته الذی یعلم سوابق
الصدور وضمائر القلوب لا یخفی
علیه خافیة ولا یعزب عنه مثقال
ذرة فی السموات العلی ولا فی
الارضین السفلی وقد احاط بکل شیٔ
علما واحصی کل شیٔ عددا وضرب
لکل شیٔ امدا وهو العلیم الخبیر
والحمد لله الذی برأ خلقه لعبادته
وخلق عباده لمعرفته علی سابق علمه
فی طاعة مطیعهم وماضی امره
فی عصیان عاصیهم فبین لهم ما
یاتون وما یتقون ونهج لهم

دعاے رحمت نہ کریں اور اُس کو
بخیر وخوبی یاد نہ کریں۔ لوگوں نے باخود ہا
گفتگو شروع کی کہ جس کتاب کو معتضد
نے درباره لعن معویہ لکھوایا ہے وہ بعد نماز
جمعہ منبر پر پڑھی جائیگی پس جب نماز
جمعہ پڑھ چکے تو دوڑ سے طرف مقصورہ
کے کہ سنیں اُس کتاب کو مگر اُس روز
نہ پڑھی گئی وہ کتاب ذکر کیا گیا ہے کہ معتضد
نے حکم دیا کہ وہ کتاب نکالی جائے جو خلیفہ
مامون رشید نے درباره لعن معویہ
لکھوائی تھی چنانچہ جب دفتر سے وہ
کتاب نکلی تو معتضد نے اُسی سے لیکر
یہ کتاب تیار کرائی اور بعض نے کہا ہے
کہ یہ وہ کتاب ہے جو بحکم معتضد لکھی گئی۔
بعد حمد ونعت طولانی کے لکھا کہ معلوم
ہوا ہے امیر المومنین (معتضد باللہ) کو
حال اعتقاد عوام اہل سنت کا جس پر
آج اُنکا عقیدہ ہے اور وہ شبہے جو بھی جاہل
ہوئے جوان ... کے ذہن میں داخل ہیں
جس سے اُن کے عقیدہ فاسد ہوا اور
عصبیت و تعصب نے اُن پر غلبہ کیا۔

فرمان
کتاب المعتضد
در لعن معویہ

سبیل اعدائه۔ وحذرهم مسالك
الهلكة ونظاهر الیهم الحجة۔ وقدم
الیهم المعذرة واختار لهم دینه
الذی ارتضی لهم واکرمهم به
وجعل المعتصمین بحبله والمتمسکین
بعروته اولیاؤه واهل طاعته
والعاندین عنه المعتصمین المخالفین
له اعداؤه واهل معصیته لیهلك
من هلك عن بینته ویحیی من
حیی عن بینته وان الله لسمیع علیم
والحمد لله الذی اصطفی محمدا رسوله
من جمیع بریته واختاره لرسالته
وابتعثه بالهدی والدین المرتضی
الی عباده اجمعین وانزل علیه
الکتاب المبین المستبین وتاذن له
بالنصر والتمکین وایده بالعز والبرهان
المتین فاهتدی به من اهتدی
واستنقذ به من استجاب له من العمی
واضل من ادبر وتولی حتی اظهر الله
امره واعز نصره وقهر من خالفه
وانجز له وعده وختم به رسله و

جسکو وہ لوگ بے سمجھے بوجھے بیان کرتے
ہیں اور تقلید کرتے ہیں گمراہوں کی بلا کسی
دلیل وبصیرت کے۔ اور مخالفت کرتے
ہیں سنت قابل اتباع کی۔ اور پیروی کرتے
ہیں خواہشہائے نفسانی کی جو بدعت ہے
جسکے بارے میں خدا فرماتا ہے۔ ترجمہ
آیہ اور کون زیادہ گمراہ ہے اُس سے
جسنے اپنی خواہش نفسانی کی خلاف
ہدایت خدا کی متابعت کی تحقیق خدا نہیں ہدایت
کرتا ہے قوم ظالمین کو۔ یہ سب کارروائیاں
اہل سنت کی اس غرض سے ہیں کہ جماعت
اسلامی سے علٰحدہ ہوں اور فتنہ کے طرف
دوڑیں اور فساد پیدا کریں۔ تفرقہ ڈالیں۔
اتحاد اسلامی کو متفرق کریں۔ اُن لوگوں سے
دوستی کریں جنکی دوستی کرنے کو خدا
نے منع کیا ہے اور اُسکو نکالدیا ہے ملت اسلام
سے۔ اور واجب کیا ہے خدا نے اُس پر
لعنت کو۔ یہ سب کارروائیاں عوام
کی اس غرض سے ہیں کہ جسکو خدا نے
ذلیل وحقیر کیا ہے اُسکو عزت دیں اور اُسکی
قدر ومنزلت بڑھائیں حالانکہ ان بنی امیہ

قبضه مود یالامره، مبلغا لرسالته
ذاعیالامته مرضیا مهتدیا الی
اکرم ماب المنقلبین واعلی منازل
انبیائه المرسلین وعباده الفائزین
فصلی الله علیه افضل صلاة و
اتمها واجلها واعظمها وازکاها و
اطهرها وعلی اله الطیبین والحمد
لله الذی جعل امیر المومنین وسلفه
الراشدین المهتدین ورثة خاتم
النبیین وسید المرسلین والقائمین
بالدین والمتقومین لعباده المومنین
والمستحفظین ودائع الحکمة ومواریث
النبوة والمستخلفین فی الامة والمنصورین
بالعز والمنعة والتائید والغلبة حتی
یظهر الله دینه علی الدین کله
ولو کره المشرکون۔
وقد انتهی الی امیر المومنین ما علیه
جماعة من العامه من شبهه قد
دخلتهم فی ادیانهم وفساد قد
لحقهم فی معتقدهم وعصبیة
قد غلبت علیها اهواؤهم و

کو خدا نے شجرہ ملعونہ کہا ہے
اس معویہ کی عزت افزائی صرف بغرض
مخالفت خدا اور رسول ہے جن لوگوں کے
ذریعہ سے خدا نے ہمیں نجات دی اور ہلاکت سے
بچایا اور نعمت اُنپر نازل کی اور اہل بیت
برکت و رحمت فرمایا۔ گھٹائیں حالانکہ
خدا خاص کرتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ
جسکو چاہتا ہے اللہ صاحب فضل عظیم ہے
یہ حالات جو امیر المومنین (معتضد) کو معلوم
ہوئے تو نہایت عظیم سمجھا اس امر کو کہ تم
لوگوں کو اس امر منکر میں مبتلا دیکھیں اور
تم لوگوں کی فہمائش نہ کریں جو ہمارے
تدین اور دینداری کے خلاف ہے کرنا و صف
اختیار کرنے خلافت مسلمین کے۔ ہم اُس
حق کو نہ ادا کریں جسے خدا نے ہم پر واجب
کیا ہے۔ کیونکہ مخالفوں کی اصلاح اور
گمراہوں کی ہدایت کرنا اور حجت کو تمام
کرنا شک کرنیوالوں پر اور بسط ید کرنا
معاندین پر خدا نے خلیفہ پر واجب کیا ہے
لہذا میں ظاہر کرتا ہوں کہ خدا نے جب
حضرت رسول اللہ کو مبعوث برسالت کیا

نطقت به السنتهم على غير معرفة
ولا روية قلدوا فيها قادة الضلالة
بلا بينة ولا بصيرة وخالفوا السنن
المتبعة الى الاهواء المبتدعة قال
الله عزوجل (ومن اضل ممن اتبع
هواه بغير هدى من الله ان الله
لا يهدى القوم الظالمين) خروجا
من الجماعة ومسارعة الى الفتنة و
ايثارا للفرقة وتشتيتا للكلمة واظهارا
للموالات من قطع الله عنه الموالاة
وبرء منه العصمة واخرجه من الملة
واوجب عليه اللعنة تعظيما لمن صغر
الله حقه واوهن امره واضعف
ركنه من بنى اميه الشجرة الملعونه
ومخالفة لمن استنقذهم الله به من
الهلكة واسبغ عليهم به النعمة من
اهل بيت البركة والرحمه قال الله
عزوجل يختص برحمته من يشاء
والله ذو الفضل العظيم فاعظم
امير المومنين ما انتهى اليه من
ذلك ورای فی ترک انکاره حرجا علیه

اور اشاعت دین اسلام کے ساتھ مامور
کیا تو حکم دیا کہ پہلے اپنے اعزا و اقارب سے
شروع کریں چنانچہ حضرت نے اپنے اہل و
عشیر کی دعوت کی طرف خدا کے اور
ہدایت و بشارت و نصیحت کے ساتھ کام
لیا اور راہ حق اُن کو دکھایا پس جس نے
اجابت کی اُنکے دعوت کی اور تصدیق کی
اُنکے قول کی - وہ بہت ہی تھوڑے لوگ
تھے انکے خاندان سے - جنسے بعضوں نے
پورے طور پر اُن کا دین قبول کیا اور
اُنکی اعانت وحمایت پر آمادہ ہوے -
اور بعضوں نے گو اسلام کو تو نہیں قبول
کیا مگر نصرت ومحبت وشفقت وحمایت
رسول میں پوری طرح متوجہ ہوے (اشارہ
ہے طرف حضرت عباس ودیگر بنی ہاشم کے
جو ابتداے اسلام میں مشرف بہ اسلام
نہ ہوئے تھے) کیونکہ علم خدا میں جاری ہوچکا
تھا یہی لوگ خلیفہ اور جانشیں ہونگے
رسول اللہ کے - پس ان بنی ہاشم سے جو
مومن تھے وہ جہاد کرتے تھے بغرض نصرت
وحمیت کے کہ دفع کرتے تھے اُن کے

في الدين وفساد المن قلده الله امرا من
المسلمين واهمالا لما اوجبه الله عليه
من تقويم المخالفين وتبصير الجاهلين
واقامة الحجة على الشاكين وبسط اليد على
العاندين- وامير المومنين يرجع اليكم
معشر الناس بان الله عز وجل لما
ابتعث محمدا ايده وامره ان يصدع
بامره بدا اباهله وعشيرته فدعاهم
الى ربه وانذرهم وبشرهم ونصح
لهم وارشدهم فكان من استجاب
له وصدق قوله واتبع امره نفر يسير
من بني ابيه من بين مومن بما اتى به
من ربه وبين ناصر له وان لم يتبع
دينه اعزازا له واشفاقا عليه لما مضى
علم الله فيمن اختار منهم ونفذت
مشيته فيما يستودعه اياه من خلافته
وارث نبيه فمومنهم مجاهد بنصرته
وحميته يدفعون من نابذه وينهرون
من عاده وعانده ويتوثقون لهمن
كانفه وعاضده ويبايعون له من
سمح بنصرته ويتجسسون له اخبار

دشمنوں کو اور دفع کرتے تھے اُن کے
معاندوں کو اور ہر طرح کی نصرت و امداد
کرتے۔ دشمنوں کی خبر لیتے دوستوں
سے عہد و پیمان لیتے (یہ بھی اشارہ ہے
حضرت عباس کی طرف جنہوں نے شب
عقبہ انصار سے عہد و پیمان لینا چاہا
حالانکہ خود اسلام نہ لائے تھے اسوقت
تک) یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ لوگ دین
خدا کو قبول کریں۔ پس یہ لوگ داخل ہوئے
دین خدا میں اور اُسکی اطاعت میں اور
تصدیق رسول میں بکمال ایمان و بصیرت
جس سے خدا نے اُن کو اہل بیت رحمت
قرار دیا اور مصداق آیہ اذهب الله
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا
بنایا۔ یہی لوگ معدن حکمت و ورثہ نبوت ہیں
اور موضع و محل خلافت جنکی فضیلت اور
بزرگی کو واجب کیا خدا نے اور اپنے
بندوں پر انکی اطاعت لازم کی (پڑھو آیہ
اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کو)
اب دیکھو اُن لوگوں کو جنہوں نے تکذیب
کی رسول کی اور جنگ کی اُنسے حالانکہ وہ

قوم ظالمین کو انکی جزا یہی ہے کہ اُنپر لعنت خدا اور ملائکہ اور آدمیون کی ہوا کریگی اور
وہ داخل رہینگے دوزخ مین ہمیشہ نہ کم کیا جائیگا انکا عذاب اور نہ کوئی نظر کریگا
انکی طرف جس سے معلوم ہوا کہ اسطرح کے مرتد یا منافق و ظالم ہدایت خدا
سے محروم ہین اور مستحق ہین لعنت خدا اور ملائکہ اور سب آدمیون کی اب اسکے
بعد صحابہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرتد ہونیکی تصدیق صحیح بخاری
سے ملاحظہ فرمایئے ابن عباس سے مروی ہے یجاء برجال من امتی الخ
فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میرے اصحاب کو ملائکہ عذاب الہی مین گرفتار کرکے
جانب شمال لیجاوینگے اوسوقت مین ملائکہ سے کہونگا کہ یہ میرے اصحاب ہین تو
ملائکہ جواب دینگے کہ یہ ہمیشہ ارتداد پر تھے۔ جسوقت سے آپنے دنیا کو ترک کیا
یہ لوگ مرتد ہوئے اپنے اولٹے پیرونپر پھر گئے۔ اور نیز صحیح بخاری مین ہی
قال عبد اللہ ابن مسعود قال النبی انا فرطکم علی الحوض
لیرفعن الی رجال منکم حتی اذا ھویت لانا ولھم اختلجوا
دونی فاقول ای رب اصحابی فیقول لا تدری ما احدثوا
بعدک ۵ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ ملائکہ میرے اصحاب کو دوزخ کیجانب
کھینچ کر لیجاوینگے اوسوقت مین کہونگا کہ یہ میرے اصحاب تھے تب ملائکہ جواب دینگے
کہ آپ نہین جانتے کہ بعد آپ کے کیا کیا ان لوگون نے دین مین احداث کیا
ان حدیثون سے بخوبی معلوم ہوا کہ کل صحابہ جنتی نہین ہین بہت سے جہنمی بھی ہین۔
پس معویہ بقول آپلوگونکے اگر اصحاب ہے تو بسبب اپنے اعمال کے اصحاب النار ہے
اور اوسپر لعنت کرنا عین تعمیل حکم خدا ہے کہ فرمایا جزاء ھم ان علیھم
لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین
حدیث لا تسبو اصحابی کے بعد اپنے آیہ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد

اعدائه ویکیدون له بظهر الغیب
کما یکیدون له برای العین حتی بلغ
الهدی وحان وقت الاهتدی فدخلوا
فی دین الله وطاعته وتصدیق رسوله
والایمان به باثبت بصیرة واحسن
هدی ورغبة فجعلهم الله اهل بیت
الرحمه واهل بیت الذین اذهب
عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا
ومعدن الحکمة وورثة النبوة و
موضع الخلافة واوجب لهم
الفضیلة والزم العباد لهم الطاعة
وکان ممن عانده ونابذه وکذبه و
حاربه من عشیرته العدد الاکثر
والسواد الاعظم یتلقونه بالتکذیب
والتثریب ویقصدونه بالاذیة
والتخویف ویبادونه بالعداوة
وینصبون له المحاربة ویصدون
عنه من قصده وینالون بالتعذیب
من اتبعه واشدهم فی ذلک عداوة
واعظمهم له مخالفة واولهم
فی کل حرب ومناصبة لا یرفع علی

سب بھی حضرت ہی کے قوم و قبیلہ سے تھے
(اشارہ ہے بنی امیہ کی طرف) تعداد انکی زیادہ
جماعت اُنکی کثیر تھی جو سب تکذیب رسول
پر آمادہ ہوے اور اُنکو برباد کرنا چاہا کہ
اذیت دیں اور خوف دلائیں اُن لوگوں کو
اور اُنکی عداوت پر لوگوں کو مستعد کریں
اور اُنکی پیروی سے روکیں اور اُنکے
جنگ پیکار پر آمادہ کریں اور اُن کے
پیروں اور مریدوں کو انواع و اقسام
کے عذاب میں مبتلا کریں۔ اِن کافروں
اور مشرکوں کا سردار ابوسفیان تھا
پدر معٰویہ جو سب سے زیادہ دشمن رسول
بنا۔ اور سب سے زیادہ حضرت کا مخالف
اور ہر لڑائی کا سرگروہ کہ بمخالفت اسلام
جو علم بلند ہوتا تھا اُسکا علم بردار یہی ہوتا
اور اُسکا قائد و رئیس ہر جگہ پر یہی شخص
تھا۔ بدر۔ احد۔ خندق۔ فتح مکہ۔ کہ اِن
سب کا بانی مبانی ابوسفیان تھا اور
تمامی بنی امیہ اُسکے ساتھ ہوتے جنکی
لعنت سے تمام قرآن بھرا ہوا ہی
اور رسول اللہ نے ہر مقام میں ان پر

الاسلام ورايته الا كان صاحبها
وقائدها ورئيسها فى كل مواطن
الحرب من بدر، واحد والخندق و
الفتح ابوسفيان بن حرب واشياعه
من بنى امية الملعونين فى كتاب الله
ثم الملعونين على لسان رسول الله
فى عدة مواطن وعدة مواضع لما
مضى علم الله فيهم وفى امرهم
ونفاقهم وكفر احلامهم فحارب
مجاهدا ودافع مكائدا واقام منابذا
حتى قهره السيف وعلى امر الله وهم
كارهون فتقول بالاسلام غير
منطو عليه واسر الكفر غير مقلع عنه
فعرفه بذلك رسول الله صلى الله
عليه وسلم والمسلمون وميزله المؤلفة
قلوبهم فقبله وولده على علم منه
فمما لعنهم الله به على لسان نبيه
صلى الله عليه وسلم وانزل به كتابا
قوله والشجرة الملعونة فى القرآن
ونخوفهم فما يزيدهم الا طغيانا
كبيرا ولا اختلاف بين احد انه

لعنت فرمائی۔ کیونکہ علم خدا انکے باب میں
جاری ہو چکا تھا اور انکے کفر و نفاق سے
عالم تھا لہذا محاربہ کیا انسے جہاد کرتے
ہوئے اور دفع کیا انکے مکائد کو یہاں تک
کہ تلوار (ذوالفقار) نے انکو مقہور کیا
اور قبول کیا انہوں نے حالانکہ دل انکے
کراہت کرنے والے تھے پس اقرار کیا ساتھ
اسلام کے مگر صرف زبانی اور پوشیدہ
رکھا اپنے کفر کو جسے سب خوب
پہچانتے تھے رسول اللہ اور تمام مسلمان
پہلے مولفۃ القلوب میں شامل ہوا وہ اور
اسکا بیٹا (معویہ) جسے حضرت نے باوجود
علم قبول کیا پس منجملہ اسکے کہ خدا نے اسپر
لعنت کی لسان رسول اللہ پر آیہ والشجرہ
الملعونہ فی القرآن ہے جسمیں کسیکو خلاف
نہیں کہ یہ آیہ بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوا
اور منجملہ اسکے کہ رسول اللہ نے انپر لعنت
فرمائی یہ ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار تھا
معویہ و یزید ہنکاتے تھے اور کھینچتے جس پر
حضرت نے فرمایا خدا لعنت کرے راکب
سایق قائد پر۔ منجملہ اسکے یہ قول ابوسفیان

اراد بہا بنی امیة ومنہ قول الرسول
علیہ السلام وقد رآہ مقبلا علی حمار
ومعاویة یقود بہ ویزید ابنہ یسوق
بہ، لعن اللہ القائد والراکب و
السائق ومنہ ما یرویہ الرواة من
قولہ یا بنی عبد مناف تلقفوہا
تلقف الکرة فما ہناک جنة ولا نار
وہذا کفر صراح یلحقہ بہ اللعنة من اللہ
کما لحقت والذین کفروا من بنی
اسرائیل علی لسان داؤد وعیسی بن
مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون
ومنہ ما یروون من وقوفہ علی ثنیة
احد بعد ذہاب بصرہ وقولہ لقائدہ
ہہنا ذببنا محمدا واصحابہ ومنہ
الرؤیا التی راہا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فوجم لہا فما رای ضاحکا
بعدہا فانزل اللہ تم وما جعلنا
الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس
فذکروا انہ رای نفرا من بنی امیة
ینزون علی منبرہ ومنہ طرد رسول
علیہ وسلم الحکم بن ابی العاص لحکایتہ

کہ ای فرزندان عبد مناف لے لو اس خلافت
کو بانند ہاتھ گیند کے کہ نہ جنت ہے نہ نار ہے
یہ کفر صریح ہے جسپر لعنت لاحق ہوتی ہے
جیسا کہ لاحق ہوئی لعنت آیہ والذین کفروا
میں۔ منجملہ اُسکے یہ ہے کہ ابو سفیان نے آخر
عمر میں جب آنکھوں سے معذور ہو چکا
تھا ثنیہ احد پر لوگوں کو بتایا کہ یہیں گرایا تھا
ہمنے محمد اور اُنکے اصحاب کو۔ منجملہ اُسکے وہ
خواب ہے رسول اللہ کا جس میں آپنے بنی امیہ
کو اپنے منبروں پر مثل بندروں کے اُچھلتے
دیکھا جسکے بعد پھر کسی نے حضرت کو ہنستے
نہ دیکھا اور خدا نے آیہ وما جعلنا الرؤیا
التی اریناک تسکین کے لئے نازل کیا۔
منجملہ اُسکے یہ ہے کہ حضرت نے حکم بن العاص
کو مدینہ سے نکلوا دیا جب وہ حضرت کی نقل
کرتا تھا اپنے چال میں اور حضرت نے بد
دعا دی کہ تو ہمیشہ ایسا ہی رہ کہ وہ دعا حضرت
کی قبول ہوئی اور مدة العمر ویسا ہی رہا پھر
کوئی فتنہ کوئی خونریزی ایسی نہ ہوئی اسلام
میں جسمیں اسکا بیٹا مروان شریک نہ ہو منجملہ اُسکے یہ ہے کہ
خدا نے سورہ قدر نازل کیا جسمیں ظاہر

ايا و الحقه الله بدعوة رسوله اية
باقية حين راه يتخلج فقال له كن
كما انت فبقى على ذلك سائر
عمره الى ما كان من مروان في
افتتاحه الفتنة كانت في الاسلام
واحتقابه لكل دم حرام سفك
فيها او اريق بعدها ومنه ما انزل
الله على نبيه في سورة القدر
ليلة القدر خير من الف شهر
من ملك بني امية ومنه ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
دعا بمعاوية ليكتب بامره بين
يديه فدافع بامره واعتل بطعامه
فقال النبي لا اشبع الله بطنه
فبقي لا يشبع ويقول والله ما اترك
الطعام شبعا ولكن اعيا ومنه ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال يطلع من هذا الفج رجل من
امتي يحشر على غير ملتي فطلع معوية
ومنه ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال اذا رايتم معاوية على

کیا کہ ملک بنی امیہ جو ہزار راتیں ہوئیں اُس سے
ایک شب قدر بہتر ہے۔ منجملہ اُسکے یہ ہے کہ حضرت
نے معٰویہ کو بلوایا کچھ لکھنے کے لئے اُس نے
کھانے کا عذر کیا۔ جسپر حضرت نے
بددعا دی لا اشبع اللہ بطنہ خود معٰویہ
بیان کرتا ہے کہ میں کبھی کھانے سے سیر نہیں
ہوتا مگر تھک جاتا ہوں تو چھوڑ دیتا ہوں
منجملہ اُسکے یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا اس
فج (گڑھے) سے ایک شخص نکلیگا جو غیر
ملت اسلام پر محشور ہوگا۔ معٰویہ ہی وہ شخص
تھا جو وہاں سے برآمد ہوا۔ منجملہ اُسکے یہ
ہے کہ حضرت نے فرمایا جب معٰویہ کو میرے
منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کرو۔ منجملہ اُسکے
یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا معٰویہ آتش جہنم
کے ایک تابوت میں ہوگا جہاں وہ یا حنان
یا منان کہتا ہوگا جسپر فرشتے وہ آیہ پڑھیں
گے جو فرعون کے غرق کے وقت پڑھا گیا
تھا آلان وقد عصیت قبل یہ حدیث
مرفوع مشہور ہے۔ منجملہ اسکے جنگ کرنا ہے
معٰویہ کا ساتھ جناب امیر کے جو افضل المسلمین
ہیں از روے ایمان و سبقت اسلام کے

منبری فاقتلوه ومنه الحدیث
المرفوع المشهور انه قال انّ معاویة
فی تابوت من نار فی اسفل درك
منها ینادی یاحنان یامنان الآن
وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین
ومنه ابتزاوه بالمحاربة لافضل
المسلمین فی الاسلام مکانا واقدمهم
الیه سبقا واحسنهم فیه اثرا
وذکرا علی ابن ابی طالب بنازعحقه
بباطله ویجاهد انصاره بضلاله و
غوایته ویحاول ما لم یزل هو و
ابوه یحاول انه من اطفاء نور الله
وجحود دینه ویابی الله الا ان یتم
نوره ولو کره المشرکون
یستهوی اهل الغباوة ویموه علی
اهل الجهالة بمکره وبغیه الذین
قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم
الخبر عنهما فقال لعمار تقتلك الفئة
الباغیة تدعوهم الی الجنة ویدعونك
الی النار موثرا للعاجلة کافرا بالاجلة
خارجا من ربقة الاسلام مستحلا

اسنے منازعت کی اُنکے ساتھ بسبب اپنے
باطل کے اور جنگ کی اُنسے ساتھ غوایت
وضلالت کے اور ارادہ کیا اُس امر کا جسکا
ہمیشہ متمنی رہا وہ اور باپ اُسکا کہ بجھادیں
نور خدا کو حالانکہ خدا فرماتا ہے یریدون
لیطفوا نور الله - وہ اپنے مکروفریب
سے لوگوں کو دھوکھا دیتا حالانکہ خبر
دے گئے تھے رسول اللہ اسکی حدیث
فئہ باغیہ میں کہ اے اے عمار تجھے قتل کریگا
فئہ باغیہ کہ تو اُنکی دعوت کریگا جنت کی
طرف اور وہ بلائینگے تجھے جہنم کی طرف -
یہ سب کارروائیاں بطمع دنیا تھیں اور
از راہ کفر بہ آخرت کہ خارج ہوا اسلام سے
اور حلال کیا اُسنے دم حرام کو جسکا
بہانا جائز نہ تھا یہانتک کہ اس فتنہ میں
اسقدر لوگ ہلاک ہوئے کہ اُنکا حدوشمار
بجز خدا کسیکو معلوم نہیں ایسے ایسے خیار
مسلمین اسمیں شہید ہوے جو دین خدا کے
محافظ تھے اور حق کے ناصر جو محض
اس غرض سے جہاد کرتے تھے کہ ایسا نہو
معصیت خدا رائج ہو جس سے پھر

للدم الحرام حتى سفك فى فتنته
وعلى سبيل ضلالته ما لا يحصى عدده
من خيار المسلمين، الذابين عن دين
الله، والناصرين لحقه مجاهدا لله مجتهدا
فى ان يعصى الله فلا يطاع وتبطل
احكامه فلا تقام، ويخالف دينه فلا
يدان وان تعلو كلمة الضلالة
وترتفع دعوة الباطل وكلمة الله
هى العليا ودينه المنصور وحكمه
المتبع النافذ وامره الغالب وكيد
من عاده المغلوب الداحض حتى
احتمل اوزار تلك الحروب وما اتبعها
وتطوق تلك الدماء وما سفك
بعدها وسن سنن الفساد التى عليه
اثمها واثم من عمل بها الى يوم القيامة
واباح المحارم لمن ارتكبها ومنع
الحقوق اهلها واغتره الاملاء و
استدرجه الامهال والله له بالمرصاد
ثم مما اوجب الله له به اللعنة قتله
من قتل صبرا من خيار الصحابة والتابعين
واهل الفضل والديانة مثل عمرو

کوئی اُسکی عبادت نہ کرے۔ پس جتنی خوں
ریزیاں ہوئیں یا آیندہ ہونگی اُن سب کا
وزر و وبال اسی کی گردن پر ہوگا جسنے محرمات
خدا کو حلال کر دیا اور اہل حق کو محروم کیا
اور منجملہ اُسکے جس سے لعنت کرنا اُسپر
واجب ہوا یہ ہے کہ خیار صحابہ و تابعین کو
جو اہل فضل و دیانت سے تھے مثل عمرو
بن الحمق اور حجر بن عدی کے اسنے محض
اس غرض سے قتل کیا کہ سلطنت حاصل ہو
اور غلبہ و اقتدار ملکی حاصل ہو حالانکہ خدا
فرماتا ہے جو شخص قتل کرے کسی مومن کو
از راہ تعمد جزا اُسکی جہنم ہے جس میں ہمیشہ
رہیگا اور خدا کا غضب نازل ہوا اسپر اور
لعنت کی اُسپر اور مہیا کیا اُسکے لئے عذاب
الیم۔ اور منجملہ اُسکے ہے یہ امر کہ زیاد کو اپنے
باپ کا بیٹا قرار دیا از راہ کمال جرأت بر خدا
و رسول حالانکہ خدا فرماتا ہے پکارو اُن کو
انکے باپ کے لئے جو مطابق عدل ہے
نزدیک خدا کے۔ اور فرمایا رسول اللہ
نے ملعون ہے وہ شخص جو پکارا جاے اپنے
غیر باپ کی طرف۔ یا نسبت کرے اپنی

بن الحمق وحجر بن عدی فمن قتل امثالهم
فی ان یکون له العزة والملک والغلبة
ولله العزة والملک والقدرة والله
عزوجل یقول (ومن یقتل مومنا
متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فیها و
غضب الله علیه ولعنه واعد له
عذابا عظیما) ومما استحق به اللعنة
من الله ورسوله ادعاءه زیاد بن
سمیة جرأة علی الله والله یقول ادعو
هم لابائهم هو اقسط عند الله ورسول
الله صلعم یقول ملعون من ادعی الی
غیر ابیه وانتمی الی غیر موالیه ویقول
الولد للفراش وللعاهر الحجر فخالف
حکم الله عزوجل وسنة نبیه صلعم
جهارا وجعل الولد لغیر الفراش والعاهر
لا یضره عهره فادخل بهذه الدعوة
من محارم الله ومحارم رسوله فی ام
حبیبة زوجة النبی صلعم وفی غیرها
من سفور وجوه ما قد حرمه الله
واثبت بها قربی قد باعدها الله واباح
بها ما قد حظره الله مما لم یدخل

طرف غیر مولا کے۔ اور پیغمبر فرمایا ہی ولد
واسطے فراش کے ہی اور زانی کے لئے
سنگساری ہی۔ پس صریح مخالفت کی معویہ
نے حکم خدا و رسول کی ظاہر بظاہر کہ
ولد کو غیر فراش کے لئے قرار دیا اور زنا کیا
کیا کہ زانی کو اُسکا زنا کرنا ضرر نہیں پہنچاتا
اسی ادعا باطل کے ذریعہ سے داخل کیا
معویہ نے زیاد کو محارم خدا و محارم رسول
میں کہ ام حبیبہ زوجہ رسول کا محرم بنایا
اور اسکے سوا بہت سے نامحرموں کو
اُسکے روبرو کیا۔ اس کارروائی نے ایسا
رخنہ ڈالا ہی اسلام میں کہ اُسکا کوئی نظیر
نہیں معلوم ہوتا منجملہ ان اسباب لعن کے
یہ بھی ہی کہ معویہ نے بہ خواہش نفس اپنے
بیٹے شراب خوار یزید کی بیعت لی بندگان
خدا سے اور سب کو مجبور کیا اُسکی خلافت
پر۔ حالانکہ اُسکی شرارتیں معویہ پر بخوبی ظاہر
تھیں اُسپر بھی اپنے نیکوکاران اسلام
کو مجبور کیا اُسکی بیعت پر بسبب اپنے سطوة
وغلبہ اور وعید و تہدید کے حالانکہ خوب
جانتا تھا اُسکی سفاہت و خیانت کو

على الاسلام خلل مثله ولم ينل الدين
تبديل شبهه ومنه اشادة بدين الله
ودعاؤه عباد الله الى ابنه يزيد المتكبر
الخمير صاحب الديوك والفهود والقرود
واخذه البيعة له على خيار المسلمين
بالقهر والسطوة والتوعيد

اور اوسکی مخموری و فجوری و کفر سے بخوبی مطلع تھا
جسکا اثر یہ ہوا کہ جب یزید متمکن خلافت ہوا اور
اپنے باپ کے بجائے تخت فرش پر بمخالفت خدا و
رسول بیٹھا تو اوسنے فکر کی اپنے اجداد مشرکوں کے
انتقام لینے کی جو جنگ بدر و احد میں اسکے خاندان
قتل ہوئے تھے پس قتل کیا اہل حرا کو جو ایک سمت

واقعہ ہے کہ اسلام میں اسکا مثل و نظیر کوئی واقعہ نہیں کہ ہزاروں مومنین صالحین کو قتل کیا اور اپنا وہ
دلی بخار نکالا جو اسکو رسول اللہ اور مسلمانوں سے تھا کہ انہوں نے کفار و مشرکین قریش اجداد یزید کو
قتل کیا تھا جسکے بعد اوسنے ظاہر کیا اپنے کفر کو اور صاف صاف ظاہر کیا اپنے شرک کو چنانچہ اوسنے فرزند
رسول امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جنکو وہ جانتا تھا کہ فرزند رسول ہیں اور فرزند فاطمہ زہرا بتول ہیں اور انکے
مدارج و مراتب سے بھی واقف تھا جو رسول اللہ کے نزدیک رکھتے تھے اور انکے فضائل میں سے بھی واقف
تھا جیسے رسول اللہ نے شہادت دی کہ دونو فرزند میرے حسن و حسین سردار جوانان بہشت ہیں۔ یہ سب
اس غرض سے کہا کہ خدا کا کچھ اسکو خوف نہ تھا اور رسول اللہ سے کھلی کھلی عداوت رکھتا تھا جس سے قتل کیا اونکی
اولاد کو اور ہتک حرمت کیا اونکی یہ قتل و غارت اوس نے اسطرح کیا کہ گویا کفار ترک و دیلم کو قتل کرتا ہو اقول
واضح ہو کہ باتفاق مورخین و محدثین واقعہ حرا بعد واقعہ کربلا ہے مگر چونکہ افعال شنیعہ یزید کو عام طور پر بیان کرنا منظور
تھا اسلئے ترتیب کا لحاظ نہ رہا لہذا حسب ترتیب تاریخ یوں ہونا چاہیے کہ پہلے واقعہ کربلا ہو پھر وہ اشعار جو
یزید نے اس باب میں کہے۔ پھر واقعہ حرا۔ اب میں ان اشعار کا بھی ترجمہ کئے دیتا ہوں جو یزید نے واقعہ کربلا
پر کہے ہیں۔ کاش دیکھتے ہمارے وہ بزرگ جو بدر میں قتل کیے گئے کہ ہم نے اسکا کیسا بدلا لیا ہے ان بزرگوں کے
قتل سے جس سے واقعہ بجنگ بدر ہوا۔ تو البتہ وہ بزرگ ہمارے خوش ہوتے اور مسرور ہو کر کہتے اے یزید تیرے ہاتھ
کبھی نہ تھکیں میں اولاد خندف سے نہ ہوا ہوں اگر اولاد احمد سے ان کے کئے ہوؤں کا انتقام نہ لوں۔ بنی ہاشم
واسطے ہو رسول اللہ کی طرف انہوں نے صرف دنیا کیلئے یہ سب بکھیڑا پھیلایا ہے حالانکہ نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل
ہوئی تھی۔ معتضد کہتا ہے کہ یہ صریح کفر ہے اور خروج ہے دین سے کہ نہ خدا کو مانتا ہے نہ اسکے دین کو نہ
اوسکی کتاب کو نہ اسکے رسول کو نہ خدا پر ایمان لایا نہ جو کچھ آیا من عند اللہ اس پر ایمان رکھتا تھا یہی سب افعال
اعمال اسکے باعث ہوئے کہ خدا نے اسکو جلد ہلاک کیا اور اسکی اصل و فرع کو برباد کیا اور اسکے باپ کی حکومت

کو چھین لیا۔ یہانتک کہ اسکے بعد حکومت آل مروان قایم ہوئی جسنے کتاب اللہ اور احکام رسول میں تبدیلیان کین اور مال خدا کو دولت اپنی بنایا اور خانہ کعبہ کو منہدم کیا اور حرمت خدا کو ضائع کیا اور منجنیق کو نصب کیا خانہ کعبہ پر اور حاجیونکو آگ سے جلایا اور لوگونکو قتل و غارت کیا یہانتک کہ وہ مستحق ہوے کلمۂ عذاب کے۔ اور خدا نے اون سے انتقام لیا کیونکہ اُنکے ظلم و جور سے تمام زمین بھر گئی تھی اور بندگان خدا مبتلا تھے انواع و اقسام کے ظلم و جور مین۔ لہذا خدا نے پھیرا اس حکومت و سلطنت کو طرف خاندان رسالت کے (اشارہ ہے اپنے خاندان بنی عباس کیطرف جو عم رسول کی اولاد سے ہین) جو ابتدا سے اسکے مستحق اور قابل تھے پس ایہا الناس سمجھو اور جانو کہ خدا نے جو حکم دیا ہے وہ اس غرض سے کہ اُسکی اطاعت کیجاے اور اُسکی مشاورت کا امتثال کیا جاے اور اُسکے احکام قبول کیے جائین۔ اور لازم کیا سنت رسول کو کہ اسکا اتباع کیا جاے مگر برخلاف اسکے جاہلون اور گمراہون نے اپنے جاہل عالمونکو خدا سمجھا اور اُنکے قول پر عمل کرتے ہیں حالانکہ خدا مذمت مین یہود کی فرماتا ہے کہ اُنھون نے اپنے عالمونکو خدا مان لیا کہ جو کچھ وہ کہتے ہین اُسپر عمل کرتے ہین بغیر حکم خدا کے۔ اور تم لوگون کو حکم دیا ہے خدا نے کہ جہاد کرو ائمۂ کفر کے ساتھ۔ پس باز آو ای مجالس ناس اُن باتون سے جس سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور رجوع کرو طرف اُن باتون کے جس سے خدا راضی ہوتا ہے کہ جسے خدا نے پسند کیا اُس سے تم بھی راضی ہو اور اطاعت کرو اُسکے فرمان کی اور پرہیز کرو اُسکے منہیات سے اور پیروی کرو صراط مستقیم کی اور حجۃ بینہ اور سبیل واضح کی اور اتباع کرو اہل بیت رحمت کی جنکی بدولت تم کو ابتدا مین ہدایت ملی اور اُنکے آخر کی بدولت تمکو دین و ایمان نصیب ہوا۔ لعنت کرو ای مسلمانو تم اُسپر جسپر لعنت کی خدا و رسول نے اور جدائی کرو اُنسے جنکی قربت تمہین کچھ نفع نہ دیگی خدا کے رو برو بلکہ اُنسے جدائی کرنا اور تبرا ہی کرنا نافع ہے پیش خدا۔ خدایا لعنت کر ابو سفیان بن حرب پر اور اُسکے بیٹے معٰویہ پر اور اُسکے بیٹے یزید پر اور مروان بن الحکم پر اور اُسکی اولاد پر لعنت خدا ہو ان ائمہ کفر پر اور سرداران ضلالت و گمراہی پر جو اعدا دین ہین اور جنگ کرنیوالے ہین رسول اللہ سے اور بدلنے والے ہین کتاب خدا کے اور تغیر دینے والے ہین احکام کے اور بہانے والے ہین خون حرام کے خدایا مین تیری پناہ چاہتا ہون اور تبرا کرتا ہون دوستی سے تیرے دشمنونکی اور چشم پوشی کرنے سے اہل معصیت کے جیسا کہ خود تو نے فرمایا ہے (ترجمہ آیہ) نہ پاویگا تو کسی زمان لانے والے کو ساتھ اللہ کے اور یوم آخر کے کہ دوستی کرتے ہون وہ اوس سے جس سے دشمنی کی ہو خدا و رسول نے۔ ایہا الناس پہچانو حق کو اور اہل حق کو اور غور کرو راہ ضلالت پر اور اُسکی راہ چلنے والے پر کہ آدمیون کی پہچان اونکے اعمال سے ہوتی ہے پس نہ خوف کرو ملامت کا کسی ملامت کرنے والے سے اور نہ پھرو دین خدا سے بہ سبب بہکانے اور گمراہ کرنے گمراہون کے جو بہ سبب اپنی کیادی و مکاری کے تمسے اپنی اطاعت چاہتے ہین اور معصیت خدا کراتے ہین

ایہا الناس خدا نے بدولت خاندانِ رسالت کے تمہاری ہدایت کی اور ہم لوگ ہیں
حفاظت کرنے والے احکام خدا کے اور ہم لوگ ہیں وارث رسول اللہ کے اور اقامت
کرنے والے ساتھ دین خدا کے۔ پس فرماں برداری کرو ہم لوگوں کی اور بجا لاؤ اُسکو جسکا
حکم دیں کیونکہ اطاعت ہوگی خلفاے اللہ کی اور ائمہ ہدایت کی اور یہ راہ ایمان و تقوے کے
امیر المومنین (معتضد باللہ) خدا سے مدد چاہتا ہے تم لوگوں کی حفاظت کے لئے اور دعا کرتا
ہے تمہارے لئے توفیق و ہدایت کی کہ تم لوگ کو رشد و صلاح حاصل ہو اور دینداری
تقوے پیدا ہو۔ جس سے تم ملاقات کرو خدا کے ساتھ درانحالیکہ بسبب اپنی طاعت و
عبادت کے مستحق ثواب ہو۔ اور خلیفہ خدا سے امید کرتا ہے کہ جس بوجھ کو ہم نے اپنی
گردن پر لیا ہے اُسمیں وہ ہمارا معین و مددگار ہو اور اُسی پر ہے توکل میرا و لاحول و لا
قوۃ الا باللہ والسلام علیکم بیان کیا گیا ہے کہ عبد اللہ بن سلیمان نے (جو وزیر تھا
معتضد باللہ کا) بلایا قاضی یوسف بن یعقوب کو اور اُس سے کہا کہ کوئی ایسا حیلہ کرو
جس سے یہ ارادہ معتضد کا پورا نہ ہو اور وہ باز آئے اِس فرمان کے جاری کرنے سے
قاضی مذکور خدمت معتضد میں حاضر ہوا اور بہت دیر تک اس مادہ میں گفتگو کی اور کہا کہ مجھے
خوف ہے عوام الناس کے بلوہ کا کہ اس فرمان کے سننے سے اُن میں جوش و خروش پیدا ہو
اور امادہ جنگ و پیکار ہوں۔ معتضد نے کہا اگر کچھ شورش کی یا قیل و قال کیا عوام نے
تو ہم بھی تلوار سنبھالیں گے اور اُنکو قتل کریں گے۔ تب کہا قاضی نے پھر اولاد ابو طالب
کا کیا بندوبست کروگے جو ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور روز مرہ خروج کرتے ہیں اور اہل اسلام
بھی اُن کی طرف مائل ہیں بسبب اُنکے قرابت رسول اللہ کے کیونکہ اس فرمان میں تمام تر
اُنھیں لوگوں کے فضائل و مناقب بھرے ہیں جب یہ فرمان اُنکے گوش زد ہوگا تو اور
بھی وہ لوگ ساتھی ہو جائنگے اولاد رسول کے اور زبانیں اُنکی تیز ہو جائیں گی۔ کیونکہ
یہ پورا دست آویز ہے اُنکے لئے۔ یہ کلام سنکر معتضد خاموش ہو گیا اُس فرمان کے بارے میں

ضلّ ضلالا مبینا لکہا ہے جسکی غرض یہ ہے کہ ہمارے اس فعل لعن معویہ کو
خلاف حکم قولوا للناس قولا حسناً بناکر آیہ ومن یعص اللہ مین داخل کرین
مگر افسوس یہ دونو آیہ آپ حضرات اہل سنت کیلئے زہر ہلاہل ہے کیونکہ آپکی صدہا
کتابون سے ثابت ہے کہ معویہ لعنت کرتا تھا جناب امیر اور امام حسن اور امام حسین
اور ابن عباس پر جو سب صحابی رسول تھے لہذا یہ فعل اوسکا یقیناً قولوا للناس
قولا حسنا سے خارج ہوا اور بقول آپکے مخالفت حکم خدا ورسول کی عین گمراہی ہے
لما قال اللہ تعالیٰ ومن یعص اللہ پس کاش انہین دونو آیتونپر آپ ایمان لاکر لعن
معویہ کا فتوی دین۔ تو بہت کچھ ثواب ملسکتا ہے کیونکہ خود آپکے یہان سے
بھی گمراہ ہونا معویہ کا واضح وآشکار ہوا۔
کیون صاحب معویہ کا خلیفہ برحق سے لڑنا اور ہزارون مسلمانونکو قتل کرانا
اور ہزارون صحابیونکو شہید کرانا حتے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ کو قتل
کرانا آپکے نزدیک ومن یعص اللہ ورسولہ مین نہین داخل ہے جواب اسپر
ایمان نہین لاتے۔

باقی رہی وہ حدیث جسے آپ نے ترمذی سے نقل کی پس وہ بیشک وضعی[1]
جیساکہ تصریح کیا ہے شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوۃ مین کہ در فضائل
معویہ ہیچ حدیثے صحیح نیست اور یہ عبارت عربی کی جو نقل کی ورد لہ عن النبیؐ
مائہ وثلثہ وستون حدیثا۔ پس اوس سے تو آپنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ معویہ
کے بارے مین حضرت سے ۱۶۳ حدیثین وارد ہین۔ حالانکہ یہ نہین ہے بلکہ اسکے
یہ مطلب ہین کہ معویہ (۱۶۳) حدیثون کی روایت کرتے ہین رسول اللہ سے۔ تو اگر
یہ کلام صحیح مانا جاوے تو لازم آتا ہے معویہ افضل ہوا ابوبکر عمر سے بھی جنکے بارے
مین بھی کوئی مدعی نہین ہے کہ اسقدر حدیثین اونسے منقول ہون۔ اور آیہ

[1] ان حدیثون کی پوری حالت دوسرے جواب مین قابل دید ہے

کوئی حکم نہ دیا۔ تمام ہوا ترجمہ تاریخ طبری۔
اب اہل سنۃ کو لازم ہے کہ اگر حکم خدا و رسول کو در بارہ لعن معویہ نہیں قبول کرتے ۔ تو اس حکم کو قبول کریں جو اُنکے ایک ایسے خلیفہ کا حکم ہے جسکے خلافت میں کسی طرح کا عذر اہل سنت کو نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے جہاں وہ روایتیں نقل کیں جنسے حضرت نے رسول اللہ کی ناراضی اور رنج و ملال خلافت بنی امیہ سے ظاہر ہے۔ وہاں اس قسم کی بھی بہت سی حدیثیں تاریخ الخلفا میں لکھی ہیں جنسے رسول اللہ کی رضامندی ظاہر ہو اس خلافت سے دیکھو یہ خلیفہ سبھی اہل سنۃ سے ہے نہ شیعہ جسکی تصدیق اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ معتضد نے اُن سب اوصاف و حقوق کو جو مخصوص بہ اہل بیت طاہرین تھے ۔ اپنے خاندان کی طرف منسوب کیا اس بنیاد پر کہ بنی ہاشم سے تھا۔ پھر اب حضرات اہل سنۃ کیوں نہیں اس خلیفہ کے حکم کو مانتے۔ کیا خاندان رسالت سے انکو ایسی نفرت ہے کہ ائمہ اطہار کے جو لوگ مخالف ہیں اُن کے حکم کو بھی نہ مانینگے۔ اس جرم پر کہ وہ بنی ہاشم سے ہیں دیکھیے یہ معتضد ایسا خلیفہ ہے کہ اُس کی تعریف میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں

تاریخ الخلفا میں وکان ملیحا شجاعا مهیبا ظاهر الجبروت وافر العقل شدید الوطاة من افراد خلفاء بنی العباس پھر لکھتے ہیں فقام بالامر احسن قیام وهابه الناس ورهبوا اعظم رهبة وسکنت الفتن فی ایامه لفرط هیبته وکانت ایامه طیبة کثیرة الامن والرخاء وکان قد اسقط المکوس ونشر العدل ودفع الظلم عن الرعیة

کہ معتضد باللہ جسکا نام احمد تھا خلیفہ عادل شجاع تھا صاحب ہیبت و رعب و داب و سطوت رعیت پرور عاقل دانا زیرک جسنے خراج کم کر دیا اور عدل کو پھیلایا اور ظلم کو رعایا سے موقوف کیا یہانتک کہ ابن الرومی اُسکو امام الہدے سے تعبیر کرتا ہے کہ صبح و شام اُسکے مشتاق تھے پھر ایسی خلیفہ کے حکم کو بھی اگر اہل سنۃ نہ قبول کریں تو کمال درجہ کی ناانصافی ہے۔

پھر لکھتے ہیں وفی ذلک یقول ابن الرومی
بمدحہ — ہنیئاً بنی العباس ان امامکم
امام الہدی والباس والجود احمد
کما بابی العباس انشی ملککم
کذا بابی العباس ایضاً یجدد
امام یظل الامس یعمل نحوہ
تلہف ملہوف ویشتاقہ الغد صفحہ ۲۴۲
اور حیوۃ الحیوان میں ہے خلافۃ ابی العباس
احمد المعتضد باللہ بن الموفق بویع
لہ بالخلافۃ یوم مات عمہ المعتمد
فاستقل بالامر وکان شجاعاً عادلا
ذا ہیبۃ عظیمۃ مع سطوۃ وجبروت
وحزم ورای وذکاء مفرط فی
احکامہ ص ۸۰ ج ۱ اور
علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں
قال ابن جریر وفیہا عزم المعتضد
علی لعن معویۃ علی المنابر فخوفہ
عبید اللہ الوزیر اضطراب
العامہ فلم یلتفت وکتب کتاباً
فی ذلک ذکر فیہ کثیراً من مناقب
علیؑ ومثالب معویہ الخ صفحہ ۲۴۲

ہاں چونکہ تاریخ طبری چھپ جانے
پر بھی نادر الوجود ہے اور قیمت گراں دوسرے
ملک سے منگائی جاتی ہے لہذا یہاں کے
اہل سنت عذر کرسکتے ہیں کہ اصل کتاب نہیں
ملتی بلکہ وہ جہال جو عوام میں بلقب علما
ملقب ہیں اصل کتاب ہی سے انکار کرسکتے
ہیں یا اسکی بے اعتمادی کا دم بھر سکتے
ہیں۔ اسلئے پہلے اثبات اس مطلب کا
تاریخ الخلفا سیوطی سے کرتا ہوں بعدہٗ
تاریخ طبری کی عظمت وجلالت دکھاتا
ہوں

یعنی اسی ۲۸۴ھ میں ذکر کیا ہے ابن جریر نے
کہ قصد کیا معتضد نے لعن معویہ کا ممبر پر
جس سے خوف دلایا عبید اللہ وزیر نے
کہ عوام الناس میں اضطراب پیدا ہوگا
مگر معتضد نے کچھ نہ خیال کیا اور ایک
کتاب لکھی جسمیں بہت کچھ ذکر کیا مناقب
علیؑ کو اور معائب معویہ کو تا آخرقہ
کہ قاضی یوسف نے اس حیلہ سے کہ اولاد
جناب امیر کا زور بڑھ جائیگا جو ہر طرف سے بھی خلافت میں ساعی ہیں اس کتاب کے

اعلان کو رُکوا دیا صفحہ ۲۱۴ ۔ تو اب اہل سنت کو کوئی چارہ نہیں ہے اس کتاب کے قبول کرنے میں اور اسپر عمل کرنے میں بہ شرطیکہ معاویہ کے برابر بھی عزت کریں معتضد باللہ خلیفہ کی جو اولاد حضرت عباس عم رسول سے ہیں اور بقول علماے اہل سنت امام برحق ہے اب اِن سب کے ساتھ اپنے امام محمد بن جریر طبری اور اُنکی تاریخ کے اوصاف بھی سنئے کہ کوئی عذر باقی نہ رہے۔

طبری وہ مورخ ہے کہ تاریخی دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اگر اسکی لائف لکھی جائے تو ایک دفتر تیار ہو۔ انساب سمعانی میں ہے کہ اسکی کنیت ابو جعفر اور نام محمد ہے۔ نسب نامہ انکا یہ ہے: محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری۔ ولادت اِن کی قصبہ آمل میں ہے جو مضافات طبرستان سے ہے جو ممالک محروسہ ایران میں داخل ہے باپ کی نسبت اس قدر ثابت ہے کہ بہت مالدار تھے اور کچھ اراضی کے مالک تھے جس سے طبری کی خبرگیری زمانہ طالب العلمی میں اور اُسکے بعد بھی کرتے۔ طبری کا قیام بعد فراغ اکثر شہر بغداد میں تھا۔ تکمیل علوم بلکہ علمی عروج کے بعد ایک دفعہ اپنے وطن بھی گئے تھے مگر اُس زمانہ میں تمامی طبرستان میں تشیع پھیل چکا تھا۔ اسی خیال سے انہوں نے کچھ دنوں قیام کے بعد وہاں کی سکونت ترک کر دی بغداد چلے آئے اور تادم مرگ یہیں رہے۔ یاقوت حموی نے گیارہ بارہ ورق میں اِن کی لائف لکھی ہے جسکا ایک جملہ یہ ہے "کہ اسلام میں جتنے علوم کی جامعیت ان میں تھی کسی میں نہیں" اِن کی تاریخ دنیا میں اِن نادر چیزوں سے ہے جنکی نظیر نہیں۔ خالص اہل سنت والجماعت سے تھے کہ خلفاء اربعہ کی امامت کے قائل تھے مثل ائمہ اربعہ یہ مجتہد بھی تھے اور اپنے مخالفین کی تکفیر کرتے تھے کسی مذہب کا ہو جبکہ عقلی دلیلوں سے اُسکا قول باطل ٹھہرے مثل مسئلہ قدر وغیرہ کے سمعانی لکھتے ہیں کہ یہ بھی اُن ائمہ علما سے ہیں جنکے فتوے اور اجتہاد پر لوگ عمل کرتے اور مثل ائمہ اربعہ اِن کی تقلید کرتے

له تاریخ کی جلد دہم فی الحال بعض ممالک یورپ میں چھپ گئی ہے اور اُسی نسخہ مطبوعہ سے عبارت مرقومہ بالا نقل کی گئی ۱۲

ابوحامد اسفرائنی فرماتے ہیں کہ اگر انکی تفسیر کی جستجو میں کوئی ملک چین تک کا سفر کرے تو
اپنے سفر پر ناز نہیں کر سکتا (کیونکہ یہ تفسیر[۵] ایسی ہی نادر چیز ہے) طبری نے اپنے شاگردوں
سے کہا کہ تفسیر کی نقل کروگے۔ انہوں نے پوچھا کتنا حجم ہوگا۔ کہا ۳۰ ہزار ورق شاگردوں
نے کہا اتنے میں تو ہماری عمر ہی تمام ہو جائے گی۔ تب ۳ ہزار ورقوں میں اسکو مختصر کیا
پھر ایک دفعہ تاریخ کے بارے میں کہا اسکی نقل لوگے۔ پوچھا کتنا حجم ہوگا۔ کہا ۳ ہزار ورق
شاگردوں نے پھر وہی جواب دیا کہ اتنے میں عمریں ختم ہو جائیں گی اوسپر طبری نے کہا
انا للہ کیا ہمتیں تم سب کی مر گئیں۔ اسکے بعد طبری نے اسکو بھی مختصر کیا۔
امام نووی فرماتے ہیں طبری کا شمار امام ترمذی و امام نسائی کے درجہ میں ہے کہ بہت سے
شیوخ بخاری و مسلم سے انہوں نے بھی حدیث کی سماعت کی۔ انکی تاریخ و تفسیر مشہور ہے
علی بن عبید اللہ سمسار ناقل ہیں کہ طبری نے چالیس برس تک روزانہ چار ورق لکھا ہے
(تو اس حساب سے طبری کی کتابت ۵ لاکھ ۶۰ ہزار ورق ہوئی) علامۂ ذہبی کہتے ہیں کہ
شاگردان طبری نے حساب لگایا ہے کہ مصنفات طبری کا حساب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر روز
بلوغ سے تا روز وفات روزانہ دس ورق لکھتے تو اسکی لکھائی پوری ہوتی انکی تصنیفات
یہ ہے کتاب التفسیر کتاب التاریخ کتاب القراءۃ کتاب اختلاف العلما کتاب تاریخ الصحابہ
والتابعین کتاب احکام شرائع الاسلام جو خاص انکے اجتہادات میں ہے کتاب الحقیقت
اسیکا مختصر کتاب التبصیر فی اصول الدین کتاب تہذیب الآثار جسمیں خلیفہ سے لیکر
عشرہ مبشرہ اور اہل بیت تک جتنی روایتیں منسوب ہیں سبکو لکھا ہے اور اسکی سند وغیرہ پر
پوری بحث کی مگر نا تمام رہی۔ اور کتاب ابوسیط جسکی کتاب الطہارۃ ۱۵۰۰ ایک ہزار
پانچ سو ورق میں ہے اور کتاب المحاضر والسجلات۔ اور جب سنا کہ ابن ابی داؤد نے کچھ کلام
کیا ہے حدیث خم غدیر کے بارے میں تو کتاب الفضائل تصنیف کی اور اس
حدیث کی صحت کو پورے طور پر ثابت کیا جسپر امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں

[۵] یہ تفسیر بھی ۳۰ جلدوں میں بمقام مصر چھپ گئی ہے ۱۲

کہ میں نے ابن جریر کی ایک جلد اس حدیث غدیر کے بارے میں دیکھی جسکے دیکھنے سے مجھے دہشت معلوم ہوئی کہ اتنے طرق سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

علامہ سیوطی کو بہت افسوس ہے کہ طبری کو ہمارے علمانے مجددین میں کیوں نہ داخل کیا اسیوجہ سے انکو تیسری صدی کا مجدد قرار دیا بلکہ کتاب منتہی العقول میں لکھتے ہیں جسمیں ہر علم کی انتہا ایک عالم کیطرف ثابت کی ہے،،

امر بالمعروف نہی عن المنکر عمر فاروق۔ کتابت قران عثمان بن عفان علم قضا علی ابن ابی طالب۔ علم الفرائض۔ زید بن ثابت۔ علم الفقہ۔ معاذ بن جبل علم التفسیر ابن عباس اظہار علم قرآن۔ نافع۔ علم السنتہ۔ امام مالک علم قیاس۔ امام ابو حنیفہ علم فقہ السنتہ۔ امام شافعی حفظ احادیث۔ امام احمد بن حنبل۔ عبادہ طوفیہ۔ فضیل علم تصوف۔ جنید۔ زہد۔ ابراہیم بن ادہم۔ بیداری۔ سری سقطی۔ صحت کتب امام بخاری۔ علم تاریخ۔ طبری۔ شعر متنبی۔ علم الاسما آدم تکلم موسےٰ روحانیت۔ عیسے روح اللہ۔ فضل۔ محمد مصطفےٰ علم لدنی۔ خضر۔ جمال یوسف (میرے خیال میں اگر علامہ سیوطی انبیاء کو مقدم کرتے تو خوب تھا)

جہاں بہت سے مسائل میں طبری نے دیگر ائمہ سے مخالفت کی ہے تلک الغرانیق العلی میں بھی مخالفت کی ہے اور اسکو رد کیا ہے کہ محض غلط ہے اسی طرح وضو میں غسل رجلین کے بارے میں بھی انہوں نے کل ائمہ کی مخالفت کر کے مسح رجلین کا فتوےٰ دیا جو بہت مشہور ہے چنانچہ امام بغوی اور نواب صدیق حسن خانصاحب[له] نے لکھا ہے کہ فقہاء مسلمین سے محمد بن جریر طبری قائل ہیں مسح قدمین کے امام زرقانی لکھتے ہیں کہ امام الائمہ ابن خزیمہ کہتے ہیں میری دانست میں روئے زمین پر طبری سے بڑھکر کوئی عالم نہیں گذرا سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ان دس مجتہدوں سے ہیں جنکا فتوے پانچسو برس تک

له تفصیل اسکی ہمارے رسالہ الوضوء میں قابل ملاحظہ ہے۔

جاری رہا مگر ابن فرحون کہتے ہیں کہ طبری کی تقلید چوتھی صدی کے بعد سے متروک ہو گئی کتاب الاعلام میں ہے کہ جب معتز عباسی کے بیٹے عبداللہ کی بیعت بخلافت ہوئی تو طبری نے پوچھا اُسکا وزیر کون ہوا کہا محمد بن داؤد پھر پوچھا قاضی کون بنا ابوالمثنیٰ۔ اسکے سننے کے بعد دیر تک سر جھکائے رہے پھر کہا یہ خلافت نہیں چلیگی وجہ پوچھی تو کہا زمانہ ادبار کا ہے یہ سب صاحب فضل و کمال ہیں اپنے اپنے رسوخ کے خواہاں اس زمانہ کے مطابق انکی ریاست نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند روز کے بعد وہ خلافت سے معزول کر دیا گیا

علامہ یافعی لکھتے ہیں تاریخہ اصح التواریخ واثبتہا یعنی کل تاریخوں میں یہی تاریخ صحیح ترین تواریخ ہے صح الکتب کا لقب سوائے صحیحین کے اور کسی کتاب کو نہیں حاصل ہے جسپر اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کہا جاتا ہے مگر ہاں یہ تاریخ طبری بھی اُسی درجہ اور پایہ کی ہے جسکو اصح التواریخ کا خطاب ملا ہے

افسوس کہ یہ تاریخ جو ابتداے دنیا سے ۳۰۲ھ پر اسکا خاتمہ ہو گیا اور اسکے بعد پیرانہ سالی اور ضعف و امراض نے اس دریائے ناپیدا کنار کو زیر خاک پنہاں کر دیا۔

ولادت طبری کی ۲۲۴ھ میں بمقام آمل ہوئی اور ۸۶ برس کی عمر پاکر ۲۸ شوال کو ۳۱۰ھ میں وفات کیا رنگ انکا گہرا گھونا تھا بدن لاغر قد دراز فصاحت و گویائی میں طاق۔ کبھی خضاب نہیں لگایا مگر مرتے وقت تک داڑھی کے اکثر بال سیاہ تھے انکو حنابلہ نے (مقلدین امام احمد بن حنبل جنکی کچھ یادگار آجکل اہل حدیث ہیں) بہت ستایا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ بفرمایش خلیفہ مکتفی باللہ انہوں نے فقہ میں کتاب اختلاف العلما لکھی۔ تو کل ائمہ کے اقوال لکھے مگر امام احمد بن حنبل کا کوئی قول نہ لکھا۔ کیونکہ انکے بارے میں انکا یہ اعتقاد تھا کہ امام احمد محدث ہیں نہ فقیہ۔ اسیوجہ سے وہ سب برہم ہو گئے چونکہ شہر بغداد میں اس فرقہ کا بہت زور تھا جو چاہتے کر ڈالتے انکے پاس لوگوں کی

آمدورفت بند کردی تھی کسیکو آنے نہیں دیتے چنانچہ مختصر تاریخ خطیب میں ہے کہ
انکے مرنے پر بھی حنابلہ نے کسی کو اجازت نہ دی کہ انکے جنازہ میں کوئی شریک ہو بااینہمہ
بہت سے لوگ آگئے اور کئی مہینہ تک رات دن انکی قبر پر نماز جنازہ ہوا کی - اپنے ہی
گھر میں جو بمحلہ رحبہ ابن یعقوب میں تھا مدفون ہوے - اسپر بھی جب حنابلہ کا غصّہ
فرو نہ ہوا تو انکو رافضی کا خطاب دیا جو آخری انتقام تھا - (دیکھو تتمۃ المختصر ابن وردی)
ہائے علما کی باخودہا نفسانیت نے کیا کیا فتنے نہ دنیا میں پیدا کئے جسکا آخری نتیجہ
اضمحلال اسلام ہے - ہماری اس مختصر تحریر میں اتنی کتابیں داخل ہیں جنکی اصلی عربی عبارتیں
ہمارے پیش نظر ہیں -
مختصر تاریخ خطیب بغداد - یحیے بن عیسیٰ بن جزلہ - طبقات شافعیہ کبرے
تاج الدین عبدالوہاب سبکی معجم یاقوت - انساب - سمعانی - روض المناظر زین الدین
محمد بن شحنہ - تہذیب الاسماء واللغات - محی الدین نووی - طبقات شافعیہ - تقی الدین
ابن قاضی تذکرۃ الحفاظ ذہبی تتمۃ المختصر ابن وردی عبر ۱۳۱۰ھ ذہبی
طبقات الحفاظ سیوطی بغیہ - سیوطی ۱۳ منتہے العقول سیوطی مرأۃ الجنان
یافعی طبقات المفسرین - داؤدی فیض القدیر مناوی الاعلام قطب الدین
احمد مکی کتاب الجنہ نواب صدیق حسن خاں -

مختصر احوال و افعال معٰویہ

(۱) نسب نامہ معٰویہ کا کہ اسکی پر دادی زرقا فاحشہ تھی - اور ماں اسکی بھی ایسی ہی تھی
کہ ولادت معٰویہ چار آدمیوں کی طرف منسوب ہے تقریر مابعد میں لکھا گیا ہے لہذا یہاں
نہیں لکھا جاتا (۲) جنگ بدر میں جو ستر سرداران قریش قتل ہوے - اسوقت سے

سرداری قریش کی بغرض جنگ جناب رسول اللہ ؐ ابوسفیان پدر معٰویہ سے متعلق ہوئی
جنگ احد و خندق میں رسول اللہ ؐ کو اسنے خوب ستایا۔ یہانتک کہ حدیبیہ میں صلح
ہوئی۔ مگر ابوسفیان کی بدعہدی سے رسول اللہ ؐ نے ۸ھ میں خفیہ چڑھائی مکہ پر کی۔
اس میں ابوسفیان گرفتار ہوا حضرت عباس کے سمجھانے سے کہ اگر مسلمان نہ ہوگا قتل
کیا جائیگا اسنے اسلام جبریہ قبول کیا۔ ۹ھ میں جنگ حنین ہوئی اسوقت تک
ابوسفیان وغیرہ کا شمار مولفۃ القلوب میں تھا۔ چنانچہ جنگ حنین میں جب لشکر اسلام نے
ہزیمت کھائی تو اُسنے کہا الاٰن بطل سحر محمد (۳) معٰویہ کی ماں ہندہ جگرخوارہ
ہے جسنے حضرت حمزہ رسول اللہ ؐ کے چچا کا جگر نکلوا کر کھایا جو جنگ احد میں شہید ہوئے
اور اعضاء تناسل و کان ناک کاٹ کر گلے میں ہار بنا کر پہنا (۴) ابتداے ۱۱ھ میں
حضرت رسول اللہ ؐ نے وفات پائی عمر و ابوعبیدہ جراح کی بیعت سے حضرت ابوبکر خلیفہ
اول قرار پائے دوسرے روز ابوسفیان مدینہ میں آیا۔ اسنے شور و غل مچایا کہ بنی
عبد مناف کی سلطنت دوسرے قبیلہ میں کیونکر جا سکتی ہے لاؤ علی ہاتھ بڑھاؤ ابھی
یہ میدان میں سواروں پیادوں سے بھر دیتا ہوں اسی شور و غل سے خلفاء ڈر گئے
اور اس سے ساز و باز کرکے بذریعہ خفیہ معاہدہ کے شریک خلافت بنایا۔ کیونکہ
اس خاندان سے بڑھکر کوئی دشمن خاندان بنی ہاشم نہیں مل سکتا تھا۔ یزید و معٰویہ
پسران ابوسفیان کو یکے بعد دیگرے ملک شام کی طرف سردار بنا کر روانہ کیا۔ ابوسفیان
کو بھی ایک عہدہ ملا اُس جنگ میں شریک ہوا جب مسلمان حملہ کرتے تو رنجیدہ ہوکر
ہائے بنی روم والے کہتا اور جب روم والے حملہ کرتے تو یہ خوشیاں مناتا۔ اور تعریفیں کرتا
(۵) چند روز بعد جب معٰویہ کا بڑا بھائی یزید مر گیا۔ معٰویہ اُسکی جگہ پر بحال ہوا۔ اور ابو
سفیان مدینہ رہنے لگا۔ ایکدفعہ ابوسفیان کچھ معٰویہ کے پاس سے مال لایا حضرت
عمر نے کہا کچھ ہمکو بھی دو اسنے انکار کیا۔ تب عمر نے کسی حیلہ سے اس کا

انگوٹھی مانگ لی اور اسی انگوٹھی کے ذریعہ سے ہندہ زوجہ ابوسفیان سے وہ مال
منگا لیا۔ جو دس ہزار درہم تھا۔ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان سے کہا کہ وہ
مال بیت المال سے واپس دیں مگر اسنے انکار کیا (۶) معویہ کی ذاتی اور خلقی شرارتوں
نے عمر صاحب کو بھی چند دفعہ ناراض کیا لیکن پولیٹکل مصلحتوں نے خلیفہ صاحب کے
آتش مزاج کو ابھرنے نہ دیا۔ ابوسفیان کی موجودگی دربار خلافت میں اور دوسرے
ناجائز اغراض مانع رہے کہ یہ راز فاش ہو جس سے معویہ کی شوخی اتنی بڑھی کہ خود
خلیفہ دوم سے کہہ پڑا کہ ہم شام میں بھی سنتے تھے اور یہاں بھی دیکھتے ہیں کہ تو ہمکو
ایذا دیتا ہے۔ اس دفعہ عمر صاحب نے طرح دی۔ مگر دوسری مرتبہ اسکا عوض لیا کہ چند
کوڑے لگائے۔ دیکھو تطہیر الجنان جو کہ جانتے تھے خاندان رسالت کو پریشان اور
عاجز کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی شخص نہیں مل سکتا اسلئے برابر اس کی
عزت افزائی کرتے رہے اور یہ فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں اختلاف ہو ملک شام میں معویہ
کیطرف رجوع کرنا کہ وہ ان سب اختلافات کو مٹا دیگا (۷) ۳۴ھ میں معویہ مدینہ
آیا تھا۔ فتنہ عثمان شروع ہو چکا تھا۔ لوگ صلاح کرتے تھے عثمان کے بعد کون خلیفہ
ہوگا تو کعب الاحبار راز دار خلیفہ دوم نے کہا معویہ والی خلافت ہوگا معویہ کی طمع
خلافت نے اسی روز سے ترقی کی صفحہ ۶۰ کامل (۸) ۳۵ھ میں جب حضرت عثمان
محصور دار ہوئے تو ہر چند معویہ سے مدد طلب کی مگر عمداً پہلو تہی کی تاکہ اسی ذریعہ
سے خلافت ہاتھ لگے۔ کیونکہ اس واقعہ کے قبل جب معویہ مدینہ گیا تھا تو کعب الاحبار
کی زبانی سن چکا تھا خلافت کا مالک معویہ ہوگا۔ اور خلیفہ دوم کا فرمان معلوم ہی تھا
جبھی سے معویہ کو خلافت کی فکر پڑی (۹) تاریخ بیعت جناب امیر ۳۵ھ سے معویہ
نے حضرت کو ۱۹ رمضان ۴۰ھ تک ایک روز بھی آرام نہ لینے دیا ہمیشہ جنگ ہی جنگ تمام
عالم میں مشہور ہے کہ بہتر لڑائیاں ہوئیں۔ اور آخر ذی الحجہ ۳۶ھ میں پہلی کارروائی یہ

معاویہ کی طمع خلافت میں کعب کا ہاتھ

ہوئی کہ معویہ نے جناب امیرؑ اور حضرت کے لشکر پر پانی بند کیا جسکو بزور تلوار حضرت نے
حاصل کیا اور پھر لشکر معویہ کو عام طور پر حکم دیدیا تم لوگ بے تامل پانی پیو ص ۱۱۲ کامل
پھر جنگ شروع ہوئی اور اس میں حضرت عمار یاسر شہید ہوئے جنکے بارے میں
رسول اللہ ص نے فرمایا تھا۔ ہائے اے عمار تجھے فئتہ باغیہ قتل کریگا تو انکو بلائے گا
جنت کی طرف اور وہ بلاتے ہونگے جہنم کیطرف۔ اسی لڑائی میں ابو الہیثم بن التیہان
انصاری بھی شہید ہوئے جنہوں نے لیلۃ العقبہ سب سے پہلے بیعت جناب رسالتمآب
کی تھی اور بہت سے صحابی بحکم معویہ شہید ہوئے۔ معویہ نے حضرت عمار کی شہادت کو
فتح القلوب کا لقب دیا۔ ۳۷ھ میں قصہ تحکیم ہوا۔ ۳۸ھ میں حضرت امیرؑ
نے مالک اشتر کو جو صحابی رسول تھے حاکم مصر مقرر کیا۔ جب قلزم تک پہنچے تو ایک
شخص نے جو معویہ کے سازش میں تھا اور بظاہر دوست اشتر تھا انکو اپنے یہاں
مہمان کیا اور شہد میں زہر دیکر مالک اشتر کو شہید کیا۔ ۳۸ھ میں جناب امیر نے محمد
بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر کیا جنکو معویہ بن خدیج نے بحکم معویہ شہید کیا اور گدھے
کی کھال میں رکھکر جلوا دیا جسپر حضرت عائشہ معویہ وغیرہ پر لعنت فرماتیں (تقدیم و تاخیر
واقعہ میں مورخین نے اختلاف کیا ہی) اسی ۳۹ھ میں معویہ نے بصرہ پر بھی حملہ کیا
جو زیر حکومت جناب امیرؑ تھا۔ ۳۹ھ میں معویہ نے جناب امیرؑ کے ماتحت ملکوں پر
متفرق لشکر روانہ کیے جس میں نہایت درجہ خونریزی ہوئی۔ یہاں تک کہ مکہ پر بھی چڑھائی کی
۴۰ھ میں بسر بن ارطات معویہ کی طرف سے حاکم حجاز و یمن مقرر ہو کر گیا اور عبید اللہ
بن عباس کے دو کمسن بچوں کو اسنے ذبح کیا اور بہت سے شیعوں کو جناب امیرؑ کے قتل
کیا۔ اسی سنہ میں جناب امیر علیہ السلام نے شہادت پائی جسپر عائشہ نے نہایت
درجہ خوشی ظاہر کی اور یہ شعر پڑھا فالقت عصاها واستقربها النوى
كما قر عينا بالاياب المسافر ۔ ۴۱ھ میں جناب امام حسنؑ نے مجبوری

من قتل مومنا متعمداً فجزاۂ جہنم کے بارے مین جو آپ لکھتے ہین کہ معویہ پر اسکا اطلاق نہین ہوسکتا کیونکہ وہ اول ملوک المسلمین ہے پس ان دونو دعوے دلیل مین کوئی ربط نہین معلوم ہوتا۔ کیا کہین قرآن مین یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ ناجائز اگر کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو وہ اس حکم سے مستثنےٰ ہوگا؟ اگر کوئی ایسا حکم ہو تو دکھائیے اور اگر حکم قرآنی نہ ملے تو کوئی حدیث ہی اس مضمون کی پیش کیجئے جو یقینی غیر ممکن ہے۔ کیونکہ جہان اس آیت سے بصراحت تمام معویہ کا جہنمی اور ناری ہونا ثابت ہے وہان احادیث نبوی سے کفر معویہ بھی یقینی طور پر نمایان ہے

تاریخ الخلفا مین ہے اخرج احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ قال لعلی انک تقاتل علی القرانؐ کما قاتلت علے تنزیلہ۔ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ یا علی تم لڑوگے اوپر تاویل قرآن کے جیسا کہ مین لڑا اوپر تنزیل قران کے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی سے لڑنے والے کافر تھے جیسا کہ رسول اللہ سے جنگ کرنے والے کافر تھے اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو صواعق محرقہ وغیرہ مین منقول ہے۔

قال رسول اللہ صلعم ان مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجے ومن تخلف عنہا ہلک ترجمہ فرمایا رسول اللہ نے کہ مثال میرے اہل بیت کی مثل کشتی نوح کے ہے جو شخص سوار ہوا اوسمین نجات پائی اوسنے اور جو شخص روگردان ہوا وہ ہلاک ہوا کیونکہ سفینۂ نوح سے روگردان ہونے والے سب کافر تھے نہ مومن پس معویہ بھی بسبب تخلف سفینۂ نوح کے کافر ہوئے یہی سبب ہے کہ رسول اللہ نے صریحی لعنت معویہ پر فرمائی ہے جیسا کہ کتاب ربیع الابرار زمخشری مین منقول ہے کہ رای رسول اللہ

معویہ سے صلح کی۔ شرائط صلح میں یہ بھی لکھا تھا کہ سب وشتم جناب امیرؑ موقوف کیا جاے
مگر معویہ نے قبول نہ کیا آخر دربہ یہ شرط ہمین ہوئی۔ کہ اچھا امام حسنؑ کے روبرو سب و
شتم نہ کرے معویہ نے اسکو قبول کیا۔ مگر ایفاء شرط نہ کی ص ۱۶۲ کامل ج ۳
اسی سنہ میں مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ منجانب معویہ مقرر ہوا جسنے سب وشتم جناب امیرؑ
کو جاری کیا اور کثیر بن شہاب کو حاکم رَے بنایا جو ممبر پر جناب امیر کو بُرا کہتا۔ اسی سنہ
میں بسر بن ارطات حاکم کوفہ ہوا جسنے سب وشتم جناب امیرؑ کو وہاں جاری کیا۔
سنہ ۴۳ میں مغیرہ نے صعصعہ بن صوحان کو بلا کر کہا میں نے سنا ہو تو فضائل علی
کو بیان کیا کرتا ہو ہرگز ایسا نہ کیا کر کہ ہم لوگ تجھ سے زیادہ فضیلت علی کو جانتے ہیں مگر
خلیفۂ وقت نے ہم لوگوں کو مجبور کیا ہو اظہار معائب علی پر ص ۱۷۱ کامل سنہ ۴۴ میں
معویہ نے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا بنایا حالانکہ ابن عامر نے کہا تھا کہ ہم قریش کی حلفی
گواہیاں پیش کر سکتے ہیں کہ ابوسفیان نے مادر زیاد کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا علامہ ابن
اثیر لکھتے ہیں کہ اصلیت اسکی یہ ہو کہ سمیہ مادر زیاد لونڈی تھی ایک دہقان کی۔ وہ
دہقان مریض ہوا تو حرث بن کلدہ طبیب ثقفی نے علاج کیا۔ اُسکے صلہ میں دہقان
نے اس سمیہ کو اُسکے حوالہ کیا طبیب کے گھر جا کر سمیہ سے پہلے ابوبکرہ پیدا ہوا بعدہ
نافع۔ حرث نے ان دونوں کے اپنے فرزند ہونے سے انکار کیا (یہ دونوں صحابی ہیں
جو اہل سنت کے یہاں نہایت معزز مانے جاتے ہیں) جب رسول اللہ صلعم نے طائف کا
محاصرہ کیا اور ابوبکرہ اسلام لایا۔ تو حرث نے نافع کے فرزند ہونیکا اقرار کیا۔ حرث نے
اس لونڈی سمیہ کا عقد ایک غلام سے کر دیا جسکا نام عبید تھا زیاد اُسی غلام سے
پیدا ہوا۔ اُسی زمانہ میں ابوسفیان کا بھی گذر وہاں ہوا ابومریم سلولی کا مہمان ہوا۔ شراب
کے نشہ نے جب خوب مست کیا تو اُسنے بھٹی والے سے کہا کوئی عورت کو بلا دو۔ اُسنے کہا
کہو تو سمیہ کو بلا دیں ابوسفیان نے کہا کیا ہوا اگر چہ اُسکی ..... ڈھلی ہوئی ہیں اور

پیٹ اسکا خراب ہے۔ بلاذری سمیہ آئی اُس سے منہ کالا کیا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اُسی نطفہ
سے زیاد سلہ ہجری میں پیدا ہوا پھر ابو موسے اشعری نے اُسکو بزمانہ خلیفہ
دوم اپنا کاتب بنایا۔ بعدہ خلیفہ دوم مغیرہ کی گواہی کے بعد سے اُسکی ترقی
کرنے لگے۔ جو قصہ ابو مریم کا بیان مذکور ہوا اسکو خود ابو مریم نے ... بیان
کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دیکھا تھا سمیہ کو ابوسفیان کے پاس درحالیکہ منی
اُس سے بہ رہی تھی ... الخ۔ غرض جب سمیہ عبید کے نکاح میں تھی تو مطابق
حکم زیاد کو اُسی کا فرزند کہنا چاہیے نہ ابوسفیان کا جزائی تھا۔ اور بقاعدہ
اسلام اُسکو سنگسار ہونا چاہیے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ معویہ کا زیاد کو اپنے نسب
میں داخل کرنا یہ پہلا معاملہ ہے جس سے سنت رسول ص کو ظاہر بظاہر تغیر دی گئی
اور احکام شریعت علانیہ رد کر دے گئے۔ سنہ ۴۶ میں عبدالرحمن بن خالد صحابی کو
طبیب یہودی کے ذریعہ سے معویہ نے زہر دلوا کر قتل کرایا کیونکہ اہل شام اُسکو
بہت مانتے تھے اور بعض لوگوں نے رائے دی تھی کہ بعد معویہ یہی خلیفہ ہوگا۔
سنہ ۴۹ میں جناب امام حسن ع کو زہر دلوا کر شہید کرایا اور خبر شہادت پر نعرہ تکبیر بلند کیا
اور سجدہ شکر ادا کیا۔ سنہ ۵۰ میں آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کرایا جسمیں سے ۴۷
آدمی ایسے تھے جو حافظ قرآن تھے۔ اسی سنہ میں معویہ نے منبر
رسول اللہ ص کو مدینہ سے شام کیطرف لیجانا چاہا جس سے آفتاب کو گہن لگا اور معویہ
نے اس ارادہ کو ترک کیا۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سعد ابن ابی وقاص کے ...
باز آیا۔ اسی سنہ میں معویہ بعد حج داخل مدینہ ہوا اور چاہا کہ منبر رسول ص پر ...
لعنت کرے جناب امیر ع پر لوگوں نے کہا سعد بن ابی وقاص سے مشورہ لینا چاہیے
سعد نے جواب دیا اگر تو نے منبر رسول اللہ ص پر جا کر لعنت کی تو پھر میں کبھی مسجد
میں نہ آؤں گا۔ معویہ رک گیا اور بعد موت سعد منبر رسول ص پر بھی لعن جناب امیر ع

کو جاری کرایا اور اپنے تمامی عمال کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ منبر و نبر لعن کیا جاے۔ اسپر حضرت ام سلمہ نے معٰویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ لعنت کرتے ہو خدا و رسول ص پر کیونکہ تم لعنت کرتے ہو علی پر اور اُنسے محبت رکھنے والے پر جسپر میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا و رسول اُنسے محبت رکھتے تھے۔ مگر معٰویہ نے اُسکی کچھ سماعت نہ کی اور لعن کو موقوف نہ کیا عقد الفرید ص ۲۳۶ ج ۲۔

حضرت حجر بن عدی کا قتل

۵۱ھ میں حجر بن عدی و عمرو بن الحمق اور اُنکے ساتھیوں کو معٰویہ نے قتل کرایا یہ سب صحابی رسول اللہ ص تھے۔ جسپر عائشہ نے کہا میں جہاں تک جانتی ہوں حجر حج و عمرہ میں اپنی عمر صرف کرتا۔ اگر اسکا خوف نہ ہوتا کہ مجھے کوئی تازہ مصیبت آے تو اس قتل حجر کا مزہ معٰویہ کو چکھاتی۔ ابن عمر و حسن بصری نے بھی اس واقعہ پر افسوس و ملال ظاہر کیا چنانچہ خود معٰویہ بوقت موت کہتا تھا ای حجر میرا دن تجھسے بہت طولانی ہوگا۔ ۵۳ھ میں سمرہ صحابی کو معزول کیا جسپر سمرہ نے کہا لعن اللہ معٰویہ ۵۶ھ میں معٰویہ نے یزید کے خلافت کی بنیاد ڈالی اور سب سے سازش کی اہل عراق و شام کے بیعت کے بعد ۵۶ھ میں یہ مدینہ گیا وہاں امام حسین ع سے ملاقات ہوئی تو معٰویہ نے کہا نہ مرحبا ہو تمکو۔ ہم خوب دیکھ رہے ہیں کہ تیرا خون بہایا جائیگا۔ اسکے بعد عائشہ کے پاس گیا اور کہا امام حسین ع یزید کی بیعت نہیں کرتے اگر نہ کرینگے تو میں اُنہیں قتل کرونگا جسپر عائشہ نے فہمائش کی۔ اسکا جواب معٰویہ نے یہ دیا کہ از راہ فریب و دغا حضرت عائشہ کو ایک گڑھے میں گروا کر ہلاک کیا جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔ بعدہ یہ انتظام کیا کہ اپنے لشکر شام سے چند آدمی منتخب کرکے سمجھا دیا۔ دیکھو میں خطبہ پڑھونگا اور خلافت یزید کا تذکرہ کرونگا جو انکار کرے اُسکو فوراً قتل کرڈالنا یہ سمجھا کر منبر پر جاکر کہا۔ دیکھو حسین و ابن عمر و ابن زبیر نے یزید کی بیعت کی تم لوگ بھی بیعت کرو چنانچہ سب نے بیعت کی اور یہ حضرات بخوف قتل کچھ نہ بول سکے ص ۱۰

علامہ سیوطی کتاب اوائل میں اوائل معٰویہ میں لکھتے ہیں

ان اول من رکب الصفا والمروۃ
واول من اظهر شرب النبیذ
والغنا واول من اکل الطین واباحہ
وکان علی منبر رسول اللہ ص یاخذ
البیعۃ لیزید فاخرجت عائشۃ
راسها من الحجرۃ وقالت صہ صہ
هل استدعی الشیوخ لبنیهم البیعۃ
قال لا قالت فبمن تقتدی انت
فخجل ونزل عن المنبر وبنی لها
حفرۃ فوقعت فیها وماتت

یعنی معٰویہ پہلا شخص ہے جو سوار مروہ
وصفا ہوا اور پہلا شخص ہے جو شرب
نبیذ (ایک قسم کی شراب ہے) اور غنا کو
باعلان ظاہر کیا (کیونکہ خلیفہ دوم شائد
اس نبیذ کو باخفا پیتے تھے) اور پہلا
شخص ہے جسنے مٹی کھائی اور معٰویہ نے
منبر رسول پر جاکر لوگوں سے یزید
کی بیعت لی۔ اسپر عائشہ نے اپنے
حجرہ سے سر نکال کر کہا چپ چپ کسی
نے خلفائے ثلٰثہ سے اپنے فرزند کے
لئے بیعت نہ لی پھر تو کسکی تاسی کرتا ہے معاویہ شرمندہ ہوکر منبر سے اُتر آیا اور
اپنے فرودگاہ میں عائشہ کے لئے ایک گڑھا کھودا جسمیں عائشہ گرکر مرگئیں۔

اور حبیب السیر میں ہے در تاریخ حافظ ابرو از ربیع الابرار و کامل السفینہ منقول است
کہ در شہور سنہ ثمان خمسین من الہجرۃ کہ معویہ بن ابوسفیان جہت بیعت
پسر لعین خود بمدینہ رفتہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر
را برنجانید عائشہ زبان ملامت و اعتراض بروے بکشاد معویہ در خانہ خویش
چاہے کندہ سر آنرا بخاشاک پوشید و کرسی آبنوس برزیر آں نہاد و آنگاہ عائشہ را
بضیافت طلب داشتہ برکرسی نشاند تا در آں چاہ افتاد و معویہ سر آن چاہ را
بآہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت انتہی حکیم سنائی جو بقول شاہ صاحب
کبار اولیا سے ہیں اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں چنانچہ حدیقہ سنائیہ میں ہے

عاقبت ہم بدست آن باغی | شد شہید و بکشت آن طاغی
آنکہ با جفت مصطفیٰ از بغیان | ہر کند مرورا تو مرد مخوان ....

سنہ ۶۰ھ میں معٰویہ نے انتقال کیا جسکی یہ حالت ہوئی۔ محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے

مرض معوية فدخل اليه طبيب فقال لا باس عليك انت تبرئ فبرئ ثم مرض معوية فدخل اليه نصرانی وقال عندنا تعويذ من علق عليه يبرء من علته فاخذه وعلق عليه فدخل عليه الطبيب فخرج فقال انه ميت لا محاله فمات من ليلة فقيل للطبيب فی ذلك فقال روی عن امير المومنين ان معوية لا يموت حتى يعلق فی عنقه صليبا والتعويذ الذی كان عليه صليب فعلمت انه يموت

یعنی جب معٰویہ بیمار ہوا تو طبیب نے آکر ایکدفعہ ملاحظہ کیا اور کہا کچھ ہرج نہیں اچھے ہو جاؤ گے چنانچہ اچھا ہو گیا دوبارہ بیمار ہوا تو ایک نصرانی آیا اور اُسنے کہا ہمارے پاس ایک ایسا تعویذ ہے جو گلے میں ڈالے وہ اچھا ہو جائے معٰویہ نے وہ تعویذ لیکر گلے میں ڈال لیا بعد اس کے طبیب آیا جب معٰویہ کے پاس سے اٹھا تو باہر جاکر کہدیا کہ اب معٰویہ ضرور مرجائیگا چنانچہ اُسی رات کو مر گیا لوگوں نے اُس طبیب سے پوچھا کہ تمنے کیونکر جانا کہ معٰویہ آج ہی مرجائیگا اُس طبیب نے کہا کہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا ہے معٰویہ جب تک اپنی گردن میں صلیب نہ لگائیگا نہ مریگا یہ تعویذ جو اس نصرانی نے دی تھی وہ صلیب تھی جس سے ہمکو یقین ہوا کہ اب معٰویہ مرجائیگا اس طبیب یہودی کی تصدیق پر غور کرنا چاہئے اور معٰویہ کے اعتقادات پر بھی۔ معٰویہ نے جو صحابہ رسول ؐ کی بے عزتی کی انکو گالیاں دیں یا قتل کیا وہ سب بدول سے متعلق تھا۔ اب اُن صحابہ کے احترامات کو بھی دیکھئے جو جنگ بدر و احد میں رسول اللہ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے۔ معٰویہ نے اُن سے بعد مردن کیونکر انتقام لیا ہے۔

لقران کا لتعویز معاویہ کے گلے میں

علامہ سیوطی کتاب شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور میں فرماتے ہیں کہ جب معٰویہ نے کوہ احد پر نہر کھدوانی شروع کی تو عبداللہ بن عمر بن دموح کی قبر کھل گئی جو شہدائے احد سے ہیں اور بیہقی نے اپنے دلائل میں بسند موصل روایت کی ہے کہ اس نہر کھودنے میں ایک پھوڑا حضرت حمزہ کے قدم پر لگا جس سے خون جاری ہوا اور صفوۃ الصفوہ منتخب حلیۃ الاولیا میں بھی یہی مضمون موجود ہے۔

اب کچھ اور حالات معٰویہ اخلاقی وغیرہ بھی مختصراً سُن لیجیے کہ ان سب امور کے ساتھ حضرت معٰویہ کو بادہ خواری سے بھی میل تھا کہ باعلان شراب پیتے تھے بلکہ بعض صحابہ کو بھی دیا کہ شراب پیو چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں یوں ہے۔

ثنا عبداللہ بن بریدہ دخلت انا وابی علی معویۃ فاجلسنا علی الفرش ثم اتینا بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معویۃ ثم ناول ابی قال ابی ماشربتہ منذ حرمہ رسول اللہ ثم قال معویہ کنت اجمل شباب قریش واجودہ شعرا وماشئ اجد لہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا شباب غیر اللبن وانسان حسن الحدیث یحدثنی انتہیٰ۔

عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ہم اپنے باپ کے ساتھ دربار معٰویہ میں گئے معٰویہ نے فرش پر بٹھایا کھانا کھلایا بعد اُسکے شراب منگائی اور معٰویہ نے پی پھر میرے باپ بریدہ سے کہا تم بھی پیو۔ بریدہ نے کہا جب سے رسول اللہ نے حرام کیا ہے میں نے شراب نہیں پی معٰویہ نے کہا ہم سارے قریش میں بہت حسین تھے اور شراب کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پاتے۔

یہ تو شراب خواری تھی۔ اسکے ساتھ دیوثی کے کام میں بھی مشاق تھے جسکو علمائے اہل سنت معٰویہ کے حلم میں داخل کرتے ہیں جیسا کہ عقیل دمشق میں نہ گھر ہوا تب غیر کرکے دیا کہ کوئی شریف ایسے کام کو جائز رکھ سکتا ہے۔ آپ کو خیال ہوگا جناب امام حسن علیہ السلام نے اسی قسم کی

مذمت عتبہ بن ابو سفیان کی کی تھی تو گیا وہ کبھی حلم کے فصل میں داخل ہے۔
آخر میں اُس حدیث رسول اللہ کی تصدیق بھی ضروری ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے
ہر شے کے لئے ایک آفت ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہے۔ کہ دیکھئے نفس دین میں کتنی
بدعتیں معویہ صاحب نے قائم کیں۔ پہلی بدعت اسکی یہ ہے کہ خطبہ کو بیٹھکر پڑھنا جاری
کیا حالانکہ سنت رسول یہ تھی کہ خطبہ کھڑا ہو کر پڑھا جاوے۔ دوسری بدعت یہ ہے کہ خطبہ
عید کو نماز پر مقدم کیا حالانکہ سنت رسول اسکے برعکس تھا۔ تیسری بدعت یہ جاری
کی کہ عید کے روز اذان مقرر کی کہ قبل نماز دی جایا کرے۔ چوتھی بدعت یہ کی ہے کہ تکبیر
کو کم کر دیا نماز سے۔ پانچویں بدعت یہ جاری کی کہ اپنے خاص خدمت کے لئے خواجہ
سرائیوں کو مقرر کیا۔ چھٹیں بدعت یہ جاری کی کہ مسجد میں مقصورہ بنایا یعنی چھوٹا سا
حجرہ امام کے لئے۔ ساتویں بدعت یہ جاری کی کہ خانہ کعبہ کو پوشش ڈالتے وقت برہنہ
کرنے کی اجازت دی حالانکہ اسکے قبل ایک پوشش پر دوسری پوشش ڈالی جاتی۔ آٹھویں
بدعت یہ جاری کی کہ بیعت لیتے وقت حلف لینا جاری کیا جسپر عبد الملک نے آگے
چلکر یہ ترقی کی کہ طلاق وعتاق کے حلف کو بھی داخل کیا۔ نویں بدعت یہ جاری کی کہ
اپنی اولاد کو خلیفہ بنایا دیکھو تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶ یہ مختصر بدعتیں ہیں جنکو سیوطی نے
تاریخ الخلفا میں لکھا ورنہ اگر کچھ اور کتابوں میں تفحص کی جائے تو بے انتہا بدعتیں معویہ
کی ٹھہرتی ہیں چنانچہ آپنے روایات سابقہ میں ملاحظہ کیا کہ معویہ نے روزِ عرفہ کے تلبیہ
کو بھی موقوف کر دیا تھا۔ اب ہم نہیں سمجھتے اہل سنت نے اسکی کس خصلت کو کس
بدعت کو پسند کیا ہے جو اسپر جان دیتے ہیں اور حضرت معویہ رضی اللہ عنہ کہنے پر مرتے
ہیں۔ کیونکہ جیسے افعال و حرکات معویہ کے مذکور ہوئے انمیں کوئی بات ایسی نہیں ہے
کہ کسی دیندار مسلمان بلکہ معمولی مسلمان کو بھی پسند ہو۔ بلکہ کسی شریف کو بھی پسند
نہوگا کہ ایسے عالی نسبی اسکو نصیب ہو یا اس صفت دیوثی میں معویہ کا شریک بنے۔

نہ ملی۔ اُس معظمہ کو اسی معٰویہ نے زندہ درگور کیا خلیفۂ اول کے صاحبزادہ محمد کو اسی معٰویہ
نے قتل کرا کر گدھے کی کھال میں جلوایا۔ پھر ایسے دشمن صحابہ و خلفاے اہل سنت سے جو
حضرات اہل سنت محبت و ولا رکھتے ہیں۔ آخر اسکا کیا باعث۔ مگر یہ حیرت اُسوقت رفع
ہو جائیگی جب اُنکو معلوم ہوگا کہ جسطرح خلفاے ثلثہ نے اس مذہب اہل سنت کی بنیاد ڈالی۔
اُسی طرح اس معٰویہ و عمرو عاص و مغیرہ بن شعبہ نے اس مذہب کو دنیا میں باقی رکھا
ورنہ جناب امیرؑ کی خلافت سے بیخ و بنیاد اس مذہب کی اُکھڑ جاتی۔ اگرچہ حضرت عائشہ
نے سب سے پہلے اس معرکہ میں قدم رکھا کہ کسیطرح اپنے باپ کے مذہب کو قائم رکھیں جنکے
ساتھ طلحہ و زبیر دونوں داماد حضرت ابوبکر ساتھ تھے۔ مگر مغلوب ہو جانے سے وہ
مقصد پورا نہ ہوا۔ اسیوجہ سے حضرت عائشہ کو صرف مجتہدہ کا خطاب یا گیا کہ ابقاے
مذہب میں جد و جہد بلیغ کیا۔ اور طلحہ و زبیر کو کوئی خطاب نہ ملا بجز اسکے کہ عشرہ مبشرہ
میں داخل رہیں۔ اس شکست عائشہ نے مذہب اہل سنت کو پورا شکست دیا تھا
کہ معٰویہ نے سنبھالا اور خلافت جناب امیرؑ کو متزلزل کیا اور دنیا متزلزل کیا مذہب
اہل سنت نے گویا نیا جنم لیا۔ اسیوجہ سے یہ تین آدمی سرحد دار بنائے گئے جنہنے
مذہب اہل سنت کے سرحد دار کو قائم کیا۔ کیونکہ مغیرہ اگرچہ جنگ صفین میں دونوں
طرف سے علحدہ تھا مگر اسنے مذہب اہل سنت پر وہ احسان کیا کہ کسی طرح اُمت احسان
سے یہ لوگ سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اسلئے کہ جب معٰویہ مغیرہ سے برہم ہوا اور
اسے کوفہ سے معزول کرنا چاہا تو اسوقت مغیرہ نے یہ فقرہ دیا کہ تمنے ناحق ہمکو کوفہ سے
اسوقت بلایا۔ ہم تو وہاں اس فکر میں تھے کہ یزید کو تمہارے بعد خلیفہ بنائیں۔
ابھی تک معٰویہ اس خیال سے خالی تھا۔ یہ جملہ سنتے ہی خوش ہوا اور فوراً مغیرہ کو پھر
کوفہ بھیجا جسپر مغیرہ نے باہر نکلکر کہا کہ ہم نے معٰویہ کو ایسے پیچ میں پھنسایا ہے
کہ قیامت تک اس سے نہیں نکل سکتا۔

اہل سنت غور کریں سب صحابہ سے تو روافض انکے نزدیک کافر و واجب اللعن و واجب القتل
قرار پائے اور معٰویہ جسنے سب صحابی بھی کیا صحابہ کو قتل بھی کیا قبریں کھدوائیں یہانتک
کہ حضرت عائشہ کو زندہ گڑھے میں ڈالکر دفن کیا۔ اسپر بھی وہ انکے نزدیک رضی اللہ عنہ
کا مستحق بنا رہا بجز اسکے کہ اسنے خلیفہ دوم کی اس آرزو یا ارادہ کو پورا کیا کہ کسی
طرح خاندان رسالت میں خلافت جانے نہ پائے۔ اور تو کوئی وصف اسکا ایسا نہیں معلوم
ہوتا کہ اہل سنت کو پسند ہو۔ کیونکہ خلیفہ دوم نے خلافت خلیفہ اول میں اسی غرض سے
اس خاندان بنی امیہ کو شریک کیا تھا کہ کسی طرح خاندان رسالت کو خلافت سے کچھ حصہ
نہ مل سکے جسکے بارے میں حضرت عمر خود فرما گئے تھے کہ میرے بعد جب اختلاف ہو
تو خلافت کو معٰویہ کے حوالہ کرنا کہ وہ چھین لیگا۔ اسی غرض خلیفہ دوم کے پورا کرنے
سے اس معٰویہ کی یہ عزت افزائی کیجاتی ہے جسنے سرحد مذہب اہل سنت کو قائم رکھا۔
چنانچہ اسیوجہ سے معٰویہ و عمرو عاص و مغیرہ سرحدار اہل سنت کہلاتے ہیں۔ اب میں
اس بحث کو احادیث رسول اللہ پر ختم کرتا ہوں۔ صواعق محرقہ میں ہے۔

قال ؑ ان اهل بیتی سیلقون
بعدی من امتی قتلا و تشریدا
وان اشد قومنا لنا بغضا بنو امیة
وبنو المغیرہ و بنو مخزوم وصحح الحاکم
من بغض احدا من اهل بیتی حرم
شفاعتی۔ وحدیث لا یبغضنا
الا منافق شقی وحدیث من مات
علی بغض آل محمد جاء یوم القیمه
مکتوب بین عینیه آئس من رحمة الله

فرمایا رسول اللہ نے قریب ہے اہل بیت
بعد میرے قتل کیے جائیں اور مصائب
جھیلیں سب سے زیادہ شدید بغض و
عداوت میں ہم اہل بیت کے بنی امیہ ہیں
اور بنو المغیرہ اور بنو مخزوم (۲) جو دشمن
رکھے کسی کو میرے اہل بیت سے وہ
شفاعت سے محروم ہوگا (۳) نہ عداوت
رکھیگا ہم سے مگر منافق شقی (۴) جو شخص
مرے بغض آل محمد پر وہ آئیگا روز قیامت

ابا سفیان مقبلا علی حمارٍ ومعہ ابنہ معویہ یقوڈ و یزید یسوقہ فقال لعن اللہ الراکب والقائد والسایق ترجمہ یعنی دیکھا رسول خدا نے ابوسفیان کو گدھے پر سوار آتا ہے اور ساتھ اوسکے اوسکا بیٹا معاویہ ہے کہ گدھے کی لگام پکڑے آگے کو کھینچتا ہے اور دوسرا بیٹا اوسکا یزید پیچھے سے اس گدھے کو ہانکتا ہے یہ دیکھکر فرمایا کہ لعنت کرے اللہ اس خرسوار اور لگام کھینچنے والے اور پیچھے سے ہانکنے والے پر۔ اور اگر اس حدیث کو نہ مانئے تو قرآن سے لعنتی ہونا معویہ کا ملاحظہ فرمائیے۔ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مھینا ترجمہ تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے ہین اللہ اور اوسکے رسول کو لعنت کی ہے اللہ نے اونپر دنیا اور آخرت مین اور تیار کیا ہے واسطے اُنکے عذاب خوار کرنیوالا۔

اور تاریخ الخلفا مین ہے واخرج ابو یعلی و بزار عن سعد ابن ابی وقاص قال قال رسول اللہ من اذی علیا فقد اذانی واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ام سلمہ عن رسول اللہ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ ترجمہ فرمایا رسول خدا صلعم نے جسنے ایذا دی علی کو اُسنے ایذا دی مجکو جسنے محبت کی علی سے اوسنے محبت کی مجھسے اور دشمنی کیا جسنے علی سے دشمنی کی مجھسے اور خدا سے جو دلیل ساطع و برہان قاطع ہے اسپر کہ معویہ بسبب ایذا دینے حضرت علی کے ایذا دینے والا ہوا خدا اور رسول کا جسپر لعنت ہے خدا کی دنیا اور آخرت مین۔ پس باوجود ان ادلہ کے آپ لوگون کا معویہ کو مومن سمجھنا کہا

مغیرہ کے اسی احسان نے کہ یزید کی خلافت اسی نے جمائی اور خلفاے ثلثہ کا جانشین
اس یزید کو منوایا جسنے خاندان رسالتؐ کا خاتمہ کر کے خلفا کی روحوں کو شاد
کیا۔ اہل سنتہ کو اسپر مجبور کیا کہ مغیرہ کو بھی تیسرا سرحدار قبول کریں حالانکہ
یہ مغیرہ وہی شخص ہے جسنے خلیفہ دوم کے عدل میں بٹہ لگایا اور تمام عالم میں
اُن کو مشتہر کیا حالانکہ اسی رفع الزام کے لئے خلیفہ صاحب نے خلاف حکم
خدا و رسول اپنے فرزند ابو شحمہ پر حد شرب خمر جاری کر کے قتل کرایا۔ مگر وہ الزام
نہ رفع ہو سکا کہ مغیرہ کے زناکاری کے چوتھے گواہ کو بدکار خلیفہ نے حد زنا سے
بچایا اور اُن تینوں صحابیوں پر جنہوں نے زناے مغیرہ کی گواہی دی اُلٹی حد جاری کی
یہاں تک اجمالاً اور مختصر اُن آیات قرآنی و احادیث رسول اللہ و جناب امیر المومنین
و جناب امام حسنؑ اور اقوال صحابہ و تابعین و خلفا و مجتہدین اہل سنت کا بیان ہوتا
جنمیں معویہ پر باعلان . . . کیا گیا ہے اور کچھ مجملاً اُنکے حالات تھے۔ کیونکہ میں اس
مقام پر تم پاسا ضلع سلہٹ میں اسے لکھ رہا ہوں جہاں نہ کتابیں ہیں نہ اور کوئی
سامان کتبی ہے اس قدر مختصر لکھنا پڑا ورنہ اگر اپنے وطن میں ہوتا جہاں کتابیں بھی
ماشاء اللہ موجود ہیں تو کم سے کم دو تین جلدیں صرف اسی مادہ میں تیار ہو جاتیں
مگر کیا کیا جائے کہ مجبوری ہے

اس حصہ کو اسی قدر مختصر پر تمام کر کے جواب مخاطب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں واللہ
ولی التوفیق۔

والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ و
اہل بیتہ متوالیا متواترا و انا العبد الجانی الافقر
السید علی اظہر بن المولی المومن السید حسین
حشرہما اللہ مع المیامین الغر د

والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن

حصہ ثانیہ

الہاویہ للمعاویہ

از تصانیف عالیہ تالیفاتِ غالیہ سید حبر معتمد

زین المحققین فخر المدققین لسان المتکلمین محسن الشیعہ ناصر الشریعۃ

فخر الحکما ظہیر العلما مولانا السید علی اظہر دامت برکاتہم وزادت افاداتہ

در مطبع اصلاح کھجوہ ضلع سارن طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
محمد وآلہ الطیبین الطاہرین - اما بعد یہ حصہ ثانیہ ہے الہاویہ للمعاویہ
کا ملقب بہ **مناظرہ امجدیہ** جسے فقیر نے بمقام پرتم پاسا ضلع سلہٹ بہ قرار
مخاطبین نواب محمد علی امجد خاں سلمہ المنان تالیف کیا اور اُنکے مخاطبین کے
پیروؤں کے حوالے کر کے چلا آیا والحمد للہ

جواب الجواب

یہاں تک میں نے احادیث رسول اللہ و جناب امیر و جناب امام حسن و اقوال حضرت عائشہ
و صحابہ و تابعین و خلفاء و ائمہ اہل سنت - دربارۂ کفر و نفاق و مذمت معٰویہ کے نقل کئے جسکے قبول
کرنے میں کسی سنی کو عذر نہیں ہو سکتا کہ سب ائمۂ دین و ماخذ احکام شرع ہیں اہل سنت کے
نزدیک جسکے بعد کوئی ضرورت نہ تھی کہ میں اقوال مخاطب کے رد کرنے میں بھی اپنے
اوقات کو صرف کرتا - مگر چونکہ بنا اس مناظرہ کی محض خوش نیتی اور دوستانہ طرز پر ہے جس سے
دوسرے مسلمانوں کو ہدایت ہو اور اس طریقہ ناحق سے نجات پائیں - لہذا ہر یہ قولی مخاطب
کا نقل کر کے اُسکے ابطال کیطرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ کسیطرح کا شبہ نہ رہ جائے - ور

اُنکی عبارتوں کے اسقام واغلاط سے مجھے تعرض نہیں کیونکہ زبان مادری اُن کی بنگلہ ہے نہ اُردو لہذا اُس سے تعرض نہ کیا۔ خدا کرے باعثِ ہدایت ہو اور راہِ حق اُن پر واضح ہو واللہ مبالغ امرہٗ۔

قول مخاطب

بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ تبارک اللہ ماوحی بکتب ولانبی علی غیب متّہم واذن لسحب صلوۃ منک دائمۃ علی النبی بمفضل ومنجم والآل والصحب ثم التابعین لہم اہل التقی والنقی والحلم الکرم

صاحب آپ کے عباراتِ لاطائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل حضرت معاویہ رض کو صحابیت سے نکالنا ثانی انکا ارتداد ثابت کرنا ثالث بسبب طمع دنیا لڑائیاں اہل بیت سے لڑنا رابع قابل لعن وطعن کا ٹھہرانا۔

جواب اوّل صحابیت میں حضرت معاویہ رض کے کچھ شک وشبہ نہیں شک لانے میں بڑے خوف کا مقام ہے اسعدکم اللہ فی الدارین۔

صاحب کو معنی صحابیت پر ذرا غور فرمانا درکار ہو وہ یہ ہے کہ قاضی نوراللہ شوستری صاحب جو اہل تشیع کے بڑے ایک امام ہیں اپنی کتاب مجالس المومنین کی مجلس سوم میں تحریر فرمایا ہے کہ تعریف صحابی بنا بر اظہر اقوال این است کہ ملاقات نمودہ باشد باپیغمبر خدا صلعم در حالیکہ ایمان باو آوردہ باشد) اور بخاری شریف کی جلد ثانی صفحہ ۲۰۱ میں مرقوم ہے من صحب النبی صلعم اوراٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ ترجمہ جسنے ملاقات کیا نبی صلعم سے یا دیکھا آپ کو مسلمانوں سے پس وہ اصحاب ہے انکا۔

اقول

آپ نے جو تعریف صحابی کی قاضی صاحب مرحوم کے کلام سے نقل فرمائی ہے اُس سے تو نہ آپ کے معاویہ صاحب صحابی ہوتے ہیں نہ خلفائے ثلثہ۔ کیونکہ ان لوگوں کا ایمان ہی

کسیطرح شیعوں کے نزدیک ثابت نہیں پھر قاضی صاحب کی عبارت نقل کرنے سے
آپ کو کیا فائدہ۔ اور بخاری سے جو تعریف صحابی کی نقل کیگئی ہو اُس سے بھی معٰویہ کو کوئی فائدہ
نہیں۔ کیونکہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں۔ پس بلفظ اصحاب قدما
صحابہ را ارادہ کردہ اند جس سے معلوم ہوا کہ حدیث رسول اللہؐ میں اصحابی سے وہ صحابی مراد
ہیں جو سابق الاسلام ہیں۔ تو معٰویہ جو فتح مکہ کے بعد ۸ سنہ میں آپکے نزدیک مسلمان ہوے کیونکر اصحاب
ہو سکتے ہیں اور جب مسلمین کا لفظ منافق اور مومن دونوں پر استعمال کیا جاتا ہو تو اس سے معٰویہ کا
اسلام کیونکر ثابت ہو سکتا ہو مگر ہمنے مان لیا کہ آپکے نزدیک معٰویہ صحابی تھے پھر اس سے کیا۔ کیونکہ
اکثر اصحاب کی مذمت سے قرآن اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔ میں یہاں ایک آیہ اور دو حدیثوں کو
نقل کرتا ہوں آیہ سورہ الحدید ع ۲ پ ۲۷ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم
لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال
علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون الایۃ ترجمہ یعنی جو
لوگ ایمان لاے کیا ابھی اُن کو وہ وقت نہیں آیا کہ دل اُنکے نرم ہوں ذکر خدا سے اور اُن باتوں
سے جو حق تعالیٰ کیطرف سے نازل ہوئی اور وہ لوگ اُن اہل کتاب کے مثل نہ بنیں جو اُنکے
قبل تھے یہود اور نصارے سے کہ بعد امتداد زمان دل اُنکے سخت ہوے اور بہت لوگ اُن میں
سے فاسق ہیں) اب اس کی شان نزول ملاحظہ فرمائے ازالۃ الخفا میں ہو عن ابن مسعود
قال لما نزلت الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ الایۃ
اقبل بعضنا علی بعض ای شیء احدثنا ای شیء صنعنا عن ابن عباس قال ان
اللہ استبطاء قلوب المہاجرین۔ عاتبہم علی راس ثلثۃ عشر سنۃ من نزول
القرآن فقال الم یان للذین آمنوا الایۃ عن الاعمش قال لما قدم اصحاب
النبی المدینۃ فاصابوا من لین العیش بعد ما کان بہم الجہد فکانہم
فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت الم یان للذین امنوا الایۃ

یعنی ابن مسعود سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ کہنے لگے کہ ہم سے کونسا احداث بدعت سرزد ہوا کیا کیا جو یہ عتاب آیا ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم نے تاخیر میں فی الامتحان کو مہاجرین کے یہاں تک کہ تیرہ برس بعد نزول قرآن سے ان مہاجرین پر عتاب کیا۔ اور اعمش سے نقل ہے کہ جب اصحاب آنحضرت یعنی مہاجرین وارد مدینہ ہوئے تو عیش راحت طلبی میں مبتلا ہوئے اور تکالیف و شدائد سے بھول گئے۔ آخر بسبب اس عیش طلبی کے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے تب یہ آیہ نازل ہوئی انتہے محصلا۔ پس اس آیہ کریمہ سے اور ان روایات سے قسی القلب ہونا اور عتاب کرنا خدا کا صحابہ و مہاجرین پر بعد تیرہ برس کے نزول قرآن سے اور مماثلت انکی کفار اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ اور اکثر انکا فاسق ہونا اور اقرار کرنا اپنے احداث و بدعت کا بخوبی ثابت ہوا اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی میں ہے اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی صالح قال لما قدم اھل الیمن زمان ابی بکر و سمعوا القرآن جعلوا یبکون فقال ابو بکر ھکذا کنا ثم قست القلوب یعنی جب خلیفہ اول کے زمانے میں یمن کے لوگ آئے اور آیات قرآن کی سماعت کی تو رونے لگے اُسپر ابو بکر نے کہا کہ پہلے ہم لوگ بھی یوں ہی گریہ و بکا کرتے تھے اب تو قساوت قلبی نے گھیر لیا ہے اور امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں بعد بیان کرنے اسکے کہ یہ آیہ شان میں منافقین کے نازل ہوا خود اسی آیت کی تلاوت رہبر روے خلیفہ اول اور رونا اہل یمامہ کا اور خلیفہ کا اپنی قساوت قلبی کو بیان کرنا نقل کرتے ہیں چنانچہ بجنسہ انکی عبارت یہ ہے

عن الاعمش قال ان الصحابۃ لما قدموا المدینۃ اصابوا لین العیش و رفاھیۃ ففتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا بھذہ الایۃ وعن ابی بکر ھذہ الایۃ قرئت بین یدیہ و عندہ قوم من اھل الیمامۃ	یعنی مہاجرین جب مدینہ میں آئے تو لین عیش و دنیا طلبی میں مشغول ہوئے اور اپنے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے پس اس آیہ سے انپر عتاب ہوا اور ابو بکر کے پاس کچھ لوگ شہر یمامہ کے آئے تھے اس آیہ کے سننے سے انکو گریہ لاحق ہوا ابو بکر نے ان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا

فبکوا بکاءً شدیداً فنظر الیہم فقال ھکذا کنا حتی قست القلوب

اور کہا کہ پہلے ہم لوگ کی بھی یہی حالت تھی مگر اب تو قساوت قلبی دامنگیر ہے۔

اور تفسیر معالم التنزیل سے دوسرا لطیفہ پیدا ہوتا ہو کہ یہ آیہ دربارہ اُن منافقین کے نازل ہوا جنھوں نے تین مرتبہ حضرت سلمان فارسی سے کہا تھا کہ توریت کی باتیں بیان کرو اُس میں بہت سے عجائب ہیں ایکدفعہ آیہ احسن القصص نازل ہوا دوسری مرتبہ احسن الحدیث نازل ہوا تیسری مرتبہ اس آیہ شریفہ سے عتاب نازل ہوا اور یقیناً معلوم ہو کہ حضرت عمر بار بار رسول خدا کے پاس توراۃ لاتے تھے اور رغبت اپنی اُسطرف ظاہر کرتے تھے جسپر خلیفہ اول نے ثکلتک الثواکل فرمایا اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ بھی مثل یہود کے گمراہ ہوگے بخدا اگر حضرت موسیٰ ظاہر ہوں تو تم لوگ اُن کی متابعت کرو اور ہمکو چھوڑ دو حالانکہ اُن کو بجز ہماری متابعت کے کوئی چارہ نہیں۔ پس بہ اچھی طرح ثابت ہوا کہ خود خدا نے صحابہ اور مہاجرین پر عتاب کیا اور انکو فاسق فرمایا اور خود اُن لوگوں نے اپنا بدعتی ہونا اقرار کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اکثر ان صحابہ و مہاجرین میں منافق بھی تھے۔ پھر فرمائے معٰویہ کے صحابی ہونے سے آپ کو کیا فائدہ ہوا اب حدیث سنئے مشکوۃ شریف میں ہے۔

قال النبی بعد کلام لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکن اخشی علیکم ان تنافسوا فیہا۔

یعنی فرمایا حضرت نے بعد کچھ کلام کے کہ مجھکو اسکا خوف نہیں ہو کہ تم مشرک ہو جاؤ مگر خوف اسکا ہے کہ دنیا کیطرف میل کرو اور نفسانیت میں مبتلا ہو

بخاری اور مشکوۃ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی ستحرصون علی الامارۃ فانہا ستکون ندامۃ یوم القیامۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ

یعنی ابوہریرہ سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ نے قریب ہو تم لوگ حکومت و امارت پر حرص کرو جو بروز قیامت موجب حسرت و ندامت ہو

اور ازالۃ الخفا میں ہے۔

اخرج ابن ماجه عن عیاض بن عبد اللہ انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قام رسول اللہ فخطب الناس فقال واللہ لا اخشی علیکم ایھا الناس الا ما یخرج اللہ لکم من زھرۃ الدنیا۔

یعنے انحضرت نے خطبہ میں فرمایا کہ مجھکو تم سے اسیکا خوف ہے کہ دنیا کی تر و تازگی پر فریفتہ ہو جاؤ۔

اُسی کتاب میں ہے

عن رسول اللہ انہ قال اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نقول کما امرنا اللہ قال رسول اللہ او غیر ذلک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون او نحو ذلک ثم تنطلقون فی مساکین المہاجرین فتجعلون بعضھم علی رقاب بعض۔

یعنے رسول خدا نے عبد الرحمن بن عوف سے (عشرہ مبشرہ سے ہیں) پوچھا کہ جب تمپر خزائن فارس و روم مفتوح ہونگے تو تم لوگ کونسی قوم ہوگے عبد الرحمن نے کہا کہ ہم حسب احکام خدا تعمیل کرینگے رسول اللہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں بلکہ نفسانیت میں مبتلا ہوگے اور حسد کروگے اور پیچھے پھروگے مرتد ہوگے پھر بغض کروگے اور غربا مہاجرین میں جاکر بعض کو بعض کی گردن پر سوار کروگے

اور علامہ شہاب الدین احمد اپنی کتاب توضیح الدلائل علے ترجیح الفضائل میں لکھتے ہیں

عن ابی سعید قال ذکر رسول اللہ لعلی ما یلقی من بعدہ فبکی وقال اسئلک بقرابتی وصحبتی الا دعوت اللہ تعالی ان یقبضنی فقال یا علی تسألنی ان ادعو اللہ لاجل موجل فقال

یعنی ابو سعید سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علی سے اُن مصائب کو بیان کیا جو بعد حضرت کے گذرنے والے تھے بعد اُسکے روے پس جناب امیر نے اپنے حق قرابت اور حق صحبت کی قسم دی کہ یا حضرت آپ دعا فرمائیں کہ میری قبض

يا رسول الله على ما اقاتل القوم
قال على الاحداث فى الدين وعن ابى
سعيد عن على كرم الله وجهه قال
عهد الى رسول الله ان اقاتل الناكثين
والقاسطين والمارقين فقيل له
يا امير المومنين من الناكثون
قال كرم الله وجهه الناكثون اهل
الجمل والقاسطون اهل الشام
والمارقون الخوارج رواهما الصالحى فى
ہمراہیان معٰویہ اور مارقین خوارج ہیں۔

شروع ہوجائے رسول اللہ نے فرمایا کیا ہم تقدیر مقرر
شدہ کے بارے میں دعا کریں تب جناب امیرؑ نے
عرض کیا کہ ہم کیوں اُنسے مقابلہ کریں گے حضرتؐ نے
فرمایا اسلئے کہ وہ احداث فی الدین کرینگے یعنی بدعت
کرینگے۔ اور نیز ابو سعید سے منقول ہو کہ جناب امیرؑ
نے فرمایا رسول نے مجھ سے عہد لیا ہو کہ میں
ناکثین قاسطین و مارقین سے جہاد کروں
کسی نے عرض کیا ناکثین کون ہیں فرمایا اہل جمل
ہمراہیان عائشہ اور قاسطین اہل شام ہیں

اور شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں بذیل روایت طولانی کہ بڑے خلیفہ منجھلے صاحب
کو سمجھاتے ہیں نقل کرتے ہیں۔

وان اوّل ما احذرك يا عمر نفسك
وان لكل نفس شهوة فاذا اعطيتها
تمادت فى غيرها واحذرك هولاء
النفر من اصحاب محمد الذين قد
انتفخت اجوافهم وطمحت ابصارهم الخ
اندھی ہو رہی۔

یعنی ای عمر سب سے پہلے ہم تجھے تیرے نفس سے
ڈراتے ہیں کیونکہ ہر نفس کو شہوت ہوتی ہو جب
وہ پوری ہوتی ہو تو دوسری طرف میل کرتا ہو
بعد اسکے ای عمر ہم تجھکو اِن صحابہ محمدؐ سے ڈراتے
ہیں جنکے پیٹ پھولے ہوے ہیں اور آنکھیں

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں۔

واما ما وقع بين الصحابة من المحاربات
والمشاجرات على الوجه المسطور فى

یعنی جو کچھ درمیان صحابہ کے محاربات و مشاجرات
واقع ہوئے جیسا کہ کتب تواریخ و سیر میں مسطور

كتب التواريخ والمذكور على السنة الثقاة يدل بظاهره على ان بعضهم قد حاد عن طريق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وكان الباعث عليه الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملك والرياسة والميل الى اللذات والشهوات اذ ليس كل صحابی معصوما ولا كل من لقی النبی بالخير موسوما۔

اور ثقات کی زبان پر مذکور ہیں وہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ بعض صحابہ نے راہِ حق سے گریز کیا اور حد ظلم وفسق تک پہنچے اور ان سب امور کا باعث بغض وعناد وحسد ولداد تھا کہ طلب ملک وریاست کیطرف مائل ہوئے اور لذات وشہوات کے مغلوب ہوئے کیونکہ نہ کل صحابی معصوم ہونہ یہ کہ جسنے رسول کو دیکھا ہو وہ خیر وخوبی کے ساتھ متصف ہو۔

اور امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

العرب كانوا قبل مقدم الرسول طالبين للمال والجاه والمفاخرة وكانت محبتهم معللة بهذه العلة فلاجرم كانت تلك المحبة سريعة الزوال وكانوا بادنى سبب يقعون فی الحروب والفتنة فلما جاء الرسول ودعاهم الى عبادة الله تعالى والاعراض من الدنيا والاقبال على الاخرة زالت الخشونة والخصومة عنهم واعادوا اخوانا متوافقين ثم بعد وفاته لما انفتحت عليهم

کہ عرب لوگ قبل مقدم رسول طالب مال وجاہ وخواہان مفاخرت وعزت تھے پس اُن کی محبت بھی انھیں اغراض پر مبنی تھی اسلئے یہ محبت جلد زوال پذیر ہوتی کہ ہر وقت ذرہ ذرہ بات پر فتنہ وفساد پر آمادہ ہوتے اور قتل پر تیار ہو جاتے جب رسول اللہ نے انکی دعوت اسلام کیطرف کی اور خدا کی عبادت کیطرف رغبت دی تو وہ بغض وعناد باہم کا دور ہوا اور سب بھائی بندکے ہو گئے جب رسول نے وفات پائی اور ابواب دنیا اُن لوگوں پر مفتوح ہوئے اور سلطنت کے خواہان وجویاں ہوئے

درجہ کی ناانصافی ہے دیکھئے خود تاریخ الخلفا مین معاویہ کا یہ قول ہے کہ ہمیشہ مجکو طمع خلافت غالب رہی جس سے اوسکی طمع دنیا دی کا غالب ہونا ظاہر ہے جسکے بارے مین مولانا روم فرماتے ہین

اہل دنیا کافران مطلق اند روز و شب در بق بق و در زق زق اند

اگر آپ لوگون کو احکام خدا و رسول پر ایمان ہوتا تو اوسکی اطاعت کرتے کیون صاحب؟ جب بنص رسول مقبول حضرت علی سے لڑنا اور بغض رکھنا خدا و رسول سے جنگ کرنا ہے اور بغض رکھنا ہے تو پھر معویہ کو مومن جاننے سے آپ لوگ مخالف خدا و رسول ہوئے یا نہین؟ آگے چلئے دیکھئے کتاب سیرہ محمدیہ صفحہ ۶۵ مین ہے وفی ھذہ السنۃ قتل حجر بن عدی الکندی و خمسۃ من اصحاب رسول اللہ صلعم بامر معاویۃ

کانوا رفقاء لعلی ابن ابی طالب - یعنی اسی سنہ ۵۱ ہجری مین حجر ابن عدی الکندی اور پانچ شخص صحابۂ رسول ؐ سے بحکم معاویہ بجرم رفاقت علی قتل ہوئے تو کیا اس واقعہ سے بھی معویہ ایہ ومن یقتل مومنا متعمدًا مین نہین داخل ہوگا؟

باقی رہا آپکا یہہ کہنا کہ یہہ آیہ مقیس بن ضبابہ کی شان مین نازل ہوا - تو کیا کسی مفسر نے یہ بھی کہین لکھا ہے کہ جو حکم عام کسی شخص خاص کی نسبت وارد ہو تو پھر دوسرا کوئی اوس حکم مین نہین داخل ہو سکتا - اگر ایسا ہو تو سب سے پہلے کفار آپ کو مبارکباد دینگے کیونکہ اندنون کے کفار وہ نہین ہین جنکے بارے مین تخصیص کوئی آیہ نازل ہوا ہو - یہ نص عام ہے جسمین ہر شخص جو قتل کا بناحق مرتکب ہوگا داخل ہے خاص نہین ہے جو آپ معویہ کو بچا سکین !!

باقی رہا آپکا یہہ استدلال کہ حضرت امام حسن ؑ نے معویہ سے صلح کیون کی -

ابواب الدنیا وتوجهوا الی طلبها
عادوا الی محاربة بعضهم بعضا
ومقاتلة بعضهم مع بعض

تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود کر گئے
اور آپس میں جنگ و جدال شروع
کر دیا۔

دیکھئے رسول اللہ کی اتنی حدیثیں ہیں اور خود خلیفۂ اوّل صاحب کا فرمان۔ پھر علامہ تفتازانی
اور امام فخرالدین رازی کا کلام ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہر صحابی صالح و نیکوکار نہیں ہے ان میں
فاسق و بدکار بھی ہیں۔ یہانتک کہ خود خلیفۂ اوّل صاحب نے حضرت عمر کو ان صحابہ سے ڈرایا
کہ دیکھو انکی آنکھیں اندھی ہیں اور طمع و لالچ سے اُنکے پیٹ پھولے ہوئے ہیں۔ پھر آپ کے معاویہ
صاحب اگر صحابی ہوئے اور بظاہر مسلمان ہوئے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ملا جب ایسے صحابی
جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں طمع دنیا میں مبتلا ہوئے تو معاویہ کس قطار میں ہے۔ یہی سبب ہے
کہ خود آپکے علمانے بھی آخر میں اقرار کر دیا کہ صحابی و غیر صحابی میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ غیر صحابی
صحابی سے افضل ہو سکتے ہیں صواعق محرقہ میں ہے دیکھو صفحہ ۱۲۶۔

واعلم انه وقع خلاف فی التفضیل
بین الصحابة ومن جاء بعدهم من
صالحی هذه الامة فذهب ابو عمر بن
عبد البر الی انه یوجد فیمن یاتی بعد
الصحابة من هو افضل من بعض الصحابة
واحتج علی ذلک بخبر طوبی لمن رانی
وامن بی مرة وطوبی لمن لم یرنی و
امن بی سبع مرات وبخبر عمر رضی الله
عنه قال کنت جالسا عند النبی صلی الله
علیه وسلم فقال اتدرون ای الخلق

اختلاف کیا گیا ہے اس میں کہ صحابہ افضل ہیں
یا غیر صحابہ علامہ ابو عمر ابن عبد البر قائل ہیں کہ
اس امت کے بہت سے لوگ جو غیر صحابی ہیں
صحابہ سے افضل ہونگے اور اس دعوے پر
ان حدیثوں کو بطور دلیل پیش کی ہے
(۱) کہ حضرت نے مومنین صحابہ کیلئے ایکدفعہ طوبےٰ
فرمایا اور غیر صحابی کیلئے جو حضرت پر بے دیکھے ایمان
لائے سات دفعہ طوبےٰ فرمایا جس سے معلوم ہوا
کہ غیر صحابی افضل ہے صحابی سے
(۲) حضرت نے فرمایا افضل الخلق ایماناً

افضل ایمانا قلنا الملئکة قال وحق لهم
بل غیرهم قلنا الانبیاء قال وحق لهم
بل غیرهم ثم قال صلی الله علیه وسلم
افضل الخلق ایمانا قوم فی اصلاب
الرجال یومنون بی ولم یرونی فهم
افضل الخلق ایمانا و بحدیث مثل
امتی مثل المطر لا یدری اخره خیر ام
اوله وبخبر لیدرکن المسیح اقواما
انهم لمثلکم او خیر ثلاثا ولن
یخزی الله امة انا اولها والمسیح
اخرها وبخبر بان ایام للعامل فیهن
اجر خمسین قیل منهم او منا یا رسول
الله قال بل منکم وبان عمر بن
عبد العزیز لما ولی الخلافة کتب الی سالم
ابن عبد الله بن عمر رضی الله عنهم
ان اکتب الی بسیرة عمر بن الخطاب
لاعمل بها فکتب الیه سالم ان عملت
بسیرة عمر فانت افضل من عمر لان
زمانک لیس کزمان عمر ولا رجالک
کرجال عمر وکتب الی فقهاء زمانه فکلهم
کتب بمثل قول سالم قال ابو عمر

وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا نہ ہوئے کہ بے دیکھے
ہم پر ایمان لائینگے انہیں کا ایمان افضل ہے۔
جس سے فضیلت غیر صحابی کی ثابت ہوئی۔
(۳) حضرت نے فرمایا کہ ہماری امت مثل
باراں کے ہے کچھ نہیں معلوم اسکا اول بہتر ہے
یا آخر تو صحابی غیر صحابی برابر ہوئے۔
(۴) حضرت مسیح سے ملاقات کریگی میری امت
جو تمہاری مثل ہونگے یا تم سے بہتر ہونگے
تین مرتبہ اس سے معلوم ہوا غیر صحابی افضل
ہو سکتے ہیں صحابی سے اور ہرگز محروم نہ کریگا خدا
اس امت کو جسکا میں اول ہوں اور آخر اسکا مسیح
(۵) فرمایا ایک زمانہ آئیگا جس میں عمل کرنے والے
کو تم لوگوں کے پچاس آدمیوں کا اجر ملیگا جس سے
سمجھا گیا پچاس صحابی سے ایک آدمی جو غیر
صحابی ہے افضل ہو سکتا ہے۔
(۶) عمر ابن عبدالعزیز نے سالم کو لکھا میں چاہتا
ہوں سیرت عمر پر عمل کروں تو سالم نے لکھا
اگر تم نے سیرت پر عمل کیا تو افضل ہوگے عمر سے اور
سب فقیہوں نے اسکی تصدیق کی تو جب
غیر صحابی حضرت عمر سے افضل ہو تو اور صحابہ
سے بھی افضل ہوا اسیر علامہ ابو عمر کہتے ہیں

فھذہ الاحادیث تقتضی مع تواتر طرقھا وحسنھا التسویة بین اول ھذہ الامة واٰخرھا فی فضل العمل الا اھل البدر والحدیبیة قال وخبر خیر الناس قرنی لیس علی عمومه لان جمع المنافقین واھل الکبائر الذین قام علیھم وعلی بعضھم الحدود دخلھم

ان حدیثوں سے جو سب متواترات سے ہیں معلوم ہوا کہ صحابہ وغیر صحابی مساوی ہیں فضل عمل میں باستثناء اہل بدر وحدیبیہ۔ باقی رہی وہ روایت جو مشہور ہے کہ بہترین ناس ہمارے زمانہ کے لوگ ہیں خیر الناس قرنی پس عام طور پر صحیح نہیں کیونکہ ان صحابہ میں منافقین اور وہ اہل کبائر بھی داخل ہیں جو

مرتکب گناہ کبیرہ ہوے اور انپر حد جاری ہوئی۔ پھر یہ بھی حدیث صحیح ہے امام حاکم کے نزدیک

لکن صححہ الحاکم وحسن غیرہ خبر یا رسول اللہ ھل احد خیر منا اسلمنا معك وجاھدنا معك قال قوم یکونون من بعدکم یومنون بی ولم یرونی صواعق محرقہ ص ۱۲

واخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ قال یا ابابکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ نحن اخوانك قال لا انتم اصحابی۔ اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی لانی احب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ نحن اخوانك قال لا انتم اصحابی ۱۲

کہ لوگوں نے سوال کیا یا حضرت کوئی ہم لوگوں سے بھی افضل ہوگا کہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکے ساتھ جہاد کیا۔ تو حضرت نے فرمایا ہاں وہ لوگ تم سے افضل ہیں جو بے دیکھے ہمپر بعد تملوگوں کے ایمان لاوینگے۔ اور یہ روایت بھی صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت نے اشتیاق اپنا بہ نسبت اپنے بھائیوں کے ظاہر کیا تو ابوبکر نے کہا ہملوگ بھی تو آپکے بھائی ہیں تو آپنے فرمایا نہیں تم لوگ بھائی نہیں ہو۔ اصحاب ہو۔ ہمارے بھائی وہ لوگ ہونگے جو بے دیکھے ہمپر ایمان لاوینگے اور تصدیق کرینگے کہ ہماری محبت اُنکے دلوں میں ولادا و والدین سے زیادہ ہوگی۔ پھر صحابہ نے عرض کیا یا حضرت ہم لوگ آپکے بھائی ہیں تو فرمایا نہیں۔ تم صحبت ہو

پس ان عبارتوں سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے اپنے اصحاب کی فضیلت سے انکار کیا
اور ابو بکر صاحب کے بھائی ہونے سے بھی انکار کیا اسی وجہ سے ابو عمر صاحب قائل ہیں کہ غیر صحابی صحابی سے
افضل ہے۔ اور نواب مولوی صدیق حسن خاں امام اہل حدیث اپنی کتاب بغیۃ الرائد فی شرح العقائد
میں لکھتے ہیں۔ نزد محققین فضیلت ایشاں (صحابہ) بر سائر امت من حیث الافراد نیست بدلیل قول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ
رواہ الترمذی ونیز فرمود انتم اصحابی واخوانی الذین یاتون بعد بلکہ من
حیث المجموع است وقال ابن عبد البر وغیرہ کہ در قرون فاضلہ مذکورہ کسے بود کہ بالاتفاق
منافق یا فاسق است چنانکہ حجاج ویزید ومختار ودیگر کہ وکانی فریش [illegible]
یعنے محققین اہل سنت کے نزدیک فضیلت صحابہ تمامی امت پر ثابت نہیں۔ کیونکہ حضرت نے
بے دیکھے ہوئے مسلمانوں کو بھائی کہا اور صحابی کو اصحاب اسی وجہ سے علامہ ابن عبد البر قائل
ہوئے کہ غیر صحابی افضل ہے صحابی سے۔ اور کیونکر کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ اُس زمانہ کے لوگ
عموماً افضل ہیں جسمیں منافق فاسق داخل تھے مثل حجاج یزید مختار کے (مختار کو یہاں لکھنا
از راہ تعصب ہے) اور خود شاہ عبد العزیز صاحب اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں۔ بعضی اصحاب
متوطن بایں لقب صحابہ است نہ آنکہ صحابہ کلہم معصوم اند کہ ہیچ از وجوہ طعن نداشتند جائز
بعضے صحابہ شرب خمر ثابت شدہ چنانچہ در مشکوٰۃ است و بارہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
اقامت حدود برآنہا کردہ اند واز حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ قذف ثابت شدہ وبرآنہا حد نیز جاری
گشتہ واز ماعز اسلمی زنا صادر شدہ ومرجوم گردیدہ۔ پھر لکھتے ہیں۔ وآنچہ در کتب اصولیہ مرقوم است
کہ الصحابۃ کلہم عدول پس مراد آنست کہ صحابہ کلہم در روایت حدیث از آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامون ومعتبر اند ہرگز از ایشاں کذب در روایات حدیث ثابت نشدہ
چنانچہ بتجربہ وتحقیق رسیدہ گو در مقدمات دیگر کسے از ایشاں دروغ گفتہ باشد نہ آنکہ معصوم از گناہے
نشدہ اند چنانچہ عنقریب گذشت کہ بعضے از ایشاں در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارتکاب

کبائر مصدرہ وگذشتہ صفحہ ۱۳ سے۔ جس سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوا کہ صحابہ کی افضلیت خود آپ کے
یہاں اختلافی ہے۔ اور صدہا کبائر کے مرتکب ہوے جسپر انکی تعزیر بھی ہوئی۔ پس ادعاے صحابیت
معویہ سے آپکو کیا نتیجہ ملا بجز اسکے کہ عموم صحابہ کی فضیلت کلی سے دست برداری لازم آئی۔
باقی رہا یہ دعوے شاہ صاحب کا کہ صحابہ سے کوئی مرتکب افترا بر رسول نہ ہوا محض غلط اور عام
فریبی ہے جسکی تصدیق اُن روایات سے بخوبی ہوتی ہے جیسے ملا علی قاری نے متواترات سے کہا ہے
کہ حضرت نے فرمایا۔ لاتکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار اور من کذب
علی فلیتبوء مقعدہ من النار یعنی جھوٹھ نہ لگاؤ ہمپر کہ جو جھوٹھ بولکر ہماری طرف
نسبت کریگا وہ اپنی جگہ بنا رکھیگا جہنم میں۔ یہیں پر چند حکایتیں بھی صحابہ کی لکھی ہیں۔ کہ ایک شخص نے
صحابہ سے ایک خاندان کی عورت کو پسند کیا تھا وہاں یہ حدیث بیان کرکے کہ حضرت نے
ہمکو حکم دیا ہے کہ جو چاہیں حکم کریں تم اُسکی تعمیل کرو اُس عورت پر تصرف کرنا چاہا۔ اس کی خبر جب
حضرت نے سُنی تو کچھ لوگونکو بھیجا کہ جاکر اُسے قتل کرو اور جلا ڈالو۔ اس پر حضرت نے وہی حدیث
فرمائی۔ جس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ صحابی لوگ خود حضرت کے زمانہ میں آپ پر افترا کرتے تھے
امام ابن مقنع کہتے ہیں یکذب علیہ فی حیاتہ فکیف بعد مماتہ موضوعات ملا علی
قاری صفحہ ۹ یعنے جب صحابہ حضرت کے وقت میں افترا کرتے تھے تو بعد موت حضرت کے انکے
افتراؤں کو کون روک سکتا ہے۔ اگر اسکی تفصیل مطلوب ہو تو جلد ثالث ذوالفقار حیدر ملاحظہ ہو
جس میں اچھی طرح دکھایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ نے خلیفۂ دوم کی۔ اور انکے فرزند عبداللہ کی اور انس
اور ابو درداء اور ابوہریرہ کی صدہا حدیثوں میں تکذیب کی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ قول شاہ
صاحب بھی غلط ہے کہ صحابہ گو یوں جھوٹھ بولتے تھے۔ مگر رسول اللہ پر افترا نہیں کرتے تھے۔
چنانچہ توضیح الدلائل میں مرقوم ہے کہ حضرت نے خطبۂ غدیر خم میں فرمایا کہ جب میرا دم حلق میں
پہنچیگا اُسوقت ہم پر لوگ افترا کرینگے جو قبول ہو جائیگا۔ بہرکیف اس تقریر سے آپکو اچھی طرح
معلوم ہوا کہ محض صحابیت سے کوئی نفع نہیں جب تک اُسکے ساتھ ایمان خالص و اعمال صالحہ

بھی شریک ہوں جنکو کسی طرح آپ معٰویہ صاحب کیلئے نہیں ثابت کرسکتے۔

قال صاحب انصاف کو ایسی بھی یعنی تعریف صحابیت سے ایک نوع مراتب و منزلت حضرت معٰویہ رضہ کے حاصل ہونگے اور علے الخصوص حضرت معٰویہ رضہ کی مناقب ورصحابیت کے بہت ادلہ قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہیں کما فی الترمذی انه من اشرف الصحابة نسبا جاهلیه فانه من اکابر قریش ومن اقرب بطونهم الی النبی صلعم ترجمہ بے شک حضرت معٰویہ بہت بڑے اصحاب خاندانی حالت جاہلیت اور اسلامیت میں اور وہ قریشی بندگوں میں سے اور بہت نزدیک قرابت میں طرف رسول م کے کما صح فی مسلم وغیرہ حدیث مسندہ حسن کان معٰویہ رضہ یکتب بین یدی النبی صلعم ترجمہ دلیل پکڑا حسن نے کہ تھا حضرت معٰویہ رضہ لکھتا تھا سامنے رسول اللہ صلعم کے وقال ابو نعیم کان معٰویہ رضہ من کتاب رسول اللہ صلعم حسن الکتابة افصحا حلیما وقورا ترجمہ کہا ابو نعیم نے کہ تھا حضرت معٰویہ رضہ لکھنے والوں سے رسول اللہ صلعم کے لکھتا از روے انصاف اور بردباری اور آہستگی کے ویوافق ذالك ترجمہ اور موافقت کرتا ہے اسکا یعنی حدیث مذکور کا یہ حدیث جو روایت ہے عبداللہ ابن مبارک

عن عبداللہ مبارك انه المجمع علے جلالته وامانته وتقدمه وانه جمع بین فقه والادب والنحو واللغة والشعر والفصاحة والشجاعة والسخاء والکرم الواسع حتی کان ینفق من تجارته علی الفقراء فی کل سنة مائته الف والزهد والورع والانصاف وقیام اللیل والاکثار من الحج والغزو

سے کہ تحقیق حضرت معٰویہ رضہ مجمع ہیں اوپر جلالت اور امانت اور پیشوائے اپنے کے اور تحقیق وہ معٰویہ مجمع تھے درمیان فقہ اور ادب اور لغت اور نحو اور شعر اور فصاحت اور شجاعت اور دانائی اور سخاوت اور کرم واسع کے یہانتک کہ تھا دیتا تھا تجارت سے اپنا اور فقیروں کے ہر برس میں لاکھ درہم اور بہ مجتمع تھے درمیان زہد اور انصاف اور شب بیداری کے اور زیادہ کرنے

والتجارة الله اعنی ینفق علی اصحابہ وغیرھم۔

میں حج اور تجارت اور جہاد کے واسطے اللہ کے یہاں تک کہ خرچ کرتا تھا اور اپنے اصحاب اور غیروں کے۔

اقول

ہمکو بہت افسوس کرنا پڑتا ہے آپ کے حال پر کہ محبت معویہ نے آپکو ایسا مخمور کر دیا ہے کہ نہ تو خدا اور رسول سے آپ خبر رکھتے ہیں۔ نہ اپنے ائمہ کرام کے جھٹلانے سے۔ حالانکہ جو جملہ آپکی زبان سے یا قلم سے بشان معویہ صاحب نکلتا ہے دروغ ہوتا ہے اور ایسا دروغ کہ مستلزم افترا بر رسول اللہ ہو کیونکہ پہلا دعوے آپ کا صحابیت معویہ کا ہے جسکی حقیقت پہلے مذکور ہوئی اور یہاں نص صریح رسول اللہ اس بارے میں گذارش کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ آپ اس قول کو قبول فرمائیں اور فرمان رسول کی تصدیق کریں۔ کتاب عقد الفرید علامہ ابن عبد ربہ میں ہے حضرت ام سلمہ سے

(ابو زر) عن محمد بن یحیی عن محمد بن عبد الرحمان عن ابیہ عن جدتہ ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ و سلم قالت لما بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدہ بالمدینۃ امر باللبن یضرب وما یحتاج الیہ ثم قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع ردائہ فلما رای ذلک المہاجرون والانصار وضعوا اردیتہم واکسیتہم یرتجزون و یقولون ویعملون لئن قعدنا والنبی یعمل ذاک اذا لعمل مضلل

روایت ہے کہ جب آنحضرت نے مسجد اپنی بنوانی شروع کی مدینہ میں تو پہلے اینٹیں اور انکے جملہ مایحتاج کو بنوایا بعد خود رسول اللہ اٹھے اور ردا و مبارک رکھی بغرض اسکے کہ اینٹ وغیرہ اٹھائیں۔ جب مہاجرین و انصار نے یہ حالت دیکھی تو وہ سب بھی تیار ہو گئے اور اپنی رداؤں۔ چادروں کو رکھ رکھ کر کام شروع کیا۔ اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے کہ اگر ہم لوگ بیٹھ جائیں اور رسول خدا کام کریں تو ہم لوگوں کا یہ کام گمراہی کا ہوگا۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ عثمان بن عفان مرد نظیف و متنظف تھے کہ اپنے کپڑہ اور

قالت وكان عثمان بن عفان رجلا
نظيفا متنظفا وكان يحمل اللبنة ويجافي
بها عن ثوبه فاذا وضعه نفض كفيه
ونظر الى ثوبه فاذا اصابه شيء من
التراب نفضه فنظر اليه علي رضي الله
عنه فانشد۔

لا يستوي من يعمر المساجدا
يدأب فيها راكعا وساجدا
وقائما طورا وطورا قاعدا
ومن يرى عن التراب حائدا

فسمعها عمار بن ياسر فجعل يرتجزها
وهو لا يدري من يعني فسمعه عثمان
فقال يا ابن سمية ما اعرفني بمن تعرض
ومعه جريدة فقال لتكفن او لا
عترضن بها وجهك فسمعه النبي
صلى الله عليه وسلم وهو جالس في
ظل حائط فقال عمار جلدة ما بين
عيني وانفي فمن بلغ ذلك منه فقد
بلغ مني واشار بيده فوضعها بين
عينيه فكف الناس من ذلك وقالوا
لعمار ان رسول الله صلى الله عليه

جسم کی آراستگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ [illegible]
لے وہ اینٹ جو اٹھاتے تو اپنے کپڑے سے علحدہ
رکھتے اور جب اینٹ زمین پر گرانے تو دونوں
ہاتھ جھاڑ لیتے اور کپڑے کو بھی دیکھ بھال
لیتے اگر گرد و غبار بھر جاتا تو اسکو جھاڑ لیتے
اور صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اسپر علی نے
دو شعر پڑھے کہ "جو شخص مسجد کی تعمیر کرتا ہو دوڑتا
ہو اس میں رکوع و سجود کرتا ہوا اور کبھی قیام و قعود
کرتا (اشارہ فرمایا اپنے حال کیطرف) اسکا مقابلہ
یہ شخص نہیں کرتا جو خاک و غبار سے اپنے کو بچاتا ہو
(اشارہ ہے حضرت عثمان کے)
ان اشعار کو حضرت عمار نے سنا اور پڑھنا شروع
کیا مگر یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کس پر طنز ہے۔
عثمان نے عمار سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم سمجھے
مطلب کو نہیں سمجھتے کہ کس پر تعریض کرتے ہو
حضرت عثمان نے یہ تقریر کی انکے ہاتھ میں ایک
لکڑی تھی کہا اگر اسکا پڑھنا چھوڑ دوگے تو اسی
چھڑی سے ہم تمہارا چہرہ بگاڑ دینگے۔
یہ کلام حضرت عثمان کا ایسا سخت اواز میں تھا
کہ رسول اللہ نے بھی سن لیا جو اگنے دیوار سے
سایہ میں بیٹھے تھے۔ وہیں بیٹھے آپ نے فرمایا

وسلم قد غضب فيك ونخاف ان
ينزل فينا قران فقال انا الرضيه
كما غضب فاقبل عليه فقال يا
رسول الله مالى ولاصحابك قال
ومالك ولهم قال يريدون قتلى
يحملون لبنة ويحملون لبنتين
فاخذ به وطاف به فى المسجد وجعل
يمسح وجهه من التراب ويقول
يا ابن سميه لا يقتلك اصحابى ولكن
تقتلك الفئة الباغية فلما قتل
بصفين وروى هذا الحديث عبد الله
بن عمرو بن العاص - قال معاوية
هم قتلوه لانهم اخرجوه الى القتل
فلما بلغ ذلك عليا قال ونحن قتلنا
ايضا حمزة لانا اخرجناه - عقد الفريد جلد
دوم صفحہ ۲۰۷ -

کہ عمار بمنزلہ اُس جلد کے ہے جو درمیان میری آنکھ
کے ہے۔ پس جسنے اُسکو ایذا دی گویا اُسنے ہماری
اس مقام کو صدمہ پہنچایا اور اپنے ہاتھوں سے
اشارہ کیا درمیان دو نو چشم کے۔ اس حدیث
کے سننے سے عثمان وغیرہ خاموش ہوئے
اور لوگوں نے عمار سے کہا کہ حضرت تمہارے
واسطے لوگوں سے ناراض ہوے ہیں کہیں
ایسا نہو قرآن کی کوئی آیۃ ہم لوگوں کے بارے
میں نازل ہو۔ عمار نے کہا رسول اللہ کو گواہی کرینگے
جیسا کہ ہمارے واسطے غصہ ہوے ہیں۔ بعد اس کے
عمار خدمت رسول میں حاضر ہوے اور عرض
کیا یا حضرت کیا ہو گیا ہو آپکے اصحاب کو کہ وہ چاہتے
ہیں مجھے مار ڈالیں؟ کیونکہ خود تو وہ لوگ
ایک ایک اینٹ اُٹھاتے ہیں اور مجھ پر دو دو
اینٹیں رکھ دیتے ہیں۔ رسول اللہ نے عمار کا
ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ لیکر گرد مسجد پھرے۔
اور چہرہ عمار کا پاک کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اے پسر سمیہ تجھے میرے اصحاب نہیں قتل
کرینگے بلکہ باغیوں کا گروہ تجھے قتل کریگا۔

جب حضرت عمار بروز صفین شہید ہوے اور عبد اللہ بن عمرو عاص نے اس حدیث کو بیان کیا تو معاویہ نے
کہا عمار کے قاتل علی اور انکے لشکر والے ہیں جنہوں نے بغرض جنگ بھیجا تھا۔ جب حضرت علی
نے یہ کلمہ سُنا تو فرمایا۔ پس چاہیے حضرت حمزہ کے قاتل بھی ہم لوگ ہوں کہ ہمیں لوگوں نے

انکو بغرض جنگ بھیجا تھا۔

دیکھیے اس حدیث میں بکمال صراحت رسول اللہ نے فرمایا قاتلان حضرت عمار ہمارے اصحاب نہیں بلکہ فیۃ باغیہ ہیں۔ پھر آپ مسلمان ہوکر خلاف رسول اللہ کیوں ایسا دعوے کرتے ہیں کہ معویہ صحابی تھا حالانکہ رسول اللہ انکا صریح فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے اصحاب سے نہیں ہو بلکہ فیۃ باغیہ سے ہو مگر آپ کو تو معویہ کے کلام پر ایمان ہوگا اور یہی سمجھتے ہونگے کہ حضرت عمار کے قاتل جناب امیر تھے جیسا کہ آپ کے معویہ صاحب نے کہا۔

دوسرا دعویٰ آپ کا یہ ہو کہ معویہ کے فضائل و مناقب ثابت ہیں۔ جو محض غلط ہو کیونکہ اس دعوے کی تکذیب میں آپ کے یہ ائمۂ اربعہ گواہی دیتے ہیں۔ اول امام نسائی صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث معویہ کے بارے میں صحیح نہیں ہو بجز حدیث لا اشبع اللہ بطنہ کے جس پر شام کے سنیوں نے انکا بیضہ کوٹ کر انکو قتل کر ڈالا۔ دیکھو بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی دوسرے علامہ اسحٰق بن ابراہیم حنظلی فرماتے ہیں۔ کسی طرح کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی فضیلت معویہ میں دیکھو موضوعات امام شوکانی۔ تیسرے علامہ ابن راہویہ کہتے ہیں کہ فضیلت معویہ میں کوئی خبر صحیح نہیں ہو۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں یوں لکھا ہو باب ذکر معویہ اور یہ نہ لکھا باب فضائل معویہ دیکھو تطہیر الجنان ابن حجر مکی جو تھے محقق دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔ گفتہ اند محققان کہ ثابت نہ شدہ ہست۔ در فضیلت معویہ ہیچ حدیثے

پھر نہ معلوم آپ نے کس رسالہ سے مدد لی ہو۔ جو اس سب کے بعد یہ تحریر کیا کہ جلد ۲ ترمذی منّا شرف الصحابہ کے نسبت فرمایا کما فی الترمذی حالانکہ ترمذی نہ نایاب کتاب ہے نہ کمیاب صدہا نسخے اسکے چھپے ہوئے موجود ہیں ملاحظہ فرمائے

افسوس آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جامع ترمذی کس قسم کی کتاب ہو اس میں وہ باتیں لکھی جاتی ہیں بلکہ جناب من ترمذی حدیث کی کتاب ہو اس میں وہ حدیثیں لکھی جاتی ہیں جو رسول اللہ سے یا صحابہ یا تابعین یا خلفا سے منقول ہوتی ہیں۔ اور یہ عبارت من رجال کی ہو جان چلا کہاں

پس اگر آپ حضرات تواریخ دیکھتے اور کتابون کی سیر فرماتے تو آپکو معلوم ہوجاتا کہ حضرت امام حسن نے کیسی مجبوری کے عالم مین یہ صلح کی تھی۔ کہ خود حضرت ہی کے لشکریون نے آپ کا مصلے اور خیمہ لوٹ لیا تھا ایسی حالت مین کیا کرتے اگر اسی قسم کی صلح سے آپ معٰویہ کی فضیلت وحقیت نکالتے ہین تو اوسکے باپ ابوسفیان و دیگر کفار قریش کی حقیت کا زیادہ تر اقرار کرنا ہوگا جنسے رسول اللہ نے بمقام حدیبیہ صلح کی حالانکہ حضرت کو وہ مجبوری ہرگز بھی نہ تھی جو جناب امام حسن کو تھی

دیکھئے اس صلح پر بھی جناب امام حسنؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا کہ خود آپ کے امیر المومنین معٰویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ سے جو ابوبکر صاحب کی بھانجی تھی اور امام حسنؑ کی زوجہ تھی حضرت کو زہر دلوایا اور شہید کیا جیسا کہ آپکی تمامی کتب تواریخ مین موجود ہے اس پر بھی آپ معٰویہ کو مومن سمجھے تو عجب ہے۔ کیا اولاد رسول کا قاتل اور حضرت علی سے لڑنے والون ہی کو آپ لوگ مومن سمجھتے ہین، حالانکہ خدا و رسول کے حکم سے ایسے لوگ کافر ہین

دیکھئے یہ عداوت معٰویہ کی ایسی تھی کہ صرف لڑنے بھڑنے اور زہر ہی دینے پر نہین ختم ہوئی۔ بلکہ معاذ اللہ علانیہ لعنت کا حکم دیا کہ جناب امیر المومنینؑ پر بالائے منبر لعنت کیجائے چنانچہ تاریخ الفدا کی جلد اول صفحہ ۱۹۶ مین ہے وکان معاویۃ وعماله یدعون لعثمان فی الخطبة یوم الجمعة ویسبون علیاً ولما کان المغیرۃ متولی الکوفة کان یفعل طاعة لمعویة فکان یقوم حجر و جماعة معه فیردون علیه سبّه لعلی فلما ولی زیاد دعی لعثمان وسب علیاً

معاویہ اور اوسکے عامل دعا کرتے تھے حضرت عثمان کیواسطے اور لعنت کرتے تھے حضرت علی علیہ السلام پر اور مغیرہ حاکم کوفہ بھی اطاعت معاویہ کے سبب واسطے خوشنودی معاویہ کے دعا کرتا تھا واسطے حضرت عثمان کے اور لعنت کرتا تھا علی علیہ السلام پر پس حجر اور اوسکے ساتھی

کے حالات لکھے جاتے ہیں نہ یہ عبارت حدیث ہو نہ قول صحابی نہ قول تابعین یا تبع تابعین نہ قول کسی امام کا ائمہ اربعہ سے نہ قول کسی خلیفہ کا خلفا سے۔ بلکہ ابن حجر مکی کی عبارت ہو جو صواعق محرقہ کے مصنف ہیں انہوں نے معٰویہ کے حال میں بھی ایک رسالہ لکھا ہو حسب فرمائش ہمایوں شاہ بادشاہ اُسی کی خوشامد میں معٰویہ صاحب کی تعریف میں یہ عبارت اپنے دل سے لکھی ہو اور آپ نے اُسکو حدیث سمجھا اور صحیح ترمذی کیطرف نسبت کر دی۔

دوسری غلطی یہ ہو کہ اسکے بعد جو آپ نے صحیح مسلم کیطرف نسبت دیا ہو کما صح فی المسلم اس سے بھی نہ معلوم ہوا کہ آپکا کیا مطلب ہو۔ کیا یہ مراد ہو کہ یہ عبارت صحیح مسلم میں مرقوم ہو؟ غلط ہو۔ کیا یہ حدیث ہو؟ محض غلط ہو۔ اصلیت اسکی یہ ہو کہ ابن حجر نے علامہ ابن راہویہ کا یہ قول کہ معویہ کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں آئی ہو۔ رد کرنا چاہا ہے اُس میں پہلے یہ لکھا کہ وہ اشرف صحابہ تھا الخ وہی عبارت جو صحیح ترمذی کیطرف آپ نے منسوب کی ہو حالانکہ وہ کلام ابن حجر ہو۔ دوسرا جواب یہ دیا ومنھا انہ احد الکتاب لرسول اللہ م کما صح فی مسلم وغیرہ وفی حدیث سندہٗ حسن کان معویۃ یکتب بین یدی النبی۔ یعنی تھا معٰویہ لکھنے والا رسول اللہ کیطرف سے جیسا کہ صحیح ہوا مسلم میں۔ اور ایک حدیث میں ہو جسکی سند حسن ہو۔ کہ معٰویہ لکھتا تھا سامنے رسول اللہ کے۔ آپ نے ازراہِ وفور علم و کمال یہ سمجھا کہ یہ عربی عبارت۔ حدیث ہو صحیح مسلم کی۔ جو محض آپ کی غلط فہمی ہو۔ کیونکہ آپکے ابن حجر نے صحیح مسلم سے اسیقدر ثابت کیا ہو کہ معٰویہ بھی ایک لکھنے والوں سے تھا اور پھر اس مضمون کو کہ معٰویہ لکھتا تھا روبرو حضرت کے دوسری جگہ سے بھی نقل کیا جسکو حسن السند لکھا ہو۔

تیسری غلطی آپکی یہ ہو کہ آپ نے اسکا ترجمہ یہ کیا "ترجمہ دلیل پکڑا حسن نے کہ تھا حضرت معٰویہ لکھتا سامنے رسول اللہ کے" جب آپ کی یہی لیاقت تھی تو تحریر کی کیوں جرات کی تقریری مباحثہ رکھتے۔ آپ نے سمجھا کہ حسن نام ہو کسی عالم کا۔ دلیل پکڑا ہو حسن نے۔ حالانکہ یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس روایت کتابت معٰویہ کو حسن السند کہا ہو۔ جو ایک قسم ہو حدیث کی۔ کیونکہ حدیث کی آپ کے یہاں چار قسمیں مشہور ہیں صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ موضوع۔ نہ یہ کہ آپ کے امام حسن بصری نے دلیل پکڑا ہو۔

جو تمنے جو قول ابونعیم کا نقل کیا ہے۔ پس یہ قول آپ کے ایک عالم ابونعیم کا قول ہے نہ حدیث ہے نہ آیت جو دلیل ہو سکے۔ پانچویں یہ جو آپ نے لکھا کہ اور موافقت کرتا ہے حدیث مذکور کا۔ پس نہ معلوم آپنے کون سی حدیث لکھی ہے جس کی موافقت میں یہ کلام نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ ابھی تک تو آپنے ایک حدیث بھی نہ لکھی جسکی موافقت میں یہ کلام لائے۔ چھٹی غلطی یہ ہے جو فرماتے ہیں کہ تحقیق حضرت معٰویہ مجتمع ہے الخ کیونکہ یہ عبارت ابن حجر مکی کی ہے تعریف میں ابن مبارک کے جو اسکے قائل ہیں کہ معٰویہ افضل تھا عمر ابن عبدالعزیز سے۔ نہ یہ کہ یہ تعریف ہے معٰویہ کی جیسا کہ آپ سمجھے ہیں اگر باور نہ ہو تو اصل کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

منها انه احد الكتاب لرسول الله ص كما صح فى مسلم وغيره وفى حديث سنده حسن كان معوية يكتب بين يدى النبى قال ابو نعيم كان معوية من كتاب رسول الله ص حسن الكتابة فصيحا حليما وقورا وقال المدائنى كان زيد بن ثابت يكتب الوحى وكان معوية يكتب للنبى ص فيما بينه وبين العرب اى من وحى وغيره فهما امين رسول الله ص على وحى ربه وناهيك بهذه المرتبة لرفعتها ومن ثم نقل القاضى عياض ان رجلا قال للمعافا بن عمران اين عمر بن عبد العزيز من معوية تغضب غضبا شديدا وقال لا يقاس باصحاب النبى ص احد معوية صاحبه وغيره وكاتبه وامينه على وحى الله ويوافق ذلك ان عبد الله بن المبارك المجمع على جلالته وامامته وتقدمه وانه جمع بين الفقه والادب والنحو واللغة والشعر والفصاحة والشجاعة والفروسية والسخاوة والكرم الواسع حتى انه كان ينفق من تجارته على الفقراء فى كل سنة مائة الف والزهد والورع والانصاف وقيام الليل والاكثار من الحج والغزو والتجارة الخ

وہی عبارت جو آپنے نقل کی اس عبارت سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوا کہ یہ عبارت تعریف میں ہے ابن المبارک کی جو معٰویہ کا مداح ہے اوسکو آپنے اپنی جہالت سے حق لیکر دیا کہ معٰویہ کی تعریف سمجھا اور اتنا بھی نہ سمجھے کہ اس قسم کی تعریف علما کی کیجاتی ہے یا خلفا و صحابہ کی۔

بہرکیف جب حسب بیان آپ کے معٰویہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو لاکھ لاکھ روپیہ سال بسال تقسیم کیا کرتے تو پھر وہ لوگ کیوں نہ معاویہ کی مدح سرائی میں حدیثیں بنایا کرتے۔

اب ملاحظہ کیجئے کہ ابن حجر کا یہ قول کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ پہلا دعوی الکا یہ ہے کہ معویہ اشرف صحابہ تھا دنیوی نسبت کے وجاہت
میں اور اسلام میں کیونکہ وہ اکابر قریش سے تھا اور رسول اللہ کے قریب تر خاندان سے تھا اس قول میں اگر آپ غور کرتے تو معلوم ہو جاتا
کہ یہ کلام اگر صحیح مانا جاوے تو آپکا مذہب اہل سنۃ والجماعۃ باطل ہوتا ہے کیونکہ اس تقریر سے معویہ صاحب آپ کے شیخین سے افضل ٹھہرتے
ہیں کہ اشرف الصحابہ کہا جسکا لام غالباً استغراقی ہے ، حالانکہ کوئی سنی بھی اسکا قایل نہیں کہ معویہ شیخین سے افضل یا
اشرف تھا۔ اگرچہ سچی بات یہی ہے کہ معویہ خاندانی حیثیت سے افضل تھا شیخین سے کہ یہ چوتھی پشت میں رسول اللہ سے
ملتا ہے بنابر مشہور کے اور شیخین آٹھویں نویں پشت میں۔ اور وجاہت ظاہری میں بھی بہ نسبت شیخین کے معزز تھا کہ خود ابو
سفیان پدر معویہ نے خلیفہ اول کو ابتدائے خلافت میں بہ لقب اذل بطن یاد کیا ہے جیسا کہ تکمیل الایمان شیخ عبد الحق
دہلوی میں ہے یعنے تمامی قریش میں ابو بکر ذلیل تر خاندان سے ہے اور خود ابو بکر صاحب بھی با وصف اسلام لانے کے ابو سفیان
کو جس وقت وہ کافر تھا سید و شیخ قریش کے لقب سے یاد کرتے جس سے حضرت سلمان فارسی رض وغیرہ رنجیدہ ہوئے اور رسول اللہ
نے فرمایا ابو بکر سے کہ تم نے اگر ان کو رنجیدہ کیا تو خدا غضبناک ہوا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے مگر عقاید اہل سنۃ کے بالکل خلاف ہے
جو کوئی اس کا قایل ہو کہ معویہ یا کوئی افضل تھا شیخین سے اور اگر آپ برخلاف عقیدہ اہل سنۃ اس کے قایل ہو جائے کہ
معویہ افضل تھا شیخین سے تو ہمکو کوئی عذر نہیں کیونکہ بطلان مذہب اہل سنۃ کی ایک نمایاں دلیل شیعونکو ملجائے گی
مگر جب کوئی سنی مذہب آپ کے سامنے یہ نسب نامہ معویہ صاحب کا پیش کریگا تو نہ معلوم اوسوقت آپ کیا بات بنائیں گے
لیکن بجز دست برداری از مذہب اہل سنۃ کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ علامہ سہیلی روض الانف میں فرماتے ہیں کہ دغفل
سے (صحابی ہے) معویہ نے پوچھا تم نے حضرت عبد المطلب کو دیکھا تھا۔ کہا ہاں شیخ وسیم و جسیم تھے کہ دس بیٹے اون کو
مثل ستاروں کے گھیرے ہوئے تھے۔ پھر معویہ نے کہا کہ امیہ کو بھی دیکھا تھا کہا ہاں چندھا کرنجا بد شکل تھا جس کو اوس کا
غلام ذکوان لئے پھرتا تھا۔ معویہ نے کہا وہ (ذکوان) اوسکا بیٹا تھا تھا۔ دغفل نے کہا تم لوگ ایسا کہتے ہو (کہ ذکوان بیٹا تھا) مگر
درحقیقت وہ غلام تھا۔ کہا فقیہ ابو القاسم نے کہ یہ طعن مخصوص ہے نسب عقبہ بن امیہ سے اور نسب امیہ میں دوسرا طعن
بھی ہے جو تمامی بنی امیہ کو شامل ہے۔ چنانچہ سفینہ حضرت ام سلمہ سے منقول ہے کہ کسی نے اون سے کہا کہ بنی امیہ گمان کرتے
ہیں کہ خلافت مخصوص ہے بنی امیہ سے اسپر سفینہ نے کہا کذبت استاہ بنی الزرقاء بل هم ملوك ومن شر الملوك
یہ زرقا ماں ہے بنی امیہ کی جسکا نام ارنب تھا کہا اصبہانی نے کتاب الامثال میں اور یہی زرقا زمانہ جاہلیت میں
صاحب رایات سے ہے (عرب جاہلیت کا عادہ تھا کہ فاحشہ عورتیں اپنے مکان عالیشان پر نشان کھڑے کر دیتی تھیں جسکو عربی میں
رایہ کہتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ عورت کسب پیشہ کی ہے اور بے تامل چلے آئیں) کہا حافظ ابو القاسم نے طعن کرنا نسب میں مناسب
نہیں مگر بنی امیہ کے خیال سے کف لسان کریں تو بہ لحاظ عثمان بن عفان ضروری ہے اور یہ قصہ دغفل کا اخر و اصابہ ابن حجر
عسقلانی اور تاریخ کامل جلد ۲ میں بھی مذکور ہے خوب غور کرو کہ ذکوان کو اس نے غلام کہا اور معویہ نے کہا نہیں وہ بیٹا تھا صفحہ ۱۱
حالانکہ ابن حجر جیسا سخت متعصب و حامی بنی امیہ پر معلوم ہے حضرت معویہ کی نسبی حالت عبارت آذیل سے آپکو بخوبی معلوم
تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ جناب امام حسن ع نے معویہ سے فرمایا فانت یا معوية نظر اليك يوم الاحزاب
فرای اباك على جمل يحرض الناس على قتاله واخوك يقود الجمل وانت تسوقه فقال لعن الله الراكب والقائد والسائق
وما قاتله ابوك في مواطن الا ولعنه وكنت معه ولولا عمر الشام فخشته ثم وكلا لعثمان فرتعته عليه انت

الذی کنت تنہی اباک عن الاسلام حتی قلت مجاھدا للہ یا صخر لا تسلمن طوعا فتفضحنا بعد الذین ببدر اصبحوا رفاتا
ولم تکن الی امر نقلدنا والاقصات بنعمان به الحرقا وکنت یوم بدر واحد والخندق ومشاھد کلھا تقاتل
رسول اللہ ص وقد علمت الفراش الذی ولدت علیہ فقط ابن الجوزی اس کے شرح میں لکھتے ہیں قال الاصمعی وھشام بن
محمد الکلبی فی کتابہ المسمی بالمثالب الذی وقفت علیہ معنی قول الحسن لمعویة قد علمت الفراش الذی ولدت علیہ ان معاویہ
کان یقال انہ من اربعة من قریش عمارة بن الولید بن المغیرة المخزومی ومسافر بن ابی عمرو وابی سفیان والعباس
بن عبد المطلب وھولاء کانوا ندماء ابی سفین وکان کل یتھم بھند فاما عمارة بن الولید فکان
من اجمل رجالات قریش وھو الذی غمز بہ عمرو بن العاص الی النجاشی فدعی الساحر فنفث فی احلیلہ
فھیم بہ الوحش وکانت امرءة النجاشی قد عشقتہ واما مسافر بن عمرو فقال الکلبی عامة الناس علی
ان معویة منہ لانہ کان اشد الناس حبا لھند فلما حملت ھند بمعویة خاف مسافر ان یظھر انہ
منہ فھرب الی ملک الحیرة وھو ھند بن عمرو فاقام عندہ ثم ان ابا سفین قدم الحیرة فلقیہ مسافر
وھو مریض من عشقہ لھند وقد شرح بطنہ فسالہ عن اھل مکة فاخبرہ وقیل ان ابا سفیان
تزوج ھند بعد انفصال مسافر عن مکة فقال لہ ابو سفین انی تزوجت ھندا بعدک فازداد مرضہ وجعل
تذوب فوصف لہ الکی فاحضروا المکاوی والحجام یکویہ اذ حبق الحجام فقال مسافر قد یضرط العیر والمکوة فی النار
فسارت مثلا ثم مات مسافر من عشقہ لھند وذکر ھشام بن محمد الکلبی ایضا فی کتاب المثالب و
قال کانت ھند من المغتلمات وکانت تمیل الی السودان من الرجال فکانت اذا ولدت اسود قتلتہ قال
وجری بین یزید بن معویة وبین اسحق بن طلحة بن عبید اللہ کلام بین یدی معویة وھو خلیفة فقال یزید
لاسحق ان خیرا لک ان یدخل بنو حرب کلھم الجنة اشار یزید الی ام اسحق کانت تتھم ببعض بنی حرب
فقال لہ اسحق ان خیرا لک ان یدخل بنو العباس کلھم الجنة فلم یفھم یزید قولہ وفھم معاویة فلما
قام اسحق قال معویة لیزید کیف تشاتم الرجال قبل ان تعلم ما فیک قال قصدت اناشین اسحق قال وکذلک ایضا
قال وکیف قال اما علمت ان بعض قریش فی الجاھلیة یزعمون انی للعباس فسقط فی یدی یزید وقال الشعبی
ولقد اشار رسول اللہ الی ھند یوم فتح مکة بشیء من ھذا فانھا لما جاءت تبایعہ وکان قد اھدر دمھا فقالت
علی ما ابایعک فقال ان لا تزنین فقالت اھل تزنی الحرة فعرفھا رسول اللہ فنظر الی عمر فتبسم اور علامہ
زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں الباب الثامن والعشرون فی ذکر القرابات والانساب وذکر حقوق الآباء والامھات
وذکر ان معویة یعزی الی اربعة الی ابی عمرو بن مسافر والی ابی عمارة بن الولید والی العباس بن عبد المطلب والی
الصباح مغن اسود کان لعمارة قالوا کان ابو سفیان ذمیما قصیرا وکان الصباح عسیفا لابی
سفین شابا وسیما فدعتہ ھند الی نفسھا وقالوا ان عتبة بن ابی سفیان من الصباح ایضا وانھا کرھت ان
تضعہ فی منزلھا فخرجت الی اجیاد فوضعتہ ھناک وفی ذلک یقول حسان سہ لمن الصبی بجانب البطحاء

فی الترب ملقی غیر ذی مھد — نجلت بہ بیضاء آنسة — من عبد شمس صلتة الخد

یعنی جناب امام حسن نے فرمایا معویہ سے کہ کیا تو ہے وہ کہ رسول اللہ نے تیرے باپ پر [illegible] کے بارے میں فرمایا خدا لعنت کرے اونٹ کے سوار
اور ہانکنے والے اور کھینچنے والے پر [illegible] تیرا باپ حضرت سے جنگ کیا حضرت نے [illegible] کی عمر نے تجھے [illegible] کا والی بنایا

تو نے خیانت کی پھر عثمان نے تجھے والی رکھا اوسکی مدد نہ کی اور قریش کو خوب معلوم ہے تو کیونکر پیدا ہوا۔ اصمعی اور ہشام کتاب مثالب میں ناقل
ہیں کہ حضرت کے اس قول کا یہ مطلب تھا کہ معویہ کی ولادت چار ادمیوں کی طرف منسوب تھی عمارہ بن ولید۔ مسافر بن عمرو
ابوسفیان۔ عباس بن عبدالمطلب یہ سب ابوسفیان کے ندیم تھے اور ہر شخص متہم تھا ساتھ ہندہ مادر معویہ کے۔ عمارہ نہایت
خوبصورت جوان تھا قریش میں جسپر زوجہ نجاشی عاشق ہوی اور عمرو عاص کے لگانے پر نجاشی نے اسپر سحر کرایا اور اسپر سب کا اتفاق ہے کہ دراصل
معویہ کا نطفہ مسافر سے منعقد ہوا کیونکہ وہی سب سے زیادہ ہندہ سے محبت رکھتا تھا جب حاملہ ہوی تو بخوف ابوسفیان بادشاہ حیرہ کے پاس چلا گیا
اور وہیں عشق ہندہ میں بیمار ہوا چند روز بعد ابوسفیان جب حیرہ میں گیا تو مسافر سے بیان کیا کہ میں نے ہندہ سے نکاح کر لیا ہے اسنے اوسی
صدمہ دریا جس سے وہ مرگیا۔ ہشام کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہندہ حبشیوں پر جان دیتی تھی اور جو بچہ سیاہ رنگ کا جنتی اوسکو قتل کر ڈالتی
ایک دفعہ اسحق بن طلحہ بن عبیداللہ معاویہ کے پاس بیٹھا تھا باتیں ہو رہی تھیں کہ یزید نے ازراہ طنز اسحق سے یہ کہا بہتر یہ ہے کہ بنو حرب سب کے
سب داخل جنت ہوں یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ اسحق کی ماں متہم تھی بعض بنی الحرب سے اوسپر اسحق نے یہ جواب دیا کہ اگر تمہارے حق میں یہ
مفید ہے کہ حضرت عباس کی اولاد داخل ہو جنت میں۔ یزید تو نہ سمجھا مگر معاویہ سمجھ گیا۔ اسحق کے جانے پر معویہ نے کہا بے سمجھے بوجھے کیوں
کلام کرتے ہو۔ یزید نے کہا میں نے تو اسحق پر چوٹ کیا تھا معویہ نے کہا اسحق نے بھی تو ویسا ہی جواب دیا کیونکہ بہت سے قریش کا زمانہ
جاہلیت میں یہ گمان تھا کہ ہم (معویہ) عباس کے نطفہ سے پیدا ہوے جس سے یزید شرمندہ ہوا کہا شعبی نے کہ خود رسول اللہ نے بھی
روز فتح مکہ ہندہ سے بیعت لینے میں حالانکہ اوس کا خون حلال کر چکے تھے اسی طرف اشارہ کیا کہ اب زنا نہ کرنا جسپر ہندہ نے کہا کیا
شریف عورتیں بھی زنا کرتی ہیں حضرت تبسم فرما کر چپ رہے اور ربیع الابرار میں ہے کہ معویہ چار آدمیوں کی طرف منسوب تھا ابی عمرو بن مسافر
ابی عمارہ۔ عباس بن عبدالمطلب۔ صباح یہ حبشی غلام مغنی تھا عمارہ کا۔ ابوسفیان چونکہ بدشکل اور پست قد تھا اس لیے اوسکی زوجہ
ہندہ غلام حبشی کیطرف زیادہ مائل تھی جو جوان رعنا تھا عتبہ بن ابی سفیان برادر معویہ بھی اسیکے نطفہ سے تھا اسیوجہ سے
وقت ولادت ہندہ جیاد کی طرف چلی گئی تھی جسپر حسان نے چند شعر کہے تھے۔ دوسرا دعوی یہ ہے کہ معویہ کا خاندان زیادہ نزدیک
تھا رسول اللہ سے یعنی بہ نسبت خلیفہ اول و دوم کے کیونکہ خلیفہ اول کا نسب نویں پشت میں ملتا ہے پس اگر افتراق خاندانی دلیل اسلام و ایمان ہو
تو پہلا ایکو لازم ہے کہ معویہ کو شیخین سے افضل سمجھے کیونکہ معویہ بہ نسبت اون کے اقرب تھے دوسرے یہ بھی لازم ہے کہ ابولہب مومن اور افضل سمجھے معویہ
و شیخین سے بھی کیونکہ وہ حقیقی چچا تھا رسول اللہ کا تبت یدا ابی لہب اوسکو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ قرآن شریف میں اوسکا نام مذکور ہے جس سے
ایکے خلفاء و معویہ یقینا محروم رہے۔ تیسرا دعوی یہ ہے کہ وہ کاتب رسول اللہ تھا جو خیالی ہے کیونکہ کسی تاریخی حال سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے
محدثین علمانے بخوشامد معویہ ایسی حدیثیں بنالیں جنہیں خود آپکے دیگر علمانے باطل کر دیا کہ فضیلت معویہ میں کوئی حدیث نہیں و لو فرضا اگر کاتب
مان لیا جاوے تو اس سے کیا فضیلت نکلتی ہے کیونکہ حضرت عثمان کا بھائی عبداللہ بن ابی سرح تو کاتب وحی تھا جو پھر مرتد ہو گیا جسپر آیت نازل
ہوئی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی پس جب کاتب وحی مرتد ہو اور مورد عتاب باری ہوا تو معویہ جو بقول
ایکے کاتب خطوط تھا کیونکر مہبط عذاب ہو سکتا ہے جسکی آپلوگ اسطرح حمایت کرتے ہیں۔ یہاں پر کیا خوب لکھا ہے علامہ مسعودی نے
مجکو تعجب ہے ان جاہلوں گنواروں کی جو کتابت معویہ سے فضیلت اوسکی ثابت کرتے ہیں لکھتے ہیں غور کرو انکی جہالت و حماقت میں کہ
رسول اللہ نے بائیس تیئیس برس تک لوگوں کو ہدایت کی اس زمانہ میں برابر حضرت پر وحی آتی تھی جسکو صحابہ لفظ بلفظ لکھتے اور معویہ کے
اوس زمانہ میں جو معویہ کا حال معلوم ہے (کہ کافر تھا اور رسول اللہ سے لڑتا رہا) پھر قبل وفات رسول اللہ جو معویہ نے دو چار سینہ
کتابت کی اب کتابت کو ان جاہلوں نے اتنا فروغ دیا کہ کاتب وحی بنا دیا اور اوسکی روز بروز ایسی عزت افزائی کرنے
لگے کہ ان جاہلوں کے نزدیک سوائے معویہ کے کوئی کاتب نہ تھا اسیکے ساتھ صدہا باتیں بنالیں

اور معٰویہ کی طرف منسوب کیں اسکا اصلی باعث وہی ہو کہ جس طریقہ رویہ میں یہ لوگ پیدا ہوئے
اسی کی عادت پڑگئی اور اُسیکو اچھا سمجھنے لگے دیکھو مروج الذہب صفحہ ۱۱ حاشیہ کامل جلد ۵ مطبوعہ مصر

قال اور بخاری شریف کی جلد ثانی صفحہ ۱۹ میں سطور ہو حدثنا الحسن ابن بشر حدثنا
المعافی عن عثمان بن مسعود عن ابی ملیکہ قال اوتر معویہ بعد العشاء برکعۃ
وعندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعہ فانہ قد صحب الرسول -
ترجمہ کہا ملیکہ نے کہ وتر پڑھتے تھے حضرت معٰویہ بعد عشا کے ایک رکعت پس تھا غلام ابن عباس
کا نزدیک انکے پس آیا پاس ابن عباس کے اور بیان کیا فرمایا ابن عباس نے کہ چھوڑ انکو کیونکہ
بیشک صحبت کیا انسے نبی صلعم کی وایضاً فی البخاری حدثنا ابن مریم جلا فنا نافع بن عمر
حدثنا ابن ابی ملیکہ قیل لابن عباس ھل لک فی امیر المومنین معویہ فانہ
ما اوتر الا بواحدۃ قال انہ فقیہ ترجمہ کہا ابن ابی ملیکہ نے کہا گیا ابن عباس کو کیا ہو
واسطے تیرے امیر المومنین معٰویہ ہیں پس تحقیق وہ پڑھتا ہو وتر ایک رکعت فرمایا ابن عباس
نے بیشک وہ فقیہ ہو -

اقول تعجب کہ آپ ان دونوں قولوں سے سند لاتے ہیں جو نہ آیہ قرآن ہو نہ حدیث رسول
بلکہ ابن عباس کا قول ہو جو بمنزلہ ایک قول عالم کے ہو بشرط صحت اسکے مقابل میں آیات و حدیث
کے لانا کمال درجہ کی عقلمندی ہو اور پہلے یہ بھی بیان ہوچکا ہو کہ امام نسائی نے فرمایا معویہ کے
باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں وارد ہوئی ہو اور علامہ ابن راہویہ جو بڑے درجہ کے عالم مفسر محدث
ہیں اسکا دعوی کیا ہو کہ معٰویہ کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہو اور اسی صحیح بخاری سے سند لاتے ہیں کہ اسی
وجہ سے بخاری نے باب ذکر معویہ لکھا نہ ذکر مناقب معٰویہ یا فضائل معٰویہ جس سے اچھی طرح
معلوم ہوگیا کہ ان دونوں حدیثوں سے کوئی فضیلت معٰویہ کی نہیں نکلتی ورنہ علامہ موصوف ایسا دعوی
نہ کرتے - اب آپ خود اپنی مقبولہ دونوں حدیثوں کو دیکھئے کہ ایک میں یہ ہو کہ چھوڑ دے معٰویہ کو
کہ صحابی ہو اور دوسری میں یہ ہو کہ وہ فقیہ ہو - صحابیت کو تو ہم ثابت کر چکے صحابیت سے

کوئی فضیلت نہیں نکلتی کیونکہ صحابہ میں ہزاروں منافق اور مرتد بلکہ کفار شریک ہیں باقی رہی فقاہت جسکے معنی لغو سمجھ کے ہیں اور اصطلاح میں اُسکو فقیہ کہتے ہیں جو احکام شرعیہ سے خبردار ہو۔
پس اگر یہی ذریعۂ اثبات فضیلت ہو تو لازم آتا ہو آپ اسکا اقرار کریں کہ خلیفہ ثانی سے بھی معٰویہ بلکہ ہر شخص افضل تھا کیونکہ حضرت عمر نے مکرر فرمایا کل الناس افقہ من عمر حتیٰ المخدرات فی الحجال۔ دیکھئے یہاں خلیفۂ دوم نے لفظ افقہ کا استعمال کیا ہو جو صیغۂ افعل التفضیل ہو کہ ہر شخص عمر سے بہت زیادہ فقیہ ہو یہانتک کہ پردہ نشین عورتیں۔ تو کیا آپ اسکا اعتقاد رکھ سکتے ہیں کہ معٰویہ اور اُس زمانہ کے سب اشخاص بلکہ پردہ نشین عورتیں بھی خلیفۂ دوم سے افضل تھیں کیونکہ خلیفہ صاحب نے افقہ فرمایا ہو۔
حضرات یہاں مجھے وہ قول یاد آیا جو علامہ سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفا میں لکھا ہو ص ۱۳۵
عن عبد اللہ ابن احمد بن حنبل قال سئلت ابی عن علی و معٰویۃ فقال ان علیا کان کثیر الاعداء ففتش لہ اعداؤہ عیبا فلم یجد وا فجاؤا الی رجل قد حاربہ و قاتلہ فاطروہ کیادا منہم لہ یعنی عبد اللہ نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے دربارہ حضرت علی و معٰویہ کے سوال کیا تو احمد بن حنبل نے کہا کہ حضرت علی کے بہت لوگ دشمن تھے پھر ہر دشمن نے اچھی طرح انکی عیب جوئی کی جب کوئی عیب انکو نہ ملا تو وہ لوگ اُس مرد کیطرف آئے جسنے علی سے جنگ کی اور مقابلہ کیا پس ازراہ کیا دی و مکاری اُسکو بڑھانا شروع کیا۔ کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے علما کس طرح جان توڑ کر معٰویہ کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں جب نہ کوئی آیہ ملا نہ حدیث و صحابہ اور علما کی زبانی اُسکی تعریف کرنی چاہی کہ کسی طرح تو کوئی کوڑا اُسکو مل جاے حالانکہ این خیال است و محال است و جنوں۔ آپ کیا جانیں بخاری صاحب نے اس قسم کی روایت کسلئے بنائی۔ اصلی منشا انکا وہی عداوت جناب امیر علیہ السلام ہو جو بخاری کے خمیر میں داخل ہو۔ کیونکہ جناب امیر نے بحق معٰویہ فرمایا تھا کہ لڑو اور جہاد کرو اُن لوگوں سے (معٰویہ وغیرہ) کہ نہ وہ قاری قرآن ہیں نہ فقیہ ہیں نہ علمائے تاویل ہیں جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا کہ تاریخ کامل میں ہو فقاتلوا

الخاطئین الضالین القاسطین الذین لیسوا بقراء القران ولا فقہاء فی الدین ولا علماء فی التاویل صفحہ ۱۳۰ جلد ۳۔ اسی قول جناب امیرؑ کی مخالفت میں بخاری صاحب نے معویہ کو فقیہ کا خطاب دلوایا۔ اب یہاں پر میں دو ایک روایتیں فقہ دانی کی معویہ صاحب کے لکھتا ہوں جس سے آپ سمجھ جائینگے کہ کیسے فقیہ تھے ازالۃ الخفا میں ہے مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان معویۃ بن ابی سفیان باع سقایۃ من ذھب او ورق باکثر من وزنہا فقال لہ ابو الدرداء سمعت رسول اللہ ینھی عن مثل ھذا الا مثلہ بمثل فقال معویہ ما اری بمثل ھذا باسا فقال ابو الدرداء من یعذرنی عن معویہ ان اخبرہ عن رسول اللہ ویخبرنی عن رایہ لا اساکنک بارض انت بہا ثم قدم ابو الدرداء علی عمر ابن الخطاب فذکر لہ ذلک فکتب عمر بن الخطاب الی معویۃ ابن ابی سفیان ان لا تبیع مثل ذلک الا مثلہ بمثل وزنا بوزن انتھے۔

یعنی معویہ نے ایک دفعہ ظرف طلا یا نقرہ کو زیادہ از وزن کے ساتھ بیع کیا ابو درداء نے کہا ہم نے سنا ہے رسول خدا سے کہ اس طرح کی بیع کو منع فرماتے تھے کہ اسکی بیع ہم وزن پر ہونا چاہیے معویہ نے کہا ہماری رائے میں ایسے معاملہ میں کچھ حرج نہیں ہے ابو درداء نے کہا کون شخص ہمکو معذور رکھے گا معویہ سے کہ ہم تو حکم رسول خدا بیان کرتے ہیں اور معویہ اپنی رائے بیان کرتا ہے کبھی ہم معویہ کے ساتھ نہ رہینگے بعد اسکے ابو درداء عمر کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا عمر نے معویہ کو لکھ بھیجا کہ ایسا نہ کیا کر بیع مثل بمثل وزن کیا کر انتہے۔ اور سنن بیہقی میں مذکور ہے۔

قال کان ابن عباس بعرفۃ فقال یا سعید مالی لا اسمع الناس یلبون فقلت یخافون معویہ فخرج ابن عباس من فسطاطہ فقال لبیک اللھم لبیک وان رغم انف اللھم العنھم

یعنی ابن عباس نے بروز عرفہ کہا اے سعید یہ حاجی لوگ لبیک کیوں نہیں کہتے سعید نے کہا معویہ کے خوف سے پس ابن عباس اپنے خیمے سے باہر نکلے اور کہا لبیک اللھم لبیک اگرچہ کی ناک رگڑی جائے خداوندا

فقد ترکوا السنة من بغض علیؑ۔

پر لعنت کر کہ انہوں نے بوجہ عداوت علی سنت رسول اللہ کو چھوڑ دیا۔

اور **کنز العمال** میں ہے۔

عن ابن عباس قال لعن اللہ فلانا انہ کان ینھی عن التلبیة فی الیوم یعنی یوم عرفہ لان علیاً کان یلبی فیہ انتھیٰ۔

کہا ابن عباس نے خدا لعنت کرے فلاں پر کہ وہ آج روز عرفہ کے **لبیک** کہنے کو اس وجہ سے کہ حضرت علی لبیک کہتے تھے منع کرتا ہے۔

اور مستطرف میں ہے صفحہ ۴۵

(وحکی) ان ھرقل ملک الروم کتب الی معویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یسالہ عن الشئ وعن لاشئ و عن دین لا یقبل اللہ غیرہ وعن مفتاح الصلوٰة وعن غرس الجنة وعن صلوٰة کل شئ وعن اربعة فیھم الروح ولم یرکضوا فی اصلاب الرجال وارحام النساء وعن رجل لا اب لہ وعن رجل لا ام لہ وعن قبر جری بصاحبہ وعن قوس قزح ما ھو وعن بقعة طلعت علیھا الشمس مرة واحدة ولم تطلع علیھا قبلھا ولا بعدھا وعن ظاعن ظعن مرة واحدة ولم یظعن قبلھا ولا بعدھا وعن شجرة

ہرقل قیصر روم نے چند سوال لکھ بھیجا معویہ کو کہ اسکا جواب دے۔ معویہ نے اُسکا جواب لکھنا چاہا تو لوگوں نے سمجھایا تیری یہ لیاقت نہیں ہے کہ تو اسکا جواب لکھ سکے کیونکہ اگر غلطی کریگا تو ہمیشہ کیلئے تو اُسکی نظر سے گر جائیگا (یعنی وہ جاہل سمجھا کریگا) لکھ بھیج ابن عباس کو کہ وہ اُسکا جواب دینگے۔ چنانچہ ابن عباس کے پاس وہ مسائل بھیجے۔ حضرت ابن عباس نے اُسکا جواب لکھ دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایسا تو وہ جاہل تھا پھر کیونکر حضرت ابن عباس نے اُسکو فقیہ کہا ہے گا اور آئندہ مذکور ہوگا کہ معویہ نے جناب امیرؑ سے دربارہ میراث خنثیٰ سوال کیا اور حضرت نے

نبتت من غیر ماء وعن شئ تنفس
ولا روح له وعن الیوم وامس وغد
وبعد غد وعن البرق والرعد وصوتہ
وعن المحو الذی فی القمر فقیل لمعویۃ
لست هناك ومتی اخطات فی شئ
من ذالك سقطت من عینیہ فاکتب
الی ابن عباس یخبرك عن هذہ المسائل
فکتب الیہ الخ۔

جس پر حرمت رباد غیرہ مشتبہ ہو

اُسکی تعلیم فرمائی۔ یہ جہالت معٰویہ ایس درجہ پر
مسلم ہے کہ فرنگی محل کے ایک بڑے عالم مولوی
نظام الدین صاحب جو مولوی عبد العلی بحر العلوم
کے باپ ہیں صبح صادق میں لکھتے ہیں
ومعاویة ونحوہ لم یکن لمجتهد اوکیف
یکون من اشتبہ علیہ حرمۃ الربا
وغیرها مجتهد۔ یعنی معاویہ وغیرہ مجتهد
نہ تھا اور وہ شخص کیونکر مجتهد ہوسکتا ہے

اور علامہ محمد بن اسمٰعیل روضہ ندیہ میں فرماتے ہیں ترجمہ

ومادعوی الاجتهاد لمعویۃ فی قتالہ
الاکدعوی ابن حزم ان ابن ملجم
اشقی الاولین والاخرین مجتهد
فی قتلہ لعلی علیہ السلام کما
حکاہ عنہ الحافظ ابن حجر فی تلخیصہ
واذا کان من ارتکب هواہ ونفق
باطلا یروج بہ ما یراہ مجتهد الم یبق
فی الدنیا مبطل اذ لا یاتی احد منکر
الا وقد اعد لہ عذرا وهولاء عبدۃ
الاوثان قالوا ما نعبدهم الا
لیقربونا الی اللہ زلفی

اور نہیں ہے دعوے اجتہاد کا معٰویہ کے
لئے اُسکے لڑنے میں (علی مرتضےٰ سے) مگر
مثل دعوے ابن حزم کے کہ ابن ملجم شقی ترین اولین
وآخرین۔ علی علیہ السّلام کے قتل میں مجتهد تھا
جیسا کہ اس قول کو ابن حزم سے حافظ ابن حجر
نے اپنی تلخیص میں نقل کیا ہے۔ اور جبکہ جو شخص
اپنی خواہش کا مرتکب ہو اور باطل کو پھیلا کر
اپنی رائے کو ترجیح دے مجتهد ہوجائے تو دنیا میں
کوئی مبطل ہی نہ رہیگا اس لئے کہ کوئی شخص
کوئی فعل ناجائز بغیر اسکے نہیں کرتا کہ اُسکے
لئے کوئی عذر مہیا کر لیتا ہو۔ اور بت پرست

معاویہ
تھا
(۱)
(۲)
امیر علی

اسکی مدد کرتے اور جب حاکم ہوا زیاد اوسنے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو مغیرہ نے اختیار کیا تھا پھر اوسی کتاب مین ہے کہ سلطنت معٰویہ کے وقت جب اس اطراف کے کل مسلمانون نے بیعت کر لی تب اوسنے اپنے عاملونکو لکھا کہ جو کوئی فضائل مرتضوی اور اہلبیت اطہار کا بیان کرے تم اوسسے تبرا اور لعنت کرو اوس خطیبون نے ہر ہر منبر و نیز حضرت علی اور اہل بیت پر لعنت پڑھنا شروع کیا سنہ ۱۰۱ ہجری مین شاہ عمر بن عبد العزیز نے تبرا علی و حسنین کو دور کرکے خطبہ کے اندر اوس مقام مین یہ آیہ شریفہ بطور وعظ کے ثابت اور مسطور کر دیا جو ابتک خطبون مین مرقوم ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ اور آیہ وان طائفتانِ من المؤمنین مین جو آپنے تقریر کی وہ بھی لغو ہے کیونکہ یہ آیہ اوس وقت خزرج و قبیلہ انصار کے باخود ہا جنگ مین نازل ہوا پھر بقول آپکے اس واقعہ سے اوسکو کیا واسطہ پہلے ایمان معٰویہ ثابت کیجیے تب اسکی فکر فرمائیگا حالانکہ دلائل مذکورہ بالا سے آپکو بخوبی معلوم ہوا کہ معٰویہ کبھی مومن نہ تھا اور اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ کا قول جسے آپنے معٰویہ کی شان مین لکھا ہے محض موضوع ہے جیساکہ کلام شیخ عبد الحق دہلوی سے مذکور ہوا کہ در فضیلت معٰویہ ہیچ حدیثے صحیح نیامدہ پس ایسی لغویات اور موضوعات سے آپ کیونکر دلیل لاسکتے ہین آپکی کتابون مین آنحضرت صلعم نے ابوجہل کی شان مین بھی تو ہدایت پانے کی دعا فرمائی تھی اوس سے ابوجہل کو کیا بزرگی ملی اور کیسے ہدایت پانے کی آپ دعا نہ کرتے تھے۔

واہ صاحب آپ تو یہ جملہ لکھتے ہین اللھم اجعلہ ھادیا اور حضرت رسول اللہ یہ فرماتے تھے جیساکہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مین ہے عن رسول اللہ قال یطلع من ھذا الفج رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی فطلع معاویۃ ومن الحدیث المشھور المرفوع انہ قال معاویۃ فی تابوت

بھی تو کہتے ہیں کہ وہ بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ انھیں اللہ سے قربت پیدا کر دیں گے

اور مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں صفحہ ۱۰۲

پس ہر کہ اجتہاد ایشاں را نفی کند درست است زیرا کہ در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایشاں را آں مرتبہ حاصل نبود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد معویہ

حکم نفرمودہ اند تا اجتہاد ایشاں معتبر و متفق بہ تواند شد

پس اب فرمائے دعوے فقاہت و اجتہاد معویہ مخالفت رسول اللہ نہیں ہے تو کیا ہے؟

قولہ اور طبری میں مذکور ہے۔ عن ابن عباس قال جاء جبرئیل عم الی النبی صلعم

فقال یا محمد صلعم استوص بمعویۃ فانہ امین علی کتاب اللہ ونعم الامین ہ

ترجمہ روایت ہے ابن عباس سے کہا انھوں نے آیا جبرئیل عم نزدیک رسول اللہ صلعم کے

پس جبرئیل صلعم نے فرمایا ای محمد صلعم متوجہ ہو طرف معویہ رض کے کہ وہ امانت دار ہے اوپر کتاب اللہ کے

اور کیا اچھا امانت دار ہے۔

سبحان اللہ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ باوجود قائل ہونے اور اقرار کرنے حضرت ابن عباس رض کے کہ

یکے از صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار سید خیر الابرار صلعم سے ہیں کہ حضرت معویہ رض صحابی ہیں فقیہ ہیں

اور بشارت و شہادت دینی جبرئیل امین کی حضرت معویہ رض امین علی کتاب اللہ اور نعم الامین ہے۔

کسی مسلمان کا منکر صحابیت حضرت معاویہ رض ہونا اور انکو برا کہنا بہت ہی برا ہے بلکہ عدول قول

رسول صلعم سے ہے اکرموا اصحابی یعنی تعظیم کرو تم اصحاب کی میرے کیونکہ وے سب بہتر

لوگوں سے ہیں کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴ میں نعوذ باللہ بیت خلافہ یمبر کسے رہ

گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ بہتان ارتداد وغیرہ کرنا۔

اقول روایت طبری۔ یہاں تک تو آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایک بات بھی آپ کی سچی نہ نکلی غلط

افترا تہمت کے سوا اور کچھ نہیں ٹھہرا۔ کیونکہ جتنے اقوال آپ نے لکھے اور انکو حدیث ورو ایت

سمجھا۔ ان میں ایک بھی حدیث نہیں ہے نہ آیات قرآنی بلکہ اقوال علما ہیں جو تعریف میں دوسرے

عالم کے ہو۔ مگر آپ نے اُسکو معاویہ صاحب کی تعریف سمجھا۔ اب طبری کی روایت کو ملاحظہ فرمائیے۔ کہ پہلے آپکو یہ بھی نہ معلوم ہو گا طبری کون تھا اور اسنے کس کتاب میں لکھا ہو اور وہ کیسا عالم ہو قابل سند ہو کہ نہیں۔ مگر ہم ان باتوں کو چھوڑ کر یہ دکھاتے ہیں کہ آپ کے علمانے اسطرح کی بہت سی حدیثیں بنائیں ہیں اور خود آپ کے علمانے اُسکو وضعی بھی بتایا ہو۔ دیکھیے میں یہاں دس بارہ حدیثوں کو بیان کرتا ہوں جنھیں آپ کے علمانے ایکدم وضعی کہدیا ہو۔

الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ

حدیث ان الجماعۃ من ہاشم سالوا النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم ان یعول الکتابۃ من معویۃ فنزل الوحی باختیارہ ھو موضوع۔ حدیث انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اخذ القلم من ید علی فدفعہ الی معویۃ موضوع حدیث اول من یختصم من ھذہ الامۃ علی ومعویۃ موضوع۔ حدیث ھبط جبرئیل علی رسول اللہ ومعہ قلم من ذھب ابریز فقال ان العلی الاعلی یقرئک السلام و یقول لک حبیبی قد اھدیت ھذا القلم من فوق عرشی الی معویۃ بن سفیان فاوصلہ الیہ ومرہ ان یکتب

امام شوکانی میں ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۱۳۶
ترجمہ احادیث موضوعہ در فضائل معویہ
۔ جماعت بنی ہاشم نے رسول اللہ سے خواہش کی کہ معویہ عہدہ کتابت سے موقوف کر دیا جائے مگر وحی اس کے خلاف نازل ہوئی۔ یہ حدیث موضوع ہو۔
رسول اللہ نے حضرت علی کے ہاتھ سے قلم چھین کر معویہ کے حوالہ کیا۔ موضوع ہو۔
سب سے پہلے جو اس امت سے مخاصمہ کرینگا وہ علی ومعویہ ہیں۔ موضوع ہو۔
حضرت جبرئیل خالص سونیکا قلم لائے عرش سے اور رسول اللہ سے کہا کہ یہ قلم معویہ کو دو کہ اس سے آیۃ الکرسی لکھے کہ ہمنے اُسکو عرش سے ہدیہ بھیجا ہو اُسی کیلئے اور بعوض اس کتابت کے ہمنے معویہ کیلئے مقرر کیا ہو کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھے وہ سب ثواب

آية الكرسي بخط بهذا القلم ويشكله و
يعجمه ويعرضه عليك فاني قد كتبت
له من الثواب بعدد كل من قرأ آية الكرسي
من ساعة تكتبها الى يوم القيمة الخ
هو موضوع واكثر رجاله مجاهيل وقد
رواه ابن عساكر من وجه اخر قال في
الميزان الخبر باطل ورواه النقاش
من وجه أخر وفي اسناده وضاع -

حديث كان ابن حظل يكتب قدام
النبي صلى الله عليه واله وسلم وكان
اذا انزل غفور رحيم كتب رحيم
غفور واذا انزل سميع عليم كتب
عليم سميع فقال له النبي صلى الله عليه
واله وسلم اعرض علي ما كنت املي
عليك فلما عرضه قال النبي صلى الله
عليه واله وسلم ما كذا امليت
عليك فاراد النبي صلى الله عليه و
سلم ان يستكتب معوية فكره ان
ياتي منه ما اتى من ابن حظل واستشار
جبرئيل فقال استكتبه فانه امين
هو كذب ورواه ابن عساكر من وجه

معویہ کو ملے۔ موضوع ہے۔ دوسری طرح سے
روایت کی ہے ابن عساکر نے اور نیز نقاش
نے بھی دوسری طرح سے روایت کی ہے۔
مگر سب باطل ہے۔

حدیث
ابن حظل روبرو حضرت کے وحی آسمانی
کو لکھا کرتا تھا اور اکثر آیتوں کو تبدیل کر دیا
کرتا جس پر حضرت فرماتے۔ میں نے تو اس طرح
نہیں لکھوایا تھا۔ جب چاہا کہ معویہ سے
لکھوائیں تو حضرت کو اس بات کا خدشہ
ہوا۔ لہذا جبرئیل امین سے مشورہ لیا تو
انھوں نے کہا معویہ سے لکھواؤ کہ وہ
امین ہے موضوع ہے۔

حدیث
فرمایا حضرت نے امین (امانت دار) تین
آدمی ہیں۔ میں۔ جبرئیل۔ معویہ۔ موضوع
ہے باطل ہے۔ سیوطی نے اسکی بہت سے
طریقوں کی روایت کی۔ مگر کوئی صحیح نہیں
سب باطل ہے۔ چنانچہ ایک روایت لکھی ابن
عباس سے کہ جبرئیل نے کہا یہ (معویہ) کا
امین ہے اسکی سند میں مجاہل ہیں طبرانی میں
دوسری طرح سے روایت کی کہا بزار ان میں
باطل ہے اور ابن عدی نے کہا باطل ہے۔

اخر فی اسنادہ متروک حدیث۔
الامناء عند اللہ ثلاثہ انا وجبرئیل
ومعویۃ قال النسائی وابن حبان والخطیب
انہ باطل والواضع لہ علی بن عبد اللہ
بن العنزج المروزی وروی من وجہ
اخر قال النسائی وابن حبان باطل
موضوع وقال ابن عدی باطل من
کل وجہ وقد اطال صاحب اللالی من
ذکر طرق ہذا الحدیث ولیس فیما شیٔ
بصحیح ومن جملتہا عن ابن عباس ان
جبرئیل جاء الی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم وعندہ معاویہ
یکتب بین یدیہ فقال یا محمد ان کا تبک
ہذا الامین وفی اسنادہ مجاہیل وروا
الطبرانی من وجہ اٰخر وفی اسنادہ من
لایعرف وقال فی المیزان ہذا خبر باطل
وقال ابن عدی باطل حدیث ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم استشار
ابابکر وعمر فی امر الامر فقال اللہ و
رسولہ اعلم فقال ادعوالی معویۃ فلما
وقف بین یدیہ قال احضروہ امرکم

حضرت نے ایک امر میں مشورہ لیا ابوبکر و
عمر سے وہ لوگ کچھ جواب نہ دے سکے
تب آپنے معویہ کو بلوایا اور ابوبکر و عمر سے
کہا اسکو شریک مشورہ کیا کرو اور اپنے
امور میں داخل کرو کہ قوی و امین ہے۔ موضوع
ہے بہر وجہ۔ حضرت نے معویہ کو ایک تیر
دیا اور فرمایا اس تیر کے ساتھ تو جنت
میں مجھ سے ملاقات کرنا۔ موضوع ہے
راوی اسکے ابوہریرہ ہیں۔
جعفر طیار نے تین سیب تحفہ بھیجا تھا
رسول اللہ کو تو حضرت نے اُن سیبوں کو معویہ
کو دیا اور کہا انہیں سیبوں کی بدولت تو
جنت میں ملاقات کرنا۔ موضوع ہے۔
جعفر طیار قبل اسلام معویہ شہید ہو چکے تھے
خدا لعنت کرے ان بنانے والوں پر۔
یہ روایت یوں بھی بنائی گئی کہ شہر طائف
سے یہ سیب بطور تحفہ آیا تھا۔
معویہ جب روز قیامت قبر سے اُٹھایا جائیگا
اُسپر رداء ہوگی نور ایمان سے۔ موضوع ہے
حضرت نے فرمایا بروز قیامت سب اصحاب
ملجائینگے مگر معویہ ستر یا اسّی برس کے بعد

واشهد وه امركم فانه قوى امين
روى الطبرانى عن عبدالله بن بشر
مرفوعا وفى اسناده مروان بن جبان
ولا يحتج به وقال فى اللالى
مروان روى له ابوداؤد وابن ماجه
وقال الدارقطنى لاباس به وله شاهد
عند ابن عساكر عن ابن عمر مرفوعا بنحو
حديث ان النبى صلى الله عليه واله و
سلم ناول معاويه سهما وقال خذ
هذا السهم حتى تلقانى به فى الجنة
رواه الخطيب عن ابى هريرة مرفوعا و
ابن حبان عن جابر مرفوعا وهو موضوع
فى اسناده من ليس بشئ وقد روى
عن انس وابن عمر مرفوعا حديث ان
جعفر بن ابيطالب اهدى الى النبى صلى الله
عليه واله وسلم سفرجلا فاعطى
معويه ثلاث سفرجلات وقال تلقانى
بهن فى الجنة قال ابن حبان موضوع وقال
الخطيب الحديث غير ثابت وجعفر قتل فى
موته ومعويه انما اسلم عام الفتح فلعن الله
الكذابين وقد روى بلفظان النبى صلى الله

آئیگا ایک ناقہ پر سوار جو مشک سے بنا ہوگا
اور اندرون اُسکا رحمت خدا سے بھرا ہوگا
اور چار ان پیر اُسکے زبرجد ہونگے میں پوچھونگا
کا اتنے دنوں تک کہاں رہا۔ تو جواب دیگا
عرش رب العزۃ کے ایک روضہ میں تھا
جہاں سرگوشی کرتا تھا خدا کے ساتھ اور
خدا میرے ساتھ راز کہہ رہا تھا
روایت کی ابن عدی نے اور کہا موضوع ہے
کہا خطیب نے باطل ہے سنداً متناً غالباً اسکا
بنانے والا عبداللہ بن جعفر وکیل ہے کیونکہ
سب رواۃ اسکے ثقاۃ سے ہیں۔
کہا امام حاکم نے سنا میں نے ابو العباس بن
محمد بن یعقوب بن یوسف سے کہ کہا سنا
میں نے امام اسحٰق بن ابراہیم حنظلی سے کہ نہیں
صحیح ہوئی فضیلت معویہ میں کوئی حدیث
کہتے ہیں امام شوکانی ترمذی نے باب مناقب
میں کچھ حدیثیں لکھی ہیں اُن کیطرف رجوع کرنا
چاہیے باقی ان وضعی جھوٹی روایتوں کی
حالت تو ظاہر ہے۔
اقول روایت ترمذی کی حالت آیندہ کو ہوگی
ان روایتوں سے آپکو اچھی طرح معلوم ہوگا

تعالیٰ علیه وسلم اهدی له سفرجلات
من الطائف الحدیث روی انه صلی الله
علیه وسلم دفع الی معاویة سفرجلة
الخ حدیث یبعث معاویة یوم القیامة
وعلیه رداء من نور الایمان رواہ ابن
حبان عن حذیفة مرفوعا وقال موضوع
وفی اسناده جعفر ابن محمد الانطاکی یروی
الموضوعات حدیث لا افتقد احدا
من اصحابی غیر معویة بن ابی سفین
لا اراه ثمانین عاما او سبعین عاما
ثم یقبل الیّ علی ناقة من المسک
الا: فرخشوها رحمة الله قوائمها
من الزبرجد فاقول معاویة فیقول
لبیک فاقول این کنت منذ ثمانین
سنة عاما فیقول فی روضة تحت
العرش بی یناجینی واناجیه ویقول هذا
عوض ما کنت تشتم فی الدنیا رواہ ابن عدی
عن انس مرفوعا وقال موضوع وقال
الخطیب باطل اسنادا ومتنا وتراه مما
وضعه الوکیل یعنی عبد الله بن جعفر
الوکیل فان رجال اسناده کلهم

کہ آپکے خوشامدی لالچی علما نے طمع دنیا کتنی
جھوٹی جھوٹی حدیثیں بنائیں اور رسول اللہ پر
افترا کیا جسکا نتیجہ خود انھیں اسی دنیا میں
ہی مل گیا کہ آپ ہی کے علما نے اُن روایتوں کو
وضعی اور دروغ قرار دیا۔

اب میں اسکو بھی بتا دیتا ہوں کہ اس قسم کی روایتوں
کی ایجاد کب سے ہوئی اور کیونکر؟ اسی طمع کی
بدولت۔ کیونکہ آپکے بڑے بزرگ ایک صحابی
ابو موسیٰ اشعری تھے جن کے پوتے پروتے
ابو الحسن اشعری کے مذہب پر آجکل کے
کل سنی ہیں اور اسیوجہ سے اپنے کو اشاعرہ
کہتے ہیں۔ یہی ابو موسیٰ اشعری معٰویہ کے پاس
بغرض نوکری آئے اور از راہ خوشامد کہا

السلام علیك یا امین اللہ

جسپر معٰویہ نے لوگوں سے بیان کیا کہ یہ اس
غرض سے آیا تھا کہ میں اسکو کہیں کی حکومت
دوں مگر ہرگز میں اسکو نوکر نہ رکھونگا مشٰ
جلد ۴ کامل۔

جبھی سے آپکے علما نے اس قسم کی حدیثیں بنانی
شروع کیں کہ معٰویہ کو امین اللہ کا خطاب دیا
اور ہمسر حضرت جبرئیل امین قرار دیا۔

ثقاة وقال ابن عساکر بعد حکایة کلام الخطیب وروی من وجه اٰخر ثم ساق اسناده من طریق لیس فیها الوکیل المذکور ثم قال هذا حدیث منکر و فی غیر واحد من المجاهیل وقال الحاکم سمعت اباالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف اسحٰق بن ابراهیم الحنظلی یقول لا یصح فی فضل معاویہ حدیث لیسے قلت قد ذکر الترمذی فی سننه فی الباب الذی ذکره فی المناقب من ماهو معروف فلیراجع واما منذ الاکاذ المذکورة هنا فلم ما بین۔

جناب من میں کہاں تک آپکے علما کی دنیا داری اور خوشامد کو بیان کروں کہ آپکے مذہب میں وہ لوگ بھی گذرے ہیں جنہوں نے معٰویہ کو رسول اللہ کا خطاب دیا ہے۔ دیکھیے علامہ ابن اثیر جزری اپنی کتاب تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ جب بصری لوگ دربار معٰویہ میں داخل ہوئے تو اُن میں سے پہلا شخص ابن جناط تھا اُسنے معٰویہ کو دیکھکر کہا السلام علیك یارسول الله اور لوگ بھی بصرے آئے تھے اُنھوں نے بھی یہی کہا السّلام علیك یا رسول الله صفحہ ۵ جلد ۴۔

پس جب آپ کے صحابۂ کرام جواب تک مقتدائے دین مانے جاتے ہیں ایسی ایسی خوشامد کریں کہ بطمع دنیا کوئی امین اللہ کہے کوئی رسول اللہ بنائے تو آپ کے علما کس شمار میں ہیں اُنکی خوشامد کو کون روک سکتا ہے چنانچہ یہ بھی آپ کو معلوم ہوگیا کہ ابن حجر نے بخوشامد ہمایوں بادشاہ رسالہ تطہیر الجنان فضایل معٰویہ میں لکھا جس سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ کس طمع سے اُسنے ایسا کام کیا؟ دیکھیے آپ ہی نے تحریر فرمایا ہے کہ معٰویہ ایک لاکھ درہم ہر سال اپنے لوگوں کو دیتا تھا، پھر فرمائیے کہ آپ کو کیا ملیگا کیا اب بھی معاویہ کی سلطنت باقی ہے یا اس کی حکومت کا زور ہے جو آپ کو کچھ نفع ملے گا حاشا وکلا اب کچھ نہیں مل سکتا خدا سے خوف کیجیے رسول خدا سے شرمائیے دیکھیے روز قیامت نزدیک ہے غور کیجیے خدا کو کیا جواب دیجیے گا کہ تم نے کس کا ساتھ پکڑا دشمن خدا اور رسول و علیؑ سے کیوں محبت کی رسول اللہ پر کیوں افترا کیا عوام الناس کو کیوں گمراہ

کیا سوچیے اور اچھی طرح سوچیے کیا جواب دیجیے گا کیونکہ آپکو قرآن شریف سے اچھی طرح معلوم
ہوا ہوگا قیامت کے روز شیطان بھی اپنے پیروؤں اور ساتھیوں سے علیحدہ ہو جائیگا تو معاویہ
صاحب آپکو کیونکر نجات دے لینگے جو خود جہنم کے کسی بڑے گڑھے میں جلتے بھنتے ہونگے اور
آپ لوگوں کا اس محبت و پیروی سے اور بھی اُنکا عذاب زیادہ ہوگا اگر آپ کو اپنا خوف نہیں ہے
اپنے اعمال سے مطمئن ہیں تو معاویہ صاحب کے خیال سے توبہ کیجیے آپ کی محبت اور بھی اُنکے
عذاب کے ترقی کی باعث ہوگی کیونکہ اس تحریر سے آپکو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ حضرت ابن عباس
نے کبھی معاویہ کی تعریف کی نہ فقیہ کہا نہ صحابی بنایا اور نہ حضرت جبرئیل امین نے انکو امین کہا بلکہ یہ
سب آپکے علما کی شرافت نسبی ہے جو جھوٹی جھوٹی حدیثیں بنا کر آپ کو گمراہ کر رہے ہیں اور
یہ بھی دکھا چکے کہ نہ رسول اللہ نے کبھی معویہ کو اصحاب کہا اور نہ سب اصحاب جنتی ہیں پھر آپ میری
نصیحت کس بنیاد پر کرتے ہیں آپکو خود غور کرنا اور شرمانا چاہیے۔

قال

جواب دوم یعنی حضرت معویہ رض بوجہ من الوجوہ ثبوت ارتداد نہیں ہو سکتا باوجود موجود ہونے
دلائل کے غیرہ عدم ارتداد کے کمافی الترمذی ص۲۲۱ **ترجمہ** کہا ادریس خولانی نے

حدثنا محمد بن یحیی حدثنا عبداللہ بن
النضل حدثنا عمرو واقد عن یونس
بن حلبس عن ابی ادریس الخولانی قال
لما عزل عمر بن الخطاب عمیر بن سعد عن حمص
وولی معویۃ رض فقال الناس عزل عمیرا
وولی معویۃ فقال عمیر لا تذکروا
معویۃ رض الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ

جس وقت معزول کیا عمر ابن الخطابؓ نے
عمیر بن سعد کو حمص سے اور متولی کیا معویہ
کو پس کہا لوگوں نے کیا معزول کیا عمیر کو
اور متولی کیا معویہ کو پس کہا عمیر نے مت
ذکر کرو معویہ کو مگر ساتھ نیکی کے بیشک سنا
میں نے رسول خدا کو فرماتے تھے یا اللہ
ہدایت کر بذریعہ انکے۔

صلعم بقول اللّٰھم اھد بہ

سبحان اللہ یہ حدیث قابل تعمق ہے کہ باوجود کدورت نیابت ـ بلیت کسے کو بہ بیند بجاے خودش + بکاربر زبان آورد جز بدش ـ کسطرح باظہار مرتبت و منزلت حضرت معٰویہ رض اللّٰھم اھد بہ حدیث رسول اللہ کو بیان کیا کہ خداوندا بذریعہ انکے لوگوں کو ہدایت کریں کسطرح یہ توہم ہو سکتا ہے کہ نفس نفیس میں حضرت معٰویہ رض کی ہدایت نہ تھی ـ اگر کہا جاوے کہ اھد بہ صیغہ امر دعائیہ ہے اس سے ثبوت ہدایت نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ ایسی دعا ابوجہل کے حق میں بھی آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی مگر وہ مسلمان نہیں ہوا ـ تو انصاف شرط ہے فرمایئے اللھم اہد بہ سے کیا معنی جھلکتا ہے ـ یعنی پیمبر خدا صلعم فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہدایت کر بذریعہ معاویہ رض کے لوگوں کو پس لفظ بہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ ہدایت ذات میں معٰویہ کے پہلے ہی سے موجود تھی کیونکہ بہ اتفاق تمام تر اہل اسلام فرمان رسول مقبول صلعم کا لغو نہیں اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۱۹۴ میں ثابت ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لکل نبی دعوۃ مستجابۃ ترجمہ اور واسطے ہر نبی کے دعا مستجاب ہے

اقول (۱) معٰویہ کا ایمان کب ثابت ہوا جو آپ کو اسکی فکر پڑی کہ کسیطرح معٰویہ کہا متہم ہونے سے بچائیں کیونکہ آپ کی حدیثیں ـ روایتیں ـ اقوال صحابہ ـ اقوال تابعین ـ اقوال علما ـ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ معٰویہ ہمیشہ کا منافق تھا اور مولفۃ القلوب سے تاریخ الخلفا میں ہے

معٰویہ اسلام لایا بعد فتح مکہ کے ـ اور جنگ حنین کے وقت مولفۃ القلوب سے تھا ـ اور	اسلم ھو و ابوہ یوم فتح مکہ و شھد حنینا و کان من المولفۃ قلوبھم ص ۱۳۱

سب کو معلوم ہے کہ فتح مکہ ۸ ہجری میں ہوئی اور جنگ حنین اسکے بھی بعد سنہ میں اسی وجہ سے یہ لوگ طلقا کہلاتے ہیں نہ مہاجر نہ انصار ـ

مسلمانو! تم جانتے ہو معٰویہ یا اسکا باپ ابوسفیان کیونکر اسلام لایا ـ یہ دونوں رسول اللہ صلعم

سے برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے ۸ھ میں مکہ پر چڑھائی کی اس میں
ابو سفیان گرفتار ہو گیا کہ حضرت عباس عم رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا اب تو مسلمان ہو جا نہیں
تو قتل ہوگا۔ تب اسنے کلمہ پڑھا اور اسکے ساتھ معٰویہ وغیرہ نے بھی کلمہ پڑھا۔ تو کیا کوئی مسلمان
ایسے شخص کو سچا مسلمان کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔
دیکھیے یہی ابو سفیان مسلمان ہونے پر بھی جنگ حنین میں جب لشکر اسلام نے ہزیمت کھائی
اور خلفائے ثلثہ وغیرہ بھاگے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف حضرت امیر المومنینؑ اور
دو آدمی بنی ہاشم سے اور ابن مسعود کہ سب ملا کر چار آدمی تھے (مواہب لدنیہ) رہ گئے
تو یہی ابو سفیان کہتا تھا الآن بطل سحر محمد یعنی اسوقت محمدؐ کا جادو باطل ہو گیا۔
جنگ روم میں جب نصاریٰ مسلمانوں پر حملہ کرتے تو خوش ہوتا اور بغلیں بجاتا۔ حالانکہ
بظاہر مسلمان ہو چکا تھا۔ اور یزید و معٰویہ اسکے دونوں بیٹے اس لشکر کے افسر تھے۔
جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں یہ اسلام کیسا تھا؟
ہاں صاحب آپ نے ترمذی کی روایت لکھی ہے بیشک ترمذی میں ہے۔ اور ایسی روایت سے
آپکے علما نے بہت کچھ معٰویہ کے بارے میں بندش کی ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں آپ کی ترمذی
کیسی کتاب ہے یہ دوسرے طبقہ کی کتاب ہے۔ تمامی علما نے اسکا درجہ صحیح بخاری صحیح مسلم موطا
ابن مالک کے بعد رکھا ہے اور کوئی اسکا قائل نہیں کہ ترمذی کی سب روایتیں صحیح ہیں۔
کیونکہ جب صحیح بخاری اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ۲۱۰ دو سو دس سے زیادہ جھوٹی حدیثیں
بھری ہیں تو جامع ترمذی کس شمار میں ہے۔ یہی سبب ہے کہ جو لوگ ترمذی کو صحیح کہتے ہیں
انپر اعتراض کیا گیا ہے اور غلطی کا الزام انپر قایم ہوا ہے دیکھو المصنوع کا حاشیہ صہ ۲۲
مطبوعہ مطبع فاروق دہلی۔
یہی وجہ ہے کہ ان حدیثوں کے دیکھنے پر بھی امام نسائی امام ابن راہویہ امام اسحق شیخ
عبد الحق دہلوی فرماتے ہیں کہ فضیلت معٰویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

من النار فی درک من جہنم ینادی یا حنان یا منان فیقال لہ الان وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ہکذا ذکرہ الطبری ـ

ترجمہ فرمایا جناب رسول صلعم نے کہ معاویہ کی موت غیر شریعت پر ہوگی یعنی مسلمان فوت نہوگا اور یہ حدیث مشہور اور مرفوع ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ معاویہ ایک صندوق آتشی میں طبقہ جہنم میں ہوگا اور چلائیگا یا حنان یا منان پس ملائکہ جواب دینگے کہ اب خدا کو پکارتا ہے تو نے خدا کی نافرمانی کی اور تو مفسدین میں سے تھا اور اسی سزا کے لایق ہی اسیطرح ذکر کیا ہے طبری نے ـ اب ان احادیث کو غور فرما کر دیکھئے معٰویہ صاحب کا کیا درجہ رہتا ہے ـ اور اب حضرات کی تفریح طبع کیلئے نسب نامہ معٰویہ کا بھی گذارش کرتا ہوں جو منظوم ہے

بگفتش مرحبا پیر کہن سال ❊ کہ بس عالی نژادی ای خوشا حال

چہ پاک است و پاکیزہ تبارت ❊ ازین اجداد شرمت باد وعارت

معاذ اللہ عجب قومے پلیدی ❊ کہ ہر یک بود شدادی شدیدی

ہُمُ الْاَرْجَاسُ وُلْدُ الْاَدْعِیَاءِ ❊ بَنُو الزَّرْقَاءِ اَوْلَادُ الزِّنَاءِ

ہمہ کارشان بگریز بگریز ❊ وگر شد صلح غدارند و خونریز

سیہ رویانی از قیر خطا ہا ❊ حنا مالان زخون آل طاہا

امیر شان بکف تیغ و سنان داشت ❊ فقیر شان سنانے از زبان داشت

سپہر دین بخاک افتاد زایشان ❊ بنائے شرع شد برباد زایشان

ہمانا از وفا بوئے ندارند ❊ بجز جور و جفا خوئے ندارند

نبود آسایشے در دور ایشان ❊ تبہ شد خلق آہ از جور ایشان

آپ کا امام یہ ترمذی اتنا بڑا خارجی تھا کہ اپنی کتاب میں یہ حدیث لکھی معاذ اللہ جناب امیرؑ
نے شراب پی تھی۔ پھر ایسے خارجی کی روایت کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ
الاسلام ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں۔ یعنی ترمذی نے بہت سی حدیثیں

والترمذی قد ذکر احادیث متعددۃ
فی فضائل وفیہا ما ہو ضعیف بل
موضوع۔
وقد ذکرت فی کتابی المسمی بالعلم
المشہور احادیث کثیرۃ اوردھا
ابو عیسیٰ فی کتابہ ہذا عن قوم
کذابین وصححہا وہی موضوعۃ
ولا یصح ان تکون مرفوعۃ فلیرجع
الناظر الیہ فیما انتقدتہ علیہ۔

فضائل میں لکھی ہیں جن میں ضعیف بھی ہیں
بلکہ موضوع ہیں۔ اور امام ابن دحیہ اپنی
کتاب شرح اسماء النبی میں لکھتے ہیں۔
یعنی میں نے اپنی کتاب مسمے بعلم مشہور میں
بہت سی ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جنھیں ابو عیسے
(ترمذی) نے اپنی اسی کتاب (جامع ترمذی)
میں قوم کذابین سے وارد کرکے انھیں حسن
کہا ہے حالانکہ وہ موضوع ہیں اور مرفوع نہیں
ہیں پس ناظر کو چاہیے کہ اس کتاب کی طرف
رجوع کرے ان احادیث میں جنھیں میں نے تنقید کی ہے جس سے آپکو یقیناً معلوم ہوا ہوگا
کہ یہ حدیثیں فضائل معویہ کی یقینی وضعی ہیں جیسے امام نسائی وابن راہویہ واسحق و شیخ عبد الحق
صاحب کی گواہیاں مذکور ہوئیں۔

بہر حال ترمذی میں مضمون اللھم اھد بہ کا دو روایت میں مذکور ہے جس میں سے دوسری
حدیث کو تو آپ نے نقل کی اور پہلی حدیث کو نہ لکھا۔ حالانکہ وہ حدیث آپکے لئے زیادہ مفید تھی

قال لمعویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا
واھد بہ ھذا حدیث حسن غریب

پہلی حدیث یہ ہے ترجمہ فرمایا رسول اللہ نے
معویہ کو۔ خدایا اسے ہادی مہدی بنا اور اسکے
ذریعہ سے ہدایت کر یہ حدیث حسن غریب ہے۔ دوسری یہی حدیث ہے جو آپ نے نقل فرمائی۔
اگر آپ کو اپنے محدثین کا طریقہ معلوم ہوتا تو اسکے نقل کی بھی جرات نہ کرتے کیونکہ محدثین کا

قاعدہ ہی جو حدیث زیادہ معتمد ہوتی ہی اسکو مقدم کرتے ہیں اور جو اُس سے کمزور ہوتی ہے
اُسکو بعد لکھتے ہیں۔ تو جب بقول ترمذی یہ پہلی حدیث خود صحیح نہیں۔ کیونکہ حسن غریب کہا
جس سے اُسکا غیر صحیح ہونا معلوم ہوا اور غریب ہونا جو خاص قسم کا عیب ہی تو دوسری
حدیث آپ والی اُس سے بھی زیادہ کمزور ٹھہری جو تائیدی حدیث ہی۔ لہٰذا وہ دعوے علمای
ماسبق کا کہ کوئی حدیث فضیلت معٰویہ میں صحیح نہیں خود صحیح و درست رہا۔ اور یہ دونو حدیثیں بھی
اُنھیں موضوعات میں شامل ہوئیں جنکو میں نے سابقاً نقل کیا ہی۔ کیونکہ ابھی آپ نے
شیخ الاسلام و امام ابن تیمیہ کی تحقیق سنی کہ بالخصوص ترمذی کے باب المناقب میں بہت
سی وضعی حدیثیں بھری ہیں۔

اب ایک دوسری طرح بھی اُسکی جانچ کیجئے تو معلوم ہو جاے کہ یہ حدیث یقینی وضعی ہی
کیونکہ یہ قصہ معزولی عمیر کا حمص سے اور کتابوں میں بھی مذکور ہی مگر اس جملہ کا جو دربارۂ معٰویہ
ہی اُس میں کہیں ذکر نہیں ہی۔ دیکھیے **مستطرف** جلد اول صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر میں اصل
واقعہ اسکا مذکور ہی کہ خود عمیر نے عمر کی نوکری چھوڑ دی مگر اسمیں یہ مضمون نہیں ہی کہ عمیر نے
معٰویہ کی کوئی تعریف کی ہو۔ یا اس روایت کو بیان کیا ہو۔ پھر فرمائیے اس روایت پر کیونکر
اعتماد ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو۔ سوچو سمجھو کہ اگر **رسول اللہ** معٰویہ کے حق میں ایسی دعا فرماتے
تو کیا وہ قبول نہ ہوتی؟ نہیں ضرور ہوتی۔ جیساکہ آپنے بھی ایک حدیث نقل کی ہی کہ ہر نبی کی
دعا قبول ہوتی ہی پھر کیوں حضرت کی دعا قبول ہوئی جو معٰویہ راہ ہدایت سے گمراہ رہا اور
لوگونکو گمراہ کرتا رہا جسپر بہت سی شہادتیں خود رسول اللہ کی اور صحابہ و تابعین کی مذکور
ہوئیں۔ بس اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہرگز حضرت نے یہ دعا فرمائی ہی نہ یہ حدیث
کسی طرح صحیح ہی۔ اگر کوئی قائل ہو جاے کہ معٰویہ بر سر ہدایت تھا تو لازم آتا ہی تجھے
علما محدثین مورخین تابعین صحابہ بی بی عائشہ کے گمراہ ہونیکا قائل ہونا پڑے

بلکہ معاذ اللہ خود رسول اللہ کے حق میں یہ اعتقاد کرنا پڑے گا کہ وہ نبی برحق نہ تھے کیونکہ صدہا حدیثوں میں حضرت نے معٰویہ کی مذمت کی ہے اور لعنت فرمائی ہے خواب میں اُسکو بندر دیکھا ہے اور اُسکو جہنمی فرمایا ہے۔ تو اب ان دونوں قسم کی حدیثوں میں سے ایک قسم کی حدیث کو ضرور غلط کہنا پڑیگا جس سے بہرطور انکار نبوت رسول اللہ لازم آئیگا نعوذ باللہ منہ

اب آپ کو اختیار ہے کہ یا اس ایک حدیث اور ایک کتاب کو جسکو جھوٹی بنائے جو یقینی جھوٹی ہے یا ان سب حدیثوں کو اور کتابوں کو غلط اور دروغ بنائے جنمیں بے انتہا حدیثیں مذمت معٰویہ کی وارد دیکھئے دیکھئے سمجھئے ایک معٰویہ کے اقرار فضیلت موضوعہ سے کتنی خرابیاں لازم آتی ہیں کتنی کتابیں ردی ہوتی ہیں کتنے علما و محدثین و صحابہ و تابعین و ام المومنین جھوٹی قرار پاتی ہیں جسکے بعد معٰویہ صاحب کو نجات ملتی ہے انکے اصل الاصول کو۔

ذرا غور فرمائیے کہ مذہب اہل سنت میں سب مسلمان نماز میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور گواہی سب کی لیجاتی ہے مگر معٰویہ کا یہ درجہ ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں اسکی گواہی نہیں مقبول ہے۔ پھر فرمائیے معٰویہ کا کیا درجہ رہا۔

قال اور دعا فرمانا آپ کا حق میں ابوجہل کے دعاے تردیدی تھا یعنی آپ نے فرمایا تھا کہ اے پروردگار عزت دے اسلام کو ابوجہل سے یا عمر بن الخطاب سے پس دوسرے دن صبح کو عمر بن الخطاب مشرف باسلام ہوکر اعزاز اسلام کرنے لگا کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۵

عن ابن عباس عن النبی صلعم قال رسول اللہ صلعم اللھم اعز الاسلام بابی جہل بن ہشام او بعمر بن الخطاب فاصبح فغدا عمر علی النبی صلعم فاسلم ثم صلی فی المسجد ظاہرا رواہ احمد والترمذی

ترجمہ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ اے خدا عزت دے اسلام کو ساتھ ابوجہل کے یا ساتھ عمر بن الخطاب کے پس صبح کو چلے گئے حضرت عمر بن الخطاب نزدیک رسول اللہ صلعم کے

اور مسلمان ہوئے اور پڑھی نماز مسجد میں ظاہراً۔ پس کس طرح عدم قبول دعاء رسول مقبول
کا گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت معٰویہ رض کو مرتد قرار دے سکیں،

اقول یہ قول بخاطب اور اُسکا جواب فضول ہے کیونکہ اوّلاً ہملوگ انکو استجابت دعا نبی
میں بلکہ ہر قول رسول میں بلکہ آپ کے ظن وگمان کے صحیح ہونے میں بھی عذر نہیں۔ بخلاف
آپ لوگوں کے کہ معٰویہ کے حق میں تو جھوٹی دعائیں بھی آپکے یہاں مقبول ہیں اور جناب
امیرالمومنین و بقیہ حضرات اہل بیت طاہرین کے بارے میں سچی دعا بھی کسی طرح قبول
نہیں ہوتی جبھی تو آپ اِن دعاؤں اور حدیثوں کی قبولیت کے قائل نہیں۔

بیت

للطبرانی اللھم انصر من نصر علیا اللھم اکرم من یکرم علیا اللھم اخذل من یخذل علیا۔	خدایا نصرت کر اسکی جو نصرت کرے علی کی اور اکرام کر اُس پر جو اکرام کرے علی کا اور بیجرمتی کر اُسکو جو بیمدد کرے علی کی طبرانی
للطبرانی اللھم ھولاء اھلی و انا مستودعھم کل مومن	خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں میں انکو امانت سونپتا ہوں ہر مومن کو طبرانی
للطبرانی اللھم انی احبہ فاحبہ و احب من یحبہ یعنی حسین الخ	خدایا میں حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں اور اسکے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں پس دوست رکھ تو اُن کو طبرانی
لاحمد اللھم انی احبھما فاحبھما	خدایا میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی دوست رکھ ان کو احمد
للترمذی اللھم انی احبھما فاحبھما و ابغض من یبغضھما	
للترمذی اللھم انی احبھما فاحبھما و ابغض من یبغضھما	خدایا میں ان دونکو دوست رکھتا ہوں پس تو دوست رکھ اور انکے دشمنوں کو دشمن ترمذی

لابن ابی شیبہ ان اللہ یغضب
لغضب فاطمہ ویرضی لرضاھا۔
للدیلمی ان اللہ یرضی لرضاک ویغضب
لغضبک قالہ لعلی

تحقیق کہ اللہ غضبناک ہوتا ہے بسبب غضب فاطمہ
کے اور راضی ہوتا ہے اسکی رضا سے ابن ابی شیبہ
فرمایا رسول اللہ نے جناب امیر سے کہ خدا تیرے
راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے
تیرے غضبناک ہونے سے دیلمی

للطبرانی انما فاطمہ بضعۃ منی فمن
اغضبھا اغضبنی۔

فاطمہ بضعہ میری ہے جسنے اُسے رنجیدہ کیا
اُسنے مجھے غضبناک کیا طبرانی۔

لابن ابی شیبہ ان ھذا العلم دین
فلینظر احدکم ممن اخذ دینہ

یہ علم دین ہے بس چاہیے دیکھو تم دین کس سے
لیتے ہو ابن ابی شیبہ۔

للدیلمی انا المنذر وعلی الھادی

میں خوف دلانے والا ہوں اور علی ہادی ہیں

دیلمی تفسیر آیہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔

للحاکم اول من یبدل دینی رجل من بنی امیہ
لاحمد الجفاء والبغی فی الشام۔
للدیلمی حب علی براءۃ من النار حب علی
یاکل الذنب کما تاکل النار الحطب
حب علی براءۃ من النفاق حق علی علی
ھذہ الامۃ کحق الوالد علی الولد
للطبرانی ذکر علی عبادۃ۔
لابی نعیم الحافظ سیکون فی امتی زنادقہ
شر قبائل العرب بنوامیہ وحنیفہ
وثقیف۔ للدیلمی شیعۃ علی ھم الفائزون

اول وہ شخص جو میرے دین کو بدلیگا ایک مرد ہوگا
بنی امیہ سے حاکم۔ ظلم اور بغاوت بلک
شام میں ہے احمد بن حنبل۔ محبت علی کی برات
ہے جہنم سے۔ محبت علی کی کھا جاتی ہے گناہوں کو
جیسا کہ کھا جاتی ہے آگ لکڑی کو۔ محبت علی کی
برارت ہے نفاق سے۔ حق علی کا اس امت پر
مثل حق پدر ہے اولاد پر دیلمی۔ ذکر علی عبادت
ہے طبرانی۔ ہونگے میری امت میں زندیق
لوگ بدترین قبائل عرب بنی امیہ وحنیفہ وثقیف
ہیں ابو نعیم۔ شیعہ علی رستگار ہیں دیلمی

للدیلمی علی خیر البشر من شک فیہ
فقد کفر۔ لابی یعلی الموصلی علی خیر البشر
فمن ابی فقد کفر۔
لابن عساکر قل لمن احب علیا تھیا
لدخول الجنۃ۔
لاحمد وابن ماجہ وابن عساکر لو لم
یخلق علی ما کان لفاطمۃ کفو
للطبرانی ما ضل قوم بعد ھدی الا
اتوا الجدل۔
لابی نعیم من اذی علیا فقد اذانی
لاحمد من اذانی فی اھل بیتی فقد اذی اللہ
للدیلمی من ابغض اھل البیت فھو منافق
للبخاری فی الادب من فارق علیا فقد
فارقنی ومن فارقنی فقد فارق اللہ
لابی داؤد من قاتل علیا علی الخلافۃ
فاقتلوہ کائنا من کان۔
للدیلمی ولد الحکم ملعونون۔
للطبرانی ویل لامتی من فی صلب ھذا
للطبرانی ویل لبنی امیۃ ثلاثا۔
لابی نعیم لا دین لمن لا تقیۃ لہ
للدیلمی لا یحب علیا الا مومن ولا یبغضہ الا منافق

علی خیر البشر ہیں جو شک کرے اسمیں کافر ہے دیلمی
دیلمی و ابو یعلی موصلی کی روایت میں ہے کہ
انکار کرنے والا کافر ہے۔
کہہ دو محب علی سے کہ آمادہ رہ دخول جنت
کے لئے ابن عساکر
اگر نہ پیدا ہوتے علی تو فاطمہ کا کوئی کفو نہ تھا
احمد ابن ماجہ ابن عساکر۔
جو قوم بعد ہدایت کے گمراہ ہو وہ ضرور
جنگ کرے گی طبرانی
جسنے ایذا دی علی کو اُسنے مجھے ایذا دی ابو نعیم
جسنے مجھے ایذا دی بسبب ایذائے میرے اہل بیت کے
اُسنے خدا کو ایذا دی امام احمد
دشمنی کرنیوالا اہل بیت کا منافق ہے دیلمی
جسنے علی سے جدائی کی وہ مجھ سے جدا ہوا
اور جو مجھ سے جدا ہوا وہ خدا سے جدا ہوا بخاری ادب میں
جو جنگ کرے علی سے در بارۂ خلافت اسکو قتل کرو
کوئی ہو ابو داؤد
ولد حکم کے ملعون ہیں۔
وائے ہو میری امت پر اسکے اولاد سے طبرانی
ویل ہے بنی امیہ پر تین مرتبہ فرمایا طبرانی
نہیں ہے دین اسکے لئے جو تقیہ نہ کرے ابو نعیم
محبت کرنیوالا علی کا مومن ہے اور دشمن انکا منافق دیلمی

للطبرانی لا یحبک الا مومن ولا
یبغضک الا منافق قاله لعلی
للدیلمی یا علی انت تبین لامتی ما اختلفوا
فیه من بعدی
للدیلمی یا علی انت وشیعتک تردون
علی الحوض۔
للطبرانی یا علی محبک محبی ومبغضک
مبغضی۔
لتمام والحاکم عن علی اشتد غضب اللہ
علی من اذانی فی عترتی
المسلم والترمذی عن واثلة ان اللہ
امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبهم
علی منهم وابوذر والمقداد وسلمان
للطبرانی فی الکبیر عن جابر سألت
ربی ان لا یدخل احدا من اهل بیتی
النار فاعطانیها
للطبرانی والضیاء عن عبد اللہ بن
جعفر علی امام البررة وقاتل الفجرة
منصور من نصره مخذول من خذله
للحاکم عن جابر علی باب حطة من دخل
منه کان مومنا ومن خرج منه کان کافرا

نہ محبت کریگا تجھ سے مگر مومن اور نہ عداوت
کریگا تجھ سے مگر منافق کہا حضرت علی کیلئے طبرانی
اے علی تو بیان کریگا یا ظاہر کریگا میری امت
کیلئے اُس بات کو جس میں بعد میرے امت میری
اختلاف کریگی دیلمی
اے علی تو اور شیعہ تیرے وارد حوض ہونگے مجھپر دیلمی
اے علی تیرا دوست میرا دوست ہے اور تجھ سے
دشمنی کرنیوالا میرا دشمن ہے طبرانی
علی سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ نے
شدید ہوا غضب خدا کا اسپر جسنے ایذا دی
مجھے دربارہ عترت میرے حاکم تمام
فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے چار آدمیوں کی محبت
کا اور خدا بھی انسے محبت رکھتا ہے اور علی انمیں
ہیں باقی تین آدمی ابوذر مقداد وسلمان ہیں مسلم ترمذی
جابر سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ نے
میں نے سوال کیا خدا سے کہ میرے اہل بیت سے کسیکو
داخل جہنم نہ کرے تو خدا نے میری دعا قبول کی طبرانی
عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے علی امام ہیں
نیکوکاروں کے اور قاتل ہیں فاجروں کے ولی اللہ مدد
کیا گیا ہے وہ جسنے نصرت کی اسکی اور مخذول وہ ہے
جسنے مخذول کیا علی کو طبرانی ضیاء

للبیہقی عن انس علی یعسوب المومنین
والمال یعسوب المنافقین
للطبرانی عن ابن ابی وفی قال لی
جبرائیل قلبت مشارق الارض
ومغاربہا فلم اجد رجلا افضل
من محمد وقلبت مشارق الارض
ومغاربہا فلم اجد بنی اب افضل
من بنی ہاشم۔

جابر سے روایت ہے کہ علی باب حطہ ہے جو دا
خل ہوگا اس سے وہ مومن ہوگا اور جو خارج
ہوا اُس سے وہ کافر ہے حاکم
فرمایا رسول اللہ نے علی یعسوب بادشاہ
مومنین ہیں اور مال سردار ہے منافقوں کا
بیہقی۔
ابن ابی لطیف سے روایت ہے کہ فرمایا رسول
نے کہ جبرئیل نے بیان کیا ہے کہ میں نے اُلٹ ڈالا مشرق
ومغرب کو مگر کسیکو محمد سے افضل پایا نہ خاندان بنی ہاشم سے کسی خاندان کو طبرانی ۔ ایاس بن سلمہ
سے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ ستارے امان ہیں اہل آسمان کیلئے اور میری اولاد زمین
والونکے لئے امان ہیں۔ ابو عمرو غفاری سے دوسری روایت بھی ہے کہ جب ستارے نہ رہینگے
تو آسمان والے بھی نہ رہینگے۔ اسیطرح جب میرے اہل بیت دنیا میں نہ ہونگے تو اہل
زمین بھی باقی نہ رہینگے امام احمد ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمارے
اہل بیت سے کسیکا قیاس نہیں ہوسکتا۔ ملا عبد العزیز سے ہے کہ فرمایا جس نے حفاظت
کی میرے اہل بیت کے بارے میں اُسنے عہد لیا خدا سے۔ ابو سعید ملا میں وصیت کرتا
ہوں اہل بیت کے بارے میں نیکی کی کہ میں نکیطرف سے خصومت کرونگا قیامت کے روز اور
جس سے میں نے خصومت کی وہ داخل دوزخ ہوگا۔ ابو سعید ملا طلحہ بن مصرف سے
روایت ہے کہ کہا جاتا تھا بغض بنی ہاشم نفاق ہے ابو بکر بن یوسف بن بہلول ابو سعید
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے دشمن میرے اہل بیت کا منافق ہے احمد۔
فرمایا رسول اللہ نے میرے اہل بیت کو وہی دوست رکھیگا جو مومن متقی ہو۔ اور
دشمن منافق شقی ہے ملا۔ فرمایا حضرت نے خدا نے حرام کیا جنت کو اُسپر جسنے ظلم کیا

میرے اہل بیت پر یا اُن سے جنگ کی یا انکو گالی دی ۱ امام رضاء فرمایا رسول اللہ صلعم نے
حضرت علی و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے کہ میں جنگ کرنیوالا ہوں اُس سے جو تم سے جنگ
کرے اور صلح کرنیوالا ہوں اس سے جو تم سے بصلح و سلامتی پیش آے دیکھو ینابیع
المودۃ ص ۱۴۷ لغایت ۱۶۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت بھی محض غلط ہو کہ حضرت نے یہ
فرمایا ہو "خداوند عزت دے اسلام کو عمر سے یا ابوجہل سے" طرفداران حضرت عمر نے اسکو
وضع کیا ہی کیونکہ ترمذی صاحب کی حالت میں بتا چکا ہوں کیسا ناصبی تھا دشمن جناب امیر
اور علماء محدثین نے بھی اُسکی کتاب کو صحیح نہیں جانا ہی۔ پھر ایسی روایت پر کیونکر اعتماد ہو سکتا
ہی مگر آپ میری عرض معروض پر کیوں غور کرنے لگے کیونکہ ترمذی میں یہ روایت موجود ہی
لیکن کاش آپ آیات قرآنی ہی پر کبھی غور فرماتے تو اس حدیث موضوع کی غلطی ظاہر ہو جاتی
کیونکہ یہ تو آپکو بھی قبول ہی کہ جسوقت حضرت نے یہ دعا فرمائی تھی ابوجہل اور عمر صاحب کافر
تے وہ احب خدا کیونکر ہو سکتے ہیں جو حضرت ایسی دعا فرماتے کیونکہ قرآن مجید میں صاف
یہ آیہ موجود ہی فان اللہ عدو للکافرین یعنی خدا دشمن ہی کافروں کا۔ تعجب بنص
قرآن خدا ان حضرات کا اُسوقت دشمن تھا تو حضرت یہ کیونکر فرماتے کہ ابوجہل و عمر سے جو
زیادہ پیارا ہو تیرے نزدیک اُس سے اسلام کو عزت دے۔ غور فرمائیے۔ اگر اب بھی
تسکین نہ ہو تو علامہ سیوطی کا رسالہ درر منتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ
ملاحظہ فرمائیے جس میں علامہ سیوطی نے مشہور حدیثوں سے بحث کی ہی اور اُنکی حقیقت
دکھلائی ہی کیونکہ رب مشہور لا اصل لہ یعنی بہت سی مشہور باتیں ایسی ہیں کہ اُن کی
اصل نہیں۔ مشہور ہیں۔ اسی رسالہ میں علامہ سیوطی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں
ذکر ابو بکر التاریخی عن عکرمہ انہ سئل عن حدیث اللھم اعز الاسلام فقال
معاذ اللہ دین الاسلام اعز من ذلک اور کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین
المامون میں ہی عن عائشۃ انہا قالت انما قال رسول اللہ اللھم اعز عمر بالاسلام

لان الاسلام یعز ولا یعز۔ یعنی کسی نے عکرمہ سے اس حدیث کو پوچھا کہ خدایا
عزت دے اسلام کو تو کہا عکرمہ نے معاذ اللہ دین اسلام کہیں زیادہ اس سے بلند
مرتبہ ہے کہ کسی دوسرے سے اُسکی عزت کی جاے۔ اور حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول خدا
نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا عزت دے اسلام کو بلکہ یوں فرمایا کہ خدایا عزت دے عمر کو بسبب
اسلام کے کیونکہ اسلام دوسرے کو عزت بخشتا ہے نہ کہ خود اسلام کو کوئی دوسرا عزت دے۔
افسوس کہ آپ کے ترمذی صاحب نے اسلام کی یہ عزت کی کہ ابوجہل و حضرت عمر کے اسلام
سے اُسکو معزز بنانا چاہا جسکے صریحی مطلب یہ ہو کہ اسلام ذلیل تھا کہ ایسے ایسے معزز اشخاص
سے اُسکی عزت چاہی گئی۔ توبہ توبہ یہ کیسا گندہ خیال ہے کیا آپ کو قرآن کی وہ آیت نہیں یاد ہے
جو خدا فرماتا ہے۔ لوگ تجپر احسان رکھتے ہیں کہ ہمنے اسلام قبول کیا حالانکہ اُنپر خدا نے احسان
کیا ہے کہ اُنکو ایمان لانے کی ہدایت فرمائی اگر آپ حضرات کو کچھ بھی خدا و رسول کی عزت
کا خیال ہوتا یا دین اسلام کی حرمت پہچانتے تو کبھی ایسی روایت نہ لکھتے۔ کاش حضرت
عمر کے حالات قبل اسلام ہی سے آپ خبردار تھے تو بھی اسکی جرأت نہ کرتے بخیال طول تقریر
میں اُن حالات کو یہاں قلم انداز کرتا ہوں اور آیندہ موقع ملا تو انشاء اللہ ظاہر کرونگا۔
بہرحال دعاے رسول اللہ ص کا مقبول ہونا ہملوگوں کے نزدیک یقیناً ثابت ہے بلکہ ہر قول رسول
کا صحیح ہونا ثابت ہے جس سے ہر مسلمان یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ ہرگز رسول اللہ ص نے مغویہ کے لئے
کسی طرح کی دعاے خیر نہ فرمائی ورنہ وہ دعا ضرور مقبول ہوتی اور مغویہ مومن ہوتا اور نیکو کار
ایسے افعال قبیحہ اُس سے نہ سرزد ہوتے جس سے رسول اللہ و صحابہ و تابعین نے اُسپر مکرر
لعنت فرمائی جو درگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی جسکی تصدیق اسی سے ظاہر ہے کہ مغویہ
کے تمام افعال ایسے ہی ہوئے جس سے وہ بددعاے رسول اللہ ص کا مستحق قرار پایا۔
قال اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت معاویہ رض کے خاتمہ بالخیر کی کیسی بڑی ایک صداقت بشارت
پائی جاتی ہے کہ جسکے سننے اہل دل مسرور ہوں کما فی طبری وغیرہ ان معاویۃ

یکے از قوم ایشان صخر بود است ‏ که بیطاری و خمرش فخر بود است
همیشہ نصرت کفار میکرد ‏ جفا بر سید ابرار میکرد
یکے زین قوم مروان لعین بود ‏ کہ بدخواہ امیر المومنین بود
ازو ظاہر نشد غیر از شقاوت ‏ ندیدند اہل دین زو جز عداوت
دگر از ابن بوسفیان چہ گویم ‏ وزان بیباکی و طغیان چہ گویم
پدر را منع از اسلام او کرد ‏ بحیدر جنگہا در شام او کرد
ہمون خود زہر در کام حسن ریخت ‏ کہ صد لخت جگر زو در لگن ریخت
یکے در کربلا محشر بپا کرد ‏ حسین تشنہ را خونین قبا کرد
ز بے آبی جگرہا جملہ خون شد ‏ لب لعل لبان فیروزہ گون شد
پدر با آب گر خون حسن خورد ‏ پسر کار حسین از تشنگی کرد
یکے فرعون این امت ولید است ‏ پلید است و پلید است و پلید است
گذر افتاد بر بیت الحرامش ‏ طلب فرمود مے بالاے بامش
بگفتا آن خانہ را ویرانہ سازند ‏ حریم کعبہ را میخانہ سازند
یکے عثمان مست پر تعفن ‏ نبودش ہمسرے در عالم کن
کہ کان سیم دادے ہر جوان را ‏ کشیدی بر کمر کوہ گران را
مریدان را بخود بالا نشاندے ‏ حدیث فاعل و مفعول خواندے
اگرچہ فاعلش مرفوع می بود ‏ ولی مفعول را مخفوض خوش بود
نگاہش بود بر روے نگاری ‏ کہ بے وصلش نبود اصلا قرارے
دلش بودہ ردیف اشتیاقش ‏ غزلخوان بود دایم در فراقش

بن مالک کان نائماً باریحا فانتبه فاذا اسد یمشی الیه فاخذ سلاحه فقال له الاسد انما ارسلت الیک برسالة لتبلغها قلت من ارسلک قال الله ارسلنی الیک لتعلم ان معاویة اهل الجنة قلت من معاویة قال ابن ابی سفیان لا یستبعد ذالک لان کلام الاسد کرامة لنبیه۔ ترجمہ تحقیق تھا عوف بن مالک سو رہا تھا بارحہ میں پس چونکا پس اچانک آیا ایک شیر طرف اسکے اور پکڑا ہتھیار اسکا اور کہا اسکو چپ رہو میں بھیجا گیا ہوں طرف تیرے ساتھ ایک خبر کے کہ جانے تو وہ خبر کہا میں نے کسنے بھیجا کہا خدا نے بھیجا مجھکو طرف تیرے اس لئے کہ جانے تو کہ معاویہ رض اہل جنتہ ہے پس کہا میں نے کون معاویہ رض کہا ابن ابو سفیان۔ البتہ بولنا اور کلام کرنا شیر کا کرامت ہے الحمد للہ الحمد للہ زہے خاصیت و برکت صحبت رسول اللہ صلعم واسطے بشارت جنت حضرت معاویہ رض کے بے زبان کو زبان عطا کی سبحان اللہ سبحان اللہ کس قدر فضیلت و بزرگی اصحاب رسول اللہ صلعم کی ہے کہ زبان بیان سے باہر ہے شعر؎ و من یکن برسول الله نصرته ؛ ان تلقه الاسد فی اجامها تجم۔

اقول طبری تو کوئی محدث نہیں ہے بجز ابو جعفر محمد بن جریر طبری کے جسکا کوئی مجموعہ علم حدیث میں نہیں ہے بجز تفسیر و تاریخ کے۔ ہاں طبرانی محدث گذرا ہے جسکے تین معجم ہیں کبیر صغیر اوسط جس سے اکثر محدثین نقل کرتے ہیں اور اس قسم کی روایات موضوعہ و ضعیفہ اُن میں پائی جاتی ہیں۔ پس غالباً آپنے جس کتاب سے نقل کی ہے اس میں طبرانی کا حوالہ ہوگا اور آپنے غلطی سے طبری لکھا۔ بہرحال اسکی نسبت طبری و طبرانی کیطرف غلط ہے۔ کیونکہ یہ کتابیں تو آپکے بڑے بڑے علما و محدثین کو بھی نصیب نہیں ہوئیں۔ ابن حجر مکی نے جو پہلا شخص ہے معویہ کے بارے میں خاص رسالہ لکھنے والا اُسنے بھی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ یوں لکھا ہے ومنها ما جاء بسند لیس فیه علة الا اختلاط حصل لبعض رواته ان عوف بن مالک الخ ص ۲۴

جس سے معلوم ہوا کہ اسکی سند کسی کتاب سے نہیں ہے اور اسکے راوی کو اختلاط ہو گیا ہے۔
تو فرمائیے جس شخص کو اختلاط عقل و اختلال دماغ ہو گیا ہو اُسکی روایت کو مختلط العقل یعنی
دیوانوں کی قبول کر سکتا ہے۔ ارے صاحبو آپکے خوابہائے پریشاں کا کیا ٹھکانا اسی خواب
و خیال و مکاشفات شیطانی سے تو آپ لوگ کسیکو ولی اللہ بناتے ہیں کسیکو مجتہد کسیکو خلیفۂ
برحق۔ اُسپر کسکو اعتماد ہو سکتا ہے۔ معلوم نہیں اس حکایت میں شیر کا نام کیوں لیا گیا کسی فرشتہ
کا نام لے دیا ہوتا تو ایک بات بھی تھی کیونکہ خدا کا پیغام فرشتے لاتے ہیں نہ شیر۔ سچے مسلمان
تو سمجھتے ہیں کار رسالت و نبوت جناب رسول اللہ پر ختم ہوا جسکے بعد کوئی رسول
ہو سکتا ہے نہ نبی مگر آپکے عقیدہ میں شاید بعد حضرت کے اور لوگ بھی مبعوث برسالت ہو سکتے
ہیں جیسا کہ معویہ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا گیا۔ اب یہ نیا نبی آپکے یہاں پیدا ہوا جو معویہ
کے داخل جنت ہونے کے لئے رسول بنایا اور آپ لوگ اسپر ایمان لائے۔ واہ رے آپ
صاحبو کا اسلام کہ معویہ کی خیر خواہی میں اسلام سے بھی دست بردار ہو گئے اور ایک نئے رسول پر
ایمان لائے۔ بہرحال یہ جملہ اگر آیت قرآنی ہوتا تو اس میں دیکھا جاتا اور اگر حدیث ہوتی
تو اس کی جانچ کی جاتی کہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ مگر اس زٹل قافیہ کو کہاں ڈھونڈھا جائے
کیونکہ ایسی ایسی حکایتیں تو ہزارہا آپ لوگوں کے یہاں ہر معمولی آدمی کے لئے بنائی جاتی ہیں
کہ فلاں نے شیر کو بھگا دیا ریل کو روک دیا۔ اسپر کسکو اعتماد ہو سکتا ہے۔ خصوصاً درصورتیکہ خود
ابن حجر مکی صاحب نے یہ بھی کہدیا کہ اسکے راوی کو اختلاط ہو گیا کیونکہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے
شیر کو کہیں انھوں نے دیکھ لیا تھا اُس سے انکا دماغ خراب ہوا اُسی جنون کے عالم میں یہ
کلمات بکنا شروع کیا۔ جو آپ لوگوں کے یہاں روایت بنا دی گئی۔ ورنہ اس کرامت کی تو اسوقت
کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ حکومت بنی امیہ کا دور دورہ اوج پر تھا یہاں اس کی ضرورت
۱۳۰ سنہ ہجری میں تھی جس وقت اسی معویہ وزید کی قبر کو ابو العباس سفاح خلیفہ عباسی کھود دی گئی
تو کہیں خاک کا تودہ تھا کہیں راکھ کا ڈھیر تھا اُسوقت یہ شیر آتا تو ایک بات تھی دیکھو صفحہ ۱۷۸ کامل جلد ۵

مولوی صاحبان! اگر آپ شیر کے آنے کو کرامت سمجھتے ہیں اور اثر صحبت بابرکت رسول اللہ صلعم تو سچے واقعات پر ایمان لائیے جو آپ کی معتمد کتابوں میں موجود ہے۔ کہ سفینہ غلام حضرت ام سلمہ جو صحابی رسول اللہ صلعم تھا اور سچا جان نثار اُسپر یہ واقعہ گذرا ہے کہ دریا کے سفر میں کشتی اُن کی ٹوٹ گئی کنارہ جا لگی راہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ایک شیر دکھائی دیا اُس سے کہا میں صحابی رسول اللہ صلعم ہوں راہ بھول گیا ہوں یہ سنکر وہ شیر اُٹھا اور آگے آگے چلا یہانتک کہ راہ پر پہنچا دیا۔ یہ قصہ آپ کے یہاں صحیح مانا گیا ہے۔ مگر افسوس آپ کے خلفا میں سے کسی صاحب کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ایسے بزرگ شخص کو خلیفہ بنائیں اور خود مسند خلافت سے علحدہ ہو جائیں اور آپ لوگ بھی ایسے بزرگ صحابی کو نہیں مانتے کیونکہ انہیں سفینہ کی حدیث پہلی مذکور ہوئی کہ درباره معویہ وغیرہ بنی امیہ فرمایا جھوٹے ہیں یہ بنی زرقا (نام جدہ معویہ کہ فاحشہ تھی) بادشاہ ہیں اور بدترین بادشاہوں سے۔ یہ جملہ جواب اس کے کہا تھا کہ کسی نے انہیں سفینہ سے کہا تھا بنی امیہ۔ یہ گمان کرتے ہیں کہ خلافت ہم لوگوں کا حق ہے۔ غرض اگر شیر ہی کے کہنے پر آپ لوگوں کے ایمان کا دار و مدار ہے تو اس حدیث پر اعتقاد لائیے جسکا راوی صحابی رسول ہے۔ اور جس کی شیر تابعداری کرتا اور فرماں برداری کرتا۔ نہ ایسے بھنگیڑی گنجیڑی کے اول قول پر جو نہ صحابی ہے نہ محدث نہ عالم۔

آخری حصہ میں روایت مذکورہ کے یہ جملہ بھی ہے لا یستبعد ذالک لان کلامہ لا سد ذالک کرامۃ جسپر مخاطب نے کچھ غور نہ کیا کہ کسکا قول ہے کیونکہ کلام اسد تو ابن ابی سفیان پر تمام ہو گیا۔ پھر اس قول کا قائل کون ہے بیان کرنا چاہیے یا اسکو بھی کلام اسد ہی سمجھا ہے اور کرامت ہوئی تو کسکی؟

قال چنانچہ ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوب ششم میں لکھے ہیں۔ کہ جمیع صحابہ از سائر انام افضل اند بعد انبیاء بہترین اولیا بدرجہ ادنے صحابی نمیر سد کسے از عبد اللہ ابن مبارک کہ یکے از کبار تابعین ہست و از مجتہدان دین و اولیاء کبار ہست پرسید ند کہ عمرو بن عبد العزیز و اویس قرنی

بہتر باشند یا معویہ عبداللہ گفت الغبار الذی دخل انف فرس معاویہ خیر
من اویس القرنی و عمر المروانی انتھی! یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب
میں کہا کہ جو غبار معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا رسول مقبول صلعم کے ہمراہ لڑائی میں
وہ بہتر ہے اویس قرنی اور عمر بن عبدالعزیز سے۔

اقول بڑے تعجب کی بات ہے آپ خدا اور رسول کے اقوال و احکام کے مقابلہ میں اپنے علما کے
اقوال کو پیش کرتے ہیں تو پھر آپ بھی تو عالم ہیں اُسکو کیوں نہیں سند بناتے۔ ثناء اللہ شاہ
عبدالعزیز کے پیر بھائی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کے شاگرد ہیں ان لوگوں کے اقوال تو وہی لوگ
مان سکتے ہیں جو انکے مرید ہوں فیصلہ حق و باطل میں انکو کیا دخل اگر ایسے ہی عالموں کے قول پر
آپکو ایمان ہے تو امام نسائی امام ابن راہویہ امام اسحق شیخ عبدالحق دہلوی کے حکم پر ایمان لائیے
جو فرماتے ہیں "معویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں" کیونکہ ان علما کے وہ مراتب ہیں کہ
ثناء اللہ کو انکی جوتی سیدھی کرنیکا بھی رتبہ نہیں۔

بہر کیف ابن مبارک کا یہ کہنا "معویہ کے گھوڑے کی . . . خاک افضل ہے عمر ابن عبدالعزیز سے"
وہی جملہ ہے جسکو آپنے شروع میں حذف کر دیا تھا کیونکہ وہاں اصل تعریف ابن مبارک کی سی غرض
سے کی گئی تھی کہ انھوں نے ابن مبارک کی تعریف معویہ کی کی۔ اُس تعریف کو معویہ کی تعریف سمجھا
حالانکہ وہ ابن مبارک کی تعریف تھی۔ آپ جانتے ہیں ابن مبارک کون ہیں؟ آپ کے مذہب کے
ایک عالم ہیں شاگرد ابو حنیفہ کے جو نہ صحابی ہیں نہ امام نہ خلیفہ پھر ایسے خوشامدیوں کا کیا ٹھکانا
جسکو چاہیں بڑا کہدیں یا بھلا عمر بن عبدالعزیز بھی آپکے دسویں خلیفہ ہیں جو ابوبکر عمر
عثمان معویہ یزید مروان عبدالملک ولید سلیمان کے بعد خلیفہ ہوئے
اور ان کی اس لئے زیادہ عزت کی جاتی ہے کہ خلیفہ دوم عاصم کے نواسے تھے اسی لئے یہ عمر بن عبد
العزیز خلفاے راشدین میں آپ کے یہاں شمار کئے جاتے ہیں۔
بہرحال اگر آپ اس قول پر ابن المبارک کے ایمان لائے تو پہلے مذہب اہل سنت والجماعۃ سے

دست بردار ہو جاے کیونکہ اصول مذہب اہل سنت میں افضلیت صحابہ بترتیب خلافت ہے ابوبکر عمر
عثمان علی۔ اور عمر بن عبد العزیز بھی اسی درجہ میں شامل کئے گئے ہیں قال سفیان الثوری
الخلفا خمسہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبد العزیز اخرجہ ابو داؤد فی
سننہ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۰ جس سے معلوم ہوا کہ یہ پانچ خلیفہ ایک درجہ کے ہیں پس
جب معویہ عمر سے افضل ہوا تو خلفاے اربعہ سے بھی افضل ہوا۔ دوسری روایت سنئے
قال قال لی سعید بن المسیب انما الخلفاء ثلثہ ابوبکر و عمر و عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۵۹
تاریخ الخلفا۔ کہا سعید بن المسیب نے خلفا تین ہیں ابوبکر عمر عمر بن عبد العزیز
جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جناب امیر علیہ السلام بھی خلافت سے نکالے گئے اور عمر بن عبد العزیز
ہمسر شیخین ہوے پس جب معویہ عمر بن عبد العزیز سے افضل ہوا تو ابوبکر و عمر سے بھی افضل
ٹھہرا جو عقائد تمامی اہل سنت کے خلاف ہے۔ تیسرا فرمان سنئے کہ شاہ عبد العزیز صاحب اپنے
فتاوے میں فرماتے ہیں۔ پس از جملۂ ایں خلفا جیسے مثل خلفاے اربعہ و امام حسن و عمر بن عبد
العزیز بر روی کار آمدہ اند الخ۔ جس سے معلوم ہوا کہ خلفاے راشدین میں عمر بن عبد العزیز بھی
داخل ہیں تو جب معویہ عمر بن عبد العزیز سے افضل کہا تو خلفاے ثلثہ سے بھی افضل ہوا۔
اب آگے بڑھیے تو آپکو معلوم ہو کہ صواعق محرقہ سے افضلیت عمر بن عبد العزیز کی خود خلیفہ
دوم پر ثابت ہے جب معویہ عمر بن عبد العزیز سے افضل ہوا جسکا کوئی سنی اعتقاد نہیں رکھ سکتا
تعجب ہے۔ کہ آپکے تمامی علما معویہ صاحب کو تو خلفاے راشدین سے خارج کریں اور عمر
بن عبد العزیز کو اُس میں داخل کریں۔ اور آپ یہ عزت افزائی کریں کہ معویہ کے گھوڑے کی
خاک کو بھی عمر بن عبد العزیز سے بہتر قرار دیں جس سے اس گھوڑے کی خاک کی فضیلت
خلفاے ثلثہ پر ثابت ہوئی جو کسیطرح مذہب اہل سنت میں جایز نہیں ہو سکتا۔
ہاں یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ ابن المبارک بھی آخر عالم تھا اور سنی پختہ مذہب۔ پھر خلاف
عقیدہ اہل سنت کیوں ایسا کہا جسکا جواب آپکو انھیں تواریخ سے ملجائیگا کہ سی خلیفہ کو

آپکے پیشواؤں نے پورے ڈھائی برس بھی خلیفہ نہ رہنے دیا زہر دیکر تمام کیا۔ اصلی باعث
وہی تھا کہ اسنے لعن وطعن جناب امیرؑ کو موقوف کر دیا تھا جو زمانہ معویہ سے تمام ملک
میں جاری تھا تو آپ سمجھ سکتے ہیں جب آپکے ہم مذہبوں نے اُسکو زہر دیکر قتل کر ڈالا
تو اُنکا یہ کہنا کہ معویہ کے گھوڑے کی خاک بمراتب بہتر ہے عمر بن عبدالعزیز سے کیونکر تعجب
کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ابن المبارک لعنت کے ایسے شایق تھے کہ تعریف ابو حنیفہ میں
فرماتے ہیں فلعنۃ ربنا اعداد رمل ۔ علی من رد قول ابی حنیفہ ۔ اسکو سمجھے بغور
کیجیے یہ بے گنتی لعنت کہاں تک پہنچتی ہے امام شافعی امام احمد امام مالک سے گذر کر خود ابن المبارک
و دیگر شاگردان ابو حنیفہ کو گھیرتی ہے جنھوں نے اکثر احکام ابو حنیفہ کو رد کیا ہے پھر یہ حکم معاذ اللہ
خدا و رسول تک پہنچتا ہے جو سب رد کرنے والے ہیں قول ابو حنیفہ کے کیونکہ بقول امام غزالی ابو حنیفہ
نے شریعت رسول اللہ کو پس پشت پھیر دیا تھا پھر حکم انسداد لعن جناب امیرؑ پر کیوں نہ انکو
رنج آئے جو ایسا کلمہ توہین کا بشان عمر بن عبدالعزیز فرمائیں۔ اب اسکو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ
عمر بن عبدالعزیز نے اس سنت معویہ کو در بارہ سب و شتم جناب امیرؑ کن وقتوں سے موقوف
کیا ہے جس سے میرے کلام کی راستی بخوبی ظاہر ہو جائیگی ۔ علامہ دیار بکری تاریخ خمیس
جلد ۲ صفحہ ۳۰۵ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے تخلیہ میں ایک فقیر عرب سے کہا کہ کل
جب ہم ارکان خلافت کے مجمع میں بیٹھیں تو تو آکر ہم سے میری بیٹی کی خواستگاری کر کہ مجھ سے
عقد کر دو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے تو اسکے جواب میں بے خوف ہو کر یوں کہنا
کیونکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ درویش بدوی مطابق تعلیم اُسی وقت حاضر دربار خلافت ہوا
جبکہ قصر شاہی ارکین سلطنت و وزراء و شاہزادگاں سے مملو تھا اور اگر عمر بن عبدالعزیز
سے خطاب کر کے کہا ای امیر المومنین ہمکو آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ عمر نے کہا کہنا ہو۔ درویش
میں ایک غریب محتاج فقیر آدمی ہوں اور تم خلیفہ علی العلی ہو کہ تمام رعایا برایا کی حاجت
روائی کرتے ہو میں چاہتا ہوں کہ اپنی دختر کا عقد مجھ سے کرا دیجیے۔ اس کلام پر

سارا مجمع بھڑک اُٹھا اور چاہا کہ اسکی تعزیر کریں مگر عمر کے روکنے سے سب خاموش ہو گئے عمر نے
جواب دیا کہ تم مرد فقیر ہو اور میں خلیفہ وقت ہوں پھر یہ رشتہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

درویش۔ اگر آپ خلیفہ ہیں تو رسول اللہ سے افضل نہیں اور اگر میں فقیر ہوں تو علی
ابن ابی طالب سے بدتر نہیں جنپر آپ لوگ ممبر و منبر پر لعنت کرتے ہیں حالانکہ وہ رسول اللہ کے
داماد تھے۔ عمر نے چیخ مار کر کہا ایہا الناس میں تو اب لاجواب ہو گیا تم لوگ جواب دو کہ ہم
ملزم ہو گئے حضار مجمع کے پاس بھی کوئی جواب اس سوال کا نہ تھا سب سرنگوں ہو کر رہ گئے
اُسی وقت عمر نے حکم دیا کہ اجتناب لعن کرنا حضرت علی مرتضےٰ پر موقوف کر دیا جائے اور اُسی کے
بعد سے اس کی تعمیل ہونے لگی۔ دوسرے مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے
ایک یہودی کو تعلیم کیا تھا جس سے یوں گفتگو ہوئی۔ یہودی۔ آپ اپنی بیٹی کو میرے نکاح
میں دیجئے۔ عمر۔ یہ رشتہ کیونکر ہو سکتا ہے تو یہودی ہے میں مسلمان ہوں۔ یہودی۔ تو پھر تمہارے
پیغمبر نے اپنی بیٹی علی سے کیونکر بیاہی۔ عمر۔ وائے ہو تجھ پر علی تو عظماء دین اور اکابر مسلمین سے
تھے اُنسے تیرا کیا مقابلہ ہے۔ یہودی۔ اگر علی بزرگان دین سے تھے تو تم لوگ ممبر و منبر پر
لعنت کیوں کرتے ہو۔ عمر ارکین سلطنت کی طرف مخاطب ہو کر۔ اس یہودی کا جواب دو کہ ہم
لاجواب ہیں مگر وہ لوگ بھی لاجواب ہو گئے۔ جب دیکھا کہ ان سے بھی جواب نہیں چلتا تو فرمانِ
شاہی جاری کیا کہ بدعت لعن موقوف کی جائے اور اُس کی جگہ پر یہ آیہ پڑھا جائے ربنا اغفر
لاخواننا الذین سبقونا بالایمان اسی بارے میں یہ دو شعر کہے گئے۔

ولیت ولم تشتم علیا ولم تخف ۔۔۔ بریا ولم تتبع سجیہ مثلم

وقلت فصدقت الذی قلت بالذی ۔۔۔ فعلت فاضحی راضیا کل مسلم

غرض عمر بن عبدالعزیز کی توہین جو ابن المبارک نے کی اُسکا سبب یہی تھا کہ خلاف خواہش اِن لوگوں کے
سب جناب امیر کو موقوف کر دیا تھا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ کسی رسم قدیم کے توڑنے اور مٹانے
میں کیا دقت ہوتی ہے اور خصوصاً ملا لوگ کس قدر مخالفت کرتے ہیں۔ دیکھیے یہ بدعت آپ کے

یہاں کیسی جاری تھی پھر اس کی ممانعت میں کیوں نہ اُن ملاؤں کو رنج ہوگا جو رسم و رواج قدیم کے حامی و مددگار ہوں تاریخ ابو الفدا جلد اول صفحہ ۲۱۲

کان خلفاء بنی امیة یسبون علیاً من سنة احدی واربعین وهی السنة التی خلع الحسن فیها نفسه من الخلافة الی اول سنة تسع وتسعین اخر ایام سلیمان ابن عبد الملک فلما ولی عمر ابطل ذالک وکتب الی نوابه بابطاله ولما خطب یوم الجمعة ابدل السب فی اخر الخطبة

ابتداء خلع خلافت امام حسن علیہ السلام از سنہ ۴۱ ہجری تا سنہ ۹۹ھ خلفاے بنی امیہ ہر جمعے خطبے کے آخر میں ممبر پر بیٹھ کر حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتے تھے سنہ ۹۹ھ میں عمر بن عبد العزیز نے اسکو موقوف کیا۔ اہل لغت نے لفظ سب کے معنی دشنام دادن لکھا ہے اور مسلمانوں کے عام محاورہ میں سب و شتم کے معنی لعنت کرنا ہے اسی بنا پر اہل سنت شیعوں کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ سب صحابہ کرتے ہیں ۔ تاریخ ابو الفدا جلد اصفحہ ۹۲

وکان معویة وعماله یدعون لعثمان فی الخطبة یوم الجمعة ویسبون علیا ولما کان المغیرة متولی الکوفة کان یفعل ذالک طاعة لمعویة فکان یقوم حجر وجماعة معه فیردون علیه سبه لعلی فلما ولی زیاد حتی لعثمان وسب علیا

معویہ اور اُس کے عامل جمعہ کے خطبہ میں دعا کرتے تھے حضرت عثمان کے واسطے اور لعنت کرتے تھے حضرت علیؑ پر اور مغیرہ حاکم کوفہ بھی اطاعت معویہ کے سبب سے اپنے خوشنودی کے جمعہ کے خطبہ میں دعا کرتا تھا واسطے حضرت عثمان کے اور لعنت کرتا تھا حضرت علیؑ پر اور جب حاکم ہوا زیاد تو اُسنے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو مغیرہ نے اختیار کیا تھا۔

دوسرا سبب مخالفت یہ ہوا کہ عمر بن عبد العزیز نے خلفاء ماسبق کی کل کارروائیوں کو دربارۂ فدک رد اور باطل کر دیا کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک کو بنی ہاشم پر رد کیا دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۱۵۰

بس آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپکے پُرجوش ملاؤں کو اسیر کیا کچھ نہ غصہ آیا ہوگا ایسے حال میں
یہ کہنا انکا کیونکر قابل تعجب ہو سکتا ہے۔

کلام تبا ماشدہ بانی پتی میں اویس قرنی کا بھی ذکر آیا ہے کہ ابن المبارک نے معویہ کو ان سے بھی افضل
کیا تھا مگر اصل قول ابن المبارک جو رسالہ ابن حجر مکی میں مرقوم ہے اُس میں اسکا وجود نہیں۔
مگر جب آپ معویہ کو مانتے ہیں تو اویس قرنی کا کیا ذکر۔ حضرت اویس قرنی اُن برگزیدہ اشخاص
سے ہیں جنکے بارے میں رسول اللہ ؐ نے حضرت عمرؓ و جناب امیرؑ سے فرمایا تھا کہ تم لوگ
جا کر اُنسے خواستگار دعا ہونا۔ اور امت کے لئے دعا کرنے کی بھی آرزو کی تھی چنانچہ تذکرۃ
الکرام میں ہے صفحہ ۲۶۰

حضرت اویس قرنی بھی اسی معرکہ میں شہید ہوئے اُنکے واسطے حضرت رسول اللہ صلعم نے
ایک خرقہ حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما کو عنایت کیا تھا کہ اسکو اویس قرنی کو پہنچانا اور
فرمایا کہ اگرچہ اُنھنے میرا دیدار نہیں دیکھا لیکن وہ برگزیدہ ہے میری امت کے واسطے اس سے
دعا طلب کرنا چنانچہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہما گئے اور
وہ خرقہ حضرت صلعم کا انکو پہنایا حضرت اویس کو روحی تعلیم حضرت صلعم سے تھی لیکن ظاہری
بیعت حضرت عمر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کئی یہ بڑے مقبول خدا تھے اور عاشق رسول صلعم تھے
اب تھوڑی دیر کے لئے معویہ صاحب کو چھوڑ کر ابن المبارک کے دوسرے قول کو ملاحظہ فرمائیے
جو بحق امام یوسف شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ کوفی ارشاد فرماتے ہیں تاریخ الخلفا میں ہے۔

کہا ابن المبارک نے جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اپنی ایک سوتیلی ماں پر عاشق ہوا جو اُسکے
باپ مہدی کی حرم تھی ہر چند ہارون رشید نے کوشش کی مگر اُس حرم نے یہی جواب دیا کہ ہم
تیرے لئے بیکار ہیں تیرا باپ ہمپر تصرف کرچکا ہے۔ تب ہارون رشید نے امام ابو یوسف
سے کہا کہ کوئی تدبیر نکال سکتے ہو۔ ابو یوسف نے کہا اُس حرم کے کلام کی تصدیق کی کوئی
ضرورت نہیں اسکو جھوٹا جانکر اپنا کام کر اسپر ابن المبارک کہتے ہیں ہم کسکے حال سے

تعجب کریں آیا ہارون رشید کے حال سے جسنے ہزاروں خون وافعال شنیعہ کرنے پر اسکا خیال کیا کہ حرمت کو باپ کے ضائع نہ کریں؟ یا لونڈی کا حال قابل تعجب ہے جسپر بادشاہ روے زمین عاشق ہے کہ وہ جھوٹھ بولکر اپنی جان بچاتی ہے یا امام ابو یوسف کے حال سے تعجب کریں جو کہہ رہا ہے اپنے باپ کی حرمت ضائع کرکے شہوت اپنی پوری کر اسکا سارا عذاب میری گردن پر ہے صفحہ ۲۹۰ تاریخ الخلفا

قال بس ایسے بزرگوار مرحوم ومغفور پر ثبوت ارتداد کرنا عین گالی ہے اور گناہ کبیرہ ہے بمصداق اس آیہ شریفہ کے ولاتسبوا الاموات انہم قد افضوا الی ما قدموا۔ مت گالی دو تم مردوں کو بے شک وے لوگ پہنچ گئے طرف اس چیز کے کہ مقدم کیا اور بنی آدم کو قول خدا ورسول بجالانا واجب ہے۔

اقول صاحب یہ آیہ تو آپ کے اُس قرآن میں ہوگی جو حضرت حفصہ سے لیکر جلادیا گیا موجود قرآن شریف میں تو اسکا وجود نہیں۔ آپ نے تو رسول اللہ پر اتہام کرنے کی ایسی عادت ڈالی ہے کہ خدا پر بھی بہتان باندھنے لگے یہی نتیجہ ہے محبت معٰویہ کا۔ اگر آپ کو خدا ورسول کی محبت یا اُس سے خوف بھی ہوتا تو کبھی معٰویہ کی محبت کا نام نہ لیتے کیونکہ دوستانِ معٰویہ اس آیہ کے مصداق ہیں والذین کفروا اولیاءہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النارہم فیہا خالدون کیونکہ سابقاً جناب امام حسینؑ کا معٰویہ کو طاغوت فرمانا۔ اور عبداللہ بن زبیر کا تصدیق کرنا جو آپ کے صحابی اور خلیفہ بھی تھے مذکور ہوا اور اسیلے ساتھ سلیمان بن صرد خزاعی صحابی کا اور محمد بن ابی بکر وقیس بن سعد صحابی کا معٰویہ کو طاغوت لکھنا بھی بیان ہوا۔ باقی رہا یہ کہ وہ آپ کے بزرگوار تھے۔ اسکی مجھے خبر نہیں نہ آجتک یہ سنا گیا کہ اسکی نسل دنیا میں باقی ہے۔ اور اگر فرض کیا جاے کہ ایسا ہو تو اسلام وکفر میں قرابت نہیں۔ دیکھئے خود آپ کے حضرت عمر نے اپنے کافر ناموں کے قتل کی راے دی تھی کہ میرے حوالہ کیجئے۔

چو آبے وام کرد از نوجوانان — بر آمد نونہالے ہمچو عثمان
ولیدے دیگرے از قوم شان بود — کہ او پیرِ مغان و مے کشان بود
صباحے مستِ لا یعقل ز بادہ — بمحرابِ امامت ایستادہ
دماغ از ساغرِ دوشینہ چاغش — ز بادِ صبح ہم تر شد دماغش
عقب از مردمانش چند صف بود — ولے او در سرِ طنبور و دف بود
بمستی یار را از غیر نشناخت — حریم کعبہ را از دیر نشناخت
ز بسیاریِ خوشحالی و فرحت — نماز صبح خواندہ چار رکعت
بگفت امروز حالے تازہ دارم — نشاط و عیشِ بے اندازہ دارم
اگر خواہید اے یارانِ دلبند — بیفزایم دگر ہم رکعتے چند
ز مامومان فغان برداشت ہر کس — کہ بس کن اے امام پیشوا بس
حکم خود راندہ خیر الورے بود — نخواندش مصطفیٰ در شہر تا بود
دمے کو با رسول اللہ میرفت — باستہزا و شوخی راہ میرفت
گہے تقلید رفتارش نمودے — گہے تہجین گفتارش نمودے
نبی فرمود این بامن نباشد — مدینہ بہر او مسکن نباشد
ز اعیان شما عبد الملک بود — کہ در شر و غوایت منہمک بود
خبیثے منشأ گہ لولے چند — پلیدے فرع سگ تولہ چند
بخیلے ناکسے گندہ دہانے — کہ حجاج است از عیبش نشانے
ز بوے او مگس جان بر نمی شد — بعہدش ہیچ جز منکر نمیشد
گناہے از گناہانش یزید است — سلیمان و ہشام است و ولید است

پھر آپ کیوں نہیں خلیفہ دوم کی تقلید کر کے اُسکے لعن پر اقدام فرماتے ہیں اور اگر ثبوت ارتداد گالی ہو اور گناہ کبیرہ ہو۔ تو یہ الزام خلیفہ اول پر ہی جنہوں نے بطمع خلافت وبغرض استحکام سلطنت صدہا اصحاب رسول اللہ پر ارتداد کا الزام قائم کر کے انکو قتل کیا جو بقول آپکے بھی گناہ کبیرہ ہی بلکہ اکبر کبائر۔ افسوس ہو کہ آپ حضرات نے کچھ اسطرح سے مخالفت خدا ورسول پر کمر باندھی ہو کہ نہ حدیث بنانے میں چوکتے ہیں نہ آیت قرآنی کی تصنیف میں۔ جس مرتد کو چاہتے ہیں مومن بنا دیتے ہیں اور منافق کو خلیفہ قرار دیتے ہیں اور اظہار ارتداد وکفر ونفاق کو گناہ کبیرہ اور گالی ٹھہراتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں آپکے ہدایت کی کیونکر امید ہو سکتی ہی۔

قال جواب ثالث یعنی جنگ وجدال طرفین کا خالی تھا بغض وحسد اور حرص و طمع سے کیونکہ کتب تواریخ میں مذکور ہو کہ محض واسطے طلب قصاص خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے یہ جنگ ہوئی جو مشہور ہو حاجت اثبات نہیں طعن بغض طمع کا دینا فضول ہی بلکہ کمال محبت والفت اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے رکھتے تھے۔

اقول آپ نے تو یہاں پر اتنا بڑا دعوے کیا ہی جسکا کوئی عالم علمائے اہل سنت سے بھی قائل نہیں۔ معلوم ہوتا ہی کہ آپ ان سب اقوال علمائے ماسبق کے ناسخ پیدا ہوے کیونکہ آپ دعوے کرتے ہیں۔ **جنگ وجدال طرفین کا خالی تھا بغض وحسد وحرص وطمع سے** کہ صرف قصاص عثمان کے واسطے معویہ صاحب لڑ رہے تھے۔ جسکا ظاہری مطلب یہ ہی کہ یہ لڑائی معویہ کی حق تھی اور صواب کسیطرح کا الزام معویہ پر نہیں آتا۔ وہ خاطی بھی نہیں ٹھہرتے۔ نہ طامع نہ حاسد نہ حریص نہ مبغض یعنی دشمن۔ حالانکہ بجز آپ کے کوئی سنی بھی اسکا قائل نہیں۔ جتنے علماے اہل سنت کہ معویہ کے طرفدار ہیں وہ بھی صاف صاف اقرار کرتے ہیں کہ اس لڑائی میں معویہ باغی تھا خارجی تھا خاطی تھا کافر تھا۔ اور اُس کی یہ سب کارروائیاں محض از راہ بدنفسی وحسد وطمع وحرص تھیں۔ دیکھیے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

اپنے فتاوے میں۔ محققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیح دریافتہ اند کہ ایں حرکات خالی از سایۂ نفسانی نبودہ وخالی از تہمت تعصب امویہ قرشیہ کہ بجناب ذی النورین داشتہ نبودہ است صفحہ ۹۳

تواب فرمائیے آپ سچے ہیں جو ان لڑائیوں کو حسد وطمع سے خالی جانتے ہیں۔ یا شاہ صاحب جو ان لڑائیوں کو نفسانیت وتہمت امویت وقرشیت پر محمول کرتے ہیں۔ پھر شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ اہل سنۃ قاطبۃ اجماع دارند برانکہ معٰویہ بن ابوسفیان از ابتدای امامت حضرت امیرؑ لغایت تفویض حضرت امام حسنؑ باو دائرہ بغاہ بود کہ اطاعت امام وقت نداشت۔ جس سے معلوم ہوا معٰویہ ابتدائے خلافت جناب امیرؑ سے باغی تھا اُس زمانہ تک کہ امام حسنؑ نے صلح کی۔ تو کیا کوئی سنی کہہ سکتا ہے کہ جو باغی ہو اطاعت امام وقت نہ رکھتا ہو اُس کی لڑائیاں بغض وحسد سے خالی تھیں۔ کیوں صاحب معٰویہ بقول آپکے طالب قصاص عثمان تھا تو شاہ صاحبنے اُسکو باغی کیوں کہا؟ ان دونوں قولوں سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ حسب تصریح شاہ صاحب یہ لڑائیاں معٰویہ کی ازراہ نفسانیت وعداوت تھیں جسپر باغی کا خطاب ملا۔ اب اس سے بڑھکر نتیجہ دیکھئے کہ شاہ صاحب باب دوازدہم تحفہ میں فرماتے ہیں کہ محارب حضرت مرتضےٰ اگر از راہ عداوت وبغض است نزد اہل سنۃ کافر است بالاجماع پس کفر معٰویہ میں اور اُسکے ہمراہیوں کے کفر میں کوئی عذر نہ رہا کیونکہ تصریحات بالا سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ باقرار شاہ صاحب یہ لڑائیاں سب ازراہ نفسانیت وعداوت تھیں۔

اب اس سے بھی بڑھکر تصریح عداوت سنئے کہ خود جناب امیرؑ فرماتے ہیں جیسا کہ کنز العمال میں ہے

فی کنز العمال من حصہ الید ری قال سمعت علیا یقول نحن النجباء وافراطنا افراط الانبیاء وحزبنا حزب اللہ	کہ جناب امیر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نجبا ہیں اور ہمراہی ہمارے ہمراہی انبیا ہیں اور لشکر ہمارا لشکر خدا ہی اور فئتہ باغیہ لشکر

والفئة الباغية حزب الشيطان ومن سوّى نبينا وبين عدونا فليس منا ــ الخ

شیطان ہو جو ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں مساوات کرے وہ ہم سے خارج ہے۔

حدثنی شیخ من فزارہ سمعت علیا یقول الحمد للہ الذی جعل عدونا یسئل عما نزل بہ من امر دینہ ان معویۃ کتب الی یسئلنی عن الخنثیٰ فکتبت الیہ ان یورثہ من قبل مبالہ

اور تاریخ الخلفا سیوطی میں ہو کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے شکر خدا کا کہ میرا دشمن خود مجھ سے مسائل دینیہ پوچھتا ہو۔ کیونکہ معویہ نے دربارہ خنثیٰ سوال کیا تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ وراثت اُسکی از طرف بول گاہ ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود جناب امیرؑ نے بتصریح صریح فرمایا کہ معویہ میرا دشمن ہو تو اب اُسکے کافر ہونے میں حسب فتوائے شاہ عبد العزیز صاحب کیا عذر رہا کیونکہ بذیل احادیث جناب امیرؑ جو سابقاً لکھا گیا خوب ظاہر ہو چکا ہو کہ حضرت نے مکرر فرمایا چلو دشمن سے لڑنے کے واسطے جو نہ اصحاب دین سے ہیں نہ اصحاب قرآن سے لئے اسی غرض سے جہاد کیا جاتا ہو کہ کتاب خدا کا اقرار کریں اور اُسپر عامل ہوں۔ تو اب ایسے دشمن خدا کے کافر ہونے میں آپ کو کیا عذر رہی۔ معویہ کی ان لڑائیوں کو جو جنگ صفین میں جناب امیرؑ سے لڑتا رہا طلب قصاص خون عثمان پر محمول کرتے ہیں مگر اس خبر کی کیا وجہ بتائے گا کہ عداوت جناب امیر علیہ السّلام نے معویہ میں یہ حالت پیدا کی تھی کہ وفات جناب امیرؑ پر خوش و مسرور ہوا اور اپنی لونڈی کو گانے بجانے کا حکم دیا چنانچہ محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے

قیل لهشام بن الحکم هل شهد معویۃ بدرا فقال نعم من جانب

یعنی کسی نے ہشام بن حکم سے پوچھا کہ معویہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا (یعنی یہ بھی

الکفار وذکر عند شریک بن عبد اللہ
بالحکم فقال وقد کان متکئا فاستوی
جالسا ثم قال واللہ لقد اتاہ قتل
امیر المومنین وکان متکئا فاستوی
جالسا ثم قال یا جاریۃ غنی فالیوم
قرت عینی فانشأت تقول الا
بلغ معویۃ بن حرب فلا قرت عیون
الشامتینا + افی شہر الصیام
فجعتمونا + بخیر الناس طرا
اجمعینا + قتلتم خیر من رکب المطایا
وافضلہم ومن رکب السفینہ
فرفع معویۃ عمودا کان بین یدیہ
فضرب راسہا ونثر دماغہا این کان
حلمہ ذلک الیوم انتہی۔

اصحاب بدر سے تھا تو ہشام نے کہا ہاں
کافروں کی طرف سے لڑنے آیا تھا شریک
بن عبداللہ سے کسی نے کہا معویہ نہایت حلیم
اور متحمل تھا شریک نے کہا معویہ کو جب
جناب امیرؑ کی شہادت کی خبر سنی تو تکیہ لگائے
بیٹھا تھا مارے خوشی کے سیدھا ہو بیٹھا
اور لونڈی کو حکم دیا کچھ گائے کہ آج ہماری
آنکھ میں ٹھنڈک پڑ گئی لونڈی نے اس
مضمون کے شعر پڑھے کہ معویہ کو یہ خبر
پہنچا دو خدا شماتت کرنے والے کی آنکھ کو
ٹھنڈک نہ دے۔ رمضان کے مہینے میں تم
لوگوں نے ہم کو دردمند کیا ایسے شخص کے
قتل سے جو سب سے افضل تھا۔ معویہ نے
جبکہ یہ اشعار سُنے تو سامنے اُسکے جو گرز
رکھا تھا اُسکو اٹھا کر اس عورت کے سر پر مارا جس سے سر اُسکا پھٹ گیا اور بھیجا بہہ گیا۔
شریک کہتے ہیں بتاؤ اُس روز معویہ کا حلم کیا ہوا۔

اور اگر آپ قولِ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہوں تو اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جو آپکی
تمامی کتب احادیث میں صحیح مانی گئی ہے مثل صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی
شریف سنن ابوداؤد مشکوۃ شریف کیا ان سب میں یہ حدیث موجود
ویح عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ اور جامع صغیر و دیگر کتب احادیث میں اسکے ساتھ یہ جملہ
بھی ہے تدعوہم الی الجنۃ ویدعونک الی النار جو باعتراف محقق دہلوی شیخ

عبدالحق تکمیل الایمان میں حد شہرت و تواتر پر فائز ہی کہ ای عمار تجھے گروہ باغیوں کا قتل کریگا کہ تو انکو بہشت کیطرف بلاتا ہوگا اور وہ تجھے جہنم کیطرف بلا دینگے جس سے باغی ہونا معٰویہ کا بنصِّ رسول اور جہنمی ہونا اُسکا اور اُسکے لشکر کا مثل آفتاب تاباں نمایاں ہوا اور جواب اوّل میں ایک طولانی حدیث اس مضمون کی لکھ چکا ہوں کہ حضرت نے فرمایا ای عمار تجھے میرے اصحاب نہیں قتل کریں گے بلکہ باغیوں کا گروہ تجھے قتل کریگا۔ پس تعجب ہی کہ ایسے جہنمی باغی کے بارے میں آپ یہ سفارش فرمائیں کہ اسکو بغض و حسد و طمع سے خالی تصور کریں۔ حالانکہ رسول اللہ اُسکو اہل نار سے قرار دیتے ہیں۔ اب یہاں اپنے امام برحق معٰویہ کی تاویل بھی سنئے۔ جو خود اس حدیث کے بارے میں بیان کرتا ہی۔ ملّا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ حکی ان معویۃ کان یاول معنی الحدیث ویقول نحن فئۃ باغیۃ طالبۃ لدم عثمان یعنی ہم لوگ فئۃ باغیہ ہیں مگر طالب قصاص خون عثمان جسکا جواب ملّا علی قاری یہ دیتے ہیں جیسا کہ مرقات شرح مشکوۃ میں ہی

هذا کما تری تحریف اذ معنی طلب الدم غیر مناسب ههنا لانه ذکر الحدیث فی اظهار فضیلة عمار و ذم قاتله لانه جاء فی طریق ویح قلت ویح کلمه یقال لمن وقع فی هلکه لا یستحقها فیترحم علیه ویرثی له وفی الجامع الصغیر ویح عمار تقتله الفئة الباغیة یدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار وهذا کالنص

یعنی یہ تاویل نہایت ہی مہمل ہی بلکہ تحریف ہی کیونکہ طلب خون عثمان کا بہانہ یہاں غیر مناسب ہی اسلئے کہ حدیث مذکور اظہار فضیلت عمار اور ذم قاتل کے بارے میں وارد ہی چنانچہ شروع حدیث لفظ ویح کے ساتھ ہی جو محاورہ عرب میں بہ نسبت مظلوم قابل رحم کے استعمال ہوتا ہی کہ گویا اُسکا مرثیہ کہتے ہیں۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ ہای ای عمار فئۃ باغیہ قتل کریگا تو انکو

الصریح فی المعنی الصحیح المتبادر من البغی المطلق الخ مختصرا۔

جنت کیطرف بلائیگا اور وہ لوگ جہنم کیطرف۔ پس یہ حدیث بمنزلہ نص صریح ہے معنی صحیح کے بارے میں جو ان الفاظ سے معنی نکلتے ہیں۔ دوسری تاویل خود ملا علی

وقد حکی عن معوية تاويل اقبح من هذا حيث قال انما قتله علی و فئة حيث حمله علی القتال و صار سببا لقتله فی المال فقيل له فی الجواب فاذن قاتل حمزة هو النبی حيث کان باعثا له علی ذلك والله سبحانه وتعالیٰ حيث امر المومنين بقتال المشرکين ثم قال قلت فاذا کان الواجب عليه ان يرجع عن بغيه باطاعة الخليفه و يترك المخالفة وطلب الخلافة المنيفه فتبين بهذا انه کان فی الباطن باغيا و فی الظاهر مستترا بدم عثمان مراعيا مرائيا فجاء هذا الحديث عليه ناعيا و من عمله ناهيا الخ

ناقل ہیں یعنی اس تاویل سے بھی بڑھکر قبیح تاویل معٰویہ نے یہ کی ہے کہ عمار کو علیؑ نے اور اُنکے لشکر نے قتل کیا کیونکہ وہی باعث ہوئے اُن کی جنگ کے جسکا مآل یہ ہوا کہ عمار قتل ہوئے۔ لوگوں نے خود معٰویہ سے اسکے جواب میں کہا تو اس رو سے جناب رسول خدا بھی قاتل حضرت حمزہ ہوے کیونکہ حضرت ہی نے اُنکو جنگ پر بھیجا تھا اور خود خداوند عالم قاتل مومنین ٹھہرا جو اُن کو حکم جہاد مشرکین دیا۔

ملا علی کہتے ہیں کہ اس صورت میں معٰویہ کو لازم تھا اطاعت امر حق کرتا اور خلیفۂ بحق کی متابعت کرتا اور طلب خلافت سے باز آتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حقیقۃً وہ باغی تھا طالب خلافت گمراہ مکر و حیلہ انتقام خون عثمان کا بہانہ کرتا اس حدیث نے اُسکے سارے اعمال قبیحہ کو ظاہر کر دیا انتہے۔ پس اسی عبارت سے حال تحریف و تاویل معٰویہ معلوم ہوا کہ عثمان کے خون کا حیلہ کر کے خلافت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

مولوی صاحب آپ تو کہتے ہیں معٰویہ طالب خلافت نہ تھا بلکہ خواہان قصاص حضرت عثمان تھا۔ حالانکہ معٰویہ صاحب تو اسکے مدعی ہیں کہ ہم بہ نسبت عمر کے بھی زیادہ مستحق خلافت ہیں چنانچہ آپ کے امام حمیدی جمع بین الصحیحین میں روایت کرتے ہیں۔

بین الصحیحین قال عبداللہ بن عمر دخلت علی حفصۃ و نوساتہا تنطف قلت قد کان من امر الناس ما ترین فلم یجعل لی من الامر شئی فقال الحق بھم فانھم ینتظرونک واخشی ان یکون فی احتباسک عنھم فرقۃ فلم یدعہ حتی ذھب فلما تفرق الناس خطب معویۃ فقال من ان اراد ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فنحن احق منہ ومن ابیہ

یعنی عبداللہ بن عمر نے حفصہ سے کہا کہ مجکو تو اس خلافت سے کچھ نہیں ملا جو کچھ ہوتا جاتا ہے اُسکو دیکھتی ہو حفصہ نے کہا کہ تم بھی ان لوگوں سے جاکر ملحق ہو جاؤ تمہاری تاخیر سے خوف حصول فرقہ ہے اسکے بعد یہ حضرت معٰویہ کے دربار میں پہونچے جب لوگ وہاں سے اُٹھ گئے تو معٰویہ نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا کہ جسکو اس بارے میں کچھ کلام کرنا ہو وہ گردن نکالے بولے کہ ہم اُس سے اور اسکے باپ سے بھی زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ اسکے جواب میں فاضل فضل بن روزبہان اپنی کتاب ابطال الباطل میں لکھتے ہیں۔ ما ذکر ان معویۃ کان یدعی انہ احق بالخلافۃ من عمر فلا یبعد ھذا لانہ کان یدعی انہ احق من امیر المومنین علی فی حیاتہ وایام خلافتہ فخرج علیہ وبغی علیہ وقتل جیوش المسلمین وفعل ما فعل الی اخرہ

کہ یہ بات معٰویہ سے کچھ جائے تعجب نہیں ہے جو اپنے کو عمر سے زیادہ مستحق خلافت جانتا ہے کیونکہ جب جناب امیر علی ابن ابیطالب سے خود اُن کی حیات و ایام خلافت میں اپنے کو زیادہ مستحق جانتا تھا جسپر خروج کیا اور بغاوت کی سیکڑوں ہزاروں مسلمانوں کا خون کیا اور جو کچھ کیا وہ معلوم ہے تو عمر سے اگر اپنے کو ادلے سمجھا تو کچھ جائے تعجب نہیں انتہی

اور تاریخ کامل میں ہے وقد قیل ان معویہ حصر الحکمین وانہ قام عشیۃ فی الناس فقال اما بعد من کان متکلما فی ہذا الامر فلیطلع لنا قرنہ قال ابن عمر فاطلقت حبوتی فاردت ان اقول یتکلم فیہ رجال قاتلوک واباک علی الاسلام فخشیت ان اقول کلمۃ تفرق الجماعۃ ویسفک فیہا دم وکان ما وعد اللہ فیہ الجنان احب الی من ذلک فلما انصرفت الی المنزل جاءنی حبیب بن مسلمہ فقال ما منعک ان تتکلم حین سمعت ہذا الرجل یتکلم قلت اردت ذلک ثم خشیت فقال له حبیب وفقت وعصمت وہذا اصح لانہ ورد فی الصحیح ۲۳۲ جلد ثالث

مطلب اسکا بھی وہی ہے کہ عبد اللہ بن عمر کے سامنے معویہ نے خطبہ میں کہا جو شخص جواب کلام کرے وہ اپنے شاخ نکالے اسپر ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے توچاہا کہ جان کی پروا نہ کر اور یہ جواب دوں کہ اس بارے میں وہ لوگ کلام کرتے ہیں جنہوں نے تجھ سے اور تیرے باپ سے قتال کیا اسلام لانے پر مگر پھر اس خوف سے چپ رہے کہ کہیں ایسا کلمہ نہ کہہ جاؤں جس سے اتحاد و اتفاق میں خلل واقع ہو اور خونریزی ہونے لگے جب اپنے گھر آئے تو حبیب بن مسلمہ نے آکر پوچھا کہ کیوں نہ جواب دیا جب معویہ وہ کلام کر رہا تھا تو ابن عمر نے یہی جواب دیا کہ بخوف فتنہ و فساد ہمنے سکوت کیا جسپر حبیب نے کہا اچھا کیا یہ روایت اصح ہے کیونکہ صحیح میں وارد ہے اس سے بھی بخوبی اُسکی تصدیق ہوئی کہ اس کلام سے اصلی مقصود اُنکا یہی تھا کہ ابن عمر پر تعریض کرے جسکا جواب وہ کچھ نہ دے سکے ۔

اب ان تقریروں سے اچھی طرح آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کس درجہ کے سچے اور راستگو ہیں۔ دیکھئے نواب مولوی صدیق حسن صاحب بغیۃ الرائد میں لکھتے ہیں وہرچہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معویہ شد جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطاے اجتہادی بودہ پسند خاطر انصاف پسنداں نیست در مالابد منہ گفتہ ہر کہ با علی منازعت کردہ مخطی است ص ۱۹

کہئے یہ قول تصدیق کرنیوالا ہو آپ کا یا تکذیب کرنیوالا۔ یہ سب اقوال علمائے ہندوستان کے ہیں۔ اب آپکے خاص سلہٹ کے بھی بعض اقوال پیش کرتا ہوں جسکے قبول کرنے میں آپ کو کوئی عذر نہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ آپکے ملک کے عالم مسلم الثبوت ہیں۔ دیکھئے مولوی عبدالقادر صاحب سلہٹی فوائد قادریہ میں لکھتے ہیں فلم یکن معویۃ ومن بعدہ من الخلفاء الکاملین صـ۱۔ پھر لکھتے ہیں بذیل شرح ماتن۔

ولا ینعزل الامام بالفسق والجور ثم یجوز تقلید القضاء من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلدوا القضاء من معویۃ لما انفرد بالامارۃ وخالف علیا والحال ان الحق کان بید علی فی نوبتہ پھر کہا وعند اھل السنۃ معویۃ کان باغیا فی نوبۃ علی وبعدہ الی زمان ترک امیر المومنین حسن الخلافۃ الیہ صـ۳۔

(۱) یعنی معویہ یا ابکے بعد والے خلفاء کاملین سے نہ تھے (۲) منصب قضا لینا ظالم بادشاہ سے جائز ہے جیسا کہ بادشاہ عادل سے لینا جائز ہے کیونکہ صحابی لوگوں نے منصب قضا لیا تھا معویہ سے۔ جسوقت معویہ نے مخالفت کی علی سے۔ حالانکہ حق اُسوقت علی کے ساتھ تھا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ مولوی عبدالقادر صاحب معویہ کو ظالم فاسق جانتے ہیں) (۳) اہل سنت قائل ہیں کہ معویہ باغی تھا زمانہ علی میں اور اُسکے بعد بھی جب تک کہ امام حسنؑ نے خلافت معویہ کے حوالہ نہ کی۔

اب فرمائے ان تصریحات صریحہ کے بعد بھی اپنے اس قول سے کہ جنگ وجدال طرفین کا خالی تھا بغض وحسد وحرص وطمع سے: توبہ کیجئے گا یا نہیں اور اپنی غلطی کا اقرار فرمائیگا یا نہیں۔ ایمانًا فرمائے آپ سچے ہیں جو اس جنگ وجدال کو بغض وحسد وطمع سے خالی اعتقاد کرتے ہیں۔ یا آپکے شاہ عبدالعزیز صاحب جو ان کا ردہ ایئوں کو نفسانیت و تہمت اموریت و فرشیت پر محمول کرتے ہیں۔ یا رسول اللہؐ کی حدیثیں جن میں حضرت سے

معٰویہ کو اور اُسکے ساتھیوں کو باغی اور اہل نار سے فرمایا اور صحابہ و تابعین و علمانے اُنپر
لعنت فرمائی۔

حضرات! آپ لوگ فضائل اہل بیت اطہار میں تو گونگے اور بہرے بنجاتے ہیں اور معائب
خلفا و صحابہ میں بحکم کف لسان ایسا لایعقل بنتے ہیں کہ نہ کچھ سمجھتے ہیں نہ بوجھتے۔
بھلا جنگ و جدال و لڑائی کو کوئی بھی علامت محبت کہہ سکتا ہے۔ جو آپ نے معٰویہ کے لئے
دعوے کیا۔ کیا رسول اللہؐ و ابو جہل و ابو سفیان میں بھی محبت تھی جو باہم جنگ ہوا کی۔
اسکو بھی جانے دیجئے تا حیات جناب امیرؑ اگر طمع خلافت تھی تو بعد حصول خلافت کیا
سبب ہوا جو سب و شتم جناب امیرؑ کو رواج دیا۔ یہانتک کہ اپنی بیعت اس طریقہ سے لینی
شروع کی کہ حضرت علیؑ سے تبرا کرو۔ تو ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ بغیر قلبی عداوت
کے ایسے امور سرزد ہوے ہوں؟ ہرگز نہیں دیکھو عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۱۷۔

قال چنانچہ نافع المومنین میں مسطور ہے کہ ایک روز پیغمبر خداؐ گھوڑے پر سوار تھے اور معٰویہ
آپ کے ہمرکاب تھا آپ نے فرمایا اے معٰویہ تو میرے پاس سے الگ ہوجا کہ تیری پشت سے خون
کی بو آتی ہے حضرت معٰویہ رض بہت بے قرار ہوے اور رونا شروع کیا اور کہا یا رسول اللہ میرا
جگر پانی پانی ہو جائیگا مجکو اس بات سے آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تیری پشت سے
ایک لڑکا پیدا ہوگا جو میرے فرزندوں کو ناحق قتل کریگا معٰویہ رض نے کہا کہ میں ابھی اپنی
بی بی کو تین طلاق دی۔ سبحان اللہ کیا اس قول میں بغض و حسد پایا جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ وہم
کرنا خالی حسد سے نہیں اور اُسی کتاب میں مذکور ہے کہ وقت اخیر میں حضرت معٰویہ رض نے اپنے
بیٹے کو وصیت فرمایا کہ اے لڑکے اگر تو نے اہل بیت کو ذرا بھی ایذا دی تو یاد رکھنا سیدھا دوزخ
میں جائیگا یزید نے کہا آپ کی سب وصیت میں نے قبول کی مگر اس وصیت میں مجکو کلام
ہے یہ بات سُنکر نہایت غضبناک ہوئے اور کہا تف ہی تجھ پر فوراً عبد اللہ بن زیاد کو
بلایا اور کہا میں لکھدیتا ہوں تم مدینہ طیبہ کو جاؤ اور حسین رض کو یہاں لاؤ کہ یہ خلافت

سلیمان بندۂ فرج و شکم بود | برائیش غلۂ صد خروار کم بود
صفاقش تا بہ بالاے تغارے | وحوش و طیر را سنگِ فرارے

زیک عالم بقولش ناشتا بود | ز ماہی ہفت دریائش غذا بود
ز نسوانِ شما اُمّ الجمیل است | کہ در گمراہی خود بے عدیل ست
نبیؐ تا بود او آزار دادش | خدا ہیزم کشیِ نار دادش
دگر ہند جگر خوار شما بود | کہ راہِ بغی و کین را رہنما بود
لعینے را کشیدہ در بر خویش | باو بخشیدہ مال و زیور خویش
بعیاری فرستاد آن شقی را | کہ تا بیجان کند عمّ نبیؐ را
جگر از سینۂ حمزہ کشیدہ | باآن لبہاے ناپاکش مکیدہ
عفاک اللہ زاقواے کرداری | زہے آغاز و انجامے کہ داری
شمار اشجرۂ ملعون خدا گفت | پیمبر لعن در حق شما گفت
باین خواری دگر ای خر چہ نازی | باین نام و نسب دیگر چہ نازی

الغرض یہ مختصر حالات مین معٰویہ و یزید و بنی امیہ کے جس سے اہل اسلام کو اگر غور کرین تو پورے طور پر ہدایت مل سکتی ہے کہ ان دشمنان خدا و رسول سے بیزاری واجب و لازم ہے اگر ہمارے حریفون نے سلسلہ مکاتبات کو طول دیا تو آیندہ کما حقہ جزان امور کی لیجائیگی۔

حالانکہ اہل فہم کے لئے تو یہی کافی ہے جسقدر عرض کیا والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی محمد و آلہ الغر الکرام اخر الکلام

ماہ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

میں اُنکو سپرد کروں پھر اُسوقت اُنھوں نے خط لکھا عبد اللہ بن زیاد کو مدینہ روانہ کیا وہ ایک منزل کے قریب پہنچے ہونگے کہ معاویہ رض کا انتقال ہوا یزید نے عبد اللہ کو الٹا بلایا

اقول اگر ایسی ایسی جھوٹھی کتابیں آپ کے مذہب میں نہ بنتیں تو آجتک آپ کا مذہب ہی کیوں قائم رہتا۔ کیونکہ میں نے تو اسکے پہلے بہت سی حدیثیں لکھی ہیں جن سے معلوم ہوا آپ کے بڑے بڑے علما نے ہزارہا جھوٹھی حدیثیں بنائیں اور اس ذریعہ سے بہت سا ذریعہ کمایا۔ پھر نافع المومنین والاکثر شمار میں ہو جو نہ عالم ہو نہ فاضل نہ محدث نہ متکلم۔ دیکھیے آپ کے مذہب کی مستند کتابیں تاریخ الخلفا تاریخ کامل مستطرف عقد الفرید صواعق محرقہ تطہیر الجنان جس میں خاص معٰویہ کے حالات مرقوم ہیں۔ موجود ہے۔ اُن سب میں کہیں اس روایت کا وجود نہیں محض بنائی ہوئی کہانی ہو جو آپ کے مذہب کی بڑھیاؤں نے تصنیف کی۔ اگر معٰویہ کو ذرہ برابر بھی رسول اللہ پر ایمان ہوتا تو بھلا وہ کبھی جنگ جناب امیرؑ کا نام لیتا جنکے بارے میں ہزاروں مرتبہ آپ نے فرمایا محبت علیؑ علامت ایمان ہو اور بغض علیؑ علامتِ نفاق ہو۔ آپ لوگوں نے جیسا کہ مسئلہ الخیر والشر کلہ من اللہ کا مسئلہ ایجاد کیا ہو جس میں آپ لوگ ہر الزام سے پاک ہوں۔ اور خدا پر سارا الزام آئے اُسیطرح یہ روایت گڑھی جس میں معٰویہ صاحب کو بچا کر خونِ امام حسینؑ کا الزام خدا پر لگائیں۔ دیکھیے آپکے معٰویہ صاحب نے اپنے بیٹے یزید کو مرتے وقت ایسی ہدایت کی ہو جس سے قتلِ امام حسینؑ اُسکو ایسا آسان معلوم ہو کہ کوئی دقت ہی اُٹھانی نہ پڑے معٰویہ کہتا ہے۔

لست اخاف علیک الا ثلثہ الحسین ابن علی وعبد اللہ بن الزبیر وعبد اللہ بن عمر فاما الحسین بن علی فارجوا ان یکفیلہ اللہ فانہ قتل اباہ وخذل اخاہ۔ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۳۹ یعنی مجھے تیری نسبت تین آدمیوں سے خوف ہو۔ حسین عبد اللہ بن زبیر عبد اللہ عمر سے۔ لیکن حسین ہیں اُنکے بارے میں مجھے امید ہو کہ تیری طرف سے خدا اُسکی کفالت کریگا کیونکہ اُنکے باپ (جناب امیرؑ) قتل کیے گئے

اور بھائی اُنکے امام حسنؑ محروم کئے گئے۔ فرمائیے تو اس جملہ میں کیا اشارہ ہے۔؟
کیا بتایا ہے کہ اُنکا قتل ایسا سہل ہے کہ تجھے کوئی فکر بھی نہ پڑیگی۔ کیونکہ جب جناب امیرؑ
قتل کر دے گئے اور امام حسنؑ جو بڑے بھائی تھے محروم کر دئے گئے۔ تو بھلا اُنکو خلافت
کے لئے کون قبول کر سکتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ معویہ تو قتل امام حسینؑ کو ایسا آسان
بتائے۔ اور آپ یہ بتاتے ہیں کہ معٰویہ نے اپنی جورو کو طلاق دیدیا اور بچھو کے ڈنک مارنے
سے دوسری جورو کی جس سے یزید پیدا ہوا۔ توبہ کیجئے توبہ کہ خدا پر آپ الزام لگائیں
اور معویہ و یزید کو الزام سے بچائیں۔ یہ تو وقت موت کی گفتگو تھی۔ اب اسکے قبل کی تقریر
سنئے جب معٰویہ مدینہ گیا تھا تو جناب امام حسینؑ سے ملاقات ہوئی فلما نظر الیہ قال
لا مرحبا ولا اھلا بدنہ یترقرق دمھا واللہ مھرقۃ قال مھلا فانی واللہ لست
باھل لھذہ المقالۃ قال بلے ولشرمنھا ج ۲ صفحہ ۲ یعنی معٰویہ نے دیکھکر کہا نہ مرحبا ہو تمکو
نہ اہل (کلمہ حقارت ہے عرب میں) دنبہ ہے جسکا خون پھڑک رہا ہے قسم خدا کی بہایا جائیگا۔ امام حسینؑ
نے فرمایا خاموش رہ میں اس گفتگو کے قابل نہیں ہوں۔ معٰویہ نے کہا بلکہ اس سے بھی بدتر
گفتگو کے لائق ہو۔ فرمائیے یہ گفتگو محبت آمیز تھی یا عداوت انگیز۔ جس میں بقسم کہہ رہا ہے کہ عنقریب
تمہارا خون بہایا جائیگا۔

ارے جناب یہ تو جناب امام حسینؑ تھے جن کی خاندانی عداوت معٰویہ کے نطفے میں داخل تھی تو اس کے
میں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت عائشہ کو اسی معٰویہ نے کنوئیں میں گرا کر چہ نہ دلوادیا جسمیں وہ قتل
گئیں اور معٰویہ نے اُس کنوئے کو بند کرا دیا۔ اور قتال اہل مدینہ کی رائے بھی معٰویہ ہی مرتے
وقت دیگیا تھا جس میں سپہ سالار کا بھی نام یزید کو بتا دیا تھا کہ مسلم ملعون کو مدینہ کے
غارت کو بھیجا جسنے ہزاروں صحابہ و تابعین کو قتل کیا تین روز تک مدینہ میں قتل عام رہا
ہزارہا کنواری لڑکیوں کی زالہ بکارت کی گئی جو سب صحابہ کی بیٹیاں تھیں جس سے ہزار ولد
ولد الزنا پیدا ہوئے جو آپ لوگوں کے امام قرار پائے۔ اور مسجد رسولؐ و منبر پر گھوڑوں

کہ صوں کتوں نے موتا ہگا ناپاک کیا۔ ان سب حرکات کے بانی مبانی معٰویہ تھے نہ یزید
جو اپنے باپ کی وصیت کا عامل تھا۔ واہ صاحب آپ کی تواریخ میں تو یہ سب مضامین
ہوں اور آپ معٰویہ کی خیرخواہی میں اس طرح کی جھوٹھ تصنیف فرمائیں جسکے جواب میں مجھے
قرآن کی وہی آیت یاد پڑتی ہے جو فرمایا ہے الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور
یہ جو لکھا اُس کتاب میں لکھا ہے وقت آخر میں معٰویہ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی محض
غلط ہے۔ کیونکہ آپ کے تمامی کتب تواریخ میں مرقوم ہے کہ یزید معٰویہ کے مرتے وقت وہاں موجود
نہ تھا غیر حاضر تھا معٰویہ کے تین دن مرنے کے بعد آیا دیکھو تاریخ کامل تاریخ الخلفا
عقد الفرید مستطرف ثمرۃ الاوراق وغیرہ۔ تعجب ہے کہ نافع المومنین والے نے آپ کے
امام یزید کو ایسا احمق بنایا کہ اُسنے یہ جواب دیا کہ اس وصیت کے قبول کرنے میں مجھے عذر
ہے۔ یہ کیوں نہ کہا کہ خود فضیحت دیگرے را نصیحت کیوں کرتے ہو۔ اگر اہل بیت نبی کی تعظیم
لازمی تھی تو تم نے کیوں حضرت علیؑ سے جنگ کی اور امام حسنؑ کو کیوں زہر دلوایا جو ہمسکو
سمجھانے چلے ہو۔ مگر ہم ان سب سے درگذر کریں تو اہل سنت اسکا کیا جواب دینگے کہ جب
یزید ایسا ناخلف تھا تو پھر اُسکو کیوں خلیفہ مانتے ہیں جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی
قاری نے لکھا۔ اور اسکی بھی تاکید کی کہ اُسپر لعنت نہ کرنا چاہیے۔ اگر کاش آپ لوگ یزید
ہی کے بارے میں اپنے ایمان کو درست کر لیتے تو خیر کچھ امید بندھتی۔ مگر آپ لوگ تو اُسکو
اپنا امام اور خلیفہ زادہ مانتے ہیں **قولہ** اور زہر دینا حضرت معٰویہ نے کا حضرت حسن عم کو
محض غلط ہے کذا فی الکتب السیر والخبر **اقول** مجھے تعجب ہے کہ آپ نے معٰویہ کی
لڑائیوں کو ساتھ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے دلیل محبت والفت قرار دیا جسپر فرمایا۔
کمال حب والفت درباری اہل بیت رضوان اللہ علیہم رکھتے تھے "پھر یہاں زہر دلوانے
سے امام حسنؑ کے کیوں انکار کیا۔ کہ تلوار و نیزہ سے لڑنا جسکو ہر شخص دیکھتا ہے دلیل محبت ہے
اور زہر دینا جو پوشیدہ ہوتا ہے عداوت کی دلیل ہے جس سے آپ نے انکار کیا آپ کتنی

کتابوں کو جھوٹا کہینگے موۃ العجائب شیخ ابو عبداللہ محمد ربیع الابرار زمخشری تاریخ ابوالحسن مدائنی۔ استیعاب ابن عبدالبر مکی تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی۔ تہذیب الکمال مزی تہذیب التہذیب ذہبی مختصر فی اخبار البشر تاریخ ابوالفدا حسن السریرہ عبدالقادر محمد بن طبری تاریخ خمیس حیوۃ الحیوان نزل الابرار مفتاح النجا مستطرف ثمرۃ الاوراق وغیرہ بے انتہا کتابوں میں مذکور ہے کہ امام حسنؑ کو معویہ نے زہر دلوا کر شہید کیا چنانچہ استیعاب ابن عبدالبر مکی میں ہے۔

قال قتادہ و ابو بکر بن حفص سم الحسنؑ بن علی سمتہ امرأتہ جعدہ بنت الاشعث بن قیس الکندی وقالت طائفۃ کان ذلک منہا بتدسیس معویہ الیہا وما بذل لہا فی ذلک وکان لہا ضائر واللہ اعلم

استیعاب میں ہے کہ جناب امام حسنؑ کو جعدہ بنت اشعث بن قیس کی بیٹی نے زہر دیا معویہ کے کہنے سے کیونکہ معویہ نے بہت سا مال اسے دیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اگر تو امام حسنؑ کو زہر دیگی تو تیرا عقد اپنے بیٹے یزید سے کر دیں گے اور لاکھ روپے دینگے۔ بروایت خواص

اور سبط ابن جوزی خواص الامہ میں لکھتے ہیں

قال الشعبی انما دس الیہا ای جعدہ فقال سمی الحسنؑ وانا وجلک بیزید واعطیک مائۃ الف درھم

اور تہذیب الکمال میں ہے کہ معاویہ اپنے بعض خدمتگاروں کے ساتھ زیادہ مہربانی کرتا تھا اس غرض سے کہ امام حسنؑ کو زہر دے

اور تہذیب الکمال مزی میں ہے۔

عن عبداللہ بن الحسن قد سمعت یقول کان معاویۃ قد یلطف بعض خدمہ ان یسقیہ سما

اور علامہ ذہبی امام المحدثین تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں وقد سمعت بعض من یقول کان معویہ قد یلطف

اور علامہ ذہبی بھی اسی مضمون کو تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں۔ اور شاید آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اشعث بن قیس کہ جس کی بیٹی نے امام حسنؑ کو زہر دیا خلیفہ اول کا بہنوئی ہے خلیفہ اول کی بھانجی بہن کی بیٹی تھی اور بعد وفات حضرت امام حسنؑ کے معویہ نے مسرت ظاہر کی تاریخ خمیس میں ہے حیوۃ الحیوان ہے کہ جب امام حسنؑ

لبعض خدمه ان یسقیه سما۔
اور حیوۃ الحیوان میں ہے قال ابن خلکان
انہ لما مرض الحسن کتب مروان بن
الحکم الی معویۃ بذلک وکتب الیہ
معویۃ ان اقبل المطی الی بخبر الحسن
فلما بلغ معویہ موتہ سمع تکبیرۃ من
الخضراء فکبر اہل الشام لذلک فقالت
فاختہ بنت قرظۃ اقر اللہ عینک
ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسن
فقالت اعلی موت ابن فاطمہ تکبر
فقال واللہ ما کبرت شماتۃ ولکن استراح
قلبی ودخل علیہ ابن عباس فقال
یا ابن عباس ہل تدری ما حدث
فی اہل بیتک فقال لا ادری ما حدث
الا انی اراک مستبشرا وقد بلغنی
تکبیرک فقال مات الحسن فقال ابن
عباس رحم اللہ ابا محمد ثلثا واللہ
یا معویۃ لا تسد حفرتہ حفرتک
ولا یزید عمرہ فی عمرک ولئن کنا
اصبنا بالحسن فقد اصبنا بامام المتقین
ووصی خاتم النبیین فجبر اللہ تلک
الصدعۃ وسکن تلک العبرۃ
وکان الخلف علینا من بعدہ

بیمار ہوئے (معویہ کے زہر کی بدولت) تو
مروان نے معویہ کو اس حال سے خبر دی معویہ
نے جواب میں لکھا کہ جلد انکے حال سے خبر دے
بعد اسکے جب معویہ نے حضرت امام حسن ع کی
شہادت کی خبر سنی تو بڑے زور سے نعرہ اللہ
اکبر بلند کیا جسکو حاضرین دربار وغیرہ
نے سنا اور اہل شام نے بھی تکبیر کہی اسپر
فاختہ بنت قریظہ نے کہا کیا دختر فاطمہ
کے بیٹے کے مرنے پر تو تکبیر کہتا ہے معویہ نے
کہا از راہ شماتت نہیں ہے بلکہ آج اس خبر سے
میرے دلکو راحت ملی اسکے بعد ابن عباس
آئے تو معویہ نے کہا کچھ جانتے ہو تمہارے خاندان
اہل بیت میں کیا حادثہ گذرا ابن عباس نے
کہا ہم نہیں جانتے کیا ہوا مگر تجھکو نہایت
خوش و خرم شادان و فرحان
دیکھتے ہیں اور تیرے تکبیر کہنے کی آواز سنی ہے
معاویہ نے کہا حسن مر گئے (یعنی امام حسن)
ابن عباس نے تین مرتبہ کہا خدا ابو محمد (امام حسن)
پر اپنی رحمت نازل کرے ای معویہ قسم خدا کی
نہ انکی قبر تیری قبر کو بھریگی نہ انکی زندگی
تجھکو مل جائیگی جو تیری عمر طولانی ہو اگر
ہمکو واقعی یہ حادثہ ہوا ہے تو ہملوگ
امام المتقین اور وصی خاتم

البنین کی مصیبت میں مبتلا ہوئے خدا بجائے اس مصیبت میں صبر دے اور یہ مضمون منزل الابرار مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی و رمفتاح النجا و ربیع الابرار زمخشری وغیرہ میں بھی موجود ہے اور عقد الفرید علامہ ابن عبدربہ میں ہے

ولما بلغ معوية موت الحسن بن علیؑ خر ساجدا لله ثم ارسل الی ابن عباس وکان معه في الشام فعزاه وهو مستبشر وقال له ابن کم سنة مات ابو محمد فقال له سنه کان یسمع في قریش فالعجب من ان یجهله مثلك قال بلغني انه ترك اطفالا صغارا قال کل ما کان صغیرا یکبر وان طفلنا لکهل وان صغیرنا لکبیر ثم قال مالي اراك یا معاویة مستبشرا بموت الحسن بن علي فوالله لا ینساء في اجلك ولا یسد حفرتك وما اقل بقاءك وبقاءنا بعده

صفحہ ۲۲۵ ج ۲

یعنی جب امام حسنؑ کے وفات کی خبر معویہ کو پہونچی تو معویہ نے **سجدۂ شکر** ادا کیا پھر بلا بھیجا ابن عباس کو در حالیکہ معویہ نہایت خوش و مسرور تھا۔ پھر تعزیت کی اور پوچھا ابن عباس سے کیا سن تھا امام حسنؑ کا؟ تو ابن عباس نے کہا کہ انکا سن تو تمامی قریش میں سنا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ تو نہیں جانتا (شاید اشارہ ہے کہ اگر تو بھی قریش ہوتا تو جانتا) معویہ نے کہا ہمنے سنا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مرے ہیں۔ ابن عباسؓ نے کہا جو بچے ہیں وہ جوان ہونگے اور ہمارے لڑکے تو طفلی میں ادھیڑ ہوتے ہیں اور کم سنی میں بزرگ۔ پھر کہا ابن عباس نے اے معویہ تو اسقدر خوش و مسرور کیوں ہے وفات سے امام حسنؑ کے؟ قسم خدا کی اس سے نہ تیری عمر طولانی ہوگی اور نہ تیری قبر کی جگہ بھر جائیگی۔ ہائے کسقدر کم ہے ہماری اور تمہاری عمر کا باقی رہنا بعد انکے۔

اب معلوم نہیں آپ کی وہ کون سی کتابیں ہیں سیر و خبر کی جس میں یہ مرقوم ہے کہ معویہ نے حضرت امام حسنؑ کو زہر نہیں دلوایا جسکا آپ حوالہ دے رہے ہیں کاش وہ ایک کتاب کا بھی نام لکھتے تو آپ کی راستگوئی دیکھی جاتی۔ الغرض امام حسنؑ کی وفات پر معویہ اللہ اکبر کہے اور سجدہ شکر ادا کرے اور آپ اسکو مسلمان سمجھیں۔ حالانکہ رسول اللہ ؐ نے

اور جناب امیرؑ نے قتل کفار کے بارے میں یہ سنت جاری کی تھی۔ افسوس صد افسوس کہ محبت معٰویہ نے آپ لوگوں پر ایسا گہرا اثر ڈالا ہے کہ راستی و سچائی کی ذرہ برابر بھی آپ حضرات کو [قدر] نہیں آنکھ بند کر کے جھوٹھ بولا کرتے ہیں اور کچھ خیال نہیں کرتے کہ آگے چلکر کیا ہوگا آیہ قرآنی لعنت اللہ علے الکاذبین کو یاد فرمائیے۔ اور یہ جملہ بھی قابل غور ہے کہ جو حضرت ابن عباس نے کہا کہ حضرت امام حسنؑ وصی خاتم الانبیاء تھے کیونکہ آپ لوگ تو خلافت کو بوصیت رسول نہیں قبول کرتے اور یہ کہتے ہیں خلیفہ بنانا آدمیوں کے ذمہ ہے پھر حضرت امام حسنؑ کس بات کے وصی رسول تھے۔ اور جب آپ لوگ قائل ہیں کہ حضرت امام حسنؑ نے خلافت کو معٰویہ کے حوالہ کیا تو پھر وہ حضرت کیونکر وصی رہے اگر خدا آپ کو عقل دے تو اس جملے سے بھی آپ بارہ خلیفہ والی حدیث کو سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت نے انھیں بارہ امام کو اپنا خلیفہ فرمایا ہے جو وصی بھی تھے اور امام بھی اور نائب بھی

قولہ باوجود پائے جانے اسقدر صفائی قلب اور علامات محبت و موالات کے جو جہاد اور اختلاف درمیان امیرؑ اور معٰویہ رضہ کے وقوع میں آیا اسمیں گمان بد اور ظن فاسد ہرگز وہرآئینہ جائز نہیں بمجرائے احادیث شریفہ کے قال رسول اللہ صلعم اختلاف امتی رحمۃ یعنی فرمایا پیمبر صلعم نے اختلاف امت کا میری رحمت ہے کیونکہ کوئی اگر مصیب ہو تو انکو دو نیکی اور اگر غیر مصیب ہو تو انکو ایک نیکی ملیگی۔

اقول تعجب ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب تو ازالۃ الخفا میں صاف صاف فرمائیں و دکھاتے ہیں اور جناب امیرؑ میں پوری صفائی نہ تھی خالی از کدورت و انقباض نہ تھے جسپر چند روایتیں بھی نقل کی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ عثمان نے کسی امر میں حضرت کے ساتھ بے ادبی کرنا چاہا معاذاللہ جناب امیرؑ کو سزا دیں حضرت عباس نے رفع دفع کرنا چاہا اور عثمان کو تقریر دی جسپر عثمان نے کہا اگر علی چاہتے تو انکے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا مگر وہ اپنی رائے سے باز نہیں آتے اور پھر حضرت عباس نے جناب امیرؑ کو فہمیش کر کے خاموش کرنا چاہا تو حضرت نے فرمایا کہ اگر عثمان کہے تو میں مدینہ سے نکل جاؤں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کتاب خدا کی اقامت میں سستی کروں صفحہ ۲۲۲ مقصد ثانی ازالۃ الخفاء۔ اور عقد الفرید میں ہے کہ عثمان نے حکم دیا

جناب امیرؑ کو کہ مدینہ سے نکلجائیں بمقام ینبع جسکی تعمیل حضرت نے کی ص ۲۱۵ ج دوم۔
پس جب بقول شاہ ولی اللہ خلفا باخود ہا سینہ صاف نہ تھے اور انقباض و تکدر سے خالی نہ
تھے تو معٰویہ کی صفائی اور محبت کا دعوے جناب امیرؑ و اہل بیت طاہرین کے ساتھ آپ
ایسے علامہ دہر کے سوا اور کون کرسکتا ہے۔ مگر بہرحال بعد مدت کے اتنا معلوم ہوا کہ آپ
بھی قائل ہیں کہ اہل بیت رسول اللہ کی محبت و ولا کو ایمان میں کچھ دخل ہے جب ہی اسکا
دعوے کیا کہ معٰویہ کو صفائی قلب و محبت و الفت خاندان رسالت م سے حاصل تھی مگر آپ کا
یہ اعتقاد ہے جو ہر مومن کو ہونا چاہیے تو تھوڑی دیر کے لیے بھی عقل سے کام لیجیے تو آپکو معلوم
ہو جائیگا یہ جزو ایمان آپ کے حضرت معٰویہ سے مسلوب تھا جو ایکنہیں بہتر لڑائیاں آپکے مولے
مومناں سے لڑا جسکے بارے میں حضرت رسول اللہ ص نے صد ہا حدیثوں میں فرمایا حربک
حربی یعنی اے علی تم سے لڑنا مجھ سے لڑنا ہے اور سابقا خود شاہ عبد العزیز صاحب کے بھی کرر اقوال
مرقوم ہو چکے ہیں کہ محارب علیؑ کافر ہے بالاجماع۔ جسکے بعد آپکو بغض معٰویہ میں کوئی عذر نہ رہیگا۔
باقی رہا یہ امر کہ آپکے جاہل ملاؤں نے آپلوگونکو یہ سمجھا دیا ہے کہ یہ سب لڑائیاں اور جنگ و جدال محبت و
اتحاد کی بنا پر تھیں۔ پس محض جاہلانہ اور مجنونانہ خیال ہے یہی سبب ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب
نے بتصریح لکھدیا یہ کل افعال از راہ نفسانیت تھے اور مولوی صدیق حسن خاں نے تو اسکے
ساتھ یہ بھی کہدیا اسکو خطاے اجتہادی کہنا پسند انصاف پسند نہیں۔ پھر آپ کیوں ان سب
کی مخالفت کر کے ان سب لڑائیونکو دلیل محبت و الفت سمجھتے ہیں۔ آخر میں جو حدیث آپ
لائے ہیں محض غلط ہے۔
دیکھیے ملا علی قاری اپنے موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں اختلاف امتی رحمة زعم کثیر
من الائمة انه لا اصل له یعنی اس حدیث کو بہت سے علمانے بے اصل جانا ہے تو کیا آپ بے
اصل باتوں کی نسبت کرکے طرف رسول خدا ص کے نہیں شرماتے، کیا آپکو ان علماء سے بھی شرم
نہیں آتی جو اسے بے اصل کہتے ہیں جیسا کہ ذیل میں کہ حدیث نجوم مذکور ہوا کہ موضوع ہے اور یہ بھی آپکی
ناواقفیت کی دلیل ہے جو مصیب غیر مصیب کو بیان لکھا کیونکہ اس بحث کو تو تمام علمانے اس
بات پر گواہ ہے کہ جناب امیرؑ اور معٰویہ دو مجتہد تھے جسمیں جناب امیرؑ حق پر تھے اور

معویہ باطل پر۔ مگر جب ہم بیان کر چکے کہ معویہ کو مجتہد لکھنا حسب بیان آپکے علما کے جائز نہیں تو مصیب و غیر مصیب کی بحث بیکار ہو گئی۔ دیکھئے! یہ کیسے اجتہاد کا ایسا عظیم درجہ ہو کہ آپکے علمائے خلفا میں بجز حضرت عمر کے کسیکو یہ خطاب نہیں دیا۔ ابوبکر کو۔ عثمان کو پھر اس درجہ کی کیوں ایسی بے عزتی کرتے ہیں جو معویہ کو مجتہد بناتے ہیں حالانکہ خود آپکے علامہ حجر لکھتے ہیں کہ شبہہ پیدا کرنے سے مجتہد نہیں ہو سکتا۔ تو معویہ کیسے مجتہد ہو گیا یہ تقریر ابن حجر کا اس مقام پر ہے کہ لوگوں نے قاتلان عثمان کی بغاوت سے انکار کر کے انکو ظالم کا خطاب دیا ہے اس بنیاد پر کہ انکا شبہہ کوئی قابل شمار نہ تھا اور انہوں نے باطل پر اصرار کیا۔ حق انپر واضح ہو گیا تھا صو۱۲۹ ۔

افسوس کہ قاتلان عثمان جو اکثر صحابی اور علماء و فضلا تھے۔ وہ تو بغاوت کے درجہ سے بھی گرا دیے جائیں حالانکہ صحابہ کا اجماع انکے قتل پر ہو چکا تھا۔ اور جناب امیرؑ سے جنگ کرنیوالا جو یقینی کافر تھا۔ باغی اور مومن اور مجتہد بنایا جاتا ہے یارو کچھ تو خدا سے شرم کرو۔

قولہ بھلا شیعت ایزدی کو ذرا خیال میں لانا اور غور فرمانا چاہیے چنانچہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کما فی المشکوٰۃ صہ٥٥٥

عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول سئلت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض لکل نور فمن اخذ بشیٔ مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ہدی وقال قال بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔

ترجمہ روایت ہے خلیفہ ثانی سے کہا سنا میں نے رسول خدا کو فرماتے تھے کہ سوال کیا میں نے اپنے رب سے اختلاف سے اپنے اصحاب کے بعد میرے پس وحی بھیجی اللہ نے طرف میرے کہ اے محمد صلعم تحقیق اصحاب تمہارے نزدیک میرے مثل ستاروں آسمان کے ہیں کہ بعض انمیں سے قوی تر ہیں بعض سے اور واسطے ہر ایک کے ایک نور ہے پس جو اختلاف آپس میں کرینگے وہ لوگ اختلاف نزدیک میرے ہدایت ہے دوسری وقت میں یہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جس سے اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے اور شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے۔

حدثنا محمد بن احمد ابو لید قال کہا ابو... نے کہ فرمایا رسول صلعم نے کہ

حدثنا محمد بن الحسن بن موسى
الخشاب عن غياث بن الطوب
عن السماك بن عمار عن جعفر بن محمد
عن ابائه قال قال رسول الله صلعم
ما وجدتم فی کتاب الله تعالی عز
وجل فالعمل لکم به لاعذر لکم
فی ترکه وما لم یکن فی کتاب الله
عزوجل وکانت فیه السنة منی
فلا عذر لکم فی ترك سنتی وما لم
یکن فیه سنة منی فما قال اصحابی فقولوا
به انما مثل اصحابی کمثل النجوم
بایهم اخذ اهتدی بای اقاویل
اصحابی اخذتم اهتدیتم واختلاف
اصحابی لکم رحمة وصدق به ملا باقر
مجلسی فی بحار الانوار

جو چیز ملے تمکو قرآن میں پس ضروری عمل کرنا
تمکو ساتھ اُسکے اور نہیں ہے کوئی عذر واسطے
تمہارے ترک پر اُسکے اور جو چیز کہ نہیں ہے
کتاب اللہ میں اور ہے وہ چیز سنت میں میرے
پس نہیں ہے عذر واسطے تمہارے ترک سنت
میں اور جو چیز نہیں ہے سنت میں میرے پس جو چیز
کہیں اصحاب میرے پس کہو اُسکو سوا اسکے
نہیں ہے کہ مثال اصحاب میرے مانند ستاروں
کے ساتھ جسکی کہ پیروی کرینگے ہدایت پاؤگے
ساتھ جس قول اصحاب میرے کے پکڑے وہ لوگ
ہدایت پاوینگے اور اختلاف اصحاب کا میرے
واسطے تمہاری رحمت ہے اور تصدیق کیا اُسکو
ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار
میں۔

اقول واہ صاحب واہ جناب رسول ؐ و جناب امیر ؑ و امام حسن ؑ کی تکذیب میں تو آپ اپنی
قوت صرف کر چکے اب درگاہ خدا پر دست درازی شروع کی کہ مشیت ایزدی پر حملہ کیا پہلے
مشیت ایزدی کے معنی و مطلب کو سمجھئے تب اُسکا نام لیجے۔ مگر جس مذاق سے آپنے مشیت
ایزدی کا ذکر کیا اُسی مشیت ایزدی میں ایذا دہی کفار کو نسبت انبیاء سابقین و ایذا دہی مشرکین قریش
کو نسبت جناب رسول اللہ ؐ یاد فرما کر مشیت ایزدی پر فخر کیجئے کہ یہ سب امور بھی تو مشیت ایزدی
سے تھے اگر اسیطرح سے آپ مشیت ایزدی پر خیال کیجئیگا تو کفار کا کفر اور منافقین کا نفاق بھی
اسی فہرست میں داخل ملے گا جسکے بعد بعثت انبیاء و نصب امام وغیرہ بھی لغو ہوگا اسکے
بعد جو آپ نے حدیث نجوم کو یہاں مرقوم فرمایا پس بیشک علمائے اہل سنت اس

جواب ثانی از جانب محمد عبد النور صاحب سنی حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبارک اللہ ما وحی بمکتسب ولا نبی علی غیب لمتہم
واذن لسحب صلوۃ منک دائمۃ علی النبی بمنحل ومنسجم
والال والصحب ثم التابعین لہم اھل التقی والنقی والحلم والکرم

صاحب آپکے عبارات لاطائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اول حضرت معاویہؓ کو صحابیت سے نکالنا

ثانی انکا ارتداد ثابت کرتے ہین

ثالث یہ سبب طمع دنیا لڑائیان اہل بیت سے کرنا

رابع قابل لعن وطعن کا ٹھہراتے ہین۔

جواب اول صحابیت مین حضرت معاویہؓ کی کچھ شک وشبہ نہین شک لانیمین بڑے خوف کا مقام ہے

اسعد کم اللہ فی الدارین

صاحب کو معنی صحابیت پہ ذرا غور فرمانا ہے کار ہوا وہ یہ ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری صاحب نے جو اہل تشیع کے بڑے ایک امام ہین اپنی کتاب مجالس المومنین کی مجلس سوم مین تحریر فرمایا کہ تعریف صحابی بنا بر اظہر اقوال انست کہ ملاقات نمودہ باشد بہ پیغمبر خدا صلعم درحالیکہ ایمان باو آوردہ باشد اور بخاری شریف کی جلد ثانی صفحہ ۵۱۰ مین مرقوم ہے من صحب النبی صلعم اوراٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ ترجمہ جسنے ملاقات کی نبی صلعم کی یا دیکھا انکو مسلمانوں سے پس وہ اصحاب سے ہے اونکا

صاحب انصاف کرائیے یہی یعنی تعریف صحابیت سے ایکنیع مراتب ومنزلت حضرت معاویہؓ کا حاصل ہوگا اور علے الخصوص تو حضرت معاویہؓ کی مناقب اور صحابیت پر تو بہت ادلۂ قاطعہ اور براہین ساطعہ موجود ہین کما فی الترمذی انہ من اشرف الصحابہ نسبا جاھلیۃ واسلاما

حدیث نجوم کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر علماء اہل سنت تو صاف صاف اسکو موضوع و غلط بتاتے ہیں یہاں چند اقوال علمائے اہل سنت نقل کرتا ہوں جس سے میرے کلام کی حقیقت ظاہر ہو جائیگی پہلے امام اعظم آپکے ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔

یعنی لیکن قول اصحابی کالنجوم الخ

واما قولہ اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم فہذا الحدیث ضعیف ضعفہ ائمۃ الحدیث۔ قال البزار ہذا حدیث لا یصح من رسول اللہ ؐ ولیس ہو فی کتب الحدیث المعتمدۃ۔

پس یہ حدیث ضعیف ہے کل ائمہ حدیث نے اسکو ضعیف کہا ہے کہا بزار نے کہ رسول خدا ؐ سے نقل اس حدیث کی صحیح کسی طرح نہیں ہے اور یہ حدیث کسی معتمد کتب احادیث میں نہیں ہے۔

دوسرے مولوی عبد العلی بحر العلوم لکھنوی شرح مسلم ؒ میں لکھتے ہیں محصل اسکا یہ ہے کہ لیکن معارضہ کرنا حدیث نجوم کے ساتھ اور حدیث حمیرا کے ساتھ پس یہ معارضہ

واما المعارضۃ باصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم رواہ ابن عدی وابن عبد البر وخذوا شطر دینکم من الحمیراء ای ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ عن معارضۃ الصحاح اما الحدیث الاوّل فلم یعرف قال ابن حزم فی رسالتہ الکبری مکذوب موضوع باطل وکذا قال احمد والبزار اما الحدیث الثانی فقال الذہبی ہو من الاحادیث الواہیۃ التی لا یعرف

محض لغو ہے اسلئے کہ یہ دونو حدیثیں ضعیف ہیں کسیطرح صلاحیت عمل کرنے کی نہیں رکھتیں ہیں چہ جائیکہ احادیث صحاح کے ساتھ معارضہ کیجائیں ابن حزم نے کہا ہے اپنے رسالہ کبریٰ میں کہ حدیث نجوم مکذوب موضوع و باطل ہے اور ایسا ہی کہا احمد اور بزار نے اور حدیث حمیرا کو یعنی لو تم لوگ کچھ اپنے دین کو حمیرا یعنی عائشہ سے پس کہا ذہبی نے کہ احادیث واہیہ سے ہے اور کہا سبکی اور ابو الحجاج نے کہ جس حدیث میں لفظ حمیرا ہو محض بے اصل ہے مگر ایک حدیث جو در بارہ نسا ہے انتہےٰ۔

لها اسناد وقال السبکی والحافظ
ابو الحجاج کل حدیث فیه لفظ الحمیراء
لا اصل له الا حدیث واحد فی النساء
کذا فی التیسیر انتهی
واجیب ایضا فانهما معارضان
بقوله اصحابی کالنجوم الخ وقوله
خذوا شطر دینکم عن الحمیراء فتقاعدا عن
الاحتجاج واجیب بان الحدیث
الاول فان روی من المعتبرات
لم یعرف قال ابن حزم فی رسالته
الکبری مکذوب موضوع باطل
وبه قال احمد والبزاز واما الحدیث
الثانی فهو ایضا لم یعرف کما عن المزی
وقال ذهبی هو من الاحادیث
الواهیة التی لا یعرف لها اسناد
وقال السبکی والحافظ ابو الحجاج کل
حدیث فیه لفظ الحمیراء لا اصل
له الا حدیثا واحدا فی النساء هکذا
فی بعض شروح التحریر انتهی۔
وقال ابو حیان فی تفسیره علی ما نقله
بعضهم قول محمد رضی رسول الله
الی قوله اهتدیتم لم یقل ذلک

تیسرے ملا نظام الدین پدر ملا عبد العلی
صبح صادق شرح منار میں بمقام رد
مذہب قائلین بحجۃ اجماع شیخین بحدیث
اقتدوا بالذین من بعدی وحدیث
علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین فرماتے ہیں۔
کہ ترجمہ ومحصل اسکا قریب ترجمہ عبارت
فرزند ارجمند مذکور ہے یعنی ابن حزم اور
احمد اور بزار نے کہا کہ حدیث نجوم مکذوب
موضوع و باطل ہے اور حدیث حمیرا کو مزی
اور ذہبی اور سبکی اور حافظ ابو الحجاج نے
کہا کہ حدیث واہی محض بے اصل ہے اور
جس حدیث میں لفظ حمیرا ہو سوا ایک حدیث
کے سب موضوع ہے۔
چوتھے مولوی عبد الحی لکھنوی جو آپ کے
خاتم العلما والفقہا والمحدثین ہیں تحفۃ
الاخیار علی نور الانوار صفحہ ۵ میں
بعبارت طولانی فرماتے ہیں۔ کہ محصل اسکا
یہ ہے کہ کہا ابو حیان نے اپنی تفسیر میں کہ حدیث
محمد رضی رسول اللہ تا بقولہ
اہتدیتم نہیں کہا اسکو رسول خدا
نے اور یہ حدیث بالکل بنائی ہوئی ہے کسی طرح صحیح
نہیں ہے تمام اصول مذکا اس حدیث کو کہا حافظ
ابو محمد علی بن احمد بن حزم نے اپنے رسالہ میں جو

رسول اللہ وھو حدیث موضوع   دربارۂ بطلان قیاس وغیرہ کے ہر کہ یہ حدیث
لا یصح بوجہ عن رسول اللہ الخ   نجوم خیر جیسو شمی باطل ہے ہرگز صحیح نہیں ہی

اور ذکر کیا ہی اسنادا طرف بنادرکے صاحب مسند نے کہ جو تیئے سوال کیا اس حدیث سے جو
عوام میں مشہور ہی کہ حضرت نے فرمایا اصحابی کالنجوم الخ اس کلام کی اسناد رسولخدا کیطرف
کسطرح صحیح نہیں ہے کیونکہ راوی اسکا عبدالرحیم بن زید عمی ہے ابن عمر سے مرفوعًا اور عبدالرحیم
مذکور ضعیف ہے کہ اہل علم اسکی روایت سے ساکت ہیں اور کلام بھی منکر و زشت و قبیح ہے کسیطرح
ثابت نہیں ہوتا اور رسول خدا کبھی مباح نہ کرینگے اختلاف کو بعد اپنے اصحاب میں
اسپر نص کیا ہی بزار نے اور ابن سفیان نے کہا کہ عبدالرحیم بڑا جھوٹا تھا اور خبیث ہے اور
کوئی چیز نہیں ہے اور کہا بخاری نے کہ یہ راوی متروک ہے دوسرا راوی اسکا حمزہ ہے وہ بھی ساقط
اور متروک ہے کہا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں کہ کہا ابن ربیع نے کہ حدیث نجوم کو اخراج کیا
ابن ماجہ نے جیسا کہ کہا سیوطی نے تخریج احادیث شفا میں اور ہینے سنن ابن ماجہ میں نہ پایا اس
حدیث کو باوصف بحث و تفحص کے اور کہا ابن حجر عسقلانی نے تخریج احادیث رافعی میں بعد گفتگو کے
بسیار کہ یہ حدیث ضعیف اور واہی ہے بلکہ ذکر کیا ابن حزم سے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور کہا
ذہبی نے میزان الاعتدال میں ترجمہ جعفر ابن عبدالواحد ہاشمی میں کہا دارقطنی نے کہ وہ
وضع احادیث کرتا تھا اور کہا ابی ذرعہ نے کہ جعفر روایت کرتا ہے ان احادیث کو جسکی کوئی
اصل نہیں ہے اور کہا ابن عدی نے کہ جعفر چرا تا ہے حدیثوں کو اور قبیح اور زشت و منا کیر روایتیں
ثقات سے روایت کرتا ہے اور بلا شبہ ہے کہ اسنے وہب سے باسناد ابو ہریرہ روایت کیا ہے کہ فرمایا رسولخدا
نے اصحابی کالنجوم الخ اور کہا تصنیفی میں نعیم بن حماد نے کہ روایت کیا مجھ سے
عبدالرحیم نے باسناد سعید بن مسیب مرفوعًا عمر سے کہ فرمایا رسولخدا نے میں نے سوال
کیا اپنے خدا سے دربارۂ اختلاف اصحاب اپنے میرے بعد پس وحی کیا خدا نے کہ ای محمد اصحاب تیرے
میرے نزدیک بمنزل ستارہ ہیں ایک دوسرے سے زیادہ روشن ہے جو نیگا کسی چیز سے کہ جس میں وہ
مختلف ہیں وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے الحدیث اور یہ حدیث باطل ہے اور کہا شہاب خفاجی

لہ یہ وہی روایت ہے جسے مرزا طاہر علی صاحب مخاطب نے مشکوٰۃ سے نقل کی ہے ۱۲

نے نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں کہ درباره علم اسکی دوسری روایت
وارد ہے کہ دارقطنی اور ابن عبدالبر نے بطرق متعددہ روایت کیا ہے اور وہ سب طریقے ضعیف
ہیں یہانتک کہ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ حدیث بنائی ہوئی ہے اور کہا حافظ عراقی نے کہ مصنف کو مناسب
تھا اس حدیث کو بصیغہ یقین بیان نہ کرتا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ اعتراض غیر وارد ہے اسلئے کہ
مصنف نے اس حدیث کو فضائل صحابہ میں وارد کیا ہے حالانکہ سب قائل ہوئے ہیں کہ حدیث ضعیف
پر جو درباره اعمال ہو عمل کرنا جائز ہے چہ جائیکہ حدیث درباره رجال ہو اسپر کیوں عمل
جائز نہ ہوگا پس یہ کہنا محض لغو ہے اسلئے کہ حضرت کا فرمانا اصحابی کالنجوم بایہم
اقتدیتم اهتدیتم تمامی عمل کو شامل ہے اور انکے کل اقوال افعال پر عمل کرنا اس میں
داخل ہے پس اسکا حال اور دیگر احادیث فضائل اعمال و رجال مساوی نہیں ہے کیونکہ اس قول
پر مدار عمل ہے اور عمل تمام ہو جاتا ہے اور کہا کمال الدین محمد نے تیسیر الاصول شرح منہاج الاصول
میں روایت کیا ہے عبداللہ بن روح مدائنی نے بلفظ مثل اصحابی مثل النجوم بایہم اقتدیتم
اهتدیتم اور اس روایت میں گفتگو بہت ہے دارمی نے بھی اسی معنی میں روایت کیا ہے جو ضعیف ہے
ابن حزم نے کہا کہ یہ حدیث بنائی ہوئی ہے اور کہا ابن بزاز نے صحیح نہیں ہے اور کہا بیہقی نے
یہ حدیث مشہور المتن ہے اسنادیں اسکی ضعیف ہیں کوئی سند اسکی قوی نہیں ہے اور بعض شروح
شفا میں ہے کہ حدیث نجوم کو اخراج کیا دارقطنی نے اور عبدالبر نے بطریق خود جابر سے اور
کہا کہ سندیں ایسی ضعیف ہیں کہ قابل حجت و استدلال نہیں ہو سکتیں اسلئے کہ حارث بن غصین
مجہول ہے اور عبد بن حمید نے عبدالرحیم سے روایت کیا جسکو بزاز نے ضعیف کہا ہے اور اسی
طرح صحیح نہیں ہے اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے عمر سے بلفظ "بایہم اخذ وا"
بھی کل طرق ضعیف ہے کہ حمزہ راوی اسکا متہم بکذب ہے اور روایت کیا ہے بیہقی نے اور کہا کہ
نہیں مشہور ہے اسنادیں سب ضعیف ہیں کہا ابن حزم نے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے موضوع و باطل
ہے تمام ہوا حاصل ترجمہ کلام فاضل صاحب مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی باقی رہا حال
اس حدیث کا امامیہ کے نزدیک پس کتب معتبرہ امامیہ میں جسطرح سے اہل سنت
نقل کرتے ہیں اصلا و مطلقا موجود نہیں ہے خصوصا کتب اربعہ امامیہ میں کہ جسپر

مذہب شیعہ کا بعد جمع و توفیق دارومدار ہی کسیطرح موجود نہیں ہے رہی معانی الاخبار
پس اُس میں بعد اس حدیث کے یہ جملہ بھی موجود ہو فقیل یارسول اللہ من
اصحابک قال اھل بیتی جسکو آپ نے کیا بلکہ آپکے اسلاف نے حذف کردیا ہو بہرحال
اہل سنتہ کا استدلال اس حدیث سے تو کسیطرح درست نہیں کیونکہ بہت سے علما جنکے
اسامی گرامی سابقًا مرقوم ہوے اس روایت کو موضوع و واہی کہا ہو باقی رہی روایت
شیعہ جس میں اصحاب کی تفسیر حضرت نے باہل بیت کی ہو پس اسکو اگر قبول کیجے تو آپکے
اصحاب محکوم ٹھہرتے ہیں جسے کسیطرح آپ قبول نہیں کر سکتے علاوہ برآں آپکے مقبول
اصحاب رسالت میں اس قسم کے اختلافات ہیں کہ جو ہرگز رحمت نہیں قرار پا سکتے کیا کوئی
دیندار مسلمان اس اختلاف کو رحمت کہہ سکتا ہو جو آنحضرت کے مرضِ موت میں باہم
صحابہ میں واقع ہوا اور جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت ایسی تحریر سے باز رکھے گئے جسکی تحریر
کو آنحضرت نے باعث ہدایت فرمایا تھا اور جس اختلاف کی بدولت اصحاب رسول سے
برکت ہی سلب ہو گئی (جیساکہ فتح الباری میں ہے) اور کیا وہ اختلاف بھی رحمت سے
تعبیر کیا جا سکتا ہی جسکے سبب سے جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا باغ
فدک سے محروم کی گئیں اور ابوبکر صاحب نے اُس معصومہ کو ایسا غضبناک کیا کہ تا وفات
آپ نے یعنی اُس معصومہ نے خلیفہ صاحب کے بات بھی نہ کی (صحیح بخاری غزوہ خیبر ص ۶۰۹)
اور آنحضرت کے اس ارشاد کا کچھ بھی خیال نہیں کیا گیا کہ جو فاطمہ کو برا معلوم ہوتا ہی
بخاری ص ۰۰۰ اور نہ حق تعالےٰ کے اس ارشاد کی پروا کی گئی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُوْذُوْنَ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اس بحث کو ہم اس خیال سے
طول دینا نہیں چاہتے کہ خود اکابر اہل سنت نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہی کہ اصحاب کے
جھگڑے اسپر دلالت کرتے تھے کہ بعض اصحاب راہ حق سے خارج ہو کر ظلم و فسق کی حد
تک پہونچ گئے تھے شرح مقاصد علامہ تفتازانی پس ان اختلافات کو ہرگز کوئی عقلمند
شخص رحمت سے نہیں تعبیر کر سکتا پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کے
اختلاف کو رحمت سے تعبیر فرمایا ہی تو مراد اُس سے اہل بیت اطہار ہو سکتے ہیں جنکا

اختلاف درحقیقت اختلاف نہیں ہوتا لیکن اگر حضرات اہل سنتہ اس روایت میں اصحاب سے مراد اصحاب رسول ؐ لیں گے تو انکے مذہب کے ستون ایسے متزلزل ہوجائینگے کہ جن کا اصلاح پذیر ہونا دشوار ہوگا اسلئے کہ اس حالت میں روایت کا یہی مطلب ہوگا کہ جو شخص جس صحابی رسول ؐ کی پیروی کریگا ہدایت پائیگا تو اس صورت میں حضرات اہل سنت کو شیعوں کے اکثر خیالات و عقائد میں متفق ہونا پڑیگا (۱) حسب اعتراف حضرت عمر جناب امیر المومنین و ابن عباس حضرات شیخین کو کاذب غادر آثم جانتے ہیں پس اگر شیعہ بھی اِن دو جلیل المرتبہ صحابیوں کی رائے کی پیروی و اقتدا کریں تو حضرات اہلِ سنتہ کو بُرا نہ ماننا چاہئے بلکہ شیعوں کو اس رائے میں ہدایت یافتہ سمجھنا چاہیئے۔

(۲) اسیطرح کتب اہل سنتہ سے مثل استیعاب صفحہ ۹۹ نسخہ قلمیہ وغیرہ کے ثابت ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ابوبکر کی امامت کو قطعاً صحیح نہیں سمجھتے تھے اور مرتے دم تک انھوں نے ابوبکر صاحب کی بیعت نہیں کی پس لازم ہے کہ حضرات اہل سنتہ یہ خیال فرماویں کہ شیعہ جو ابوبکر صاحب کو امامت کا مستحق نہیں سمجھتے ہیں اس میں سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کا اقتدا کرتے ہیں اور بسبب اس اقتدا کے ہدایت یافتہ ہیں اسیطرح کتب اہل سنتہ سے ثابت ہے کہ بی بی عائشہ جو صرف صحابیہ معظمہ ہی نہیں بلکہ مجتہدہ بھی تھیں حضرت عثمان غنی کو فرماتی تھیں اقتلوا نعثلاً فقد کفر پس اگر شیعہ بھی ایسی صحابیہ محترمہ کی اقتدا سے حضرت خلیفہ ثالث کو وہی کہیں جو وہ معظمہ فرماتی تھیں تو حضرات اہل سنتہ کو کوئی وجہ اعتراض نہیں اور دیکھئے کتب حضرات اہل سنتہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض صحابی رافضی ہی نہیں بلکہ غلاۃ روافض سے تھے پس اب تو انصاف اسکا مقتضی ہے کہ حضرات اہل سنتہ بیچارے رافضیوں کے لئے بلکہ انکے لئے بھی جو غلاۃ روافض سے ہیں ایک وثیقہ اس مضمون کا لکھدیں کہ تم لوگ چونکہ مقتدے ہوا سلئے تم سب راہ راست پر اور ہدایت یافتہ ہو بہرحال اس مختصر بیان سے یہ ظاہر ہوگیا کہ حضرات اہل سنتہ اگر حدیث نجوم میں اصحاب سے مراد محض اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لینگے تو انکے مذہب کی دیوار منہدم ہوجائیگی پس انھیں بغیر اسکے چارہ نہیں ہے کہ بجز اہلبیت

کرام کے اور کوئی اس حدیث سے مراد نہیں ہو سکتا ہے اب آخری دلیل اسکی کہ حدیث
نجوم میں اصحاب سے مراد آئمہ اہل بیت ہیں یہ ہے کہ خود بعض اکابر علمار اہل سنۃ نے اسکا
اعتراف فرمایا ہے چنانچہ ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی کتاب ھدایۃ السعد
میں فرماتے ہیں ترجمہ چون زمانہ آخر آید و شب تار شود ظہر الفساد فی البر و البحر
فساد القلوب علی قدر فساد الزمان ثم یفشوا الکذب و در آن وقت
ماہتاب ولایت علی ولی غروب کند ستارگان ولایت کہ خلفار علی ولی اند از فیض اجازت
باقی و پایندہ باشد و بالنجم ہم یہتدون بایہم اقتدیتم اھتدیتم چون
مصطفےٰ مانند آفتاب و علی مانند ماہتاب خلیفہ گان علی ولی مثل ستارگان اند وجود
آفتاب بماہ جگر زند و با وجود ماہ ستارگان نشر زند ھدایت السعد اھد ابد
الرابعہ جلوہ اوّل صفحہ ۳۵ نسخہ قلمیہ اور ینابیع المودۃ میں ایک حدیث طولانی
کتاب فوائد السمطین سے نقل کی ہے جسکا آخری حصہ یہ ہے مثلک و مثل
الائمۃ من ولدک بعدی سفینۃ نوح من رکبہا نجا و من تخلف
عنہا غرق و مثلکم کمثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیمۃ صہ ۲۲
یعنی فرمایا رسول اللہ صلعم نے جناب امیرؑ سے مثال تیری اور تیری اولاد کی جو امام ہونگے
بعد میرے مثل سفینہ نوح کے ہے کہ جو اسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جو علیحدہ ہوا اس سے
غرق ہوا اور مثال ان لوگوں کی مانند ستاروں کے ہے کہ جب ایک ستارہ ڈوبے گا تو دوسرا
طلوع کریگا تا بہ قیامت۔ یہ پوری حدیث جواب رابع میں مرقوم ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ
مینں اس حدیث سے اور دیگر احادیث سے جو اسی مضمون کی موید ہے معلوم ہوا کہ اصل
حدیث آپکے یہاں درباره اہل بیت طاہرین تھی جس میں حضرت نے یہ بیان فرمایا کہ ہمارے
اہل بیت امام ہونگے یکے بعد دیگرے جیسا کہ ایک ستارہ کے غروب پہ دوسرا طالع ہوتا
ہے مگر اصل حدیث میں آپ حضرات اہل سنت نے تحریف کرکے چاہا کہ بجی صحابہ کردیں مگر
منجانب اللہ ایسی ترکیب سے وضع کیا کہ خود آپ کے علما پر اسکی وضعیت کھل گئی اور بہت
سے علما دین نے آپ کے اُسکو موضوع ہی بنا چھوڑا پس ایسے موضوع ہی

سے استدلال کرنا آپکا بحق عموم صحابہ وخصوص صحویہ کمال درجہ کی عقلمندی ہے
حالانکہ سابقاً بنص صریح معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلعم نے نہایت واضح طور پر عمار کے
اور اُسکے ہمراہیوں کے صحابی ہونے سے انکار فرمایا کہ اے عمار تیرے قاتل لوگ
میرے اصحاب نہیں ہیں بلکہ فئۃ باغیہ سے ہیں بس آپ لوگوں کی اس معاندت خدا ورسول
کا کیا علاج ہے جو کسی طرح اقوال خدا واحادیث رسول پر ایمان نہیں لاتے اور ایک
کافر منافق کو صحابی رسول بنا رہے ہیں جسکی صحابیت سے خود حضرت انکار فرماتے ہیں
یہ بحث حدیث نجوم کی کتاب مستطاب استقصاء الافحام جلد اول میں نہایت
شرح وبسط سے مرقوم ہے جسکو شوق ہو اُس کتاب کو ملاحظہ کرے۔

قولہ اور بخاری شریف جلد ثانی صفحہ ۵۳۰ میں درج ہے حدثنا صدقۃ
حدثنا ابن عیینۃ حدثنا ابو موسی عن الحسن سمع ابا بکرۃ سمعت النبی
صلعم علی المنبر والحسن الی جنبہ ینظر الی الناس مرۃ والیہ مرۃ ویقول ابنی
ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین **ترجمہ** کہا
راوی نے سنا میں نے رسول مقبول کو کہ تھے اوپر منبر کے اور حسن علیہ السلام پہلو میں
نظر فرماتے تھے طرف آدمیوں کے یکمرتبہ اور طرف حسن علیہ السلام کے یکمرتبہ اور فرماتے
تھے بیٹا میرا یہ سید ہے شاید کہ اللہ صلح کردیگا دو گروہ مسلمانوں سے بذریعہ اُنکے۔ اور
شرح صحیح بخاری جلد ہشتم صفحہ ۳۳ میں عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ
صلعم لا یقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان دعوٰیھما واحدۃ **ترجمہ** روای
ہیں ابو ہریرہ سے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت جبتک لڑینگا دو گروہ دعوے ہر دو کا
ایک ہو۔ پس ان احادیث مذکورہ بالا سے بہت فوائد ظاہر ہوتے ہیں اول یہ کہ علم خدا
ورسول میں مقرر تھا کہ انکے اصحاب میں ایک اختلاف معاملہ واقع ہوگا حالانکہ ہر دو مسلمان
ہونگے دوسرے یکہ صلح کرنے والا اس اختلاف کے حسن علیہ السلام ہونگے ان دونوں فوائد سے
بلاشک وشبہ معلوم ہوا کہ یہ وہ اختلاف ہے جو درمیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت
معاویہ رض کے واقع ہوا تھا چونکہ کوئی ایسی لڑائی صدر میں نہ تھی کہ صلح کردینے والا

اسکا حضرت حسن کو علم تھے ہم کہتے ہیں کہ امیر المومنین خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو آپ صاحبان کیا جانتے ہیں اور مضمون سے ان احادیث کے کیا سمجھا جاتا ہے تیسرے
یہ کہ دعوے ان مختلفین کا ایک ہوگا سبحان اللہ اس سے ایک نئی باریکی سمجھی جاتی ہے شاید کہ
اہل دل پر مخفی نہ ہوگا کیونکہ بناے اختلاف دو بات سے خالی نہیں امارت یا خلافت بہر
حال حضرت معویہ رض کو منسوب ساتھ تہمت ناشائستہ یعنی طمع اور حسد کے کرنا اور لفظ رضی
اللہ عنہ آپکے خیال میں مکروہ جانا ہرگز ہر آئینہ جائز نہیں چنانچہ ذکر اسکا آئندہ آویگا
انشاء اللہ تعالیٰ بیت چوں کنی بر بے حسد مکر و حسد ❀ زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
ہیں کسے کو از حسد بینی کند ❀ خویش را بے گوش و بے بینی کند۔

اقول ہم نہیں سمجھتے اس حدیث سے آپکو کیا فائدہ ہوا کیونکہ اس سے اگر معلوم ہوتا ہے
تو دونوں گروہوں کا مسلمین سے ہونا معویہ کا جسکے اسلام اور ایمان سے بحث ہے اور ہم
نمبر میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت نے بتصریح تمام عمار یاسر سے فرمایا تیرا قاتل میرا صحابی نہیں
ہے۔ پھر اسلام معویہ یعنی ایمان کیونکر ثابت کر سکتے ہیں حالانکہ آپکو مع تمام مسلمانوں کو معلوم ہے
کہ لفظ اسلام عام ہے جو مومن اور منافق دونو پر استعمال کیا جاتا ہے پھر اس اسلام سے کیا فائدہ ہوا
دوسرے راوی اسکے ابو بکرہ ہیں جن پر خلیفہ دوم نے مغیرہ بن شعبہ کے قصہ میں حد قذف
جاری کی تھی اور اُسکی گواہی کو باطل کیا تھا پھر ایسے شخص کی روایت کب قابل قبول
ہو سکتی ہے۔ تیسرے راوی اسکے حسن بصری ہیں جو جناب امیر کے بڑے دشمن ہیں پھر
ایسی روایت کیونکر سند ہو سکتی ہے حالانکہ اگر صحیح بھی مانی جائے تو آپکو کچھ فائدہ نہیں
کیونکہ بحث تو ایمان معویہ کی ہے جسکو آپ ثابت نہ کر سکے۔ حالانکہ اگر لفظ ایمان بھی یہاں
ہوتا تو بھی آپکو کسیطرح کا نفع نہ ہوتا کیونکہ خود اسی صحیح بخاری میں ہے صفحہ مطبع مصر
کہ رسول اللہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر عبداللہ ابن ابی منافق کے پاس تشریف لیگئے
اور بہت سے مسلمان ساتھ تھے جب حضرت قریب پہونچے تو عبداللہ ابن ابی منافق نے
کہا ہٹ جاؤ یہاں سے کہ تمہارے گدھے کی بدبو سے ہمکو اذیت ہوتی ہے اُسپر ایک
انصاری نے کہا واللہ اس گدھے کی بو تیرے بدن کی بو سے زیادہ خوشگوار ہے

عبداللہ کے ساتھیوں سے ایک آدمی کو غصہ آیا اُسنے اُس جوان انصاری کو گالی دی
قصہ طول ہوا یہانتک کہ جوتہ گھونسا لٹھ (چھڑی) چلنے لگی اُسپر یہ آیہ نازل ہوا
وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما یعنی اگر دو گروہ
مومنوں کے آپس میں لڑیں تو دونوں میں صلح کرا دو جس سے معلوم ہوا کہ خداوند
عالم نے مطابق اس روایت کے ان منافقین کو بہ لفظ مومنین یاد فرمایا جس کے
اثبات میں شیخین کے لئے آپ لوگ آجتک سرگرداں ہیں تو بفرض تسلیم رسول اللہ
نے اگر دونوں فرقہ کو لفظ مسلمین سے یاد فرمایا تو اس سے ایمان معویہ کیونکر ثابت
ہوا جو صدہا آیات و روایات میں منافق کہا گیا ہے۔ آپ تو اس تقریر سے خوش
ہو جائینگے کہ جب خدا نے منافق کو بھی مومن کہا ہے تو پھر معویہ ابوبکر عمر کو کیوں
نہ مومن کہینگے۔ مگر دیکھئے آپکے علامہ عینی اسکی شرح میں کیا کہتے ہیں قال ابن
بطال یستحیل ان یکون الایہ الکریمہ نزلت فی قصہ ابن ابی و قتل
اصحابہ مع الصحابہ لان اصحاب عبداللہ لیسوا مومنین صحیح ہے بطلا
کہا ابن بطال نے اور محال ہے یہ کہ یہ آیہ نازل ہوا ہو قصہ ابن ابی میں اور اُسکے
اصحاب کے قتال کرنے میں اصحاب رسول اللہ کے ساتھ کیونکہ عبداللہ کے اصحاب
مومن نہ تھے۔ تو اب دو ہی صورت ہو سکتی ہے یا صحیح بخاری کو مجموعہ غلطی بنائیے
جس میں یہ حدیث ہے کہ خدا نے ان منافقوں کو مومن کہا۔ یا یہ کہئے کہ منافق
بھی مومن ہے۔ دوسری حدیث جو ابو ہریرہ سے نقل کی ہے اول تو اُسکی حالت
ملاحظہ کیجئے کہ آپ کے علامہ ابن حجر تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں وجاء بسند
فیہ ضعف جدا لا یقوم الساعۃ الامر الخ جس سے معلوم ہوا کہ
اسکی نہایت ہی ضعیف ہے جو کسی طرح قابل استدلال نہیں۔ ثانیاً اُس کو
ان واقعات سے کوئی تعلق ہی نہیں کیونکہ وہ قرب قیامت کے زمانہ سے
متعلق ہے نہ اُس زمانہ سے جو رسول اللہ کے انتقال کے تیس ہی برس کے
اندر واقع ہوئے چنانچہ دیکھ لیجئے جتنی حدیثیں بیان اشراط ساعت یا ذکر

فانه من اکابر قریش ومن اقرب بطونهم الی النبی صلعم ترجمہ بیشک
حضرت معاویہؓ بہت بڑے اصحاب خاندانی حالت جاہلیت اور اسلام مین ہین اور وہ قریشی
بزرگون سے ہین اور بہت نزدیک قرابت مین طرف رسول کے کما صح فی مسلم وغیرہ وحدیث سند حسن
کان معاویہؓ یکتب بین یدی النبی صلعم ترجمہ دلیل بڑا احسن ہے کہ تھا حضرت معاویہؓ
لکھتا تھا سامنے رسول اللہ صلعم کے

وقال ابو نعیم کان معاویہؓ من کتاب رسول اللہ صلعم حسن الکتابۃ فصیحاً حلیماً وقوراً
ترجمہ کہا ابو نعیم نے کہ تھا حضرت معاویہؓ لکھنے والون سے رسول اللہ صلعم کے کیا اچھا لکھنا اور بڑے
فصاحت اور بردباری اور آہستگی کے ۔ ویوافق ذالک عن عبد اللہ بن المبارک انه
المجمع علی جلالته وامانته وتقدمه وانه جمع بین فقه والادب والنحو واللغة
والشعر والفصاحة والشجاعة والفروسیة والسخاء والکرم الواسع حتی
کان ینفق من تجارته علی القراء فی کل سنة ماۃ الف والزهد والورع
والانصاف وقیام اللیل والاکثار من الحج والغزو والتجارۃ للہ حتی ینفق علی
اصحابه وغیرهم ترجمہ اور موافقت کرتا ہے اسکا یعنی حدیث مذکور کا یہ حدیث جو
روایت ہے عبد اللہ ابن مبارک سے کہ تحقیق حضرت معاویہؓ مجمع ہے اوپر جلالت اور امانت
اور پیشوائی اپنی کے اور تحقیق وہ معاویہؓ مجمع تھے درمیان فقہ اور ادب اور نحو اور لغت اور شعر
اور فصاحت اور شجاعت اور دانائی اور سخاوت اور کرم واسع کے یہانتک کہ تھا دیتا تھا تجارت سے
اپنے اوپر قاریونکے ہر برس مین لاکھ درہم اور مجمع درمیان زہد اور تقوی اور انصاف اور شب بیداری کے
اور زیادہ کرنیمین حج اور تجارت اور جہاد کے واسطے اللہ کے یہانتک کہ خرچ کرتا تھا اوپر صحابی اپنی اور غیروں کے
اور بخاری شریف کی جلد ثانی صفحہ ۱۰۹ مین سطور ہے حدثنا الحسن بن بشر حدثنا

قرب قیامت میں ہر ان سب کا سیاق اسیطرح واقع ہوا ہی۔ اس حدیث میں بیان ہی کہ دونوں کا دعوائے متحد ہوگا یہاں بالکل برعکس ہی (۱) معویہ مدعی خلافت ہی جو اپنے کو خلیفہ دوم سے بھی زیادہ مستحق سمجھتا ہی۔ جناب امیرؑ اسکو باطل جانتے ہیں اور اپنی حقیت خلافت کو ہر طرح ثابت فرماتے ہیں (۲) معویہ مدعی ہی قاتلانِ عثمان کا انتقام چاہتے ہیں۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ نہیں یہ سب بہانہ ہی حیلہ حوالہ ہی امام وقت سے بغاوت کر رہا ہی (۳) معویہ مدعی ہی ہم ولی دیۃ عثمان ہیں۔ جناب امیرؑ انکار فرماتے ہیں تجھے کسی طرح کوئی حق نہیں (۴) معویہ مدعی ہی عثمان بظلم قتل ہوئے۔ جناب امیرؑ منکر ہیں ہرگز نہیں (۵) معویہ مدعی ہی عمار کو حضرت علیؑ نے قتل کیا کیونکہ لڑنے کے لئے حضرت ہی نے بھیجا تھا جناب امیرؑ انکار کرتے اور فرماتے ہیں اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہی قاتل حمزہ رسول اللہؐ ہوں معاذ اللہ۔ اسیطرح صدہا اختلافات ہیں جس سے دعویہما واحدۃ کی کسی طرح مطابقت یہاں نہیں ہو سکتی۔ **قولہ** اول یہ کہ اقول علم اللہ و علم الرسول میں تو کل وہ باتیں موجود ہیں جو ابتدائے خلقت سے تا قیامت ہونگی تو کیا اس سے حقیت بھی سب کی ثابت ہوگی۔ کفر و شیطنت ابلیس کیا علم اللہ و علم الرسول سے خارج ہی۔ شداد نمرود فرعون کا دعوے الوہیت بھی تو علم اللہ و علم الرسول میں داخل ہی خود جناب رسالت مآبؐ کا زخمی ہونا دندان مبارک کا شہید ہونا کیا علم اللہ و علم الرسول سے خارج ہی۔ تو کیا اس سے ان سب باتوں کی حقیت ثابت ہوئی۔ میں نے تو وہ حدیثیں بھی لکھدیں جن میں خود بنی امیہ کو رسول اللہؐ نے بصورت بندر منبر پر اچھلتے کودتے دیکھا تھا تو اسکی حادیث کو حقیت خلافت معویہ میں کیوں پیش نہیں کرتے جو قرب قیامت کے متعلق حدیثوں سے استدلال فرماتے ہیں۔ بہر حال آپنے لفظ ایک کے بڑھا دینے سے ایسا اتہام رسول اللہ پر کیا ہی کہ جس کی جزا آپکو دنیا اور آخرت دونوں میں ملے گی۔ جسکا پہلا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ معاذ اللہ

آپ نے رسول اللہ کو جاہل قرار دیا۔ دیگر واقعات و اختلافات سے کیونکر
آپ کہتے ہیں علم اللہ و علم الرسول میں مقرر تھا کہ اپنے اصحاب میں ایک اختلاف
و مقاتلہ واقع ہوگا حالانکہ بہت سے اختلافات ہوئے۔ دوسرے یہ کہ اس
جملہ سے آپ نے کذب رسول اللہ بھی عیاذاً باللہ ثابت کیا کیونکہ حضرت
کے بعد جو اختلاف واقع ہوئے وہ تعداد میں بہت ہیں اگر صرف مقاتلہ ہی والا
اختلاف لیا جاے تو اول اختلاف، مقاتلہ ابوبکر ہے منکرین خلافت کے ساتھ
مثل مالک بن نویرہ وغیرہ کے۔ دوسرا اختلاف صحابہ ہے قتل عثمان کے بارے
میں تیسرا اختلاف ہے جنگ جمل میں جس میں آپ کی حضرت عائشہ طلحہ زبیر
وغیرہ کی بدولت ہزارہا مسلمان قتل ہوئے۔ چوتھا اختلاف معویہ ہے پانچواں اختلاف
خوارج ہے تو اب رسول اللہ کا ایک اختلاف و مقاتلہ سے خبر دینا اگر دروغ نہیں
ہے تو کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ دو فریق کا تمامہ مسلمان ہونا کسی طرح اس حدیث
سے ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ بین فئتین من المسلمین وارد ہے اور تمام
علما جانتے ہیں کہ من تبعیضیہ ہے جسکے معنی بعض مسلمانوں کے نکلتے ہیں نہ یہ کہ ہر دو
گروہ بتمامہ مسلمان ہونگے پس بعض افراد کے مسلمان ہونے سے معویہ کا اسلام
کیونکر ثابت ہوا خصوصاً جبکہ کفر و نفاق کی صدہا دلیلیں بالتصریح موجود ہیں
قولہ دوسرے کا قول یہ بھی کوئی قائمہ نہیں ہے بلکہ کھلے کھلے الفاظ ہیں کہ
حضرت فرماتے ہیں مجھے امید ہے اسکی بدولت خدا صلح کرادے۔ پھر اسکو فائدہ کہنا کس
عقل سے ہے۔ اور پہلے اس سے جو حدیثیں رسول اللہ کی منقول ہوئیں اُن میں آپنے
دیکھا کہ خود جناب امام حسن علیہ السلام نے بجواب معترضین بر مصالحہ فرمایا کہ رسول
اللہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ کچھ بندر میرے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ یعنی بنی امیہ
جسکے بعد ہمیشہ حضرت کو رنج رہا۔ پس اس حدیث سے یا آپ کی صحیح بخاری والی حدیث
سے تو اتنا ہی نکلا کہ حضرت رسول مقبول نے اس واقعہ سے خبر دی ہے۔ فقط
کیا ہے کہ ایسا ہوگا جسپر کل سچے مسلمان ایمان رکھتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ حضرت

نے جس کی جیسی خبر دی ہو وہ ضرور ہوگا۔ مگر کیا اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ دونوں فریق حق
پر ہونگے اور دونوں صواب پر؟ جو آپکو کوئی فائدہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو دجال کے خروج
دجال کی حقیقت پر بھی ایمان لائیے جسکے خروج و تسلط و قتل کی خبر حضرت دیئے ہیں
اور ضرور ہونیوالا بھی ہے۔ اور بحسب نقل رسول آپ لوگ اُسپر ایمان بھی لا ئینگے جسکا
اثر آپکے دل میں نمایاں ہے کیونکہ حضرت خبر دے گئے ہیں اذا خرج الدجال
تبعہ من کان یحب عثمان کما فی المغنی للذھبی یعنی خروج کرے گا
دجال تو اُسکی پیروی کرینگے وہ لوگ جو دوستداران عثمان کے ہونگے۔ دیکھو
کتاب مغنی علامہ ذہبی۔ بہر حال جسطرح کی خبر رسول اللہ نے دربارہ اس
مصالحہ دی ہے یہ لوگ تمام شیعہ حضرت کے کلام صدق التیام پر ایمان رکھتے ہیں اور بسروچشم قبول کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ حضرت نے اس مصالحہ کی خبر دی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام
بمجبوری ایسے لوگوں سے صلح کرینگے جو مدعی ہونگے اسلام کے اور حقیقت اُنکی ہوگی سو حالت
سے کہ بندر ہونگے جو حضرت کے منبر پر اُچھلینگے کودینگے۔ اور پھر اس کی بھی خبر دی حضرت
امام حسن ؑ کو زہر دینگے۔ اور امام حسین علیہ السلام کو مع کل رفقا و اعوان تشنہ و گرسنہ
قتل کرینگے۔ پس ہم سب ان اخبار و احادیث پر بہت اچھی طرح اعتقاد رکھتے ہیں اور
مطابق ارشاد رسول اللہ جسکا جو درجہ ہو اُسے قبول کرتے ہیں۔ افسوس کہ ہمارے
مخاطب اس حدیث سے اپنے امام معٰویہ کا ایمان ثابت کرتے ہیں حالانکہ آپکے امام
عینی فرماتے ہیں وفیہ فضیلۃ الحسن رضی اللہ عنہ حیث ترکہ وورعہ الی ترک
الملک والدنیا رغبۃ فیما عند اللہ صفحہ ۲۲۲ یعنی اس میں فضیلت ہے امام حسن ؑ
کی جنھوں نے از راہ ورع ترک ملک کیا محض اس غرض سے کہ جو خدا کے یہاں مدارج ہیں وہ
حاصل ہوں۔ تو اب بتائیے اس میں آپکے معٰویہ کی مذمت نکلی یا فضیلت جسنے ناحق
محض ملک اور دنیا کے لئے امام برحق سے جنگ کی اور اُنکا حق غصب کیا یہانتک
کہ اُنکے بعد زہر بھی دلوایا حالانکہ خلافت لے چکا تھا۔
افسوس کہ آپ لوگ محبت معٰویہ میں ایسے سرشار ہو رہے ہیں کہ کچھ نہیں سوجھتا ہم کو نسی

روایت لکھ رہے ہیں کون سی حدیث اسکا اثر کیا ہے معٰویہ کا اسلام ثابت ہوتا ہے
یا کفر کیونکہ یہ حدیث تو آپکے یہاں بھی مسلم ہے الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب
دنیا مردار ہے اُسکے طالب کتے ہیں۔ پھر معٰویہ کیا ہوئے کیونکہ یہ تو سبکو معلوم
ہے جناب امام حسنؑ کی جو صلح مجبوری ہوئی جیسا کہ آیندہ مفصلاً مذکور ہوگا۔

قولہ امیر المومنین خلیفہ رابع **اقول** ہمارا جاننا آپکو کیا نفع دیگا کیونکہ شیعہ تو
بالاتفاق جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو خلیفہ بلا فصل رسولؐ بنص خدا
و رسول جانتے ہیں اور آپ لوگ تو کسی رتبہ میں بھی خلیفہ رسولؐ نہیں جانتے۔
بہر کیف آپنے اپنا مطلب کچھ نہ لکھا کہ آپ کیا جانتے ہیں اور نہ اسکو ظاہر کیا کہ آپ کے
خیال میں اس حدیث سے کیا لازم آتا ہے۔ اگر کار فرمائے تقیہ بے محل نہ ہوتے تو
خوب ہوتا کہ راز دلی آپکا ظاہر ہو جاتا۔ کیونکہ مقصود آپکا ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت علیؑ نے جو معٰویہ سے جہاد کیا تو وہ فعل ناجائز تھا۔
مگر دیکھئے آپکے علمانے آپکی کیا کیا فضیحتیں کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین
میں فرماتے ہیں۔ پس گویا میگوید کہ مرتضےٰ غلط کردہ ہست در یا شدہ ادعای شیعی
جہل و حمق او است نزد اہل سنت و شیعہ تفضیلیہ قاطبۃ۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب
تحفہ میں لکھتے ہیں۔ پس ہر کہ غزوہ خیبر را تاریخ تحریم متعہ گوید گویا دعوے غلطی
در استدلال حضرت مرتضیٰ میکند و ایں دعوے شاہد جہل و حمق است۔ پس جب عمومًا
استدلال جناب امیرؑ میں یہ گمان کرنا کہ حضرت نے غلطی کی ہے اہل سنت کے نزدیک
دلیل جہل و حمق ہے تو آپکا "کیا سمجھا جاتا ہے" کہاں تھا۔ کیا آپ اہل سنت و الجماعۃ سے
خارج ہیں جو آپ کے واہمہ میں یہ اوہام پیدا ہو رہے ہیں دیکھئے دیکھئے سمجھئے شاہ
ولی اللہ صاحب اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں یا الٰہی انی
ذاکر لک من الوجاھۃ واحد امن الالف اذا اصاب العبد بجیعھا
جل وکمل فتکون کل خطوۃ منہ یخطوھا حسنۃ وکل حرکۃ یتحرک
بہا حسنۃ واذا رفع اللقمۃ الی فمہ کانت حسنۃ واذا سفت فرسہ کان

له بكل خطوة حسنة واذا نام كان انقلابانه يمنة ويسرة كلها حسنا ويشكر الله منها لا يشكر اضعافه من غيره وهو المحبوب و لاجله خلق ما خلق واذا تمت العصمة كانت افاعيله كلها حقة لا اقول انها تطابق الحق بل هي الحق بعينها بل الحق امر ينعكس من تلك الافاعيل كالضوء من الشمس واليه اشار رسول الله حيث دعى الله تعالى لعلى اللهم ادر الحق معه حيث دار ولم يقل ادره حيث دار الحق

اُسنے بھائی ہمنے وجاہت کے بیان میں ہزار سے ایک بیان کیا ہے۔ بندہ جسوقت وجیہ ہوتا ہی تو جمیل اور کامل ہوجاتا ہی جو قدم اٹھاتا ہی یا کوئی حرکت کرتا ہے یا لقمہ اُٹھاکر منہ میں ڈالتا ہی یا گھوڑا اُسکا قدم رکھتا ہی سب حسنہ ہوتا ہی۔ سونے میں جو داہنے بائیں کروٹ لیتا ہی وہ سب حسنہ ہوتا ہی قبول کرتا ہی خدا اُس سے اُس چیز کو کہ جسکے اضعاف اُسکے غیر سے قبول نہیں کرتا۔ یہی محبوب ہی اسی کے واسطے کل مخلوقات پیدا ہوئے اور جب عصمت تمام ہوجاتی ہی تو ہوتے ہیں تمام افعال اُسکے حق میں نہیں کہتا کہ وہ افعال مطابق حق ہوتے ہیں بلکہ وہ افعال اُسکے عین حق ہوتے ہیں بلکہ حق ایک امر ہی کہ منعکس ہوتا ہی اُسکے افعال سے جیسا کہ ضو (روشنی) منعکس ہوتی ہی۔ اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہی رسول اللہ نے جبکہ دعا کی خدا سے علی رض کے لئے کہ خدایا پھیر تو حق کو ساتھ اُنکے جسطرف کہ وہ پھریں۔ اور نہ یہ فرمایا کہ علی کو پھیر جدھر حق پھرے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے اس بیان سے حضرت علی کا اعلےٰ درجہ کا معصوم ہونا ظاہر ہوا کہ حضرت علی کے اقوال و افعال ہی کا نام حق ہی۔ اور کسی بات کے حق ہونے کا یہی قانون ہی کہ وہ مطابق ہو اقوال و افعال جناب امیر کے جیسے روشنی آفتاب سے پیدا ہوتی ہی نہ یہ کہ حق کوئی دوسری چیز ہی جس سے حضرت کے اقوال و افعال مطابق کئے جائیں تب اُنکو حق کہیں۔ پس جب آپکے بزرگان دین اسطرح فرمائیں تو آپ اُسکے خلاف کیونکر سمجھ سکتے ہیں یا سمجھتے ہیں جو مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔

یہ کلام شاہ ولی اللہ صاحب کا گو آپ کی سمجھ سے خارج ہو مگر آپ کے علما اقرار کرتے ہیں کہ اس جملہ نے تمامی مذہب اہل سنت وجماعت کو درہم برہم کر دیا اور صدہا پشت کے بنائے ہوئے گھروندے اُلٹ پلٹ ہو گئے۔ چنانچہ مرزا حسن علی صاحب محدث شاگرد شاہ ولی اللہ صاحب اس عبارت کے بارے میں یوں استفسار کرتے ہیں

سوال از مرزا حسن علی صاحب نزد اہل حق یعنی سنت وجماعت صحیح وثابت شدہ ببراہین عقلیہ ونقلیہ کہ ماسوائے انبیا ورسل وملائکہ علیہم السلام عصمت در احدے ثابت نیست حتے کہ اگر کسے را معصوم گویند درست نیست ولہذا متکلمین وفقہا رحمہم اللہ اطلاق عصمت بر غیر انبیاء وملائکہ روا ندارند پس آنچہ جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ در تفہیمات الہیہ وغیرہ صفات اربعہ کہ عصمت وحکمت ووجاہت وقطبیت باطنہ ہست برائے حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ثابت کردہ اند وآں ہدایت مآب نیز آں مراتب را در رسالہ کہ بیان اعتقادات بحضرت ایشاں تالیف فرمودہ اند ارقام نمودہ اند آنرا بکدام محل صحیح باید نمود ودلیلے از کتاب وسنت واجماع امت براں کدام ہست وجواب تخالف ایں قول بنسبت مذہب اہل سنت کہ نمایاں شدہ چہ خواہد شد۔ مع ذلک منافی تفضیل خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرات شیخین خواہد بود۔ حالانکہ ایں مسئلہ تفضیل مجمع علیہ اہل سنت ہست عند من یعتد بہ وعلاوہ آں خود جناب افادت مآب ہدایت انتساب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہزار ضبط وطمطراق تمام ایں مسئلہ را یعنی تفضیل خلفائے ثلثہ سیما شیخین را رضی اللہ عنہم بدلائل نقلیہ وعقلیہ وکشفیہ ووجدانیہ بتقریر وافی وبیان شافی وترتیب کافی تحریر فرمودہ اند پس جواب تخالف وتعارض ایں مسئلہ ممہدہ ثابتہ متفق علیہا باں مسئلہ غریبہ غیر ثابتہ عند اہل الحق یعنی اہل سنۃ وجماعت چہ خواہد شد بینوا توجروا

سنہ ۱۳۲۲ فتاوائے شاہ عبد العزیز دہلوی

جس سے معلوم ہوا کہ یہ عبارت شاہ ولی اللہ صاحب کی درہم کن مجموعہ اہل سنت ہے اور اتنا بڑا محدث علامہ یعنی مرزا حسن علی صاحب اس سے کو حل ذکر سکا کہ شاہ

عصمت ائمہ کا قائل ہونا خلاف مذہب اہل سنت والجماعت ہے

عبد العزیز سے پوچھا اب چھوٹے شاہ صاحب اسکے جواب میں لکھتے ہیں عصمت وحکمت
ووجاہت نزد صوفیہ معانی اصطلاحیہ دارند خصوصًا در کتب مصنفہ حضرت والد ماجد
قدس سرہ مفصل مذکور اند ایں وقت بسبب شدت بیماری امکانے نیست کہ تمہید
مقدمات نوشتہ اید اگر کتب مصنفہ ایشاں موجود باشند مطالعہ باید نمود واضح خواہد شد
وشاید اعتصام از تصانیف شاہ محمد عاشق پھلتی قدس اللہ سرہ اگر بہم رسد
کافی وشافی خواہد بود بالجملہ موافق علماء ظاہر ایں وقت جواب نوشتہ میشود عصمت
دو معنے دارد اول امتناع صدور ذنب مع القدرۃ علیہ وایں معنی باجماع اہل سنت
مخصوص بحضرات انبیا وملائکہ علویہ ہست دوم عدم صدور ذنب مع جوازہ من غیر
لزوم محذور وایں معنی را نزد صوفیہ محفوظیت خوانند وبہمیں معنے در کلام صوفیہ سوال
عصمت برائے خود آمدہ چنانچہ در اول دعا حزب البحر واقع شدہ فنسالک العصمۃ فی الحرکات
والسکنات والارادات والخطرات الی آخرہ ایں معنی مخصوص بانبیا نیست وآنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ برائے اہل بیت خود خواستہ اند بقولہ اللّٰھم اذھب عنھم
الرجس وطھرھم تطھیرا ہمیں معنی ہست ودر حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ
وارد شدہ انّ الشیطان یفر من عمر ونیز وارد شدہ ان الحق ینطق علٰی
لسان عمر وقلبہ ودر حق صہیب رومی واقع شدہ نعم العبد صہیب لو لم یخف
اللہ لم یعصہ فلا اشکال وحکمت نوع علم نافع ہست اگر کتب باشد در اصطلاح
صوفیہ آنرا حکمت نگویند بلکہ علم وفضیلت نامند واگر آں علم بطریق وہب بر دل شخصے واقع
شود آنرا حکمت نامند وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب وکلا آتینا حکما وعلما
خواہ آں علم متعلق بعقائد باشد یا باعمال یا باخلاق وایں معنی ہم مخصوص بانبیا نیست ولقد
آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للّٰہ بعد ازاں آیہ واذ قال لقمان لابنہ تا آخر رکوع
بیان بعضے از حکمت ایشاں ہست آرے ازیں باب ہرچہ بوحی آید آں مخصوص بانبیا ست
ورنہ بسبب علم ہست نبی وغیر نبی دراں شریک اند ولہذا در حدیث شریف وارد شدہ انا دار الحکمۃ
وعلی بابھا ودر روایت مشہور انا مدینۃ العلم وعلی بابھا واقع شد مراد از

علم درینجا ہمیں معنی است دوجاہت یعنی آنست کہ بعضے بندگان خود را حق تعالی بوجہی
معاملہ نماید از دفع طعن معاندان و تہمت ہاے عیوب و حفظ در اصابت بادشاہان و امرا
در حق محبوبان و ندیماران می نمایند و این معنی در حق دو کس از انبیاء اولی العزم منصوص
قرآنی است اول در حق حضرت موسی علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگاہ ایشان را
بنی اسرائیل تہمت آوردہ و برص کردند قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا
تکونوا کالذین اذوا موسی فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا
حق تعالی راضی نشد بہ تہمت ایشان اگرچہ آن تہمت ہیچ محذور شرعی نداشت۔
دوم در حق حضرت عیسی کہ یہودیاں در حق ایشان تہمت زنا زادگی بر زبان آوردند و
بہ سخن آمدن ایشان در عین طفولیت آن تہمت را زائل فرمود قال اللہ فی سورۃ آل عمران
وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المہد وکہلا
الی آخرہ و این معنی در حق اکثر اولیاء بثبوت پیوستہ اول در حق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کہ ان اللہ یکرہ فوق السموات السبع ان یخطأ ابوبکر فی الارض دوم در
حق علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہ دعا کرد ربنا اللہم ادر الحق حیث دار و نہ گفت ادر
حیث دار الحق و معنی قطبیت باطنیہ آنست کہ حق تعالی بعضے بندگان خود را مخصوص سازد
کہ مہبط فیض الہی اولا بالذات ایشان باشند و از ایشان بدیگران منتقل شود گو بظاہر کسے
تلمذ و اکتساب از ایشان نکردہ باشد مانند آنکہ شعاع آفتاب از راہ روزنے در خانہ بیفتد
پس اولا آن روزن روشن شدہ و بواسطہ آن تمام اشیاے خانہ روشن شود و این را قطب
ارشاد نیز نامند بخلاف قطب مدار بالجملہ اثبات این صفات اربعہ عند التحقیق نہ مخالف
مذہب اہل سنت است گو ظاہر بینان از اطلاق این الفاظ تحاشی نمایند و نہ مخالف تفضیل
شیخین کہ مجمع علیہ جمیع اہل حق است زیرا کہ مدار آن تفضیل بر کثرت ثواب است عند الحکیم
و جائز است کہ خدا تعالی بعضے بندگان خود را مخصوص بزیادت ثواب گرداند ہر چند
فضائل دیگر و صفات کمال در غیر آنہا بیشتر باشد و مصنف کتاب ہمعات قدس
سرہ مدار تفضیل شیخین بر تشبہ انبیاء داشتہ است و در رفع شبہات فرقہ مخالفین بنا

داشتن مردم از بدعت و اجراے جہاد و امر بالمعروف و نہی عن المنکر و ظاہر است
کہ زیادتی شیخین دریں امور اوضح من الشمس و ابین من الامس است و لہذا
قال اکثر المتکلمین التفضیل عندنا بالتوفیق لا بالفضائل ص ۳۶ تحفۂ عزیزی اثنا عشری

اس جواب سے اتنا تو بالیقین معلوم ہوا کہ شاہ عبد العزیز صاحب اپنے والد ماجد کی
اُس عبارت کی تصدیق کرتے ہیں جسکو مولوی مرزا حسن علی محدث مخالف مذہب
اہل سنۃ جانتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصمت جناب امیرؑ و اہل بیت طاہرینؑ
کے علماے ظاہر بھی قائل ہیں کیونکہ بنائے جواب بر اتفاق علماء ظاہر ہے جیسا کہ خود لکھا۔
باقی رہا انکا تقسیم کرنا عصمت کا دو قسم پر محض لغو ہے۔ کیونکہ اگر صدور ذنب کی قدرت ہی
نہ ہو تو پھر وہ عصمت کہاں سے ہوئی عصمت تو وہی ہے جو مع القدرہ ہو ورنہ ملک و انبیا
مساوی ہو جائینگے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں۔ انبیا کو ملک سے افضل اسیوجہ سے جانتے
ہیں کہ انبیا قادر ہیں گناہ پر لیکن نہیں کرتے۔ بخلاف ملک جو مجبور ہیں۔ اور حضرت عمر کے لئے
بھی جو اس قسم کی عزت افزائی کی پس شاہ صاحب کی قدر دانی ہے ورنہ سنی بھی اُنکی عصمت
یا محفوظیت کا قائل نہیں یہانتک کہ ابھی ایمان اُنکا متزلزل ہے۔ پھر تاویل القول خلاف
الاعتقاد سے کیا حاصل۔ اس عبارت میں شاہ صاحب نے حدیث انا دار الحکمۃ و علی
بابھا و حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا کے ثبوت و شہرت کا بھی اقرار کیا ہے
حالانکہ تحفہ میں اس سے انکار کیا تھا اسیطرح وجاہت کا بھی اقرار کیا۔ اور حضرت ابو بکر کیلئے
بھی ایک وضعی حدیث پیش کی ہے جسکی حقیقت اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ چھوٹے شاہ
صاحب نے از راہ تعصب اور بغرض خیانت سائل اس قسم کی تقریر کی ہے جو مخالف صریح ہے
قول شاہ ولی اللہ صاحب کے۔ مگر بہر حال اصل مدعا یہ کہ خود علماء اہل سنۃ بھی عصمت
جناب امیرؑ کے قائل ہیں بخوبی ثابت ہوا۔ پھر کوئی سنی اسکے خلاف کیونکر قائل ہو سکتا ہے۔

دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔ لہذا در حدیث شریف
وارد است کہ مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی و من
تخلف عنھا غرق یعنی مثال اہل بیت من در شما مثال کشتی حضرت نوح است

ہر کہ سوار شدہ در آں کشتی از طوفان نجات یافت و ہر کہ تخلف ازاں کشتی ورزید غرق طوفان گشت

و وجہ تخصیص حضرات اہل بیت ع بایں مراتب و فضیلت آنست کہ کشتی حضرت نوح ع مدار

عملی آنجناب بودہ و حضرات اہل بیت ع را نیز حق تعالیٰ صورت ذات عملی جناب ختم المرسلین

گردانیدہ بود کہ عبارت از طریقت است زیرا کہ کمال عملی آنجناب بدون مناسبت اشتعہی

با آنجناب در قوائے روحیہ در عصمت و حفظ و فتوت و سماحت متصور نیست کہ در ہر کسے

جلوہ گر شود و ایں مناسبت بدون ولادت و علاقۂ اصلیت و فرعیت ممکن الحصول نیست

پس ایں کمال را با جمیع شعب آں کہ معدن ولایات مختلفہ است دریں مجرے جاری کردند

و ازہمیں ناودان ریختند و ہمیں است معنی امامت کہ یکے مرد دیگرے را از خویشاں باں وصی ساخت

و ہمیں است دلیل بر آنکہ ایں بزرگواران مرجع جمیع سلاسل اولیاء ... شدند و ہر کہ تمسک

بحبل اللہ می نماید چار و ناچار شد استفاضہ او بایں بزرگواران منتہی می گردد و دریں کشتی

می نشیند۔ الحمد للہ کہ بتقریر شاہ صاحب عصمت و حفظ و فتوت و سماحت جناب امیر

و سائر ائمہ طاہرین ع ثابت ہوئی اور امامت ان حضرات کی اور ایک کا دوسرے کو وصی کرنا۔

اور اغیار کا دائرہ عصمت سے خارج ہونا بلکہ محال ہونا ان کی عصمت کا کیونکہ وہ سلسلہ اصلیت

و فرعیت سے خارج ہیں۔ اور قاضی ملا محمد معین لاہوری **دراسات اللبیب** میں

فرماتے ہیں صفحہ ۲۱۵۔

ومما یجب ان انبہ علیہ ان ھذا
الکلام فی عصمۃ الائمۃ انما جرینا فیھا
علی مجری الشیخ الاکبر قدس سرہ
فیما فی المھدی رضی اللہ عنہ من
حیث ان مقصودنا منہ ان قولہ
فیہ یقفو اثری لا یخطئ لما دل عند
الشیخ علی عصمتہ فحدیث الثقلین
یدل علی عصمۃ الائمۃ الطاہرین

اور واجب ہے کہ تنبیہ کریں اس پر کہ یہ کلام
بیچ عصمت ائمہ کے بارے میں مطابق اسکے
ہے کہ شیخ اکبر نے مہدی رض کی عصمت ثابت
کی ہے کیونکہ مقصود میرا یہ ہے کہ جب حدیث آنحضرت
دربارہ مہدی علیہ السلام (پیروی کریگا میری
اور خطا نہ کریگا) شیخ کے نزدیک دلیل ہوئی
عصمت امام مہدی کے تو حدیث ثقلین بھی
دلیل ہے عصمت ائمہ طاہرین ع کی جیسا کہ پہلے

الی عن عثمان بن اسود عن ابی ملیکہ قال اوتر معاویہ بعد العشاء برکعۃ
عندہ مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعہ فانہ قد صحب النبی صلعم
ترجمہ کہا ابی ملیکہ نے کہ وتر پڑھی تھی حضرت معاویہ نے بعد عشاء کے ایک رکعت پس
تھا غلام ابن عباس کا نزدیک انکے پس آیا پاس ابن عباس کے اور بیان کیا۔ فرمایا
ابن عباس نے کہ چھوڑ انکو کیونکہ بیشک صحبت کیا انھے نبی صلعم کا وایضا فی البخاری
حدثنا ابن ابی مریم حدثنا نافع بن عمر حدثنی ابن ابی ملیکہ قیل لابن عباس
ھل لک فی امیر المومنین معاویہ فانہ ما اوتر الا بواحدۃ قال انہ فقیہ ترجمہ
کہا ابن ابی ملیکہ نے کہا گیا ابن عباس رض کو کیا ہو واسطے تیرے امیر المومنین معاویہ رض میں
پس تحقیق وہ پڑھتا ہو وتر ایک رکعت فرمایا ابن عباس نے بیشک وہ فقیہ ہو اور طبرانی
میں مذکور ہو عن ابن عباس قال جاء جبرئیل عم الی النبی صلعم فقال یا محمد
صلعم استوص بمعاویۃ فانہ امین علی کتاب اللہ ونعم الامین ترجمہ روایت ہو
ابن عباس سے کہا انہوں نے آیا جبرئیل عم نزدیک رسول اللہ صلعم کے پس کہا جبرئیل عم نے
ای محمد صلعم متوجہ ہو طرف معاویہ رض کے کہ وہ امانت دار ہو اوپر کتاب اللہ کے اور کیا اچھا
امانت دار ہو۔ سبحان اللہ بڑے تعجب کا مقام ہو کہ باوجود قائل ہونے اور اقرار کرنے حضرت
ابن عباس رض کے کہ جو از صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار سے سید خیر الابرار صلعم کے ہیں کہ
حضرت معاویہ رض صحابی ہو فقیہ ہو اور بشارت وشہادت دینے جبرئیل امین کی کہ حضرت معاویہ رض
امین ہے علی کتاب اللہ اور نعم الامین ہیں کسی مسلمان کا منکر صحابیت حضرت معاویہ رض
ہونا اور انکو برا کہنا بہت ہی برا ہو بلکہ عدول قول رسول صلعم سے ہو اکرموا اصحابی
یعنی تعظیم کرو تم اصحاب کی میرے۔ کیونکہ وہ سب بہتر تم لوگوں سے ہیں کمافی المشکوۃ

رضی اللہ عنہم بمراتبیانہ ولیست عقدۃ الانامل علی ان العصمۃ الثابتۃ فی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لم توجد فی غیرھم وانما نعتقد فی اھل الولایۃ قاطبۃ بالعصمۃ بمعنی الحفظ وعدم صدور الذنب لا استحالۃ صدورہ والائمۃ الطاھرین اقدم من الکل فی ذلک وبذلک یطلق علیہم الائمۃ المعصومون فمن رمانی من ھذا المبحث باتباع مذھب غیر السنۃ مما یعلم اللہ سبحانہ براٰتی منہ فعلیہ اثم فریتہ واللہ خصمہ

مذکور ہوا۔ اور یہ مسئلہ کہ جو عصمت انبیاء میں پائی جاتی ہے وہ غیر میں نہیں پائی جاتی اتفاقی نہیں کیونکہ ہمکو تمامی اولیاء اللہ کی عصمت کا اعتقاد ہے بمعنی حفظ اور عدم صدور خطا کے نہ یہ کہ گناہ ہونا اُنسے محال ہو اور ائمہ طاہرین ان کل امروں میں مقدم ہیں تمامی اولیا اللہ سے اور اسیوجہ سے اُن ائمہ کو ائمہ معصومین ع کہا جاتا ہے۔ پس جو شخص یہ بحث دیکھکر ہمپر تہمت لگاوے اسکی کہ ہم غیر مذہب اہل سنۃ کے (شیعہ) پابند ہیں جس سے بری ہونا میرا خدا کو معلوم ہے تو ایسے مفتری پر ہے گناہ افترا کا اور خدا اُسکا خصم ہے۔

قاضی مذکور دراسات اللبیب میں یہ بھی لکھتے ہیں صفحہ ۲۰۹ ؀۔

فان قلت الخطاء فی الاجتہاد لیس بمعصیۃ حتی یشملہ الرجس فی الآیۃ فیلزم تطہیر اھل البیت الکرام عنہ ولا یشملہ الضلال فی الدین حتی ینتفی عنھم عدم ضلال من تمسک بھم فالآیۃ والحدیث وان سلمنا اثباتھما عصمتھم عن الکفر بل المعصیۃ الضا لا طلاق الرجس

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خطا فی الاجتہاد معصیت نہیں۔ تو یہ رجس بھی نہ ہوگا جس سے اہل بیت کی تطہیر لازم ہو اسیطرح ضلال فی الدین بھی نہیں ہے جو مستلزم ضلال متمسکین بہم ہو تو آیہ اور حدیث سے اگر اثبات عصمت کیجاے تو وہی عصمت عن الکفر بلکہ عصمت عن المعصیۃ ہے جسپر رجس و ضلال کا لفظ بولا جاتا ہے نہ وہ عصمت جسکے

ب

لا نسلم اثبات العصمة عن الخطاء
كما فی المهدیؒ للمصرح فیه بقوله
لا یخطاء قلنا الخطاء فی دین اللہ جہل
ومعصیة وانتساب لما لیس من احکم
سبحانه ورسولهٖ والجهل والانتساب
المذکور مما یعظم امر هذه المعصیة
ولا یوجد ان فی کل معصیة فهو
نفسه رجس وضلال وبشملة اللفظین
بلا شك ولا یمنع صدق اللفظ علی
معناه زوال لازم له فی الاکثر
بعارض فلا یمنع صدق الرجس والضلال
علی الخطاء والجهل والانتساب
المذکور زوال العصیان عن مرتکبه
بعارض کونه مجتهد بذل جهده
فی طلب الحق و الجاتہ کون الذنب
ممعفوا عنه لا یخرجه عن حقیقته حتی
لا یصدق علیه لفظه واخبر الحاکم
الخاطی علی ما ورد به الخبر لیس لخطائه
بل لبذله وسع ماله من الجهد فی
فوز الحق کما لا یخفی واذا ثبت
هذا علمت ان من اقر بصحة حدیث
التمسك الزم بعصمة الائمة حتی
[illegible] الخطاء عنهم

میں تصریح ہے کہ وہ خطا نہ کرینگے تو اب
اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ عموماً خطا کرنا
امر دین میں جہل ہے اور معصیت ہے اور نسبت
دینا ہے امر غیر واقع کی خدا و رسول کیطرف
یعنی افترا کرنا ہے تو جہل اور نسبت دروغ
سے وزن معصیت کا بڑھ جائیگا اور یہ
دونوں ہر معصیت میں پائے جاتے ہیں پس
خطا فی نفسہ رجس و ضلال کی لفظوں میں
داخل ہے بیشک تو اب خطاء اجتہادی صرف
اس وجہ سے کہ کوشش کی گئی طلب حق میں
الفاظ رجس و ضلال و جہل و انتساب امر
غیر واقع سے نہیں نکل سکتے کیونکہ عارضی
سبب سے اصل معنی نہیں بدل سکتے غرض خطا
فی الاجتہاد پر بھی رجس و ضلال فی الدین
کا اطلاق ہوگا۔ کیونکہ اگر گناہ بخش بھی
دیا جاوے تو حقیقت اسکی نہیں بدلے گی۔
یعنی یہ نہیں ہوگا کہ اب گناہ گناہ نہ رہے جاوے
لفظ گناہ بھی اسپر نہ بولا جاوے۔ اور یہ جو خبر
میں وارد ہے کہ حاکم خاطی اجر پاویگا تو اسکی
وجہ نہیں ہے کہ اسنے خطا کی ہے اس وجہ سے مستحق
(انعام) اجر ہوا بلکہ اس وجہ سے کہ اسنے کوشش
کی اجتہاد کیا کہ امر حق پر ظاہر ہو جب یہ
[illegible] ہوا کہ شخص اقرار کرنے

کالمهدی منهم عند الشیخ رض وهذا مخصوص فی الامة بالائمة من اهل البیت۔

صحت حدیث تمسک بالثقلین کا اُسکو ضرور ہی قائل ہونا عصمت ائمہ ہدیٰ ایسی عصمت کہ صدور خطا اُنسے محال ہی جیسا کہ

امام مہدی کے بارے میں شیخ قائل ہیں اور عصمت مخصوص ہو اس امت میں ساتھ ائمہ ہدیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ دلائل کی ضرورت ہو در بارۂ عصمت ائمہ علیہم السلام تو کتاب **نسفی اہل سنۃ وخوارج ملاحظہ فرمائیے** جس میں عصمت ائمہ ہدیٰ اور خارجیت اہل سنت بہت اچھی طرح ثابت کی گئی ہے۔

اب میں مخاطب کے اُس وہم کا بھی دفیعہ واجب جانتا ہوں جسکو کسی خوف کے سبب سے مخاطب نے نہ لکھا اور اشارہ کرکے چھوڑ دیا کیونکہ یہ سب شکوک واوہام بسبب ناواقفیت کے پیدا ہوئے ہیں ورنہ اگر احادیث نبوی پر اطلاع ہوتی اور اُسپر ایمان لائے ہوتے تو کوئی خطرہ بھی اُنکے دل میں نہ گذرتا۔ اب احادیث مفصلہ ذیل ملاحظہ ہوں جس سے آپکو معلوم ہو جائے کہ جہاد جناب امیرؑ بحکم خدا ورسول تھا یا اپنی خواہش سے ینابیع المودہ میں ہے

الترمذی عن ربیع بن خراش قال حدثنا علی بن ابیطالب بالرحبہ قال لما کان یوم الحدیبیۃ خرج الینا ناس من المشرکین فیہم سہل بن عمرو وانا س من الروساء المشرکین فقالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الیک اناس من ابنائنا واخواننا وارقائنا ولیس بہم فقہ فی الدین وانما خرجوا فراراً من اموالنا وضیاعنا فارددہم الینا فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ یا معشر قریش لتنتہن او لیبعثن

صحیح ترمذی میں منقول ہو کہ فرمایا جناب امیرؑ نے بمقام رحبہ کہ بروز صلح حدیبیہ مشرکین قریش آئے رسول اللہ کی خدمت میں جنمیں سہیل بن عمرو بھی تھا اور بہت سے سرداران مشرکین۔ سبھوں نے خدمت رسول میں عرض کیا کہ کچھ لوگ ہماری اولاد اور بھائیوں اور غلاموں سے آپ کے پاس چلے آئے ہیں کہ جنکو فقہ و دین سے کوئی مطلب نہیں۔ صرف اس وجہ سے بھاگے ہیں کہ ہمارے اموال اور زراعتیں ہماری اُن سے متعلق تھیں۔ پس اُن لوگوں کو ہمارے حوالے کیجئے حضرتؐ نے فرمایا تم لوگ باز آؤ اس قسم کی

علیکم من یضرب رقابکم بالسیف
علی الدین قد امتحن اللہ قلبہ علی
الایمان قالوا من ھو یا رسول اللہ و
قال یا ابوبکر من ھو یا رسول اللہ و
قال عمر من ھو یا رسول اللہ قال ھو
خاصف النعل وکان اعطی نعلہ علیًا
یخصفہا قال ثم التفت علی الینا
فقال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ
والہ قال من کذب علی متعمداً فلیتبؤ
مقعدہ من النار، ھذا حدیث
حسن غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ
من حدیث ربعی عن علی۔
ایضاً اخرج ھذا الحدیث ابوداود
واحمد ابن حنبل وموفق بن احمد بما سنیعلم
عن ربعی بن خراش، ایضاً اخرجہ
الحافظ ابو نعیم والخطیب فی التاریخ
والسمعانی فی الفضائل احمد فی مسندہ
عن علی کرم اللہ وجہہ ان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم
قال لبنی ولیعۃ یا بنی ولیعۃ لتنتہن
اولابعثن الیکم رجلا کنفسی یمضی
فیکم امری یقتل المقاتلہ ویسبی الذریۃ
فاخذ بید علی وقال ھو ھذا مرتین

باتوں سے ورنہ خدا تمپر ایسے شخص کو بھیجیگا
جو تمہاری گردنوں کو کاٹے گا تلوار سے
اوپر دین کے کہ خدا نے امتحان کیا ہی اُسکے
دل کا اوپر ایمان کے ابوبکر و عمر نے پوچھا وہ کون
شخص ہی؟ تو حضرت نے فرمایا وہ نعلین کا
پیوند لگانے والا ہی اور دیا تھا حضرت نے
اپنی نعل علی کو بغرض پیوند لگانے کے۔ پھر
بیان کیا علی نے کہ جو شخص رسول پر جھوٹھ
لگائے اُسکی جگہ جہنم میں۔ اِس روایت کو
ابوداود اور احمد بن حنبل اور موفق بن احمد نے
بھی روایت کی ہی ربعی بن خراش سے۔ اور
شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں اِس طرح
روایت کی ہی کہ جب مشرکین نے عرض کیا تو
حضرت مخاطب ہوے ابوبکر کیطرف اور فرمایا
تم کیا کہتے ہو تو کہا ابوبکر نے سچ کہتے ہیں یہ
مشرکین واپس کر دینا چاہئے۔ پھر عمر سے
پوچھا تو اُنہوں نے بھی ابوبکر کی راے سے
اتفاق کیا جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا
ثم قال رسول اللہ یا معشر قریش
واللہ یبعثن اللہ علیکم رجلا منکم
قد امتحن اللہ قلبہ للایمان ویضرب رقابکم
علی الدین او یضرب بعضکم قال
ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا

جمع الفوائد عن ابی سعید الخدری
قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
والہ وسلم ان منکم من یقاتل علی تاویل
القران کما قاتلت علی تنزیلہ قال فقال
ابوبکر انا ھو قال لا قال قال عمر انا
ھو قال لا ولکنہ خاصف النعل وکان
اعطی علیا نعلہ یخصفھا الموصلی و
فی الاصابہ عبد الرحمن بن البشیر
الانصاری قال کنا جلوسا عند النبی
صلے اللہ علیہ والہ وسلم اذ قال
لیضربنکم رجل علی تاویل القران
کما ضربتکم علی تنزیلہ فقال ابوبکر
انا ھو یا رسول اللہ قال لا فقال
انا ھو یا رسول اللہ فقال لا ولکن
خاصف النعل فانطلقنا فاذا علی
یخصف نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فی حجرۃ عائشۃ فبشرناہ

قال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا
ولکن ذلک الذی یخصف النعل و
قد اعطی علیا نعلہ یخصفھا صفحہ ۵

مقصد ثانی۔ فرمایا رسول اللہؐ نے اے
قریش قسم خدا کی وہ بھیجے گا تم پر ایسے شخص کو
جسکے قلب کا امتحان کیا ہے اللہ نے واسطے
ایمان کے لوروہ ضرور تم لوگونکو ماریگا اوپر
دین کے ابوبکر نے کہا وہ شخص میں ہوں حضرت
نے کہا نہیں عمر نے پوچھا میں ہوں حضرت نے
فرمایا نہیں بلکہ وہ شخص جو نعل میں میرے پیوند
لگاتا ہے اشارہ کیا طرف حضرت علی کے
کہ دیا تھا رسول اللہؐ نے انکو اپنی نعل ہو واسطے
پیوند لگانے کے صفحہ ۵

حافظ ابو نعیم اور خطیب وسمعانی وامام احمد نے
روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے ولیعہ
سے کہ اگر تم باز آؤگے تو میں ایسے شخص کو
بھیجونگا جو بمنزلہ میرے نفس کے ہے اور
تمکو قتل کریگا اور اسیر کریگا بعد اسکے پکڑا ہاتھ علی کا اور کہا یہی شخص ہے وہ جمع الفوائد میں
ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا تم لوگوں میں ایک شخص ہوگا جو قتال کریگا
تاویل قرآن پر جیسا کہ میں نے قتال کیا تنزیل قرآن پر ابوبکر نے کہا میں ہوں حضرت نے کہا نہیں
بلکہ یہ خاصف النعل ہے وہ شخص اشارہ کیا طرف علی کے۔ اصابہ میں بھی یہی روایت ہے جسمیں

[1] اس حدیث کی پوری تحقیق اور علی ابن یوسف کی ایمانداری اگر آپ ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں تو تنقیہ مجادلہ
حصہ ثانیہ کو ملاحظہ فرمائیے جو تصنیف جناب مصنف علام ہے بلکہ میرے رسالہ اصلاح کے ساتھ ملحق ہو کر مطالع
ہو چکی ہے شمارہ جلد ۱۲ [illegible] بحیدرآباد دکن

ابوبکر و عمر نے پوچھا کہ وہ شخص میں ہونگا تو حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ وہ شخص جو نعل میں پیوند لگاتا ہے جا کر دیکھا تو علی حجرہ عائشہ میں نعل رسول میں پیوند لگاتے ہیں پس بشارت دی ہم لوگوں نے انکو اور نیز اسی کتاب ینابیع المودۃ میں ہے۔

اخرج الحموینی بسندہ عن الاعمش عن ابراہیم النخعی عن علقمۃ والاسود قالا اتینا ابا ایوب الانصاری فقلنا یا ابا ایوب ان اللہ اکرم نبیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصفی لک من فضلہ اخبرنا بخروجک مع علی تقاتل اہل لا الہ الا اللہ فقال ابو ایوب اقسم لکما باللہ لقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم معی فی ہذا البیت الذی انتما فیہ معی وعلی جالس عن یمینہ وانا عن یسارہ وانس بین یدیہ وما فی البیت غیرنا اذ حرک الباب فقال یا انس افتح لعمار ففتح الباب ودخل عمار فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرد علیہ السلام ورحب بہ ثم قال یا عمار ستکون بعدی فی امتی ہنات حتی یختلف السیف فیما بینہم وحتی یقتل بعضہم بعضا وتبرأ بعضہم من بعض فاذا رایت کذالک فعلیک بہذا

حموینی نے روایت کی ہے کہ علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں ہم لوگ داخل ہوئے ابو ایوب انصاری پر اور پوچھا کہ تم علی کے ساتھ جہاد میں شریک تھے پس کیوں جنگ کی علی نے کلمہ گویوں سے ابو ایوب نے کہا میں تم سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک دن رسول اللہ اس مکان میں ہمارے پاس بیٹھے تھے جس میں تم دونوں آدمی بیٹھے ہو علی داہنی طرف بیٹھے تھے اور انس سامنے انکے سوا اور کوئی اس مکان میں نہ تھا کہ دروازہ میں حرکت ہوئی حضرت نے فرمایا کھولدو عمار کے لئے پس داخل ہوئے عمار اور سلام کیا نبی پر اور حضرت نے جواب سلام دیا اور مرحبا فرمایا پھر فرمایا اے عمار بعد میرے امت میں اختلافات ہونگے یہاں تک کہ تلوار چلے گی انکے درمیان میں کہ بعض بعض کو قتل کرینگے اور بعض بعض سے تبرا کرینگے جب یہ وقت آئے تو تم اس صلح کے ساتھ ہونا جو میرے داہنی طرف بیٹھا ہے اشارہ طرف علی کے کہ اگر سب آدمی ایک وادی میں جائیں اور علی دوسری وادی کی طرف تو تم وادی علی کی طرف جانا اور علیحدہ ہو جانا آدمیوں سے

لا اصلی عن یمینی یعنی علیاً فان سلک
الناس کلهم وادیاً و سلک علیؑ وادیاً
فاسلک وادی علی دخل عن الناس
یا عمار ان علیاً لا یردک عن هدی ولا یدلک
علی ردی یا عمار طاعة علی طاعتی و
طاعتی طاعة الله جل شانه وفی
جمع الفوائد حذیفة قال له بنو عبس
ان امیر المومنین عثمان قد قتل فما
تأمرنا قال امرکم ان تلزموا عماراً
قالوا ان عمار لا یفارق علیاً قال
حذیفة ان الحسد هو اهلک الحسد
وانما ینفرکم من عمار قربه من علی
فوالله لعلیؑ افضل من عمار بعد ما
بین التراب والسحاب وان عمار لمن
الاخیار للکبیر ابو سعید رفعه ویح
تقتله الفئة الباغیة یدعوهم
الی الجنة ویدعونه الی النار
للبخاری ابو هریرة ان النبی صلی
الله علیه واله وسلم قال لعمار
ابشر کی تقتلک الفئة الباغیة الترمذی
وزاد رزین واستسقی یوم صفین
فاوتی بقعب فیه لبن فلما نظر الیه
کبر ثم قال اخبرنی رسول الله

اے عمار تحقیق علی تجھے کبھی ہدایت سے نہ پھیرینگے
اور گمراہی میں نہ ڈالینگے اے عمار طاعت علی کی
میری طاعت ہے اور طاعت میری طاعت خدا ہے
جمع الفوائد میں ہے کہ بنو عبس نے حذیفہ سے کہا
عثمان تو قتل ہو گئے اب تم کیا کہتے ہو کسکے ساتھ
رہیں کہا حذیفہ نے عمار کے ساتھ۔ انھوں نے کہا
عمار تو علی سے علحدہ نہ ہونگے۔ حذیفہ نے کہا
کہ حسد سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی ہے انسان کو
تم اسی وجہ سے نفرت کرتے ہو عمار سے کہ وہ علی کے ساتھ
ہیں قسم خدا کی علی افضل ہیں عمار سے دونوں میں
وہی نسبت ہے جو خاک کو ہے سحاب یعنی ابر سے
اور عمار نیکو کاروں سے ہے۔
اس روایت سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ
نے جناب امیر کیطرف سے اسطرح عوام الناس کو
بہکا رکھا تھا کہ حذیفہ یہ نہ کہہ سکے کہ علی کا ساتھ
دو۔ بلکہ عمار کا نام لیا تاکہ اس ذریعہ سے لوگ
انپر کوئی تہمت نہ لگائیں۔ جسپر عوام نے کہا عمار
تو علی سے جدا نہ ہونگے تو حذیفہ کو سمجھانا پڑا عمار
کا ساتھ دینا یا عمار کی فضیلت جو کچھ ہے وہ اسوجہ
سے ہے کہ وہ علی کے ساتھی ہیں اور یہ بھی بتانا پڑا
کہ حضرت علی افضل ہیں عمار سے۔ یہ خیالات
عوام الناس میں صرف خلفائے ثلثہ کی کارروائیوں
سے پیدا ہوئے تھے جو آجتک اہل سنت میں دیکھا

صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اخر رزقی
من الدنیا لبن فی مثل ھذا القعب ثم
حمل علی العدو فلم ینثن حتی قتل علی
عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم فی قتال الناکثین والقاسطین
والمارقین للبزار والاوسط وفی
المشکاۃ عن ابی قتادۃ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال لعمار
بن یاسر حین یحفر الخندق فجعل
یمسح راسہ ویقول بوس ابن سمیہ
تقتلک الفئۃ الباغیۃ رواہ مسلم
ایضا روی مسلم عن ام سلمہ ام المومنین
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیہ
وفی سنن الترمذی عن ابی ھریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم ابشر عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ
وفی الباب عن ام سلمہ وعبد اللہ بن عمرو
بن العاص وابو الیسر وحذیفہ ھذا
حدیث حسن صحیح وفی جمع الفوائد
عن عبد اللہ بن حارث ان عمرو
بن العاص قال لمعویۃ اما سمعت
النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

جاتا ہے کہ صحابہ کے نام پر مرتے ہیں اور علی کے
نام پر جلتے ہیں حالانکہ حضرت علی صحابی بھی
ہیں برادر رسول بھی ہیں داماد رسول بھی ہیں
ابو سعید سے روایت ہے کہ ہائے ای عمار تجھے باغیوں
کا گروہ قتل کریگا تو بلائیگا اُنکو جنت کی طرف
اور وہ بلائینگے تجھے جہنم کی طرف
بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول نے عمار سے تجھے
بشارت دیتا ہوں کہ باغیوں کا گروہ تجھے قتل
کریگا۔ ترمذی میں اور زیادہ کیا ہے کہ جنگ
صفین میں پانی مانگا عمار نے لوگ لائے ایک
کاسہ شیر یعنی دودھ اُسکو دیکھکر عمار نے
اللہ اکبر کہا اور بیان کیا کہ مجھے خبر دی رسول
نے کہ آخر رزق میرا دنیا سے دودھ ہوگا ایسے
ہی ظرف میں اُسکے بعد حملہ کیا دشمن پر اور نہ پھرے
یہانتک کہ شہید کئے گئے اور عہد رسول اللہ کے
دربارہ قتال ناکثین قاسطین مارقین۔
اس مضمون کی روایت کو مختلف عنوان سے
مصنف نے نقل کیا ہے بزار سے اور اوسط
سے اور مشکوۃ اور مسلم اور ترمذی سے
جمع الفوائد میں ہے کہ بروز شہادت عمار عمرو عاص
نے معویہ سے کہا کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت
رسول نے بروز بنا مسجد عمار سے فرمایا تو حریص
ہے جہاد پر اور تو اہل جنت سے ہے اور تجھے قتل

يقول حين كان يبنى المسجد لعمار انك
لحريص على الجهاد وانك من اهل الجنة
ولتقتلنك الفئة الباغية قال بلى قال عمرو
فلم قتلتموه قال والله ما تزال تدحض في
بولك انحن قتلناه انما قتله الذي جاء
به وهو علی وفی الاصابة فی ترجمة
عمار قد تواترت الاحاديث عن النبی
صلی اللہ علیه وآله وسلم ان عمارا تقتله
الفئة الباغية واجمعوا على انه قد قتل
بصفين وكان مع على سنة سبع وثلاثين
فی ربیع الاول وله ثلاث وتسعون سنة
وفی الاصابة فی ترجمة ابی لیلی الغفاری قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم یقول ستکون
من بعدی فتنة فاذا کان ذالك فالزموا
علی ابن ابی طالب فانه اول من امن بی واول من
یصافحنی یوم القیمة وهو الصدیق الاکبر وهو
فاروق هذه الامة وهو یعسوب المؤمنین والمال
یعسوب المنافقین ص ۱۰۵ ینابیع المودة۔

کریگا گروہ باغیوں کا۔ معویہ نے کہا ہاں عمرو
عاص نے کہا پھر کیوں قتل کیا تو معویہ نے کہا
تو ہمیشہ اپنے پیشاب میں ڈوبا رہیگا کیا ہمنے
قتل کیا ہے عمار کو۔ اُسنے قتل کیا ہے جو ساتھ
اپنے لایا کہ وہ علی ہیں۔ اور امام احمد روایت
کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو عاص نے دیکھا
دو آدمیوں کو جھگڑتے ہوے دربارہ قتل
عمار کہ ہر ایک مدعی تھا کہ ہمنے قتل کیا عبد اللہ
بن عمرو عاص نے کہا ہمنے سنا ہے رسول اللہ
سے کہ عمار کو باغیوں کا گروہ قتل کریگا اور
اصابہ میں ہے کہ یہ حدیثیں رسول اللہ کی دربارہ
عمار کہ قاتل انکا باغیوں کا گروہ ہوگا۔ متواتر
ہیں اور اسپر بھی اجماع ہے کہ وہ ہمراہی جناب امیر
میں معرکہ صفین شہید ہوے بماہ ربیع الاول
۳۷ھ اور اسوقت انکا سن ۹۳ برس تھا اور اصابہ میں ہے ابو لیلی
سے کہ رسول اللہ نے فرمایا بعد میرے فتنہ ہوگا جب یہ ہو تو لازم پکڑو
تم علی کو کہ یہ اول وہ شخص ہے جو مجھپر ایمان لایا اور پہلا شخص
ہے جو مجھسے مصافحہ کریگا روز قیامت اور یہی صدیق
اکبر ہے اور یہی فاروق ہے اس امت کا اور بادشاہ مومنوں کا اور مال بادشاہ ہے منافقوں کا تعجب ہے کہ خلفائے ثلثہ
تو جناب امیر سے بہت دن پہلے ہوے مگر سب سے پہلے مصافحہ کرنے والے بروز قیامت علی ہونگے۔ اس حدیث سے
اہل سنت سمجھ سکتے ہیں کہ صرف خلافت ہی نہیں غصب ہوئی صدیق اکبر اور فاروق کا لقب بھی غصب ہوا ہے
اسی کتاب میں ہے ابو المؤید اخطب الخطباء موفق بن احمد الخوارزمی المکی عن سید الحفاظ ابی منصور شہردار
ابن شیرویہ الدیلمی باسنادہ عن زید بن علی بن الحسین۔ روایت کیا ہے ابو المؤید نے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا

عن ابیہ عن جدہ عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم فتحت خیبر بقدرۃ اللہ لولا ان تقول فیک طوائف من امتی ماقالت النصاری فی عیسی ابن مریم لقلت فیک مقالا لا تمر علی ملاء من المسلمین الا اخذوا من تراب رجلیک وفضل طہورک یستشفون بہ ولکن حسبک ان تکون منی وانا منک ترثنی وارثک وانت منی بمنزلۃ ھرون من موسی الا انہ لا نبی بعدی یا علی انت تودی دینی وتقاتل علی سنتی وانت فی الاخرۃ اقرب الناس منی وانک غدا علی الحوض خلیفتی وانت اول من یرد علی الحوض وانت تزود المنافقین عن حوضی وانت اول داخل فی الجنۃ من امتی وان محبیک واتباعک علی منبر من نور رواء مرویین مبیضۃ وجوھھم حولی اشفع لھم فیکونون غدا جیرانی وان اعدائک غدا ظماء مظمئین مسودۃ وجوھھم یضربون بالمقامع

جب بقدرۃ خدا میں نے قلعہ خیبر کو فتح کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اگر اسکا خوف نہ ہوتا کہ ہماری امت سے کچھ لوگ تمھارے بارے میں وہ کلمات کہنے لگیں گے جو نصاریٰ درباره عیسیٰ بن مریم کہتے ہیں تو آج ہم ایسا کلام تمھارے بارے میں کہتے کہ لوگ تمھارے قدم کی خاک لیتے اور آب طہارت سے لوگ بیماروں کا علاج کرتے مگر اسیقدر کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے تم میرے وارث ہوگے اور میں تمھارا تم بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ سے مجھ سے مگر نبی نہیں ہو میرا دین ادا کروگے اور میری سنت پر قتال کروگے اور آخرت میں سب سے زیادہ نزدیک مجھسے ہوگے اور تم حوض پر میرے خلیفہ ہوگے اور تم سب سے پہلے مجھ پر وارد ہوگے حوض پر اور دفع کروگے منافقوں کو میرے حوض سے اور سب سے پہلے تم داخل جنت ہوگے میری امت سے اور تمھارے دوست اور پیرو نور کے ممبروں پر ہونگے جنکے چہرے روشن اور درخشاں ہونگے سب میرے گرد ہونگے میں انکی شفاعت کرونگا۔ اور دشمن تمھارے بروز قیامت پیاسے ہونگے منہ انکے سیاہ جو آتشیں گرزوں سے مار کھائینگے اور زنجیروں میں گرفتار ہونگے مت لڑنا مجھ سے لڑنا ہے مجھ سے

نعوذ باللہ بنہایت خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

جواب دوم یعنی حضرت معاویہ رض پر بوجہ من الوجوہ ثبوت ارتداد باوجود موجود ہونے دلائل کثیرہ عدم ارتداد کے کمافی الترمذی صفحہ ۲۴۱ حدثنا محمد بن یحیی حدثنا عبداللہ بن النفیلی حدثنا عمرو واقد عن یونس بن جلیس عن ابی ادریس الخولانی قال لما عزل عمر بن الخطابؓ عمیر بن سعد عن حمص وولی معاویہ رض فقال الناس عزل عمیراً وولی معاویۃ فقال عمیر لاتذکروا معاویۃ رض الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ صلعم یقول اللھم اھد بہ ترجمہ کہا ادریس خولانی نے جس وقت معزول کیا عمر بن الخطابؓ نے عمیر بن سعد کو حمص سے اور متولی کیا معاویہ کو پس کہا لوگوں نے کیا معزول کیا عمیر کو اور متولی کیا معاویہ کو ۔ پس کہا عمیر نے مت ذکر کرو معاویہ کو مگر ساتھ نیکی کے بیشک سنا میں نے رسول خدا کو فرماتے تھے یا اللہ ہدایت کر بذریعہ انکے۔ سبحان اللہ اس حدیث کا مضمون قابل تعمق ہے کہ باوجود کدورت نہایت جیت کسے کو بہ بیند بجائے خود شش + کجا بر زبان آورد جز بدش۔ کسطرح باظہار مرتبت و منزلت حضرت معاویہ رح اللھم اھد بہ حدیث رسول اللہ صلعم کو بیان کیا کہ خداوندا بذریعہ انکے لوگونکو ہدایت کر پس کسطرح یہ توہم ہو سکتا ہے کہ نفس نفیس میں حضرت معاویہ رح کے ہدایت نہ تھی اگر کہا جاوے کہ اھد بہ صیغہ امر دعائیہ ہے اس سے ثبوت ہدایت نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ ایسی دعا ابوجہل کے حق میں بھی آنحضرت صلعم نے فرمائی تھی مگر وہ مسلمان نہیں ہوا۔ تو انصاف شرط ہے فرمائیے اللھم اھد بہ سے کیا معنی چسکتا ہے یعنی پیمبر خدا صلعم فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہدایت کر بذریعہ معاویہ رض کے لوگونکو پس لفظ بہ سے صاف صاف ثابت ہے کہ ہدایت ذات میں معاویہ رض کے پہلے ہی سے موجود تھی کیونکہ باتفاق تمامی اہل اسلام

وهی سیاط من نار مقمعین حربك
حربی وسلمك سلمی وسرك سری
وعلانیتك علانیتی وسریرة
صدرك سریرة صدری وانت
باب علمی وان ولدك ولدی ولحمك
لحمی ودمك دمی وان الحق معك
والحق علی لسانك
وفی قلبك وبین عینك والایمان
مخالط لحمك ودمك كما خالط
لحمی ودمی وان الله امرنی ان
ابشرك انك وعترتك ومحبك
فی الجنة وعدوك فی النار لایرد علی
الحوض مبغضك ولا یغیب عنه
محبك قال علی فخررت ساجدا لله
تبارك وتعالی وحمدته علی ما انعم الله
من الاسلام والقرآن وحببنی الی
خاتم النبیین وسید المرسلین
صلی الله علیه واله وسلم ص ١٠٧

حدیث
اخرج موفق بن احمد الخوارزمی و
الحموینی بالاسناد عن ابی عثمان
النهدی عن علی کرم الله وجهه
قال کنت امشی مع رسول الله صلی
الله علیه واله وسلم فاتینا علی حدیقة

صلح کنا مجھ سے صلح کرنا ہے ظاہر و باطن تیرا میرا
ظاہر و باطن ہے تو دروازہ علم میرا ہے اولاد تیری
میری اولاد ہے گوشت وخون تیرا میرا گوشت
اور خون ہے حق تیرے ساتھ ہے اور تیری زبان
پر اور تیرے قلب میں اور دونوں آنکھوں کے
درمیان میں اور ایمان تیرے گوشت اور خون
سے ایسا ملا ہے جیسا کہ میرے گوشت اور خون
سے مخلوط ہے - خدا نے مجھے حکم دیا کہ تجھے
بشارت دوں کہ تو اور اولاد و محب تیرے
جنت میں ہونگے اور دشمن تیرے جہنم میں
نہ وارد ہونگے میرے حوض پر دشمن تیرے
اور نہ غائب ہونگے تیرے دوست یہ اوسی کتاب میں ہے

حدیث
موفق بن احمد نے روایت کی ہے علی سے کہ
میں رسول اللہ کے ساتھ جارہا تھا کہ ایک باغ
میں پہونچا پس گلے لگا مجھے رسول اللہ
اور رونے لگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
آپ کیوں روتے ہیں فرمایا روتا ہوں میں قوم
کے اون کینوں پر جو میرے مرنے کے بعد تم سے
نکالینگے میں نے عرض کیا اسوقت میرا دین
سالم رہیگا فرمایا ہاں دین تمھارا سالم رہیگا

حدیث
موفق بن احمد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
نے خبر دیا علی کو اون حالات سے جو بعد رسول اللہ
کے دشمنوں سے حضرت علی پر گذرینگے پس

فاعتنقنی واجهشنی باکیا فقلت ما
یبکیك یارسول الله فقال ابکی
لضغائن فی صدور قوم لایبدونها
لك الا بعدی فقلت فی سلامة
من دینی فقال فی سلامة من دینك

ایضا اخرج موفق بن احمد عن ابی سعید
الخدری قال اخبر رسول الله صلی
الله علیه واله وسلم علیا بما یلقی الیه
من اعدائه من المقاتلة فبکی علی
وقال اسئلك یارسول الله صلی
الله علیه واله وسلم بحق قرابتی
وبحق صحبتی ان تدعوالله ان
یقبضنی الیه فقال یا علی انا ادعوالله
لك لاجل مؤجل فقال یارسول الله
علی ما اقاتل القوم قال علی الحدث فی الدین

واخرج موفق ابن احمد بسنده عن
عبد الرحمن ابی لیلی عن ابیه قال
اعطی النبی صلی الله علیه واله وسلم
الرایة یوم الخیبر الی علی ففتح الله علیه
وفی یوم غدیر خم اعلم الناس انه
مولی کل مومن ومومنة وقال له
انت منی وانا منك وانت تقاتل
علی تاویل القرآن کما قاتلت

روے حضرت علی اور عرض کیا بحق قرابت و صحبت
قسم دیتا ہوں کہ آپ دعا فرمائے خدا مجھے
دنیا سے اوٹھالے حضرت نے فرمایا کیا تقدیر
جاری شدہ کے تبدیلی کے لئے دعا کردوں۔
پس عرض کیا علی نے یارسول اللہ میں کسلئے
اُن سے جنگ کرونگا فرمایا بسبب اون کے
بدعتوں کے جو دین میں حادث کرینگے۔

موفق بن احمد راوی ہے کہ رسول اللہ نے
بروز غدیر فرمایا کہ علی مولے کل مومن ومومنہ
ہیں۔ اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔
اور تو قتال کریگا اوپر تاویل قرآن کے جیسا
کہ میں نے قتال کیا اوپر تنزیل قرآن کے۔ اور تو
مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسے سے مگر
نبی نہیں ہے۔ اور میں صلح کرنے والا ہوں اُس
سے جو تجھ سے صلح کرے اور لڑنے والا ہوں
تیرے لڑنے والے سے تو عروہ وثقے ہے۔
اور تو بعد میرے دشمنوں کو دفع کرے گا۔
اور تو ولی ہے ہر مومن ومومنہ کا بعد میرے
تیرے بارے میں نازل کیا خدا نے اذان
من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر تو
قائم کرنے والا ہے میری سنت کا اور دفع
کرنے والا ہے میری ملت سے میں اور تو دو
وہ شخص ہیں کہ جن پر زمین شق ہوگی۔ اور

على تنزيله وقال له انت منى بمنزله
هرون من موسى الا انه لا نبى
بعدى وقال له انا سلم لمن
سالمك وحرب لمن حاربك
وانت العروة الوثقى وانت تبين
ما اشتبه عليهم من بعدى
وانت ولى كل مومن ومومنة
بعدى وانت الذى انزل الله
فيك واذان من الله ورسوله
الى الناس يوم الحج الاكبر وانت
الاخذ بسنتى والذاب عن
ملتى وانا وانت اول من
تنشق الارض عنه وانت معى
تدخل الجنة والحسن والحسين
وفاطمة معنا ان الله اوحى الى
ان ابين فضلك فقمت للناس
وبلغتهم ما امرنى الله تبارك
وتعالى بتبليغه ثم قال له اتق
الضغائن التى كانت فى صدور
قوم لا تظهرها الا بعد موتى
اولئك يلعنهم الله و
يلعنهم اللاعنون وبكى
صلى الله عليه واله وسلم

حسن و حسین و فاطمہ میرے ساتھ داخل
ہونگے جنت میں۔ خدا نے مجھپر وحی کی کہ تیرے
فضائل کو لوگوں کے سامنے بیان کروں۔
پس میں نے پہونچایا اون باتوں کو جسکا حکم
دیا تھا خدا نے۔ پھر فرمایا ڈرو اور خوف کرو
اور بچاؤ اون کینوں سے جو قوم (قریش) کے
سینوں میں ہیں کہ بعد میری موت کے اونھیں
ظاہر کرینگے ان پر خدا لعنت کریگا اور لعنت
کرنیوالے انپر لعنت کرینگے۔ اسکے بعد روے
رسول اللہ اور فرمایا مجھے خبر دی ہے جبرئیل نے
کہ یہ لوگ تجھپر ظلم کرینگے اور یہ ظلم بالکلیہ دفع
ہوگا میری عترت سے یہانتک کہ قائم آل محمد
ظہور کریں اور انکا حکم بلند ہو اور اجماع امت
ہو اونکے مودت پر۔ انکا مخالف قلیل ہو اور
انسے کراہت کرنیوالا ذلیل ہو اور انکے مداح
لوگ زیادہ۔ جب ملکوں میں تغیر ہو جائے اور
بندگان خدا ضعیف ہو جائیں اور ناامیدی
غالب ہو جائے اوسوقت ظہور کرینگے قائم
اپنے اصحاب کے ساتھ اور خدا ظاہر کریگا حق کو
اور خاموش کردیگا باطل کو بذریعہ انکی تلواروں
کے۔ لوگ تابعداری کرینگے بسبب خوف کے
بھی اور خوشی سے بھی۔ خوش ہو اور بشارت
ہو ساتھ دفع بلا کے کہ وعدہ الہی حق ہے اور

ثم قال اخبرني جبرائيل انهم
يظلمونك بعدي وان ذالك
الظلم لا يزول بالكلية عن عترتنا
حتى اذا قام قائمهم وعلت كلمتهم
واجتمعت الامة على مودتهم
والشانی لهم قليلا والكاره لهم
ذليلا والمادح لهم كثيرا وذالك
حين تغير البلاد وضعف العباد
حين الياس من الفرج فعند ذالك
يظهر القائم مع اصحابه فبهم
يظهر الله الحق ويخمد الباطل
باسيافهم ويتبعهم الناس راغبا
اليهم وخائفا منهم ابشروا بالفرج
فان وعد الله حق لا يخلف وقضاؤه
لا يرد وهو الحكيم الخبير وان فتح
الله قريب اللهم انهم اهلي
فاذهب عنهم الرجس وطهرهم
تطهيرا اللهم اكلأهم وارعهم
وكن لهم وانصرهم واعزهم
ولا تذلهم واخلفني فيهم
انك على ما تشاء قدير۔
وفي سنن ابن ماجة القزويني عن
ابن مسعود رضي الله عنه قال

اسکا قضا نہیں بدلتا کہ وہ حکیم و خبیر ہے اور فتح خدا
قریب ہے خدایا یہ اہل میرے ہیں انسے دور
کر رجس و برائی کو اور طاہر کر انکو پورا طاہر
خدایا انکی حفاظت کر اور انکی رعایت کر اور
ہو انکے لئے اور مدد کر انکی اور عزت دے
اور ذلت نہ دے۔ اور خلیفہ ہو تو میرا ان پر
کہ تو ہر چیز پر قادر ہے سنن ابن ماجہ میں ابن مسعود
سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ ہم
جا رہا تھا کہ کچھ جوانان بنی ہاشم دکھائی دئے
انکو دیکھکر حضرت رسول اللہ آنکھوں میں
آنسو بھر لائے اور رنگ چہرہ کا متغیر ہو گیا
میں نے عرض کیا کیا وجہ ہے کہ آپکا چہرہ ہم ایسا
غمگین دکھائی دیتا ہے فرمایا ہم اہلبیت کے واسطے
خدا نے آخرت کو اختیار کیا ہے دنیا پر اور قریب
ہے کہ میرے اہلبیت کو بعد میرے بہت سی بلائیں
پہونچیں نکالے جانے سے اور دور کئے جانے سے
یہاں تک کہ جانب مشرق سے ایک قوم نکلے
جنکے ساتھ نشان سیاہ ہوں پس وہ خیر
سوال کرینگے خیر سے اور نہ دئے جاوینگے
پس جنگ کرینگے اور خدا انکی مدد کریگا پس
انکو وہ ملیگا جسکا سوال کیا تھا اور
وہ قبول نہ کرینگے یہاں تک کہ دیدینگے ہمارے اہلبیت
سے ایک مرد کو جو بھر دیگا زمین کو عدل سے جیسا

بینما نحن عند رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم اذ اقبل
فتیة من بنی هاشم فلما رآهم
اغرورقت عیناه وتغیر لونه
فقلت ما نزال نری فی وجهك
شیئاً نکرهه فقال انا اهل
بیت اختار الله لنا الآخرة
علی الدنیا وان اهلبیتی سیلقون
بعدی بلاء وتشریداً وتطریداً
حتی یاتی قوم من قبل المشرق
معهم رایات سود فیسئلون
الخیر فلا یعطونه فیقاتلون
فیضربون فیعطون ما سئلوا
فلا یقبلونه حتی یدفعوها الی
رجل من اهلبیتی فیملاها قسطاً
کما ملؤها جوراً فمن ادرك
ذالك منكم فلیاتهم ولو حبواً
علی الثلج وقال علی کرم الله وجهه
کل حقد حقدته قریش علی
رسول الله صلی الله علیه وآله
وسلم اظهرته فی ولدی من بعدی
مالی ولقریش انما وترتهم بامر
الله وامر رسوله افهذا جزاء

سے جیسا کہ انلوگوں نے بھرا تھا ظلم وجور سے
فرمایا علی نے کہ قریش نے جسقدر بغض و کینہ
رکھا رسول اللہ سے اون سب کو ظاہر کیا میرے
اولاد کے بارے میں مجھے قریش سے کیا واسطہ
میں نے جو کچھ اون کے ساتھ کیا بحکم خدا ورسول
کیا۔ تو کیا یہی جزا ہے اوسکی جو اطاعت
کرے خدا و رسول کی اگر ہوں وہ لوگ
مسلمانوں سے
نصر بن مزاحم نے کتاب صفین میں روایت
کی ہے جو مرد موثق ومعتمد ہے اور
اصحاب حدیث سے ہے کہ روز سہ شنبہ
دسویں ربیع الاول سنہ ۳۷ھ کو جب برآمد ہوئے
علی بعد نماز صبح کے بغرض جنگ اور حملہ
کیا اپنے لشکر کے ساتھ لشکر شام پر تو اشتر
نے کہا شکر خدا کا ہمکو ابن عم نبی دیا جو ایمان
و اسلام میں سب پر مقدم ہے اور
سیف اللہ بنایا جو دشمنوں کے سینہ میں
در آتا ہے نظر کرو طرف میرے اور میری
پیروی کرو اور ساتھ رہو پس حملہ کیا اشتر نے
پر اور سخت جہاد کیا اسکے بعد ایک شخص
نے لشکر شام سے نکلکر آواز دی اے ابو الحسن
اے علی نکلو میری طرف پس نکلے طرف
اسکے علی کہا اسنے اے علی تمکو تقدم فی الاسلام

من اطاع الله و رسوله ان كانو مسلمين
وفی دیوانه قال کرم الله وجهه

تلك قريش تمنانی لتقتلنی
فلا وربك مابروا ولا ظفروا
اما بقيت فانی لست مسجدا
اهلا ولاشيعه فی الدين اذ نجروا
قد بايعونی فلم يوفوا ببيعتهم
وماكرونی فی الاعداء اذ مكروا

صفحه ١١١

پھر اُسی کتاب میں نحن نذكرما اوردہ
نصر بن مزاحم فی كتاب الصفين
فهو ثقة ثبت صحيح النقل وهو من
رجال اصحاب الحديث۔ قال
غلس علی كرم الله وجهه بالناس
صلوات الغدات يوم الثلثا ثمن
عاشر ربيع الاول سنه سبع وثلاثين
ثم حمل بعسكر العراق علی عسكر الشام
فحاد بهم والحرب اكلت الفريقين
ولكنها فی اهل الشام اشد نكاية و
تضعضعت اذ كان اهل الشام
خطب الاشتر علی فرس كميت
وقال الحمد لله الذی جعل فينا
ابن عم نبيه اقدمهم ايمانا واولهم

حاصل ہے اور جہاد جن سے
ہو۔ ایسا کر سکتے ہو کہ تم لشکر لیکر
عراق کی طرف چلے جاؤ اور
یہ لوگ طرف شام کے واپس جائیں
کہ جنگ وجدال موقوف ہو۔

پس کہا علیؑ نے ہم مجبور ہیں جہاد کرنے پر
نہیں موقوف کر سکتے کیونکہ اگر ایسا
کروں تو کفر ہوگا ساتھ خدا اور رسول
کے اور خدا نہیں راضی ہوتا ہے لیے
دوستوں سے اگر وہ سکوت کر بیٹھے
اور دیکھتے رہیں کہ ایک قوم خدا کی
معصیت کرتی ہے زمیں میں۔

اور یہ ولی خدا نہ امر بالمعروف کرسکے
نہ منکر سے منع۔ اس سبب سے میں نے
جہاد کرنے کو اختیار کیا اور اسکو اچھا سمجھا
بہ نسبت اسکے کہ جنم میں غل کر کستہ الا
جاؤں پس پھر گیا وہ آدمی اور گھمسان لڑائی
شروع ہوگئی ص ۱۲۹

یہ روایتیں جو سب کتب معتبرہ اہل سنت
سے منقول ہیں اُن سے بخوبی ظاہر ہے کہ
رسول اللہ خبر دے گئے تھے جناب امیرؑ کو
کہ قریش کے دلوں میں لے علی تیرے کینے
بھرے ہوئے ہیں۔ انکو صبر کرنے کے

ايمانا اسلاما هو سيف من سيوف
الله صبه على اعدائه فانفروا
الي واتبعوني وكونوا اني اشري ثم
حمل على اهل الشام فحاربهم
محاربة شديدة قال خرج رجل
من اهل الشام ونادى يا ابا الحسن
يا علي ابرز الي فخرج اليه علي فقال
ان لك يا علي تقدما في الاسلام
والهجرة فهل لك ان ترجع الى
عراقك ونحن نرجع الى شامنا
فتسكن المقاتلة بيننا فقال علي
لم اجد الا القتال لان في تركه
الكفر بما انزل الله على محمد صلى الله
عليه وآله وسلم وان الله لا يرضى
من اوليائه ان يعصيه قوم في
الارض وهم سكوت لا يامرون
بالمعروف ولا ينهون عن المنكر
فوجدت القتال اهون من الاغلال
في جهنم فرجع الرجل فارتم الناس
بعضهم الى بعض بالنبل صفحه ۱۲

ظاہر کرینگے۔ اور وہ لوگ بدعتیں کرینگے۔ اور
قرآن کے معنی بدل دینگے تم انسے جہاد کرنا۔
اور انکو قتل کرنا۔ وہ لوگ بغاوت کرینگے۔ تم
ان سے مقاتلہ کرنا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام
آپکی خواہش کے مطابق کیونکر جہاد چھوڑ سکتے تھے
دیکھئے جناب امیر نے کیا جواب دیا اس شامی
کو جسنے رائے دی تھی ترک جہاد کے بارے میں
کہ حضرت علی نے فرمایا ترک جہاد اوسیوقت ہو سکتا
ہے جب کفر کو اختیار کر دوں اور دخول جنت کو گوارا
کروں۔ جسکو کوئی عاقل قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ
وصی رسول و نفس رسول ایسے امر کو معاذ اللہ
گوارا کرے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ ابو بکر صاحب
تو بلا کسی دلیل کے بلا کسی وجہ کے چند
مسلمانوں کو صرف اس بنا پر قتل کریں اور جلتی
ہوئی آگ میں زندہ ڈال دیں کہ وہ لوگ انکی
خلافت مصنوعی کو قبول نہیں کرتے۔ اور آپکو
یا کسی سنی کو اوس سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ
خود حضرت عمر اسپر معترض تھے اور سائر صحابہ
مگر فعل جناب امیر پر دربارہ قتل منافقین و مرتدین
آپکو یہ شبہ ہوا ہے حالانکہ صدہا آیات و احادیث
سے آپکو معلوم ہے کہ رسول اللہ اس بارے میں حکم صریح دے گئے تھے۔ تو اب جو کچھ اعتراض ہے آپکا
یا کسی سنی کا ہو وہ حکم خدا و رسول پر ہے نہ فعل جناب امیر پر کیونکہ حضرت محکوم تھے۔ اور ایسے
محکوم کو مخالفت سے اس حکم کے کفر لازم آتا ہے۔ قولہ تیسرے افعال اس تقریر میں تو آپکے

ہی کوئی بات نہیں لکھی جسکا میں جواب دوں کیونکہ ہر بات کا جواب بہت اچھی طرح مرقوم ہو چکا۔ مگر اب خلاصہ ان سب باتوں کا آپکو سمجھا دوں کہ حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہر امر میں پیرو ہیں احکام خدا و رسول کے جناب امیر کا خلافت خلفاء ثلثہ کے زمانہ میں سکوت کرنا مشابہ ہے اُس سکوت کے جو جناب رسالتمآب نے تا قیام مکہ سکوت کیا حالانکہ صحابہ کی تعداد صدہا سے متجاوز ہو چکی تھی اور آپکے خلفاء ثلثہ بقول آپکے معاون و مددگار تھے جنھوں نے آگے چلکر روم و فارس کو فتح کیا اور برخلاف اسکے جناب امیر کا کوئی ساتھ نہ تھا اُس زمانہ تک کہ حضرت جہاد کر سکیں۔ پس جن مصلحتوں سے رسول اللہ نے تا قیام مکہ سکوت فرمایا اُس سے بڑھکر مصالح یہاں جناب امیر کو داعی تھے در بارہ سکوت چنانچہ خود حضرت نے فرمایا کہ میں اُسوقت تلوار کھینچتا تو اسقدر بھی اسلام باقی نہ رہتا۔ اور جنگ جناب امیر مشابہ ہے اُس جنگ کے جو جناب رسالتمآب نے بعد تشریف آوری مدینہ جنگ فرمایا اور ہمیشہ اسپر آمادہ و مستعد رہے۔ اور صلح جناب امام حسن مشابہ ہے صلح جناب رسول اللہ سے جو حضرت نے مقام حدیبیہ مشرکین قریش سے صلح فرمایا حالانکہ رسول اللہ کو وہ مجبوریاں نہ تھیں جو جناب امام حسن کو تھیں کہ لوگ ساتھ چھوڑ چھوڑ کر معاویہ سے ملتے جاتے ہیں۔ اور جنگ جناب امام حسین علیہ السلام یزید کے ساتھ مشابہ ہے جنگ رسول سے فتح مکہ میں جسکے بعد سے اسلام کی قوت روز افزوں ترقی کرنے لگی کیونکہ بظاہر آپکے خیال میں امام حسین علیہ السلام کو شکست ملی کہ آپ خود شہید ہوئے مع تمام اعزا و اقربا و انصار اہلبیت اطہار مگر درحقیقت حضرت کو فتح حاصل ہوئی کہ حق کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو گئی اور مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا کہ یہ جملہ ترکیبیں خلفاء ثلثہ وغیرہ کی خلاف اسلام تھیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپکے امام غزالی نے ذکر مصائب کربلا کو سنیوں پر حرام کیا کہ اس سے خلفاء ثلثہ کی پردہ دری ہوتی ہے اور حقیت اہلبیت طاہرین ظاہر ہوتی ہے۔

اب ہم بقیہ جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ ہمارے فریق مخاطب بعد تحریر سابق لکھتے ہیں۔

قال المخاطب

جواب رابع جبکہ دلائل بالا سے کہ مطلقاً کسی فرد بشر کو اسمیں مجال چون و چرا کی باقی نہیں
صراحۃً ظاہر ہوا کہ معاویہؓ بلاشبہہ صحابی اور مومن تھے تا دم مرگ پس اس حالت میں انکو لعن وطعن کرنے
والا مصداق مضمون ان احادیث کا ہو کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۱۱ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلعم
لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمی بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ
کذلک ترجمہ مروی ہو ابی ذر سے فرمایا رسول اللہؐ نے نہیں گالی دیتا ہو کسیکو ساتھ فسق کے اور
ساتھ کفر کے مگر عود کرتا ہے وہ اوپر اُسکے وایضاً عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلعم
یقول ان اللعانین لا یکونون شہداء ولا شفعاء یوم القیامۃ رواہ مسلم ترجمہ
روایت ہو ابی درداء سے کہا سنا میں نے رسول مقبولؐ فرماتے تھے تحقیق لعنت کرنیوالا نہوگا شہود
اور نہ شفیع دن قیامت میں وایضاً صفحہ ۴۱۳ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لیس المومنین بالطعان ولا باللعان ولا بالفاحش ولا بالبذی
رواہ الترمذی ترجمہ مروی ہو ابن مسعودؓ سے کہا فرمایا رسول اللہؐ نے نہیں ہو مومن ساتھ طعان
اور لعان اور فحوش وغیرہ کے روایت کیا اُسکو ترمذی نے وعن فاطمۃ الزہرا عن ابن عباس
من سب صحابی فعلیہ لعنت اللہ والملائکہ والناس اجمعین ترجمہ مروی ہو سیدۃ النسا
فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہ جسنے گالی دی اصحاب رسول کو اوپر اُسکے لعنت اللہ و ملائکہ اور تمامی
آدمی کا ہو وفی الطبرانی عن علی رض من سب الانبیاء قتل ومن سب اصحابہ جلد
ترجمہ روایا علی کرم اللہ وجہہ سے کہ جو شخص گالی دیگا انبیاء علیہم السّلام کو قتل کیا جاوے اور جو شخص کہ گالی دیگا
اصحاب رسول صلعم کو درّہ مارا جاوے گا اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۵۴ میں مرقوم ہو عن ابن عمر رض
قال قال رسول اللہ صلعم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی
شرکم ترجمہ مروی ہو ابن عمر رض سے کہا ابن عمر نے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب دیکھو تم
وہ لوگ جو گالی دیتے ہیں اصحاب کو میرے پس کہو تم لعنت اللہ کا اوپر بدی کے تمہارے ۔ اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ نے (مسلمانان اہل شام کو لعن سے حضرت معٰویہ کے منع صریح فرمایا جیسا کہ مقاصد
میں ہو نہی عن لعن اہل الشام وقال اخواننا بغوا علینا یعنی منع کیا حضرت امیر علیہ السلام

نے لوگونکو لعنت کرنے سے اہل شام کے اسیطرح مجلسی نے کہ یکے از بزرگان اہل تشیع سے ہیں
اپنی کتاب تذکرۃ الائمہ میں لکھا ہے کہ اہل کوفہ شامیاں را لعنت میکردند و معاویہ را دشنام
میدادند پس جناب امیر عم منع فرمود آں لعنت کردن و دشنام دادن را یعنی اہل کوفہ اہل شام
کو اور معاویہ کو لعنت کرتے تھے اور گالی دیتے تھے پس جناب امیر عم نے منع فرمایا۔ اور نہج البلاغۃ
میں مذکور ہے انہ لما سمع اصحابہ یسبون اھل الشام قال انی اکرہ و لکم ان تکونوا
سبابین یعنی حضرت علی رض نے جب سنا اپنے اصحاب کو یعنی اہل کوفہ کو کہ گالی دیتے ہیں معاویہ وغیرہ
کو کہا امیر عم نے تحقیق برا جانتا ہوں میں واسطے تمہارے یہ کہ ہو تم گالی دینے والوں سے سبحان اللہ
کیسے عجیب اخفا راز ہے کہ حضرت امیر عم اہل کوفہ کو اپنے اصحاب میں شمار کرتے ہیں اور حضرات شیعہ الکوفی لا یوفی کا
الزام ہم بیچاروں پر ڈالتے ہیں۔
پس ان احادیث مذکورہ سے عدم جواز لعن و طعن اوپر معاویہ رض کے بخوبی ثابت ہوا و اثبات صحبت
بدرجۂ غایت و نہایت در رسید و صلاے رضی اللہ عنہ بر کافۂ اہل اسلام واجب و لازم گردید کما لا یخفیٰ
اور آیۂ کریمہ و من یرتد منکم الخ بسر و چشم مانتا ہوں اگر حالت ارتداد میں مرگیا ہو اور آیکا شان
میں حضرت معاویہ رض کے لانا محض غلط ہے اور دوسرے آیۂ کریمہ کیف یھدی اللہ قوما کفروا الخ
سے آپ ثابت کرتے ہیں کہ خدا سبحانہٗ میں بعد ارتداد کے توبہ قبول نہ ہوگی مسلم جزا صفت غفاریت
اور رحمانیت سے پروردگار غفار کو معرا و مبرا کر رہے ہیں خبردار شوید و آگاہ باشید قال اللہ ان
اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک۔ سبحان اللہ اس آیۃ سے صراحۃً الزام
پیش نظر بحریف آیات قرآن خالق جن و بشر لازم آتا ہے چہ جائے تناقض کہ استثناء سے جو بعد اس
آیۃ کے الا الذین تابوا من بعد ذالک و اصلحوا فان اللہ غفور رحیم ترجمہ
مگر وہ مرتدین جو توبہ کریں بعد اسکے اور اصلاح کریں مافات کی پس بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ موجود
چشم پوشی کیا بعید خداوند بخشندہ دستگیر کریم خطا بخش پوزش پذیر۔
اور حدیث نبوی قال انکم تحشرون حفاۃ عراۃ الخ اور دوسرے جو مروی ہے اسماء سے انا
علی حوض الخ یہ دو نو حدیث شریف متضاد ہیں عن جابر عن النبی ص قال لا تمس النار مسلما
رانی او رای من رانی و ایضا عن عبد اللہ بن بریدہ عن ابیہ قال قال رسول

فرمانا رسول مقبول کا لغو نہیں اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے
صفحہ ۱۹۴ میں ثابت ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لکل نبی دعوۃ
مستجابۃ ترجمہ اور واسطے ہر نبی کے دعا مستجاب ہے۔
اور دعا فرمانا آپکا حق میں ابوجہل کے دعاے تردیدی تھا یعنی آپنے فرمایا تھا کہ اے
پروردگار اعزت دے اسلام کو ابوجہل سے یا عمر بن الخطابؓ سے پس دوسرے دن
صبح کو عمر بن الخطابؓ مشرف باسلام ہوکر اعزاز اسلام کرنے لگے کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰
عن ابن عباس عن النبی صلعم قال رسول اللہ صلعم اللھم اعز الاسلام بابی جہل
بن ھشام او عمر بن الخطابؓ فاصبح فغدا علی النبی صلعم فاسلم ثم صلی فی المسجد
ظاھرا رواہ الترمذی ترجمہ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ
اے خدا عزت دے اسلام کو ساتھ ابوجہل کے یا ساتھ عمر بن الخطاب کے پس صبحکو پہلے
ہی آیا حضرت عمر بن الخطابؓ نزدیک رسول اللہ صلعم کے اور مسلمان ہوئے اور پڑھی نماز مسجد
میں ظاہر۔ پس عدم قبول دعاے رسول مقبول کا کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کو زمرہ اہل فتن
قرار دے سکیں نعوذ باللہ من ذلک بیت ہے ہر جا مرکب تواں تاختن ہے کہ جا ہا سپر باید انداختن
ہرگز و ہرگز ایسا جائز نہیں سبحان اللہ اکبر اللہ اکبر حضرت معاویہؓ ہوکے خاتمہ بالخیر کی کیسی بڑی ایک
صداقت و بشارت پائی جاتی ہے کہ جسکے سننے سے اہل دل کو بشارت و تازگی حصول ہو
کما فی الطبری وغیرہ ان عوف بن مالک کان قائلا نائما بار یحا فانتبہ فاذا
اسد یمشی الیہ فاخذ سلاحہ فقال لہ الاصلحہ انما ارسلت الیک برسالۃ
لتبلغہا قلت من ارسلک قال اللہ ارسلنی الیک لتعلم ان معاویۃ من اھل الجنۃ
قلت من معاویۃ قال ابن ابی سفیان لا یستبعد ذالک لان کلام الاسد کرامۃ

صلعم ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث قائدا ونورا لھم یوم القیامۃ
رواہ الترمذی کا کیونکہ اولین سے بعض اصحاب کو طرف دوزخ کے لیجانا متصور ہوتا ہے ما بین میں
تضاد ہے یعنی اصحاب کو دوزخ کیطرف لیجانا غیر متصور ہے آپ از روے قاعدہ اصولیہ تطابق لازم ہوا
وہ یہ ہے کہ مراد اصحاب سے خواص اصحاب نہیں اسلیے کہ ہم کو یقینا معلوم ہے کہ کوئی ان میں سے بعد آنحضرت
صلعم کے مرتد نہیں ہوا بلکہ مراد ان اصحاب سے اجلاف اعراب ہیں کہ اسلام لائے تھے حضرت کے زمانہ
میں پھر مرتد ہو گئے مانند اتباع مسیلمہ کذاب وغیرہم کے سو فرمانا حضرت صلعم کا اصحابی اصحابی
بطریق تحیر و ترحم بقصد خلاص کروانے انکے تھا جیسا کہ عن ابی عبد اللہ البخاری عن قیس
قال ھم الذین ارتدوا علی عہد ابی بکر رض فقاتلھم ابو بکر رض یعنی قتل و
ماتوا علی الکفر ترجمہ روایت ہے ابو عبد اللہ بخاری سے کہ کہا وہ وے لوگ ہیں جو مرتد ہو گئے
زمانہ میں خلیفہ بلا فصل امیر المومنین حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پس لڑے
انھوں سے ابو بکر رض اور مرے وے لوگ در حالت کفر کے یہ وہی اجلاف اعراب ہیں اور حدیث شریف
قتال لعلی تقاتل الخ محمول ہے اور آیہ شریفہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا
بینہما کے یعنی اگر قتال کرے دو گروہ مومن ہیں پس صلح کر دو درمیان انکے چونکہ علم خدا میں
مقرر تھا اپنے کلام پاک میں ذکر فرمایا ہے یہی وجہ فرمانا رسول مقبول کا کہ قتل علی مطابق قرآن کے
ہوگا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ قتال علی علیہ منزلہ قتال بالکفار پر حمل کیا جاوے کیونکہ یہ
محال ہے اگر یہاں قتال بالکفار مراد ہو تو درمیان آیہ شریفہ اور حدیث شریف کے باہم تناقض لازم
ہے کیونکہ آیہ شریفہ صریح دال ہے قتال بالمومنین پر پس فرمانا رسول مقبول صلعم کا حضرت علی رض
کو کہ یا علی قتال تمہارا قتال بالمومنین ہوگا سبحان اللہ اس کارزار میں جو درمیان حضرت علی اور
معاویہ رض کے وقوع میں آیا کیا حکم دیا جائیگا جانبین پر اللھم اھد المسلمین الی الصدق والیقین
اور حدیث نبوی ان مثل اہل بیتی مثل سفینۃ الخ البتہ ہم سنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ
ہے اور فرمانا رسول صلعم کا من تخلف ھلک سے مراد تخلف کفار بالمومنین تھا اور
تخلف درمیان امیر رض و عم کے بالمومنین تھا اور یہ رحمت ہے۔ اور صلح کرنا حسن ع کا ساتھ
معاویہ رض کے بسبب بیچارگی اور درماندگی کے نہ تھا بلکہ برعایت اس مصلحت کے جو امام ہمام

چنانچہ حضرت سلیمان عم کہ دعا کیا اے پروردگار ہمارے ایسی بادشاہی بعد میرے اور کسیکو نہ ملے
اور حضرت ذوالقرنین نے کیسے دنیا جہانی لڑائیاں کیں حشمت و دولت بڑھائی اور حضرت
داؤد اور حضرت طالوت عم کیا وے سب بیدین ہیں۔ عبارت مرقومہ آپکی نحمدہ ونصلی
علے رسولہ ولیہ الکریم۔ مدعی الاعمار الصراط المستقیم میں ضمیر نحمدہ کا مرجع بتا نہیں
سکتے اور رسول کے بعد ولیہ بنا وصف لانا مذمت رسول کا کرنا ہے کیونکہ درجہ رسول کا بالا
ہے درجے ولی کے پس گویا اسطرح کہنا ہوا کہ رسول جو ادنے درجہ میں ہیں درجہ ولی کے یا کہ
معنی ولی کے مالک کہئے گا تب اسطرح مذمت نہیں ہوگی مگر ساتھ ایسے وصف کے کفران آجائیگا
اور مدعی یا ثلاثی مجرد ہوا یا باب ثلاثی مزید سے ہے بتقدیر اول معنی یہ ہونگے کہ ہم بلائے جاتے ہیں اندھوں
کے ساتھ سیدھے راستے کیطرف اور بر تقدیر ثانی معنی یہ ہے کہ ہم دعوے کرتے ہیں دعوے سے
اندھوں کی طرف راہ راست کے یعنی ہم ادعاے اندھے ہیں حقیقت میں اندھے نہیں۔
تمت هذه النبقية بعون رب البرية والصلوة والسلام على صاحب السنن
السنية۔ وعلى آله واصحابه عدول العالية۔ فقط - تمام

[illegible] و محمد حا[illegible]

اقول قبل اسکے کہ اسکا جواب دوں مناسب سمجھتا ہوں کہ بحث لعن کی اصلیت کو
بتا دوں کہ اصلی حالت اسکی کیا ہے اور کیوں ہم شیعوں کو اصرار ہے اور تحقیق لعن [illegible] ن پر لعنت کرنا
ضروری ہے اور کیوں مثل اہل سنت وہ بھی اس طرح میں کہ لسان نہیں کرتے جسکا
اصلی مطلب یہ ہے کہ ہم سب برائیوں کو جانتے ہیں اور واقف ہیں [illegible] برا یا بھلا کیوں کہیں
جو بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے اور لوگوں کو پسند آتا ہے حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ غلطی ہے [illegible] شیطان کی
بالخصوص مسلمانوں کے اغوا میں سرگرم ہے۔
یہ مسئلہ کف لسان جیسا کہ خلاف حکم خدا و رسول ہے ویسا ہی مخرب اخلاق کیونکہ اسکا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ حسن و قبیح درجہ مساوی میں رہے نہ بھلائی کی کوئی جزا ملے نہ برائی کی سزا حالانکہ حسن و
قبح کی یہی تعریف کی گئی ہے کہ عقلا جسپر مدح کریں وہ حسن ہے اور جو عقلاً مذموم ہے وہ قبیح
پس اگر مذمت روکیجائے تو قبح کی قباحت جاتی رہے گی اور چونکہ طبع انسانی مائل الی الشر

تو وہ انھیں چیزونکو اختیار کریگا جو مذموم و قبیح ہو۔ کیونکہ جب بُرے کام کی کوئی مذمت نہ ہوئی اُنپر نفرین نہ کی گئی تو وہ قبیح نہ رہی۔ پھر ہم کیوں چھوڑیں۔ یہی سبب ہو کہ خدا و رسول نے ہر امر کیلئے دنیاوی و اخروی فوائد بتاے اور معائب و جرائم کیلئے دنیوی سزا اور اخروی عذاب مقرر کیا۔ چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہو انہ سب الذین انہزموا یوم احد وفیہم عثمان بن عفان یعنی رسول اللہ نے گالی دی اُن لوگونکو جو بھاگ گئے تھے بروز احد اور انہیں حضرت عثمان بن عفان بھی تھے۔

دیکھئے یہ فعل قبیح ان صحابہ سے سرزد ہوا جسپر قرآن میں یہ آیہ نازل ہوا جو بھاگیگا اسکی جگہ جہنم میں ہو۔ مگر رسول اللہ نے بغرض اعلام اہل اسلام نزول آیہ پر اکتفا نہ کر کے سب و شتم سے بھی ان حرکات کی قباحت ظاہر کی۔ پس جو لوگ ممانعت کرتے ہیں ظالم کے بُرا کہنے کو وہ لوگ آمادہ کرتے ہیں آدمیونکو ایسے ہی امور قبیحہ کے ارتکاب پر جو دنیا میں بھی مضر ہو اور آخرت میں بھی۔

پس بنیاد امر لعن و طعن کی اسی اصول پر ہو کہ لوگ امور قبیحہ کو سمجھیں اور اس سے پرہیز کریں اور اس کی جرأت نکریں۔ اور جب انکو معلوم ہو جاویگا کہ ارتکاب قبائح سے ہم مستحق لعن و نفرین بنتے ہیں تو ضرور اس سے احتراز کرینگے۔ یہی سبب ہو کہ جب آپ اہل سنت کے امرا۔ خلفا۔ وزرا۔ ائمہ۔ فقہا کا مقابلہ کرینگے۔ علما وزرا و امرا شیعہ سے تو ضرور شیعونکو اکثر قبائح سے مبرا و منزہ پائینگے کیونکہ حسن و قبح اشیا انکے یہاں عقلی ہو اور جبکہ ظالم و فاعل فعل قبیح پر نفرین کرتے ہیں تو پھر خود اُسکے کیونکر مرتکب ہو سکتے ہیں۔

اسی لئے علماء شیعہ نے زیادہ تر خلفاء ثلثہ اور ائمہ اربعہ کے مطاعن و قبائح کو اچھی طرح عالم پر ظاہر کیا ہو تاکہ ہر خاص و عام کو معلوم ہو جائے کہ جب صحابہ رسول بسبب اپنے اعمال زشت کے مستحق لعن و نفرین قرار پاے تو ہم لوگ عوام الناس کس شمار میں ہیں۔ صحبت رسول نے جب انکو لعن و طعن سے نہ بچایا تو ہمارا صرف مسلمان ہونا کیونکر لعن و طعن سے بچا سکتا ہو بہ شرط صدور اعمال قبیحہ۔

یہاں پر یہ دھوکا دیا جاتا ہو کہ جب ہم اپنے آبا و اجداد کے دوستوں بلکہ غلاموں کے

خدمتگاروں کی عزت کرتے ہیں تو صحابہ رسول کی کیونکر عزت نہ کریں جنھوں نے صحبت رسول اللہ پائی اور اُنکی خدمت میں حاضر رہے اور شریک جہاد ہو گئے جس سے دین اسلام نے رواج پایا اور ہر طرف اسلام پھیلا۔ مگر یہ جادو جہال پر چل سکتا ہے نہ خواص و اہل فہم پر کیونکہ پہلا دھوکا یہ ہے کہ ہم اُنکو دوست سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دشمن تھے اور ایمانی دشمن کہ بذریعہ دوستی ظاہری شریعت کو رسول کی خراب کیا تو کیا کوئی شخص اپنے خاندانی دشمن کو دوست اور معزز سمجھ سکتا ہے آپنے تواریخ میں پڑھا ہوگا کہ ہزارہا اشخاص گذرے ہیں جنھوں نے رسول کی یا کسی رئیس کی اعانت کی ہے اور نیت اُنکی فاسد تھی لہذا وہ سرکار رسالت سے اور دربار سلطنت سے ہمیشہ مردود و محروم ہی رہے کیا آپنے کبھی آباو اجداد کے اُن نوکروں کی عزت کی ہے جو نمک حرام اور خائن و مجرم تھے ہرگز نہیں دوسرا دھوکا یہ ہے کہ امور دنیوی پر قیاس کرتے ہو امر دینی کو جو بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ دین و مذہب میں ان امور کو کوئی دخل نہیں ہے یہاں تو جو کام ہے خدا کیلئے اشاعت دین ہو یا ترویج شریعت اگر مطابق مرضی خداوند عالم ہے تو زہے قسمت ورنہ مصداق والذین حبطت اعمالھم ہوئے۔

اسی لئے ائمہ و علمائے شیعہ نے اس مادہ میں زیادہ کوشش کی کہ عوام و خواص سے یہ شبہ رفع ہو جائے اور وہ لوگ سمجھ جائیں کہ احکام خدا و رسول کے مقابلہ میں نہ قرابت نافع ہے نہ عزیزداری بلکہ اُسکا ایمان دیکھا جائیگا کہ وہ کیسا ہے اور اُسنے کیا کام کیا کیونکہ صدہا حدیثوں میں رسول اللہ نے فرمایا ہے عمل کرو عمل کہ قرابتمندی و خویشاوندی سے کوئی کام نہیں چلتا یہانتک کہ اپنے اپنی پیاری اکلوتی بیٹی سے فرمایا اے فاطمہ نیک عمل کرو اور یہ نہ خیال کرو کہ ہم دختر رسول ہیں پس جب آپ اپنی پارہ جگر سے یہ فرمائیں تو اغیار کا کیا ذکر ہے۔

دیکھو اگر قرابت و صحبت رسول ہی پر دارو مدار ہوتا تو ابو لہب سب سے زیادہ مستحق ہوتا تعظیم کا جو حقیقی عم رسول کا تھا من جانب الاب حالانکہ خدا نے بالخصوص اسکی مذمت میں سورہ تبت یدا ابی لھب نازل کیا جس سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ اصل شئی ایمان و عمل صالح ہے نہ قرابت و صحبت تیسرا دھوکا یہ دیا جاتا ہے کہ جو سچے صحابی رسول اللہ تھے اور واقعی جان نثار تھے مثل حضرت ابوذر و سلمان فارسی و عمار یاسر و مقداد اُنکی جان نثاری اور خدمت گذاری مخفی رکھی جاتی ہے

کیونکہ بحث یہ کیجاتی ہے کہ شیعہ صحابہ رسول اللہ کو برا کہتے ہیں حالانکہ ہرگز کوئی شیعہ صحابہ رسول اللہ کو
برا کہتا ہے نہ اس وجہ سے برا کہتے ہیں کہ وہ صحابی رسول تھا بلکہ جو سچے صحابی رسول اللہ تھے انکے
مداح ہیں اور صد درجہ انکی تعظیم کرتے ہیں مذمت یا نفرین تو ان لوگوں پر ہے جنھوں نے رسول اللہ
کو ایذا دی اور تخریب شریعت کی۔ تو ان قبایح کی وجہ سے وہ مورد لعنت ہوگئے۔

چوتھا دھوکا یہ دیا جاتا ہے کہ صحابہ کا نام لیا جاتا ہے جسکے مطلب یہ ہوئے کہ حضرت کے صرف صحابہ ہی
ہی تھے اولاد نہ تھی حالانکہ بدیہی ہے کہ ایک طرف کسی آقا کے دوست و احباب ہوں اور دوسری طرف
اسکی اولاد تو ہر خیر خواہ پر لازم ہے کہ اسکی اولاد کیطرف میل کرے نہ اسکے خدمتگار و ملازمین کیطرف
چہ جائیکہ وہ ملازمین خائن و بدخواہ ہوں تو پھر کون عاقل ادھر رُخ کر سکتا ہے۔
اہل سنت کا مطلب اس قیل و قال سے صرف یہ ہے کہ ثابت کریں اسلامی دنیا میں جو کچھ ہیں وہ
صحابہ ہیں نہ اولاد و اعزا و اقربا۔

اب میں اصل الاصول مسئلہ لعن کو بتاتا ہوں کہ اصل بنیاد اسکی الحب للہ والبغض للہ
پر ہے جس کے بارے میں مشکوٰۃ شریف میں ایک خاص فصل الحب للہ والبغض من اللہ کی لکھی
ہے اس میں لکھتے ہیں عن ابن عباس قال قال رسول اللہ لابی ذر یا اباذر ای
عری الایمان اوثق قال اللہ و رسولہ اعلم قال الموالاۃ فی اللہ والحب فی اللہ
والبغض فی اللہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان کہا ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ نے
کہ اے ابوذر کون گوشہ گوشہائے ریسمان ایمان سے محکم تر ہے ابوذر نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول
دانا تر ہے آنحضرت نے فرمایا کہ موالاۃ (دوستی) فی اللہ و حب فی اللہ و بغض فی اللہ اور فتح الباری میں
بروایت بزار منقول ہے اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ یعنی فرمایا رسالت
مآب نے محکم ترین گوشہائے رسن ایمان حب فی اللہ و بغض فی اللہ ہے اور پھر اسی فتح الباری میں ہے
لا یجد العبد صریح الایمان حتی یحب للہ و یبغض للہ یعنی نہیں پاتا بندہ خالص ایمان کو
تا وقتیکہ محبت رکھے خدا کیلئے اور دشمن رکھے خدا کیلئے دیکھو فتح الباری مطبوعہ دہلی جزو اول صحیح
کتاب الایمان صفحہ ۲۶
اور مشکوٰۃ کی فصل ثالث باب الحب میں ہے عن ابی ذر قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

ای الاعمال احب الی اللہ قال قائل الصلوۃ والزکوۃ وقال قائل الجہاد قال
النبی ان احب الاعمال الی اللہ تعالی الحب للہ والبغض للہ رواہ احمد کہا ابو ذر نے
کہ آنحضرت نے ہمارے پاس تشریف لاکر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل از جملہ اعمال اللہ تعالی
کو محبوب ہے ایک نے کہا نماز و زکوۃ ایک نے کہا جہاد آنحضرت نے فرمایا کہ بتحقیق کہ محبوب ترین اعمال
اللہ تعالی کے نزدیک حب للہ و بغض فی اللہ ہے۔ روایت کیا ہے اسکو احمد نے اور فصل آخر کو ابو داود نے
پس ان روایات سے بخوبی معلوم ہوا کہ اصل ایمان اور افضل اعمال حب للہ اور بغض للہ ہے جسکو حضرت
نے حدیث اول دوم میں فرمایا کہ ایمان کی کل رسیوں میں یہ رسی سب سے زیادہ مستحکم ہے اور تیسری حدیث
میں فرمایا کہ جب تک حب للہ و بغض للہ نہو ایمان صریح پایا ہی نہ جائیگا اور چوتھی حدیث میں تو
نماز۔ زکوۃ۔ جہاد سے بھی حضرت نے اس حب للہ و بغض للہ کو افضل فرمایا۔ اسی وجہ سے فتح
الباری میں مروی ہے کہ افضل الاعمال الحب فی اللہ کہ تمامی اعمال سے بہتر حب فی اللہ ہے۔
پس جب حب للہ اور بغض للہ افضل اعمال ہے تو اب ہمکو دیکھنا پڑا کہ حب کسکے ساتھ کرنا چاہیے
اور بغض کسکے ساتھ کرنا چاہیے اُسی مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان کی فصل اول میں ہے عن انس
قال قال رسول اللہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و
ولدہ والناس اجمعین متفق علیہ انس سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ نہیں مومن
ہوتا کوئی تم میں سے تاآنکہ میں محبوب تر ہوں اسکے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے۔ اور مولوی شاہ
عبد العزیز صاحب دہلوی نے جس روایت کے ناقلین میں بیہقی اور ابو شیخ و دیلمی کے ہونے کو تسلیم
فرمایا ہے یہ ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون
احب الیہ من نفسہ ویکون عترتی احب الیہ من نفسہ فرمایا رسول خدا نے نہیں
مومن ہوتا کوئی تاآنکہ میں محبوب تر ہوں اسکی جان سے اور ہو عترت میری محبوب تر نزدیک اسکی
جان سے اور کتاب صراط سوی فی مناقب آل النبی تالیف محمود بن محمد الشافعی القادری
میں مروی ہے فرمایا جناب رسالت مآب نے قسم ہے مجھے اُس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے
نہیں مومن ہوتا کوئی بندہ تاآنکہ دوست رکھے مجھے اور نہیں دوست رکھتا ہے مجھے تاآنکہ دوست
رکھے میری ذریت کو والذی نفسی بیدہ لا یومن عبد حتی یحبنی حتی یحب ذریتی
فقط

اور صاحب مفتاح النجا نے کہ جو اعاظم علمائے اہل سنت سے ہیں دیلمی سے بروایت امام حسین علیہ السلام
یہ حدیث نقل فرمائی ہے فرمایا رسالتمآب نے اگر کوئی بندہ عبادت خدا کرے اتنی مدت تک کہ قائم
کی تھی نوح نے اپنی قوم میں اور ہو اُس بندہ کیلئے مثل کوہ احد کے سونا پس خرچ کرے اُسے راہ خدا
میں اور زیادتی کیجاوے اُسکی عمر میں تا اینکہ حج کرے ہزار سال پیادہ پا پھر قتل کیا جاوے
مظلوم ہوکر درمیان صفا و مروہ کے پھر نہ دوست رکھتا ہو تمہیں اے علی تو نہ سونگھے گا بوی
جنت اور نہ داخل ہوگا اُسمیں قال لو ان عبد اللہ مثل ما اقام نوح فی قومہ وکان
لہ مثل احد ذہبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد فی عمرہ حتی حج الف عام علی قدمہ
ثم قتل مظلوما بین الصفا والمروۃ ثم لم یوالک یا علی لم یشم رایحۃ الجنۃ
ولم یدخلہا۔

اس مضمون کی بہت سی حدیثیں سابقا مرقوم ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ حب اللہ منحصر ہے انہیں
حضرات طیبات میں اور بغض اللہ انکے دشمنوں میں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے قال تعالی علی والذی
خلق الحبۃ وبرئ النسمۃ انہ لعہد النبی الامی الی ان لا یحبنی الا مومن ولا
یبغضنی الا منافق فرمایا حضرت علی نے قسم ہے اُس خدا کی جسنے شگافتہ کیا دانہ کو اور پیدا کیا
انسان کو ضرور مجھسے فرمادیا ہے نبی امی نے کہ نہ دوست رکھیگا مجھے مگر مومن اور نہ دشمن رکھیگا
مجھے مگر منافق اور شاہ عبد العزیز صاحب اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں حب علی آیۃ الایمان وبغض
علی علامۃ النفاق کہ محبت جناب امیر علامت ایمان ہے اور دشمنی حضرت کی علامت نفاق۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ حب اللہ و بغض اللہ کیا صرف قلبی ہونا چاہیے یا اسکا اظہار بھی لازم ہے پس
جاننا چاہیے کہ کلام شرعی کا مدار صرف باطن پر نہیں بلکہ ظاہری آثار بھی درکار ہیں چنانچہ شرائط ایمان میں بیان
کیا جاتا ہے کہ اعتقاد قلبی ہونا چاہیے اور اقرار لسانی اور عمل بالجوارح۔ لہذا حب اللہ و بغض اللہ کے
بھی ویسا ہی ہونا لازم ہے کہ قلبی محبت بھی ہو اور زبانی اور عمل بالجوارح کے ذریعہ سے بھی ظاہر ہو
چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم اور قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ محبوب کیا تمہارے لئے ایمان کو اور زینت دیا
اسکو تمہارے دلوں میں اور کہا کہ کہدو اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو پس متابعت کرو میری دوست رکھے تمہیں اللہ

جس سے معلوم ہوا کہ محبت کا اظہار بذریعہ اتباع کرنا چاہیے جسکا نتیجہ ہمکو یہ ملیگا کہ ہم اسکے ساتھ محشور ہونگے
جس سے محبت رکھتے ہیں اگرچہ اُسکے اعمال نہ کئے ہوں جیسا کہ مشکوۃ شریف کے باب الحب فی اللہ ومن اللہ
فصل اوّل میں بروایت شیخین ابن مسعود سے مروی ہے عن ابن مسعود قال جاء رجل الی النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف تقول فی رجل احب قوما ولم یلحق بھم
فقال المرء مع من احب متفق علیہ ابو ذر قال یا رسول اللہ الرجل یحب القوم
ولا یستطیع ان یعمل کعملھم فقال یا اباذر انت مع من احببت فاعادھا
ابوذر فاعادھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا ابن مسعود نے کہ ایک شخص
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں آپ اُس شخص کے باب میں
کہ دوست رکھا اُسنے ایک قوم کو اور اُن سے لاحق نہیں ہوا (ویسے عمل نہیں کئے جیسا اس قوم محبوب نے
کئے) حضرت نے فرمایا کہ آدمی انکے ساتھ ہوگا جنہیں اُسنے دوست رکھا۔
کہا ابو ذر نے یا رسول اللہ ایک شخص دوست رکھتا ہے ایک جماعت کو اور اسکی استطاعت نہیں رکھتا کہ
ویسا ہی عمل کرے تو حضرت نے فرمایا اے ابو ذر تو اُسکے ساتھ ہوگا جسکو دوست رکھتا ہے حضرت ابو ذر نے اپنے سوال
کا اعادہ کیا تو حضرت نے بھی اُسی جواب کا اعادہ کیا اور ربیع الابرار علامہ زمخشری میں ہے عن انس
رایت صحابہ رسول اللہ فرحوا بشیء لم ار ھم فرحوا بشیء اشد منه قال رجل یا رسول
اللہ الرجل یحب الرجل علی العمل الخیر ولا یعمل بمثله فقال المرء مع من احب یعنی
انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابہ رسول اللہ کو کبھی اس سے زیادہ شاداں نہیں دیکھا جسقدر اس بات سے
خوش ہوئے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو بسبب عمل خیر کے دوست
رکھتا ہے اور خود ویسا عمل نہیں کرتا۔ کہا انس نے پس فرمایا آنحضرت نے کہ آدمی ہمراہ اُسکے ہوگا جسے
اُس نے دوست رکھا۔

پس اسیطرح بغض مثلاً کو بھی ہونا چاہیے کہ محض دلی بغض سے کام نہیں چلتا بلکہ آثار بھی ظاہر ہونا چاہئیں
جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من
حاد اللہ ورسوله یعنی نہ پاویگا تو اس قوم کو جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور یوم آخر کے
کہ محبت رکھتے ہوں دشمنان خدا اور رسول سے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ وہ شخص کبھی مومن

نہیں ہو سکتا جو کسی دشمن خدا و رسول سے دوستی رکھتا ہو۔

لہذا ضرور ہوا کہ ہم اہل اسلام مخالفین خدا و رسول سے قطع محبت کریں اور عداوت رکھیں اسی کی طرف اشارہ ہے آیہ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمٰت الی النور والذین کفروا اولیاؤہم الطاغوت یخرجونہم من النور الی الظلمٰت اولٰئک اصحٰب النار ہم فیہا خالدون یعنی کہ خدا اُن لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لا کر نکالتا ہے انکو ظلمات سے طرف نور کے۔ اور کافروں کا ولی طاغوت ہے جو نور سے طرف ظلمت کے نکالتا ہے یہی تو صحاب نار ہیں جو ہمیشہ اُس میں رہینگے۔

کیونکہ جیسا حب اللہ کا نتیجہ تھا کہ ہم بغیر اعمال کے بھی محشور ہونگے اُسکے ساتھ جسکی محبت اللہ کی تھی اسیطرح بغض للہ کا بھی یہ نتیجہ ہے کہ بسبب نہ ہونے بغض للہ کے کل اعمال سے محروم کر دیئے جائیں چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم اور من یتولہم منکم فانہ منہم کہ نہ دوستی کرو اُس قوم سے جسپر خدا نے غضب کیا اور جو انکو دوست رکھتا ہے وہ بھی انہی میں سے ہے اور سابقاً مرقوم ہو چکا کہ حضرت نے فرمایا کوئی کتنی ہی عبادت کرے جب تک ولاے علی نہ ہوگی وہ بوے بہشت نہ پائیگا۔ اور دیلمی روایت کرتے ہیں قال حب علی حسنۃ لا یضر معہا سیئۃ و بغض علی سیئۃ لا ینفع معہا حسنۃ فرمایا رسول خدا نے محبت علی ایسی نیکی ہے کہ اسکے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور انکی دشمنی ایسا گناہ ہے جسکے ساتھ کوئی نیکی نافع نہیں ہوتی۔ اور چونکہ محبت و ایمان کا نتیجہ رضاے الٰہی ہے اسلئے خدا نے مومنوں کو بخلعت لقد رضی اللہ عن المومنین سرفراز فرمایا جو نشر ہے دوستان علی ابن ابیطالب ہی میں جیسے بار ہا میں حب علی آیۃ الایمان ظاہر ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں یا ایہا الذین آمنوا آیا ہے وہاں علی ان سب کے امیر اور سردار ہیں۔

اور چونکہ لازم بغض عداوت ایذاے خدا و رسول ہے تو جسکو خدا نے انکو ملعون بلفظ صریح یاد کیا ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ و اعد لہم عذابا مہینا پھر ایذاے مومنین کیلئے ملعون فرماتا ہے والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا ترجمہ بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا و رسو

ترجمہ تحقیق تھا عوف بن مالک سوئیوالا بارحہ میں پس چونکا پس اچانک آیا ایک شیر طرف اسکے اور پکڑا ہتھیار اسکا اور کہا اسکو چپ رہو میں بھیجا گیا ہوں طرف تیرے ساتھ ایک خبر کے تاکہ جان لے تو وہ خبر۔ کہا میں نے کسنے بھیجا ہی کہا خدا نے بھیجا ہی مجھکو طرف تیرے اسلئے کہ جانے تو کہ معاویہ رض اہل جنت سے ہی پس کہا میں نے کون معاویہ کہا ابن ابوسفیان البتہ بولنا اور کلام کرنا شیر کا کرامت ہی الحمد للہ الحمد للہ زہے خاصیت وبرکت صحبت رسول اللہ صلعم کہ واسطے بشارت جنت حضرت معاویہ رض کے بے زبان کو زبان عطا کی سبحان اللہ کسقدر فضیلت وبزرگی اصحاب رسول اللہ صلعم کی ہی کہ زبان بیان سے باہر ہی

شعر ومن یکن لرسول اللہ نصرتہ ✦ ان تلقہ الاسد فی اجامہا تجم۔

چنانچہ ثناء اللہ پانی پتی اپنے مکتوب ششم میں لکھتے ہیں کہ جمیع صحابہ از سائر انام افضل اند بعد انبیاء بہترین اولیا بدرجۂ ادنے صحابی نمیرسد کسے از عبداللہ ابن مبارک کہ یکے از کبار تابعین است واز مجتہدان دین و اولیاء کبار است پرسیدند کہ عمر وبن عبدالعزیز و اویس قرنی بہتر باشند یا معاویہ عبداللہ گفت الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی انتہے یعنی حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب میں کہا کہ جو غبار معاویہ رض کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا رسول مقبول صلعم کے ہمراہ لڑائی میں وہ بہتر ہے اویس قرنی اور عمر بن عبدالعزیز سے۔ پس ایسے بزرگوار مرحوم مغفور پر شہوت ارتداد کرنا عین گالی ہی اور گناہ کبیرہ ہی بمصداق اس آیہ شریفہ کے ولا تسبوا الاموات انہم قد افضوا الی ما قدموا ترجمہ مت گالی دو تم مردوں کو بیشک وہ لوگ پہونچ گئے طرف اس چیز کے کہ مقدم کیا اور بنی آدم کو قول خدا و رسول بجا لانا واجب ہی۔

جواب ثالث یعنی جنگ وجدال طرفین کا خالی تھا بغض وحسد وحرص وطمع سے کیونکہ کتب

کو لعنت کیا ہو انکو اللہ نے دنیا اور آخرت میں اور مہیا کیا انکے لیے عذاب مہین اور جو لوگ ایذا دیتے
ہیں مومنین و مومنات کو بغیر اسکے کہ کسب کیا ہو انھوں نے پس وہ متحمل ہوئے بہتان اور اثم مبین کے
قرآن کی آیتوں نے صاف صاف بتا دیا کہ ہر دو فریق مومنین و منافقین کے القاب اور صفات جدا جدا
ہیں ایک کیلیے رضی اللہ ہے دوسرے کے لیے لعنۃ اللہ ہے تو جو شخص بمخالفت ان احکام کے تمام صحابہ
رضی اللہ عنہ سے یاد کرے خواہ وہ مومن ہوں یا منافق دوست علی ہوں خواہ دشمن علی۔ وہ کیا معنی

آیہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الفاسقون نہ ہونگے یعنی جو حکم نہ کرے
مطابق اسکے کہ نازل کیا اللہ تعالی نے وہ لوگ فاسق ہیں۔ اور یہ لوگ مسئلہ کف لسان کے ذریعہ سے
اخفاء جرائم کرتے ہیں وہ اس آیہ کے مصداق نہیں ہونگے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات
والهدی من بعد ما بیناه للناس فی الکتاب اولئک یلعنهم اللہ و یلعنهم اللاعنون
ضرور وہ لوگ کہ چھپاتے ہیں اس چیز کو کہ نازل کیا ہمنے نشانیوں سے اور ہدایت سے۔ بعد اسکے کہ بیان
کیا ہمنے اسکو آدمیوں کے لیے کتاب میں وہ لوگ ہیں کہ لعنت کرتے ہیں انپر لعنت کرنے والے۔

پس جب معلوم ہوا جن لوگوں پر خدا اور رسول نے لعنت کی ہے اور انکے لعنتی ہونیکو ظاہر کیا ہے انپر اگر لعنت
نہ کریں یا انکے لعنتی ہونیکو چھپائیں اور پوشیدہ کریں تو بسبب اس اخفاء و کتمان کے مستحق لعنت خدا
و رسول و لعنت لاعنین ہونگے۔

اب اہل سنت غور کریں کہ مسئلہ کف لسان جسکی یہ تعریف کی گئی ہے کہ گفتہ را ناگفتہ و شنیدہ را
ناشنیدہ انگارند کیا نتیجہ کار رضاء الہی حاصل ہوئی یا لعنت باری تعالی۔ اور سب کو مستحق رضی اللہ عنہ
جاننے سے مومن کہلائینگے یا خطاب منافقین پائینگے۔

سلیم امر کہ آیات لعن مشترک ہیں درمیان کفار و منافقین کے پس ایسی تخصیص کسی فرد کی نہیں
ثابت ہوتی تو اسکے قبول میں ہمکو کوئی عذر نہیں کیونکہ جب علامت نفاق بغض علی ہے تحقیقہ ہے تو وہ
بغض جسمیں پایا جائیگا وہ منافق ہوگا خواہ کافر میں پایا جائے خواہ ظاہری مسلمان میں۔ مومنوں کو
ہر فریق سے عداوت رکھنا لازم ہوگا اور لعنت خدا بہر دو فریق پر مساوی طور پر جاری ہوگی۔
اب اس بنا پر خدا و رسول نے بغض جناب امیر کو دیکھو جسمیں پاؤ اسپر بحکم خدا و رسول
لعنت کرو خواہ وہ کوئی ہو اور اگر اسکی تطبیق چاہتے ہو کسی شخص خاص پر تو صحیح بخاری کی ایک

دو نو حدیثوں سے (۱) کہ جو فاطمہ کو بُرا معلوم ہوتا ہے وہ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے صفحہ ۵۳۲
(۲) اور ناراض ہوئیں فاطمہ ابوبکر سے یہاں تک کہ مرتے وقت تک اُنسے کلام نہ کیا صفحہ ۶۰۹ کو
ملا کر نتیجہ نکالو حضرت ابوبکر مصداق اس آیہ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم
اللہ فی الدنیا والاخرۃ کے ہوئے یا نہیں؟
دیکھیے رسول اللہ نے بوقت انتقال فرمایا تھا لاؤ قلم دوات کہ وصیت نامہ لکھدیں تا پھر کوئی
گمراہ نہو۔ عمر نے کہا یہ شخص غلبۂ درد سے ہذیان بک رہا ہے کتاب خدا ہمکو کافی ہے پسر وہاں شور و غل ہوا
حضرت نے فرمایا نکل جاؤ یہاں سے کہ میرے روبرو نزاع جائز نہیں (دیکھو صحیح بخاری کتاب المرضیٰ
صفحہ ۸۴۶ مطبوعہ دہلی) کیا اس سے رسول اللہ کو ایذا نہ ہوئی۔ پھر بحکم خدا کہ جو ایذا دے رسول کو
اسپر لعنت ہے خدا کی کیوں نہیں آپ لعنت کرتے؟
یہاں اہل سنت یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ کلام عمر کا از راہ دردمندی و محبت تھا کہ نہ چاہا بیماری میں
حضرت کو تکلیف دیں۔ مگر ابن عباس کی روایت جو صحیح بخاری میں ہے کہتی ہے "مصیبت کل مصیبت
وہی ہے جو حائل ہوئی درمیان رسول اللہ کے اور درمیان اس بات کے کہ آنحضرت ان لوگوں کے واسطے
یہ کتاب لکھیں ان لوگوں کا اختلاف اور بیہودہ گوئی ہے" اب دیکھیں اہل سنت سچے ہیں یا ابن عباس
جو اس غل شور کو پوری مصیبت سمجھتے ہیں اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ کنز العمال میں جو تالیف
ملا علی متقی کا ہے علماء اہل سنت سے ہے عن عمر قال لما مرض النبی قال ادعوا لی بصحیفۃ
ودوات اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر الا
تسمعون ما یقول رسول اللہ فقلت انکن صویحبات یوسف اذا مرض
رسول اللہ عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن
فانھن خیر منکم طس وفیہ ایضا عن عمر بن الخطاب قال کنا عند النبی وبیننا
وبین النساء حجاب فقال رسول اللہ اغسلونی بسبع قرب واتونی بصحیفۃ ودوات
اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ ائتوا رسول اللہ بحاجتہ فقلت
اسکتن فانکن صواحبہ اذا مرض عصرتن اعینکن فاذا صح اخذتن بعنقہ فقال
رسول اللہ ھن خیر منکم ابن سعد حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب آنحضرت مریض ہوئے

تو یہ فرمایا کہ مجھے کاغذ دوات لادو تاکہ ایسی کتاب لکھدوں جسکے بعد تم گمراہ نہو۔ عورتوں نے پردہ سے کہا کیا تم نہیں سنتے جو رسول اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا (حضرت عمر) کہ تم صواحبات یوسف ہو (یعنی مثل اُن عورتوں کے ہو جنھوں نے حضرت یوسف سے امر بد کی درخواست کی تھی) جب رسول خدا مریض ہوئے رونے لگیں جب صحیح ہوئے تو آنحضرت کی گردن پر سوار ہو گئیں یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ رہنے دو ان عورتوں کو کہ وہ ضرور تم سے اچھی ہیں۔ اِس روایت کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اسی کنز العمال میں دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ ہم لوگ آنحضرت کے پاس تھے اور عورتوں کے درمیان میں حجاب تھا رسول خدا نے فرمایا کہ مجھے سات مشکوں سے نہلاؤ اور مجھے کاغذ اور دوات منگا دو کہ تمہارے لئے ایسی کتاب لکھدوں جسکے بعد کبھی گمراہ نہو پس عورتوں نے کہا کہ لادو رسول خدا کو جو انکی خواہش ہے۔ میں نے (حضرت عمر نے) کہا کہ چپ رہو تم آنحضرت کی صواحب ہو جب وہ مریض ہوئے تو رونے لگیں بعد جب صحیح ہوئے تو انکی گردن پکڑ لی پس آنحضرت نے فرمایا کہ وہ تم سے بہتر ہیں اس روایت کو ابن سعد روایت کی ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے اپنے ازواج کو عمر وغیرہ سے بہتر کہا کیونکہ ازواج چاہتی تھیں وہ کتاب لکھی جائے اور عمر مانع تھے۔ تو کیا ان روایات سے آپکو یہ معلوم ہوا کہ حضرت کو ان لوگونکی ممانعت کتابت سے ایذا پہونچی رنجیدہ ہوئے پھر بتعمیل حکم آیہ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ میں کیا عذر ہے۔

انھیں واقعات سے یہ واقعہ بھی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے مرض میں ابوبکر عمر عثمان عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کو کہا تھا تم سب اسامہ کے ساتھ نکلجاؤ سرحد روم پر لڑینگے۔ یہانتک تاکید فرمائی کہ کہا لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ خدا کی لعنت اسپر جو لشکر اسامہ سے پیچھے رہجائے مگر وہ لوگ بطمع خلافت نہ نکلے اور نہ گئے تو کیا ان لوگونپر اہل اسلام لعنت نہ کرینگے، اگر نہیں کرینگے تو وہ مخالف خدا و رسول ہونگے۔

ہاں چونکہ شیطان کا دام تزویر بہت وسیع ہے لہذا اہل سنت کے علماء میں یہ شبہ ڈالا ہے کہ خدا اور رسول کی لعنتیں عمومی ہیں کفار و منافقین پر۔ یا انکے افعال پر۔ تو اسیطرح لعنت کرنا چاہئے نہ کہ خاص کسی شخص کا نام لیکر جسکی غرض یہ ہے کہ مستحقین خدا و رسول کی دربارہ لعن بیکار ہے

تھا جسپر شاہ صاحب نے لعنت فرمائی جیسا کہ حیوۃ الحیوان سے مذکور ہی کہ لوگ لائے اسکو خدمت رسول میں اور پھر لکھا وکان قد لعن النبی اور تاریخ کامل میں ہی کہ مروان کی ولادت سنہ ۲ ہجری میں ہوئی تھی اور اسکا باپ بھی صحابی تھا اسپر لعنت کی گئی کامل میں ہی وقد رویت اخبار کثیرۃ فی لعنہ ولعن من فی صلبہ منہ جلد ۳ اور اکمال فی اسماء الرجال مشکوۃ میں بھی اسکو بذیل ذکر صحابہ لکھا کہ یہ بھی صحابہ بنا ہے روایت کی۔ اور صحاح ستہ میں اسکی روایت موجود ہی دیکھو صفحہ ۱۱ پس ایک صحابی کو مستحق لعن سمجھنا اور دوسرے کو باوصف اشتراک جرم بچانا نہایت درجہ کی ناانصافی ہی۔

دوسرے اس سے بھی ظاہر ہوا کہ خلیفہ رسول پر جو صحابی بھی ہو لعنت کرنا جائز ہی کیونکہ مروان خود بھی خلیفہ تھا جیسا کہ حیوۃ الحیوان میں ہی بویع لہ بالخلافہ بالجابیتہ کا اسکی بیعت خلافہ جابیہ میں ہوئی تھی۔ اور بہت سے خلفاء اہل سنت کا ابّ تھا جنکو اہل سنت اپنے ائمہ دوازدہ میں شمار کرتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ صحابی وخلیفہ کے نام کے ساتھ علیہ اللعنۃ لکھنا جائز ہے۔

چوتھے یہ کہ مروان بسبب بدسلوکی امام حسینؑ مستحق لعن و مدگفتن و بدل بیزار بودن قرار پایا تو چاہیے جو لوگ جناب سیدہ نساء العالمین کے ساتھ بدسلوکی کئے ہوں زیادہ یا مساوی مروان مستحق لعن و بدگفتن و بدل بیزار بودن قرار پائیں جیسا کہ سابقاً ایذا دینا ابوبکر کا جناب سیدہ کو اور حضرت کا ناراض ہونا اور حضرت کی ناراضی کا موجب غضب الٰہی ہونا صحیح بخاری سے مرقوم ہوا اور موذیان رسول کا بنص خدا مستحق لعن ہونا قرآن سے مذکور ہوا حالانکہ اگر غور کیجئے تو معلوم ہوگا ایذائے مروان کو بہ نسبت جناب امام حسینؑ کوئی نسبت نہیں بمقابلہ اس ایذائے جو حضرت ابوبکر نے جناب سیدہ کو پہونچائی کیونکہ سیدہ بضعۃ منی ہیں اور ایذاء ہمکو اصل ہے

پانچویں یہ کہ شاہ صاحب نے ایذائے مروان کو بہ نسبت جناب امام حسن علیہ السلام بلا کسی عذر کے قبول کیا حالانکہ بعض اوقات فعال مہتاسے بھی علماء اہل سنت دلیت کرتے ہیں مثل ایسے کہ جناب امام حسن کی وفات پر رو رہا تھا اور واقعہ حرا میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اسکے ... اسکے عیال کو پناہ دیا تھا اور ایک زمانہ تک اپنے مکان میں رکھا اور اسکے ساتھ

سلوک کیا اور جب مسلم سپہ سالار یزید کو مدینہ پر پورا تسلط ہوا تو بھی مروان جناب امام زین العابدین
کو اپنے ہمراہ لایا تاکہ اس ذریعہ سے آپکو قتل وغیرہ سے نجات دلوائے جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے اور نیز
اسی کتاب میں ہے کہ کسی نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا مروان اچھا تھا یا سعید تو حضرت نے فرمایا
مروان اچھا تھا میرے لئے باطن میں اور یہ بھی لکھا ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ اسکے پیچھے نماز
پڑھتے تھے صفحہ ۶۰ جلد ۴ تاریخ کامل

پس ان باتوں سے مروان کی محبت اور فضیلت اگر نہیں ثابت ہوئی جس سے شاہ صاحب نے اسپر لعنت
کی اور اسکی لعنت کو لوازم محبت اہل بیت سے قرار دیا۔ تو ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کی محبت و فضیلت
کیونکر ثابت ہوگی جنسے تمام تر بدسلوکیاں مدۃ العمر اہل بیت اطہار کے نسبت ہوا کیں۔ جو بد سلوکی
مروان سے کہیں زیادہ تھی۔ بلکہ جتنی محبت مروان نے اہل بیت طاہرین سے کی اتنا بھی کسی روایت
سے نہیں ثابت ہوتا کہ ابوبکر وغیرہ نے بہ نسبت جناب سیدہ ظاہر کی ہو اور اگر اقتدائے حسنین
نے مروان کو کوئی نفع نہیں پہونچایا تو ابوبکر و عمر کو اقتدائے جناب امیر بشرط تسلیم کیونکر نفع پہونچا
سکتا ہے جسپر اہل سنۃ شور و غل مچاتے ہیں کہ ابوبکر صاحب ایسے کامل الایمان تھے کہ جناب امیر
انکے پیچھے نماز پڑھا کرتے۔

افسوس ہے اہل سنۃ نے ابھی تک اسباب حصول ایمان و احکام شریعۃ و آداب معاشرت میں
تفریق نہ کیا کہ دونوں کی کیا حالت ہے اور نہ اسی کو سمجھے کہ محبت کسکو کہتے ہیں اور عداوت کسکو خدا کرے سمجھیں
سمجھے یہ کہ شاہ صاحب نے بہ نسبت مروان دعوے کیا عداوت مستقرہ رکھتا تھا دلمیں اہل بیت
طاہرین سے حالانکہ خود شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں کہ کسیکے دل کا حال نہیں معلوم ہو سکتا
پھر انکو مروان کے دل کا حال کیونکر معلوم ہوا اور جسطرح عداوت دلی مروان کا اقرار کیا دلی
عداوت شیخین کا کیوں نہیں اقرار کرتے جن سے ظاہری آثار محبت نے بھی نہیں ظاہر ہوے
جتنا مروان سے ظاہر ہوئے تھے

ساتویں یہ کہ لعنت مروان کو لوازم سنت سے قرار دیا پھر اہل سنۃ اس لعن کو لوازم تشیع رفض کیوں قرار دیتے ہیں
آٹھویں یہ کہ اس لعنت کو شاہ صاحب نے لوازم محبت اہل بیت سے بیان کیا ہے جس سے
معلوم ہوا کہ جملہ دشمنان اہل بیت سے عداوت رکھنا اور انپر لعنت کرنا بہ تخصیص تمام لوازم

انيكون ذلك رحمة وزكاة وكفارة وطهارة وما نقله عن ابن ظفر في ابي جهل
لاتاويل عليه فيه بخلافه في الحكم فانه صحابي وقبيح اي قبيح ان يرمي صحابي بذلك
فليحمل على انه ان صح ذلك كان يرمي به قبل الاسلام ص ۱۳۶

یعنی حضرت نے جو حکم اور اُسکے بیٹے مروان کے بارے میں لعنت فرمائی تواس سے ان دونوں کا کچھ ضرر نہیں
کیونکہ حضرت نے اسکا تدارک کر دیا ہے جسکو بعض دوسری حدیث میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت بھی ایک
آدمی تھے غضب میں آئے جیسا کہ اور آدمی بھی غضب میں آتے ہیں اور حضرت نے سوال کیا تھا خدا سے
کہ جسپر لعنت کی ہو یا اُسکو سب کیا ہو یا اُسپر بد دعا کی ہو اُس سب کو رحمت و زکوٰۃ و کفارہ و طہارت
قرار دو۔ اور جو کچھ ابن ظفر نے دربارہ ابو جہل نقل کیا ہے اُسمیں تو کوئی تاویل نہیں لیکن جو حکم
(صحابی) کے بارے میں جو روایت کی ہے اُسکی تاویل کیجائیگی کیونکہ حکم صحابی تھا اور نہایت قبیح ہے کہ
کوئی صحابی اس سے متہم ہو لہذا یہ حدیث اسپر محمول ہے کہ اگر صحیح ہو تو مراد یہ ہے کہ قبل اسلام اسکی
نسبت کیجاتی تھی۔

اس عبارت نے بتادیا کہ مروان اور حکم پر جو لعنت حضرت کی بتواتر ثابت ہے وہ بھی مسلم نہیں ہے
اسمیں تاویل کرنا چاہیے کہ حضرت بھی آدمی تھے اور آدمی ہر طرح کی بات کرتا ہے لہذا اُسکا کوئی اعتبار
نہیں۔ بلکہ وہ سب رحمت ہے خداوند عالم اس رحمت کو جو بمعنی لعنت ہے ان علمائے اہل سنت پر
نازل کرے جو خلفائے ثلثہ کے ماننے والے ہیں کہ کسطرح مخالفت خدا اور رسول پر آمادہ ہیں۔
یہ سب نتیجہ ہے خلیفہ دوم کے اس جملہ کا جو حضرت کے وصیت نامہ روکنے کے وقت کہا تھا ان الرجل
لیہجر کہ یہ مرد غلبہ درد سے ہذیان بکتا ہے فض اللہ فاہ

ابن ظفر نے لکھا تھا کہ مروان کے نسبت کہا جاتا تھا داء العضال کہ مرض لاعلاج ہے اور نیز
ابو جہل کے نسبت بھی مگر ابن حجر اسپر اپنی ناراضی ظاہر کرتے ہیں کہ حکم کے نسبت یہ کہا جائے
کیونکہ وہ صحابی تھا حالانکہ اصل قول میں پہلے حکم کا نام لیا گیا ہے جو مروان کا باپ تھا اور ابو
جہل کے نسبت ضمناً اسکی نسبت ہوئی ہے۔
بہر حال اسکو بھی ملاحظہ فرمائے کہ اس لعن کا دروازہ صرف مروان ہی پر نہیں پورے طور
پر کھلا ہے بلکہ امام غزالی تو آپکے امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کے حق میں بھی اپنے اسلاف سے

اس نعمت کو دست بدست سینہ بسینہ نقل کرتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب منخول میں تحریر فرماتے ہیں
ولولا شدة الغباوة وقلة الدراية وتدرب القلوب على اتباع التقليد والمألوف
لما اتبع مثل هذا المتصرف في الشرع من يسلم حسه فضلا عمن لشتد نظره
ولهذا اشتد المطعن والملعن من سلف الائمة فيه حتى ان تمموه برومه
خرم المشرع انتهى یعنی اگر شدت غباوة وقلہ فہم اور میلان دلوں کا طرف تقلید کے اور مالوف
ہونا متابعت طریقہ آبائی کے نہ ہوتا تو کبھی ایسے شخص متصرف فی الاسلام کی متابعت نہ کرتا وہ شخص
جسکا حس و ادراک صحیح ہوتا چہ جائیکہ صاحبان نظر اسکی متابعت کرتے۔ اسی وجہ سے ائمۂ اسلاف سے
لعن وطعن شدید ہوا کیا بنسبت اسکے یہانتک کہ لوگوں نے اسکو مخرب شرع سے شمار کیا ہے انتہی
دیکھیے سمجھیے اگر آپ آیات و احادیث کے ذریعہ سے اپنے ایمان کا فیصلہ کیجئے گا تو البتہ ہدایت مل سکتی
ہے ورنہ ان علما کی تحریروں تقریروں سے کبھی ہدایت نہیں پا سکتے کیونکہ ابھی آپنے دیکھا شاہ صاحب نے مروان
کو واجب اللعن کہا اور امام غزالی نے آپکے امام اعظم کے لیے اپنے اسلاف کی لعنت نقل کی حالانکہ امام
غزالی وہی شخص ہیں جو یزید پر بھی لعنت کو جائز نہیں رکھتے۔ یہانتک کہ شیطان و ہامان پر
بھی لعنت کو منع کرتے ہیں پھر آپ کس پر ایمان لاتے ہیں۔
میں نے جہانتک غور کیا یہ سب قید بندیاں دربارہ لعنت صرف اس غرض سے ہیں کہ اسیطرح
دشمنان اولاد رسول کے بارے میں تعمیل حکم خدا و رسول نہ ہونے پائے ورنہ مخالفان خلفاے
ثلثہ کے لعن میں انکو ریشہ برابر بھی عذر نہیں ہے کہ باخود اہل خانہ جنگیوں میں بھی لعنت کو
بے تامل استعمال کرتے ہیں چنانچہ آپنے دیکھا کہ امام غزالی نے ابوحنیفہ پر لعنت نقل کی اور
ابن المبارک نے کل مخالفین احکام ابوحنیفہ پر لعنت کی کہ کہا فلعنة ربنا اعداد رمل على من رد قول ابی حنیفہ
اور برخلاف اسکے خلفا و سلاطین کے بارے میں یہ تشدد ہے کہ اسطرح لعنت کا دروازہ بند
چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ذکر فی الخلاصة وغیرہ انه لا ینبغی اللعن
علیہ ای ولا على اليزيد ولا على الحجاج لان النبي نهى عن لعن المصلين ومن
كان من اهل القبلة صفحہ یعنی ذکر کیا گیا ہے خلاصہ وغیرہ میں کہ نہیں چاہیے لعنت کرنا
یزید پر اور حجاج پر کیونکہ رسول اللہ نے منع کیا ہے لعنت کرنے سے نمازگزاروں اور اہل قبلہ کے

تواریخ میں مذکور ہے کہ محض واسطے طلب قصاص خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا تھا یہ مشہور ہے
حاجت اثبات نہیں۔ طعن بغض وطمع کا دینا فضول ہے بلکہ کمال حب والفت دربارِ اہل بیت
رضوان اللہ علیہم میں رکھتے تھے۔ چنانچہ نافع المومنین میں مسطور ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا
گھوڑے پر سوار تھے اور معاویہؓ آپکے ہمرکاب تھا آپنے فرمایا اے معاویہ تو میرے پاس سے
الگ ہو جا کہ تیری پشت سے خون کی بو آتی ہے حضرت معاویہؓ نہایت بیقرار ہوئے اور
رونا شروع کیا اور کہا یا رسول اللہ میرا جگر پانی پانی ہو جایگا مجکو اس بات سے آگاہ
فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو میرے فرزندونکو ناحق قتل
کریگا معاویہؓ نے کہا کہ میں نے ابھی اپنی بی بی کو تین طلاق دی۔ سبحان اللہ کیا اس
قول میں بغض وحسد پایا جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ وہم کرنا خالی حسد سے نہیں اور اُسی کتاب
میں مذکور ہے کہ وقت اخیر میں حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمایا کہ اے لڑکے اگر
تو نے اہل بیت کو ذرا بھی ایذا دی تو یاد رکھنا سید سجاد دوزخ میں جایگا یزید نے کہا آپ کی
سب وصیت مینے قبول کیا مگر اس وصیت میں مجکو کلام ہے یہ بات سنکر نہایت غضبناک
ہوئے اور کہا تف ہے تجھپر فوراً عبداللہ بن زیاد کو بلایا اور کہا میں لکھدیتا ہوں تم مدینہ
طیبہ کو جاؤ اور حسینؓ کو یہاں لے آؤ کہ یہ خلافت میں انکو سپرد کر دوں تجہر اُسوقت انہوں
نے خط لکھکر عبداللہ بن زیاد کو مدینہ روانہ کیا وہ ایک منزل کے قریب پہنچے ہونگے کہ معاویہ
کا انتقال ہوا یزید نے عبداللہ کو اُلٹا بلوا لیا اور زہر دینا حضرت معاویہؓ کا حضرت
حسن علیہ السلام کو محض غلط کذا فی الکتب السیر والخبر۔ باوجود بارے جانے اسقدر صفائی
قلب وعلامتیں حب والفت کی جو مجادلہ اور اختلاف درمیان امیر علیہ السلام اور معاویہؓ کے وقوع
میں آیا اسمیں گمان بد اور ظن فاسد ہرگز وہرآئنہ جائز نہیں بقول اس حدیث شریف کے

انیکون ذلک رحمۃ وزکاۃ وکفارۃ وطہارۃ وما نقلہ عن ابن ظفر فی ابی جہل
لاتاویل علیہ فیہ بخلافہ فی الحکم فانہ صحابی وقبیح ای قبیح ان یرمی صحابی بذلک
فلیحمل علی انہ ان صح ذلک کان یرمی بہ قبل الاسلام صت ۱

یعنی حضرت نے جو حکم اور اُسکے بیٹے مروان کے بارے میں لعنت فرمائی تو اس سے ان دونوں کا کچھ ضرر نہیں
کیونکہ حضرت نے اسکا اظہار کر دیا ہے جسکو مسلم نے دوسری حدیث میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت بھی ایک
آدمی تھے غضب میں آئے جیسا کہ اور آدمی بھی غضب میں آتے ہیں اور حضرت نے سوال کیا تھا خدا سے
کہ جسپر لعنت کی ہو یا اُسکو سب کیا ہو یا اُسپر بددعا کی ہو اُن سبکو رحمت و زکوٰۃ و کفارہ و طہارت
قرار دے۔ اور جو کچھ ابن ظفر نے دربارہ ابوجہل نقل کیا ہے اُسمیں تو کوئی تاویل نہیں لیکن حکم
(صحابی) کے بارے میں جو روایت کی ہے اُسکی تاویل کیجائیگی کیونکہ حکم صحابی تھا اور نہایت قبیح ہے کہ
کوئی صحابی اس سے متہم ہو لہذا یہ حدیث اسپر محمول ہے کہ اگر صحیح ہو تو مراد یہ ہے کہ قبل اسلام اسکی
نسبت کیجاتی تھی۔

اس عبارت نے بتا دیا کہ مروان اور حکم پر جو لعنت حضرت کی بتواتر ثابت ہے وہ بھی مسلم نہیں ہے،
اسمیں تاویل کرنا چاہیے کہ حضرت بھی آدمی تھے اور آدمی ہر طرح کی بات کرتا ہے لہذا اُسکا کوئی اعتبار
نہیں، بلکہ وہ سب رحمت ہے خداوند عالم اس رحمت کو جو بمعنی لعنت ہے ان علماے اہل سنت پر
نازل کرے جو خلفاے ثلٰثہ کے ماننے والے ہیں کہ کسطرح مخالفت خدا اور رسول پر آمادہ ہیں۔
یہ سب نتیجہ ہے خلیفۂ دوم کے اس جملہ کا جو حضرت کے وصیت نامہ روکنے کے وقت کہا تھا ان الرجل
لیہجر کہ یہ مرد غلبہ درد سے ہذیان بکتا ہے فض اللہ فاہ
ابن ظفر نے لکھا تھا کہ مروان کے نسبت کہا جاتا تھا داء العضال کہ مرض لاعلاج ہے اور نیز
ابوجہل کے نسبت بھی مگر ابن حجر اسپر اپنی ناراضی ظاہر کرتے ہیں کہ حکم کے نسبت یہ کہا جاے
کیونکہ وہ صحابی تھا حالانکہ اصل قول میں پہلے حکم کا نام لیا گیا ہے جو مروان کا باپ تھا اور ابو
جہل کے نسبت ضمناً اسکی نسبت ہوئی ہے۔
بہرحال اسکو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس لعن کا دروازہ صرف مروان ہی پر نہیں پورے طور
پر کھلا ہے بلکہ امام غزالی تو آپکے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کے حق میں بھی اپنے اسلاف سے

اس نعمة کو دست بدست سینہ بسینہ نقل کرتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب منخول میں تحریر فرماتے ہیں
ولولا شدة الغباوة وقلة الدراية وتدرب القلوب على اتباع التقليد والمألوف
لما اتبع مثل هذا المتصرف فی الشرع من يسلي حسه فضلا عمن لشتد نظره
ولهذا اشتد المطعن والملعن من سلف الائمة فيه حتى ان اتهموه برومه
خرم الشرع انتہی یعنی اگر شدت غباوة وقلة فہم اور میلان دلوں کا طرف تقلید کے اور مالوف
بینا سابقہ طریقہ آبائی کے نہ ہوتا تو کبھی ایسے شخص متصرف فی الاسلام کی متابعت نہ کرتا وہ شخص
جسکا حس و ادراک صحیح ہوتا چہ جائیکہ صاحبان نظر اسکی متابعت کرتے۔ اسی وجہ سے ائمہ اسلاف سے
لعن وطعن شدید ہوا کیا بنسبت اسکے یہانتک کہ لوگوں نے اسکو مخرب شرع سے شمار کیا ہے انتہی
دیکھیے سمجھیے اگر آپ آیات واحادیث کے ذریعہ سے اپنے ایمان کا فیصلہ کیجئے گا تو البتہ ہدایت مل سکتی
ہے ورنہ ان علما کی تحریروں تقریروں سے کبھی ہدایت نہیں پا سکتے کیونکہ ابھی آپنے دیکھا شاہ صاحب نے مروان
کو واجب اللعن کہا اور امام غزالی نے اپنے امام اعظم کے لئے اپنے اسلاف کی لعنت نقل کی حالانکہ امام
غزالی وہی شخص ہیں جو یزید پر بھی لعنت کو جائز نہیں رکھتے یہانتک کہ شیطان وہامان پر
بھی لعنت کو منع کرتے ہیں پھر آپ کس پر ایمان لاتے ہیں۔

میں نے جہانتک غور کیا یہ سب قید بندیاں دربارہ لعنت صرف اس غرض سے ہیں کہ کسیطرح
دشمنان اولاد رسول کے بارے میں تعمیل حکم خدا و رسول نہ ہونے پائے ورنہ مخالفان خلفاے
ثلثہ کے لعن میں انکو پیشہ برابر بھی عذر نہیں ہے کہ یا خود انکی خانہ جنگیوں میں بھی لعنت کو
بے تامل استعمال کرتے ہیں چنانچہ آپنے دیکھا کہ امام غزالی نے ابوحنیفہ پر لعنت نقل کی اور
ابن المبارک نے کل مخالفین احکام ابوحنیفہ پر لعنت کی کہ کہا فلعنة ربنا اعداد رمل على من رد
قول ابی حنیفه اور برخلاف اسکے خلفا و سلاطین کے بارے میں یہ تشدد ہے کسیطرح لعنت کا درمانہ
چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں ذکر فی الخلاصة وغيرها انه لا ينبغي اللعن
عليه ای ولا على اليزيد ولا على الحجاج لان النبی نہی عن لعن المصلين ومن
كان من اهل القبلة انتہی یعنی ذکر کیا گیا ہے خلاصہ وغیرہ میں کہ نہیں چاہیے لعنت کرنا
یزید پر اور حجاج پر کیونکہ رسول اللہ نے منع کیا ہے لعنت کرنے سے نمازگذاروں اور اہل قبلہ کے

دیکھیے چونکہ یزید خلیفہ تھا اور دشمن اہل بیت رسول اسکی حمایت میں لعنت کی ممانعت کیجاتی ہی
اور حجاج عبدالملک کا گورنر تھا کوفہ میں جسنے وہاں ۲۰ سال حکومت کی اور تمامی علما کا اتفاق
ہے کہ روئے زمین پر حجاج سے بڑھکر کوئی ظالم نہیں گذرا ہی مگر بوجہ حکومت وعداوت اہل بیت
رسول اسکی حمایت کیجاتی ہی یہانتک کہ ملا علی قاری ناقل ہیں فان قیل ھل یجوز لعن
یزید لکونہ قاتل الحسین او امر بہ قلنا ھذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان
یقال انہ قتل او امر بہ فضلا عن لعنہ ولانہ لایجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ
من غیر تحقیق بل لایجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا ولا ابولؤلوہ قتل
عمر فان ذلک لم یثبت متواترۃ حتی یعنی نہیں جائز ہی کہ کہا جاوے کہ یزید نے قتل کیا
امام حسینؑ کو یا حکم دیا اسکا کیونکہ نہیں جائز ہی نسبت کرنا کسی گناہ کبیرہ کا طرف کسی مسلمان کے
بغیر تحقیق کے بلکہ جائز نہیں ہی کہ کہا جاوے ابن ملجم نے قتل کیا حضرت علی کو اور نہ یہ کہا جا سکتا ہی
کہ ابولولو نے قتل کیا عمر کو کیونکہ تواتر ثابت نہیں ہوا۔
یہ تقریر بھی اسی بنیاد پر ہی کہ کسیطرح دشمنان اہل بیت رسول کو لعنت سے بچائیں جسکا نتیجہ علاوہ
مخالفت خدا ورسول یہ نکلا کہ کسیطرح کسی واقعہ کی تصدیق اہل سنت کو نہیں حاصل ہو سکتی
مگر افسوس ملا علی قاری نے اسکی کوئی دلیل نہیں دی کہ وہ مسلمان تھا یا نماز گذار۔
بہر حال ابولولو پر لعنت کرنا تو بقول ملا علی قاری ممنوع ٹھہرا جسکی پابندی اہل سنت
پر لازم ہو گئی۔ اور شیعہ لعنت ابن ملجم پر دلیلیں نکال ہی لینگے کیونکہ جب خلفائے ثلثہ انکے
نزدیک واجب اللعن ہیں تو ابن ملجم کس شمار میں ہے۔
مگر ہم نہیں سمجھے کہ ابن ملجم کے بچانے کیلئے لعن سے ملا علی قاری کو تکذیب واقعہ کی ضرورت
کیا پڑی حالانکہ انکے ائمہ دین نے تو ابن ملجم کو بھی وہی عزت دی ہی جو معویہ کو دیجاتی ہی۔ چنانچہ
سابقًا قول علامہ محمد بن اسمٰعیل مذکور ہوا کہ معاویہ کے اجتہاد کا دعوے کرنا ویسا ہی ہی کہ
ابن حزم نے ابن ملجم کے اجتہاد کا دعوے کیا۔ پس جب ابن ملجم مجتہد بنایا گیا اور مجتہد خاطی کے
لیے ایک اجر بھی اہل سنت کے یہاں مقرر ہی پھر اصل واقعہ قتل سے کیوں انکار کیا جاتا ہی
دیکھیے مذہب اہل سنت والجماعۃ میں ابن ملجم ایسا معزز گنا جاتا ہی کہ اسکا مداح عمران بن حطان

جو لقب اصحابی ہو اور تابعی تو بالاتفاق ہر صحاح ستہ کے راویوں میں اعلے درجہ کا راوی مانا
جاتا ہے چنانچہ اسماء الرجال مشکوۃ میں علامہ شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں صفحہ ۱۲ ورق قلمی
عمران بن حطان قال العجلی تابعی بصری ثقہ قال ابوداؤد لیس فی اھل
الاھواء اصح حدیثا من الخوارج وکان خارجیا مدح ابن ملجم یروی عن عمر
وابی موسیٰ وابی ذر وجمع وعنہ قتادۃ ومحارب بن دثار وغیرہ ویروی
لہ البخاری وابوداؤد والنسائی انتہیٰ یعنی عمران بن حطان ثقہ تھا کہا ابوداؤد
نے کہ اہل ہوا میں خارجیوں سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے اور اس عمران نے مدح میں ابن ملجم کے اشعار کہے
ہیں اور روایت کیا اس سے بخاری اور ابوداؤد اور نسائی نے
اب اسکو بھی دیکھیے کہ صرف ابن ملجم ہی کو یہ رتبہ نہیں ملا ہے بلکہ قاتلان اہل بیت کے بارے میں بھی انکا
یہی عقیدہ ہے چنانچہ عمر ابن سعد و شمر بن ذی الجوشن کی روایتیں بھی کتب حدیث اہل سنت میں موجود ہیں
میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں ہے عمر بن سعد ھو الذی قتل الحسین وھو تابعی ثقہ
اور کتاب استیعاب میں بذیل ذی الجوشن لکھا ہے وقیل ان ابا اسحٰق لم یسمع منہ و
انما سمع حدیثہ من ابنہ شمر بن ذی الجوشن عن ابیہ یعنی عمر بن سعد قاتل
امام حسین تابعی ثقہ ہے یعنی معتمد ہے اور ابو اسحٰق محدث نے ذی الجوشن سے حدیثیں نہیں سنیں بلکہ اسکے
بیٹے شمر ذی الجوشن سے نقل کی تو فرمائیے جب قاتلان امام حسین کو یہ درجے دئے گئے ہیں پھر انکے لعن
کی کیونکر اجازت ہو سکتی ہے۔
انھیں قاتلان حسین کے ساتھ ان قاتلوں کو بھی ملا لیجیے جنکی روایتیں صحاح ستہ میں بھری پڑی ہیں
حصین بن نمیر جو یزید پلید کیطرف سے جناب امام حسینؑ سے لڑنے گیا تھا اور بعد واقعہ کربلا مدینہ
کو غارت کرنے اور خانہ کعبہ کے گرانے کے لیے مامور ہوا اسکی روایتیں بخاری۔ ابوداؤد۔ نسائی
ابن ماجہ کی صحیحوں میں موجود ہیں دیکھو تقریب صفحہ ۹۶ میزان الاعتدال صفحہ ۲۲۹
شبث ابن ربعی جو مشہور قاتلان امام حسینؑ سے ہے اسکی روایت سنن ابوداؤد و صحیح نسائی میں
موجود ہے دیکھو تقریب صفحہ ۱۲۹
اسیطرح بیشمار خوارج ہیں جنکی روایتیں صحاح ستہ اہل سنت میں موجود ہیں اگر شوق تفصیل ہے

توکتاب تشفی ملاحظہ ہو جسکی ایک جلد میں کل حالات دکھائے گئے ہیں۔
اسکے ساتھ اگرچہ اسکی ضرورت تھی کہ ہم دکھاتے اہل سنتہ نے ائمہ اہل بیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے
کہ کسیطرح انکی روایت نہیں قبول کرتے بلکہ جرح وقدح بھی کرتے ہیں از جناب امیرؑ تا امام حسن عسکریؑ
مگر چونکہ ضلع سلہٹ کے سنی عام طور پر دوستدار معویہ ویزید ہیں اہل بیت اطہار سے کھلی کھلی
عداوت رکھتے ہیں لہذا بیکار سمجھا گیا کیونکہ اسکی ضرورت ہندوستان میں ہے جہاں کے اہل سنتہ
اسکا دعوے کرتے ہیں ہملوگ پیرو و دوستدار اہل بیت طاہرین ہیں پس انکے تکذیب کیلئے
اسکی ضرورت تھی نہ یہاں۔ تاہم چونکہ سب حنفی المذہب ہیں اور عوام کو یہ کہکر بہکاتے ہیں
کہ امام ابوحنیفہ شاگرد تھے امام محمد باقر وامام جعفر صادق علیہم السّلام کے اسلئے اس شبہہ کے
دفعیہ کے لئے اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ یہ وسوسہ محض غلط ہے چنانچہ ملا معین لاہوری اپنی
کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں وثانیہما فی باب الغنائم حیث تکلم علی قول
ابی جعفر محمد بن علی الباقر فیما اخبر بہ عن جدہ علی بن ابیطالب انہ کان
یری سہم ذوی القربی لکن لم یعطہم مخافۃ ان یدعی علیہ بخلاف سیرۃ
ابی بکر وعمر بکلام محصولہ کون ذلک الخبر خلاف الواقع فیکون ذلک اما
من جعلہ بمذہب علی بن ابیطالب او سہوہ او نسیانہ او کذبہ علیہ لترویج
مذہبہ ومذہب الائمۃ من ولدہ وکل ذلک یقشعر منہ جلود الذین
یخشون ربہم ولو کان رایا من ابی جعفر رض فردہ بما یبدی لہ لکان اہون
ورد ما روی واخبر بہ فالعجیبۃ کل العجیبۃ علی الائمۃ ان خلت کتب
مذاہب الاربعۃ عن مذہب ائمۃ اہل البیت ثم اذا وجد فیہا شئ
من ذلک یعارض بمثل ہذا وقد سبقت منا رسالۃ مفردۃ فی انتقاد للوضعین
وتکلمنا فیہا علی الثانی واستوفینا الکلام فی الجواب عن الامام الحق فلنکتف
بہ ولنتکلم علی الاول فاعلم ان الائمۃ الطاہرین یمنعون بالرای والقیاس ولہذا
لما دخل ابوحنیفۃ علی جعفر بن محمد علی ما حکاہ الشعرانی فی لواقح الانوار قال لہ
بلغنی انک تقیس لا تقس ان اول من قاس ابلیس فاستناد ذلک الی

الامام الحسن باطل وانما عملهم علی النصوص والالہام والکشف والفہم من اللہ سبحانہ فی معانیہا دوسرا مقام باب غنائم ہے جہاں اعتراض کیا ہے ابن ہمام نے اعاظم فقہائے حنفیہ سے ہیں امام ابوجعفر محمد باقرؑ پر کہ انھوں نے خبر دی اپنے جد علی بن ابیطالب سے کہ انکی رائے یہ تھی کہ سہم ذوالقربیٰ کا ہے (دربارہ تقسیم خمس) لیکن دیا نہیں ذوی القربیٰ کو اس خوف سے کہ لوگ غوغا کرینگے کہ خلاف سیرت شیخین کیا (مطلب یہ ہے کہ جناب امیر مطابق تقسیم خدا مال غنیمت میں ذوی القربیٰ کے حصہ کے قائل تھے مگر اس خیال سے کہ لوگ مخالفت سیرت شیخین کا الزام لگائینگے حضرت ذوی القربیٰ کو دیتے نہ تھے کیونکہ شیخین نے حکم خدا کی تنسیخ کرکے حصہ ذوی القربیٰ کو ساقط کر دیا تھا) اسپر ابن ہمام نے اعتراض کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ خبر (حضرت امام محمد باقرؑ) خلاف واقع ہے۔ یا مذہب علی بن ابیطالب سے ناواقف تھے یا انکو سہو و نسیان ہوا یا کذب و افترا کیا علی پر بغرض ترویج اپنے مذہب کے اور مذہب باقی ائمہ کے اپنی اولاد سے یہ کل باتیں ایسی ہیں (ترجمہ آیہ) "جس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے" اگر یہ رائے ہوتی جناب امام ابوجعفرؑ کی اور اسکو ابن ہمام رد کرتا تو سہل تھا بنسبت اسکے کہ انکی روایت کی تکذیب کی اور انکی خبر کو رد کیا۔ وائے صد وائے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی کتابیں تو ہیں کہ وہ خالی ہیں مذہب اہل بیت سے پھر اگر کوئی مذہب ان ائمہ اہل بیت کا پایا گیا ہے کسی کتاب میں تو ایسی بیہودہ تقریروں سے اسکا معارضہ کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے ہم ایک سالہ لکھ چکے ہیں جسمیں ان دونوں مسئلوں کی خوب تحقیق کی ہے اور اعتراض ثانی کا دربارہ تقسیم غنائم پورا جواب دیا ہے اور امام حسنؑ پر جو اعتراض کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ائمہ طاہرین پر قیاس کرنا حرام ہے اسیلئے جب ابوحنیفہ خدمت امام جعفر صادق میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا میں نے سنا ہے تو قیاس کرتا ہے۔ قیاس نکر (کیونکہ) پہلے جسنے قیاس کیا وہ شیطان تھا پس نسبت دینا قیاس و رائے کا طرف امام حسنؑ کے باطل ہے۔ ان لوگوں کا عمل نص اور الہام اور کشف اور فہم معانی پر ہے خدا سے۔ بعد اسکے جواب دیا ہے اس حدیث کا کہ لعن متعلق ہے اس طلاق دینے والے سے جو بغرض تلذذ طلاق دے نہ بغرض حکیم شرعی طلاق دینے والے سے۔

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ تمامی علماء اہل سنت نے حضرات اہل سنت سے دست کشی کی ہے

اور کسی نے انکو اپنا مقتدا یا پیشوا نہیں مانا نہ بحیثیت اخذ علوم فقہ۔ پھر نہ معلوم حنفیوں نے کیوں یہ غلط مشہور کیا ہی کہ امام ابوحنیفہ کوفی شاگرد تھے حضرت امام محمد باقر و زید شہید و جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالانکہ علماء اہل سنت پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ابوحنیفہ کو آنحضرات سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا بلکہ مخالفت تھی۔

چنانچہ ابن خلکان ترجمہ امام جعفر صادق میں لکھتے ہیں۔

سأل اباحنیفہ فقال علیہ السلام ماتقول فیمن کسر رباعیة ظبی فقال یابن رسول اللہ مااعلم مافیہ فقال لہ انت تتداھی ولا تعلم ان الظبی لایکون لہ رباعیہ وھو ثنی ابدًا

امام جعفر صادق ع نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اس محرم کے حق میں کیا کہتے ہو جو ہرن کا چار دانت توڑ ڈالے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ اے فرزند رسول مجھے نہیں معلوم امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تم عقل خوب دوڑاتے ہو اور اتنا نہیں جانتے کہ ہرن کے چار دانت نہیں ہوتے دو ہی دانت ہوتے ہیں۔

اور حیوۃ الحیوان میں ہی قال ابن شبرمة دخلت انا وابوحنیفہ علی جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ فقلت ھذا الرجل فقیہ العراق فقال لعلہ یقیس الدین برأیہ وھو نعمان بن ثابت ولم اعرف اسمہ الا ذلک الیوم فقال ابوحنیفہ نعم ان ذلک اصلحک اللہ فقال لہ جعفر الصادق اتق اللہ ولا تقس الدین برأیک فان اول من قاس ابلیس اذ قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین فاخطأ بقیاسہ وضل الی ان قال فانا نقف ومن خالفنا فنقول قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تقول انت واصحابک سمعنا ورأینا فیفعل اللہ بنا وبکم ماشاء۔ ابن شبرمہ کہا کہ ہم اور ابوحنیفہ امام جعفر صادق کے یہاں گئے میں نے عرض کیا کہ یہ شخص عراق کا فقیہ ہی۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ شاید یہی شخص ہی جو دین کو رائے سے قیاس کرتا ہی۔ یعنی نعمان بن ثابت ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی دن ابوحنیفہ کا نام سنا تھا ابوحنیفہ بولے کہ میں وہی ہوں

شخص ہوں امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدا سے ڈر اور دین کو اپنی رائے سے قیاس مت کر۔ پہلا
قیاس کرنیوالا ابلیس ہے اس نے کہا تھا کہ میں آدم سے اچھا ہوں مجھکو تو نے آگ سے بنایا اور آدم
کو مٹی سے تو ابلیس اپنے قیاس میں چوک گیا اور گمراہ ہوا یہاں تک کہ ہم لوگ اور ہمارے مخالفین کل حشر
ہونگے ہم کہیں گے قال اللہ و قال الرسول اور تم اور تمھارے لوگ کہینگے ہمنے سمجھا اور ہماری رائے
یہ ہوئی اسکے بعد خدا جو چاہیگا کریگا۔ اب میں ابوحنیفہ صاحب کا ایک ایسا واقعہ نقل کرتا ہوں جس سے یہ
واضح ہوتا ہے کہ امام صاحب کا خاندان نبوت اور اہلبیت کرام کی نسبت اعتقاد کا کیا حال تھا اور علم
فضل حضرات اہلسنت حضرات ائمہ معصومین کو کس مرتبہ پر سمجھتے تھے۔ قاضی القضاۃ ابوالمؤید امام محمد
بن محمود الخوارزمی جامع مسانید ابوحنیفہ میں خود امام صاحب سے روایت فرماتے ہیں ابوحنیفہ
قال جعفر بن محمد افقہ من رأیت ولقد بعث الیّ ابوجعفر المنصور ان الناس
قد فتنوا بجعفر بن محمد فہیّ لہ مسائل شداداً فہیأت اربعین مسئلۃ
و بعثت بہا الی المنصور بالحیرۃ ثم ابرد الی فوافیتہ علی سریرہ و جعفر
بن محمد عن یمینہ فوجدت من جعفر ہیبۃ لم اجدہا من المنصور
فاجلسنی ثم التفت الی جعفر قائلاً یا ابا عبد اللہ ہذا ابوحنیفۃ فجعلت
اسالہ و یجیب الاجابۃ الحسنۃ و یفحم حتی اجاب عن اربعین مسئلۃ فرأیتہ
اعلم الناس باختلاف الفقہاء فلذلک احکم انہ افقہ من رأیتہ اخرجہ
الحافظ طلحۃ عن ابی العباس احمد بن محمد عن جعفر بن محمد بن الحسین عن ابی
نجیح ابراہیم بن محمد عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ کہا ابوحنیفہ نے کہ امام جعفر
سب سے بڑھکر فقیہ ہیں جنکو میں نے دیکھا۔ کیونکہ منصور خلیفہ عباسی نے ایکدفعہ مجھے پیغام بھیجا کہ لوگ
جعفر بن محمد پر گرویدہ ہو رہے ہیں۔ انکے لئے سخت و مشکل چند مسئلے تیار کر جسکے جواب سے وہ عاجز
ہوں۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے چالیس مسئلے ایسے منتخب کئے اور خلیفہ پاس بھیجدیئے خلیفہ نے قاصد
بھیجکر مجھے بلوایا جب میں داخل دربار ہوا تو دیکھا خلیفہ تخت پر بیٹھا ہے اور امام جعفر صادق اُسکے
داہنی طرف بیٹھے ہیں امام جعفر کی ہیبت مجھپر ایسی طاری ہوئی کہ جو منصور کی بھی ہیبت نہ تھی منصور
نے مجھے بٹھایا اور امام سے کہا اے ابوعبداللہ یہ ابوحنیفہ ہے حضرت نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں یہ

پھر خلیفہ نے مجھ سے کہا جو کچھ پوچھنا ہو پوچھو میں نے سوال کرنا شروع کیا اور امام نے عمدہ اور مسکت جواب دینا شروع کیا تا اینکہ چالیسویں مسئلے کے ایسے ہی جواب دئے۔ پس میں نے انھیں فقہا کے اختلاف کی نسبت سب سے زیادہ عالم پایا اس سے میرا یہ حکم ہے کہ وہ تمام اُن فقہا سے افضل ہیں جنہیں میں نے دیکھا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ امام اعظم اہل سنت نے لوگوں کے بد اعتقادی پیدا کرنے اور منصور عباسی کی خوشامد میں چالیس مسئلے بدانستہ خود ایسے انتخاب کئے تھے جسکے جواب سے العیاذ باللہ امام جعفر صادق عاجز ہوں۔ اور اس باعث سے لوگ اُن جناب سے برگشتہ خاطر اور بد اعتقاد ہو جائیں۔ لیکن ابو حنیفہ صاحب اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوئے اور امام علیہ السلام نے ایسے مسکت جواب دئے جسکی مدح کا خود ابو حنیفہ صاحب کو اعتراف کرنا پڑا۔

اور ابو المؤید اوی ایسے وہ بزرگ ہیں جنکی نسبت کتاب اعلام الاخیار کفوی الشیخ الامام تحریر کرتے ہیں پھر نہ معلوم حنفیوں نے کیوں یہ غلط مشہور کیا ہے کہ ابو حنیفہ کوفی شاگرد تھے حضرت امام محمد باقرؑ اور زید شہید و جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے۔ حالانکہ علماء اہلسنت پکار پکار کر رہے ہیں ابو حنیفہ کو ان حضرات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ صرف سروکار ہی نہیں تھا بلکہ مخالفت کی کہ چاہتے تھے لوگوں کے روبرو معاذ اللہ حضرت کی جہالت ظاہر کریں اور لوگوں کو آپ سے برگشتہ و منحرف بنائیں اب اہلسنت فرمائیں ایسا شخص کس خطاب کا مستحق ہے؟ یہاں پر اسقدر عرض کرنا اور مناسب ہے کہ حضرات اہلسنت اس پر بھی غور کرلیں جنکو امام اعظم کہتے ہیں انکا سرمایہ علمی کتنا تھا حیوۃ الحیوان میں ہے وکان ابویوسف یحفظ التفسیر والمغازی وایام العرب فمضی یوما لیسمع المغازی واخل بمجلس ابی حنیفہ ایاما فلما اتاہ قال لہ یا ابا یوسف من کان صاحب رایۃ جالوت فقال لہ ابو یوسف انک امام وان لم تمسکنی عن ھذا سألتک علی رؤس الناس ایما کان اول وقعۃ بدر او احد فانک لاتدری ذلک وھی اھون مسائل التاریخ فامسک عنہ ص ۱۲۳ یعنی ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ علم تفسیر و تاریخ سے بھی واقف تھے چند روز علم تاریخ سننے کے لئے دوسری جگہ گئے اور مجلس ابو حنیفہ

میں نہ آئے تو جب ابو یوسف مجلس ابو حنیفہ میں آئے تو ابو حنیفہ نے بطور طنز پوچھا جالوت بادشاہ کا علمدار کون تھا؟ ابو یوسف نے کہا تم امام بنے ہو اگر اس قسم کے سوال سے باز نہ آؤ گے تو میں بھی مجمع ناس میں تم سے سوال کروں گا کہ بتاؤ جنگ بدر پہلے ہوئی یا جنگ احد جسکو تم نہیں جانتے حالانکہ ادنے ادنے لوگ بھی جانتے ہیں۔ بس سکوت کیا ابو حنیفہ نے۔

تعجب ہے کہ اس لیاقت کا آدمی اسکا حوصلہ کرے کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کو بند کر دینگے۔

بہر حال ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اہلسنت کو کسی قسم کا تعلق اہلبیت اطہار سے نہیں ہے جو کچھ ہے وہ دشمنان و قاتلان اہلبیت اطہار سے ہے اسی لئے انکی حفاظت کیلئے یہ مسئلہ کف لسان بنایا گیا کہ لعن و طعن کی زبان بندی ہے اور ان خلفاء و سلاطین کی پردہ دری نہ ہو اور وہ حالات بجنسہٖ مستور و مخفی رہیں۔ لہذا یہ بھی ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ علمائے اہلسنت کا اس ممانعت لعن سے کیا مقصد ہے علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں ان ما وقع بین الصحابة من المحاربات والمشاجرات علی الوجه المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنة الثقات یدل بظاهره علی ان بعضهم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیه الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسات والمیل الی اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی صلی الله علیه وسلم بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنهم باصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکروا لها محامل وتاویلات بما یلیق بها وذهبوا الی انهم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق صونا لعقائد المسلمین عن الزیغ والضلالة فی حق کبار الصحابة۔ اور جو کچھ اصحاب میں اختلافات اور لڑائیاں ہوئیں جیسا کہ کتب تواریخ میں مسطور ہے اور ثقہ لوگوں کی زبانی مذکور ہے ظاہر طور سے دلالت کرتے ہیں اس پر کہ بعض اصحاب راہ حق سے خارج ہو گئے اور ظلم و فسق کی حد تک پہونچ گئے اور باعث اسکا کینہ و عناد تھا اور حسد اور خصومت و طلب ملک و ریاست اور رغبت لذات و شہوات کی اس لئے کہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اور نہ ہر وہ شخص جو نبی سے ملاقی ہوا نیکی سے موسوم ہے۔ مگر علمانے اس خیال سے کہ صحابہ سے بدظنی نہ ہو ان امور کے لئے

قال رسول اللہ صلعم اختلاف امتی رحمۃ یعنی فرمایا پیمبر صلعم نے اختلاف امت کا میری
رحمت ہے کیونکہ کوئی اگر مصیب ہو تو انکو دو نیکی اور اگر غیر مصیب ہو تو انکو ایک نیکی ملیگی بھلا
مشیت ایزدی کو ذرا خیال میں لانا اور غور فرمانا چاہیے چنانچہ پیمبر خدا صلعم فرماتے
ہیں کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴ عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول
سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی
بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض لکل نور فمن اخذ بشیء مما هم
علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ہدی وقال قال باتہم اقتدیتم
اهتدیتم ترجمہ روایت ہے امیر المومنین خلیفہ ثانی رض سے کہا سنا میں نے رسول خدا
کو فرماتے تھے کہ سوال کیا مینے اپنے رب سے اختلاف سے اپنے اصحاب کے بعد میرے
پس وحی بھیجا اللہ نے طرف میرے کہ اے محمد صلعم تحقیق اصحاب تمہارے نزدیک میرے
مثل ستاروں آسمان کے ہیں بعض انہوں کا قوی تر ہے بعض سے اور واسطے ہر ایک کے
ایک ایک نور ہے پس جو اختلاف آپس میں کرینگے وہی لوگ وہ اختلاف نزدیک میرے ہدایت ہے
دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جسکا اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے اور شیخ
صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے حدثنا محمد بن احمد الولید قال حدثنا محمد بن الحسن
بن موسی الخشاب عن غیاث بن الکلوب عن السماک بن عمار عن جعفر بن محمد
عن ابائہ قال قال رسول اللہ صلعم ما وجد تم فی کتاب اللہ تعالی عز وجل
وکانت فیہ السنۃ منی فلا عذر لکم فی ترک سنتی وما لم یکن سنۃ منی فما
قال اصحابی فقولوا بہ انما مثل اصحابی کمثل النجوم بایہا اخذ اهتدی وبای
اقاویل اصحابی اخذتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ وصرۃ فی بہ

ایسے محامل و تاویلات ذکر کیے ہیں جو انکے لائق ہیں اور اس راہ گئے ہیں کہ وہ محفوظ رہیں اُن
سے جو موجب تقلیل و تفسیق ہو واسطے محفوظ رکھنے مسلمانوں کے عقیدوں کے گمراہی اور ضلالت
سے حق میں صحابہ کبار کے خصوصاً مہاجرین اور انصار کے اور علامہ ابن حجر مکی کتاب صواعق محرقہ
(بیان لعن یزید) میں فرماتے ہیں مطبوعہ مصر ص ۱۳۳ قال الغزالی وغیرہ ویحرم علی الواعظ
وغیرہ روایۃ مقتل الحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر
والتخاصم فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم کہا غزالی وغیرہ نے
کہ واعظ وغیرہ پر حرام ہو ذکر شہادت امام حسین اور حکایت انکی شہادت کی اور جو کچھ کہ اصحاب
میں اختلاف اور جھگڑا واقع ہوا ہے اسلئے کہ ضرور یہ ذکر کرنا برانگیختہ کرتا ہے دشمنی صحابہ پر اور انمیں طعن
کرنے پر دیکھو صواعق مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۸۔

یہ عبارتیں صاف صاف بتا رہی ہیں کہ صحابہ راہ حق سے خارج ہوئے ظالم ہوئے فاسق ہوئے بطمع
دنیا بغض و حسد و کینہ میں مبتلا ہوئے۔ نہ سب صحابی معصوم ہیں نہ سب کے سب نیکی کے ساتھ موصوف
مگر علمانے (نعوذ باللہ خدا اور رسول نے) ہر ایک بات کی اُنکے تاویل کی۔ اور عوام پر یہ ظاہر کیا کہ اُنسے کوئی بات
ایسی نہیں ہوئی جس سے گمراہ یا فاسق قرار پائیں۔ باین خیال کہ عوام کو کبار صحابہ سے حقیقی بدگمانی نہ
پیدا ہو جس سے ہر سمجھدار آدمی نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ان علمائے حق باتوں کے چھپانے کی کوشش کی
اور عوام کو فریب دیا چاہا تاکہ وہ اصلی راز سے نہ مطلع ہوں تاکہ صحابہ سے نہ منحرف ہو جائیں اسی
غرض سے یہ مسئلہ کف لسان کا ایجاد کیا گیا دیکھئے آپکے علمانے جو کوششیں اخفائے احوال میں کی ہیں اس کا پتہ اس
عبارت سے چلیگا کہ تطہیر الجنان میں ابن حجر مکی لکھتے ہیں وبہذا یجاب عن
قول الحافظ النور الہیتمی لولا ان الامام احمد بن حنبل وبقیۃ اصحاب
المسانید التی حکی علیہا فی کتابہ مجمع الزوائد ذکروا ما کان بین اصحاب
رسول اللہ ص واخرجوہ فی کتبہم مع کونہم حفاظ الاسلام ما ذکرتہ
فقط یعنی حافظ نور ہیتمی کہتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ نے جو حفاظ اسلام سے
ہیں ذکر کیا ہے اُن حالات کو جو اصحاب رسول اللہ میں گذرے ہیں۔ تو میں ہرگز اونکو نہ ذکر کرتا۔
جس سے ظاہر ہوا کہ ان علمانے چاہا تھا کہ اُن حالات کو اپنی کتابوں سے نکال ڈالیں نہ لکھیں مگر

متقدمین کی تصانیف نے انکو مجبور کر دیا جو اسقدر لکھ جاتے ہیں۔
ابن حجر مکی نے پہلے یہ سوال لکھا تھا کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر تو منع ہے پھر تم نے اپنے رسالہ تطہیر الجنان میں
جو دربارہ مدح معویہ ہے کیوں ان حالات کو لکھا۔ اُسکا جواب دیا کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں مختصر کتابیں
لکھی جائیں نہ تفصیلی کتابوں میں کیونکہ بعض جگہ بیان کرنا واجب ہے خصوصاً جہاں عوام کو التباس ہو
اور اندیشہ ہو وہاں ضرور ہے ایسی تحریر کو اپنے جواب نور الدین تمیمی قرار دیتے ہیں جنھوں نے لکھا کہ اگر
احمد بن حنبل وغیرہ ان روایات کو نہ لکھ گئے ہوتے تو ہرگز میں نہ لکھتا اُسکے بعد لکھتے ہیں۔ وقال
علمت مما قدمته فی معنی الامساک عن ذلک ان عدم الامساک اما ان یکون
واجبا لاسیما مع ولوع العوام به ومع تالیف صدرت من بعض المحدثین
کابن قتیبة مع جلالته القاضیة بانه کان ینبغی له ان لا یذکر تلک
الظواهر فان ابی الا ذکرها فلیبین جریانها علی قواعد اهل السنة
حتی لا یتمسک به مبتدع او جاهل فانهم ذکروا فی تلک التالیف کل
ما وقع من صحیح وغیره والقوها علی ظواهرها فاصدر ممن صدا اکابر علماء
السنة ممن لیس له قدم راسخ فی تلک العلوم لاعتقاد تلک الظواهر
المستلزمة لترتب آثارها علیها من نقص کثیرین من الصحابة
وما یتبع ذلک مما یخل بکمال الایمان ویوجب التمادی فی الغی والبهتان
میں پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان باتوں کے بیان کرنے سے رکنا واجب نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ
جب عوام ادھر متوجہ ہوں۔ یا یہ کہ کوئی تالیف کسی محدث سے صادر ہو گئی ہو جیسا کہ ابن قتیبہ نے
لکھ دیا۔ حالانکہ اوسکی جلالت قدر مقتضی تھی کہ یا تو ایسے معاملات ظاہر بات کو لکھتا ہی نہیں۔ اور اگر
لکھا تھا تو اوسکو قواعد اہلسنت کے مطابق بیان کرتا کہ پھر کسی بدعتی یا جاہل کو تمسک کرنے کا
موقع نہ ملتا۔ مگر ان محدثوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنی کتابوں میں لکھ دیا سب باتوں کو خواہ وہ صحیح ہوں
یا غلط ہوں۔ اور چھوڑ دیا اُن سب کو ظاہری معنی پر جس سے جو نتیجہ پیدا ہوا بہت سے لوگ جو مثل اکابر
علماء اہلسنت پختہ نہ تھے ان علوم میں کیونکہ ظاہری معنی ان حدیثوں کے اس امر کے مقتضی ہیں
کہ جمیع صحابہ پر الزام و نقص لازم آئے اور جو اس قسم کی باتیں ہیں جن سے کمال ایمان میں خلل پڑے

گمراہی وبہتان ہیں مردمی اس عبارت میں ابن حجر صاحب نے اچھی طرح ظاہر کر دیا کہ ان محدثین کو کسیطرح مناسب نہ تھا کہ ان باتوں کو لکھتے اور اگر لکھتے بھی تو تاویل کر دیتے جسکے بعد کسیکو استدلال کا موقع نہ ملتا۔ کیونکہ بے تاویل لکھنے کا یہی نتیجہ ہے کہ صحابہ سے لوگ منحرف ہوں اور اُن پر الزام و نقص آئے۔ اب ان سب عبارتوں کو سلسلہ وار ملاحظہ فرمائیے تو دیکھیے آپکا نورایمان کیسا منور ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ صحابہ سے ضرور ایسی باتیں سرزد ہوئیں جنسے انکا حسد اور بغض و عناد اور طلب ملک و مال ظاہر ہے راہ حق سے دور ہوئے سرحد فسق و فجور میں داخل ہوئے۔ مگر علما کو چونکہ اُن سے حسن ظن تھا لہذا تاویل کی یعنی حقیقتہً وہ باتیں قابل تاویل نہ تھیں مگر علما نے اپنے خیالی حسن ظن پر اسکی تاویل کی، اور یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ وہ تکفیر وتفسیق سے بری تھے تاکہ عوام کو اُن سے بدظنی نہ پیدا ہو اس سے صحابہ کا مرتکب فسق وفجور ہونا بدیہی طور پر ظاہر ہے اور یہ سربستی علماء اہلسنت ہے کہ انکو اس سے بچایا جاتا ہے مگر نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔

(۲) امام غزالی کا یہ فتوے کہ واعظ پر ذکر شہادت امام حسینؑ حرام ہے کیونکہ اس سے بغض صحابہ پیدا ہوتا ہے۔ صاف بتا رہا ہے کہ اس واقعہ کربلا کو صحابہ سے ایک خاص تعلق ہے جس سے ضرور ہے کہ ذکر شہادت امام حسین سے ہیجان پیدا ہو اور صحابہ میں طعن کیا جائے

اسی مضمون کو شیخ الاسلام اہلسنت ابن تیمیہ اس عنوان سے منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔ و صار الشیطان بسبب قتل الحسینؓ یحدث للناس بدعتین بدعۃ الحزن والنوح یوم عاشورا من اللطم والصراخ والبکاء والعطش وانشاد المراثی وما یفضی الیہ ذلک من سب السلف ولعنہم وادخال من لاذنب لہ مع ذوی الذنوب حتی یسب السابقون الاولون وتقریر اخبار مصنوعۃ التی کثیر منہا کذب صد ۲۴۹ جلد ۲ یعنی شیطان نے اس شہادت امام حسینؑ کے بدولت دو قسم کی بدعتیں پیدا کیں ایک بدعت حزن وغم کہ لوگوں نے نوحہ و ماتم کرنا شروع کیا بروز عاشورا اور مرثیہ پڑھنے لگے اور وہ جبر جو اسکا باعث ہوئیں کہ سلف پر سب ولعن جاری ہوا اور اونکو اسمیں داخل کریں جو بے گناہ تھے یہانتک کہ سب کیا جاتا ہے سابقون اولون کا اور پڑھی جاتی ہیں خبریں شہادت آنحضرت کی حسین اکثر دروغ ہیں یہ عبارت بآواز بلند بتا رہی ہے کہ صرف نوحہ ماتم کرنا غم امام حسینؑ میں اسکا باعث ہوتا ہے کہ صحابہ پر سب

ولعن جوا ور مرثیہ پڑھنا یا گریہ وزاری کرنا اسکا سبب ہو کہ انکے سابقین اولین پر سب ولعن جاری ہو
حالانکہ ہر شخص جانتا ہو کہ ہر مظلوم سے ہمدردی کرنا فطرۃً لازم ہو اور کسی مصیبت میں گریہ وبکا کنا اسکو
مستلزم نہیں ہو کہ بجز اوس مصیبت زدہ کے اور کسی امر کا بھی تذکرہ ہو۔ مگر با اینہمہ اس واقعہ کے ذکر
کرنے سے ممانعت کی جاتی ہو اور اسکو بدعت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے سب صحابہ کو رواج ہوتا
ہو اور اُن سے دلی نفرت پیدا ہوتی ہو۔ لہذا اس سے ممانعت کی جاتی ہو کہ کسیطرح اس واقعہ کا ذکر
نہ کیا جاے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ اخفاے اصل واقعہ میں کیسی کوشش کیجاتی ہو۔
(۳) نورالدین ہیتمی کا یہ کہنا کہ اگر احمد بن حنبل وغیرہ اُن واقعات کو نہ لکھ گئے ہوتے جو درمیان صحابہ کے ہوے
تو ہر گز ہم نہ لکھتے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ اخفاے واقعات میں کسقدر کوشش کی گئی کہ ان واقعات
کے ظاہر ہونے پر متاسف ہیں۔
اس تحریر سے آپکو اسکی بھی وجہ معلوم ہوئی ہوگی کہ محدثین سابقین نے ان واقعات کو کیوں بیان کیا اور
کیوں لکھا جسپر افسوس کرتے ہیں کہ اگر وہ نہ لکھے ہوتے۔ اس راز کو نہ فاش کئے ہوتے تو ہر گز ہم نہ لکھتے
کیا صدق وراستی نے اُن سے ان واقعات کو لکھوایا یا وہ لوگ اہلسنت کے مربی اور موجد نہ تھے جو
ان واقعات کو لکھ گئے۔
نہیں نہیں بلکہ اُنکی غرض یہ تھی کہ اصلی واقعات مخفی ہوں اور ایسے خفیف جزئی واقعات نسل آیندہ کو
معلوم ہوں جو بہ نسبت اصلی واقعات کے بہت قلیل اور خفیف ہیں کیونکہ زمانہ قریب تھا واقعات
مشہور تھے تمامی دنیا اُس سے واقف تھی ہر شخص کو معلوم تھا کہ کیا کیا ظلم ہوا اور کیسی کیسی بدعتیں
کی گئیں۔ چونکہ اُن واقعات سے کسیطرحکا انکار ہو سکتا تھا نہ وہ ایسے واقعات تھے کہ مخفی ہوتے
اسلئے ان محدثین نے اُن واقعات کو کم اور خفیف کر کے اسطرح لکھا کہ اصلی واقعات کم معلوم ہوں
لیکر نورالدین ہیتمی اُسپر بھی افسوس کرتے ہیں کہ وہ کیوں ظاہر ہوے اتنا بھی کیوں لکھا لیکن
کیا معلوم کہ اُس زمانہ کے محدثین پر کیا مصیبت تھی اگر کسی واقعہ کا انکار کرتے ہیں تو تمام دنیا میں
اُنکی دروغ بیانی ظاہر ہوتی ہو اور رسوائی ہوتی ہو۔ اگر پورے واقعات لکھتے ہیں تو مذہب اہلسنت
جاتا ہو اسلئے وہ مجبور ہوے کہ اُن واقعات کو لکھیں مگر ایسے عنوان سے کہ سانپ بھی مرے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے
نیکنامی محدثیت میں بھی شبہ نہ ہو مذہب اہلسنت بھی ہاتھ سے نہ جاے کہ علماے مابعد اسکی تاویل کریں گے

اور بات بنا لینگے۔

(۴۳) ابن حجر مکی کا مقولہ نہایت واضح ہے کہ اس قسم کی تصنیف و تالیف کی اونکو کیوں ضرورت ہوئی کہ بعض محدثین نے مثل ابن قتیبہ وغیرہ کے خاص طور پر ان واقعات کو لکھدیا حالانکہ جلالت قدر اُنکی مقتضی تھی کہ اولاً ذکر ہی اسکو نہ کرتے اور اگر ذکر کیا تھا تو ایسی تاویل کرتے جو قواعد اہلسنت کے مطابق ہوتی جس سے بطرح معلوم ہوا کہ ابن حجر اُن واقعات کے تذکرہ کو بھی جائز نہ جانتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر لکھا تھا تو تاویل بھی کرتے کیونکہ یہ ایسے واقعات ہیں جنکا ظاہر مقتضی ہے اسکو کہ صحابہ پر بے انتہا نقص و الزام عائد ہو اور اُن سے بداعتقادی پیدا ہو۔ جسکے نسبت یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان واقعات نے بجز مخصوص لوگوں کے جو اکابر علماء اہلسنت سے تھے سبکو ضرر پہونچایا سب کے ایمان میں خلل پڑا۔

اللہ اللہ وہ کیسے واقعات عظیم تھے اور کیسے حالات تھے باوجودیکہ علما نے نہایت احتیاط اور بہت کچھ کتر بیونت کے لکھا مگر پھر بھی اُسنے یہ اثر کیا کہ بجز ابن حجر سنگدل عالموں کے سبکو متزلزل کردیا اور ظلم و فسق صحابہ پر اونکو ثابت قدم کردیا۔

ان تحریروں سے جہاں بہت سے اصلی راز ظاہر ہو گئے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ فرقہ ہمیشہ کتمان حق میں کوشاں رہا تاکہ کسیکو اصلی حال نہ معلوم ہو۔ اور حق یہ ہے کہ وہ اصلی واقعات ایسے ہی ہیں کہ اگر مسلمانوں کو وہ حالات معلوم ہوں تو کبھی مذہب اہلسنت باقی نہیں رہ سکتے۔ مگر ان علما نے ایسے ایسے پھندے ڈالے ہیں کہ عوام بیچارہ مجبور ہو جاتے ہیں محبت خلفائے ثلثہ تو دلمیں ابتدا سے بٹھلائی گئی۔ اور شیعوں کی عداوت اور سیوقت سے قائم کی گئی اور اُن سے نفرت کہ جیسے سمجھ کی قوت اُسمیں پیدا ہوئی۔ اب وہ اصلی حالات سنیں تو کہیں اور کس سے کیونکہ اُنکے علما تو وہی ہیں جو شب و روز اخفائے حق میں کوشاں ہیں۔ شیعوں سے نفرت ہی ہے کہ اُنکو نہ سچا جانتے ہیں نہ اُنکی باتوں پر اعتقاد لاتے ہیں پھر انکو امر حق معلوم ہو تو کیونکر۔

اب میں تمامی اہلسنت سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ حضرات اس قسم کی چال کو پسند کرتے ہیں۔ اور اُن گمراہوں فاسقوں کی محبت میں رہنا چاہتے ہیں جنکو زبردستی آپکے علما ایسی باتیں بنا بنا کر نیکو کار و صالح بنا رہے ہیں ؟ اور کیا آپکو خدا و رسول اسکی اجازت دیتا ہے کہ آپ ظالموں فاسقوں کی

محبت رکھے اور اُن سے تولا نہ ملے؟

دیکھئے غور کیجئے کہ ان عالموں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ایک طرف تو فاسق لوگوں کو صالح و نیکو کار بنایا۔ اور دوسری طرف فرزند رسول کی محبت سے روکتے ہیں جن کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں یہ سردار جوانان بہشت ہیں انکی محبت ہماری محبت ہے۔ کیونکہ امام غزالی صاحب ذکر مظلوم کربلا کو حرام کر رہے ہیں۔ وہ کیوں اسی وجہ سے کہ یہ واقعہ ہیجان میں لاتا ہے بغض پیدا کرتا ہے۔ اور جوش پیدا کرتا ہے اسکا کہ صحابہ کی عداوت کریں۔ کون صحابہ؟ وہی صحابہ جنکے بارے میں محقق تفتازانی نے کہا کہ دراصل وہ ظالم اور فاسق تھے۔ علماء انکو نیکو کار بنا رہے ہیں تو کیا آپکا ایمان اسکا متقاضی ہوتا ہے کہ ایسے بدکاروں کے راز فاش ہونے کے خیال سے آپ ذکر جناب امام حسینؑ کو ترک کر دیں اور مطابق فتوائے غزالی حرام سمجھیں؟ اچھا یہ بھی کیا: ذکر امام حسینؑ کو بھی حرام کر دیا تو کیا اس سے وہ سب واقعات چھپ جائینگے اور انکے ظلم و فسق کے حالات پوشیدہ ہو جائینگے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں

دیکھئے یہی امام غزالی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین میں خلافت کی ترتیب اور اسکے متعلق جو کچھ اختلافات ہوئے ہیں انکا ذکر کرکے لکھتے ہیں

ولکن اسفرت الحجہ وجہها واجمع الجماهیر علی متن الحدیث من خطبتہ فی غدیر خم باتفاق الجمیع وهو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنہ فهذا تسلیم ورضاء وتحکیم ثم بعد هذا غلب الهوی لحب الریاسہ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الهوی فی قعقعۃ الرایات واشتباک

لیکن حجت نے اپنا چہرہ روشن کر دیا اور جمہور نے اجماع کر لیا۔ متن حدیث پر جو آنحضرت کے غدیر خم کے خطبہ میں ہے باتفاق جمیع۔ اور آنحضرت فرماتے ہیں کہ جس شخص کا میں مولا ہوں پس علی اُسکے مولا ہیں پس حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو مبارک ہو اے ابوالحسن ضرور تم میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے پس حضرت عمر کا یہ کہنا تسلیم کرنا ہے اور راضی ہونا ہے اور حاکم بنانا ہے حضرت امیرالمومنین کو۔ بعد اسکے غالب ہوئی خواہش محبت ریاست کی اور عمود خلافت کے اٹھانے اور نشانوں کی گرہ اور ہوا کے حرکت کرنے کی آواز نشانات میں اور

اذ دہامۃ الخیول وفتح الامصار سقاہم کاس الہوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون ٥

درہم ہونے گھوڑوں کے ازدحام کے اور فتح امصار نے پلادیا انھیں کاسۂ خواہش کا پس عود کیا انھوں نے خلاف اول کی طرف۔ اور پھینکدیا انھوں نے اسکو۔ یعنی عہد رسول کو پس پشت اپنی اور مول لیا انھوں نے بعوض اسکے تھوڑی سی قیمت کو ہے جسکے واضح مطلب سے آپنے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ امام غزالی فرماتے ہیں۔ اور حق ظاہر ہوگیا کہ رسول اللہ نے جناب امیرؑ کو اپنا خلیفہ بنایا بروز غدیر خم اور خود خلیفہ دوم نے اس حکومت کو قبول کیا اور اسپر مبارکباد دی مگر دنیاوی خواہشوں نے طلب ملک و ریاست نے انلوگوں کو اصلی حالت پر لوٹا دیا۔ تو اب اس عہد کی بھی ضرورت نہ رہی جسکے لئے مسئلہ کف لسان ایجاد کیا گیا تھا کیونکہ مقصود اسکا تو صرف اخفاء حق تھا جب حق ظاہر ہوگیا نہ چھپ سکا تو پھر اس عہد کے لینے سے کیا حاصل۔

بیانکہ تو آپنے اہلسنت کی پالیسیوں کو دربارہ افشاء لعن ملاحظہ کیا کہ اصلی مقصد اسکا کیا ہے اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ جناب رسالتمآب نے اس سب و لعن وطعن کو کس وقت کس غرض سے جاری فرمایا اور اسکا کیا نتیجہ ظاہر ہوا۔ تاریخ طبری میں ہے امر رسول اللہ ان یصدع بما جاء من عند اللہ وان ینادی الناس بامرہ وان یدعوہم الی اللہ فکان یدعو من اول ما نزلت لہ علیہ النبوۃ ثلث سنین مستخفیا الی ان امر بالظہور للدعا قال ابن اسحق حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ فصدع رسول اللہ بامر اللہ ونادی قومہ بالاسلام فلما فعل ذلک لم یبعد منہ قومہ ولم یردوا علیہ بعض الرد فیما بلغنی حتی ذم آلہتہم وعابہا فلما فعل ذلک فاکروہ واجمعوا علی خلافہ وعداوتہ الا من عصمہم اللہ منہم بالاسلام وہم قلیلون مستخفون وحدب علیہ ابو طالب عمہ ومنعہ وقام دونہ ومضی رسول اللہ علی امر اللہ مظہرا لامرہ لا یردہ عنہ شیء فلما رأت قریش ان رسول اللہ لا یعتبہم من شیء انکروہ علیہ من فراقہم وعیب آلہتہم ورأوا ان ابا طالب قد حدب علیہ وقام دونہ فلم یسلمہ لہم مشی رجال من اشراف

قريش الى ابي طالب عتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة وابو البختري بن هشام والعاص
بن وائل ونبيه ومنبه ابنا الحجاج ومن مشى اليه منهم فقالوا يا ابا طالب ان ابن
اخيك قد سب الهتنا وسفه احلامنا وضلل اباءنا فاما ان تكفه عنا واما
ان تخلي بيننا وبينه فانك على مثل ما نحن عليه من خلافه فنكفيكه فقال لهم
ابو طالب قولا رفيقا وردهم ردا جميلا فانصرفوا عنه ومضى رسول الله
على ما هو عليه يظهر دين الله ويدعو اليه قال ثم شري الامر بينه وبينهم
حتى تباعد الرجال وتضاغنوا واكثرت قريش ذكر رسول الله بينها وتذامروا
فيه وحض بعضهم بعضا عليه ثم انهم مشوا الى ابي طالب مرة اخرى فقالوا
يا ابا طالب ان لك سنا وشرفا ومنزلة فينا وانا قد استنهيناك من ابن
اخيك فلم تنهه وانا والله لا نصبر على هذا من شتم اباءنا وتسفيه احلامنا
وعيب الهتنا حتى تكفه عنا او ننازله واياك في ذلك حتى يهلك احد الفريقين
او كما قالوا ثم انصرفوا عنه فعظم على ابي طالب فراق قومه وعداوتهم له
ولم يطب نفسا باسلام رسول الله لهم ولا خذلانه حدثني محمد بن الحسين
قال ثنا احمد بن المفضل قال ثنا اسباط عن السدي ان اناسا من
قريش اجتمعوا فيهم ابو جهل بن هشام والعاص بن وائل والاسود بن
المطلب والاسود بن عبد يغوث في نفر من مشيخة قريش فقال بعضهم
لبعض انطلقوا بنا الى ابي طالب فنكلمه فيه فلينصفنا منه فيامره فليكف عن
شتم الهتنا وندعه والهه الذي يعبد فانا نخاف ان يموت هذا الشيخ
فيكون منا شيء فتعيرنا العرب يقولون تركوه حتى اذا مات عمه تناولوه
قال فبعثوا رجلا منهم يدعى المطلب فاستاذن لهم على ابي طالب فقال
هؤلاء مشيخة قومك وسرواتهم يستاذنون عليك قال ادخلهم
فلما دخلوا عليه قالوا يا ابا طالب انت كبيرنا وسيدنا فانصفنا من
ابن اخيك فمره فليكف عن شتم الهتنا وندعه والهه قال فبعث اليه ابو طالب

فلما دخل علیہ رسول اللہ قال یا ابن اخی هولاء مشیخة قومك و سرواتهم وقد سالوك النصف ان تکف من شتم الهتهم ویدعوك والهك قال یا عم او لا ادعوهم الی ان یتکلموا بکلمة دتدین لهم بها العرب ویملکون بها العجم قال فقال ابو جهل من بین القوم ماهی وابیك فنعطکها وعشر امثالها قال تقول لا الٰه الا اللہ قال فنفروا وقالوا اسلها غیر هذہ فقال لو جئتمونی بالشمس حتی تضعوها فی یدی ما سالتکم غیرها قال فغضبوا وقاموا من عندہ غضابی

بعد الجاحیة خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جب رسول اللہ مبعوث برسالت ہوئے تو تین برس تک مخفی لوگوں کی دعوت اسلام کی طرف کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے اظہار دعوت کا حکم دیا چنانچہ حضرت نے بالاعلان دعوت اسلام شروع کی۔ مگر قوم نے نہ کسی قسم کی دوری کی نہ مخالفت کیا نہ کسیطرح رد پر آمادہ ہوے۔ تب حضرت نے اُنکے بتوں کو گالی دینا شروع کیا اور اُسکے عیوب بیان کرنے لگے جس سے سب نے مخالفت کی اور انکار کیا اور عداوت پر حضرت کے آمادہ ہوے باجماع واتفاق باستثناء ان لوگوں کے جو مسلمان ہوئے تھے کہ بہت کم اور مخفی تھے حضرت ابو طالب نے اُنکی حفاظت و کفالت شروع کی اور دشمنوں کو روکے تھے اور حضرت اشاعت اسلام میں بکمال اطمینان مصروف تھے جب قریش نے دیکھا کہ حضرت کسیطرح نہیں مانتے اور انکے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں اور حضرت ابو طالب اُنکی حمایت کرتے ہیں تو بزرگان قریش سے جسمیں ابو جہل عتبہ شیبہ ابو البختری وغیرہ سب داخل تھے خدمت حضرت ابو طالب میں حاضر ہوے اور کہا اے ابو طالب تمھارے برادر زادہ نے ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں ہمارے دین کو عیب بتاتے ہیں اور ہمارے آباو اجداد کو بیوقوف کہتے ہیں تو یا اونکو ان باتوں سے روکے یا چھوڑ دیجئے کہ ہم وہ فیصلہ کرلیں کیونکہ آپ بھی تو ہمارے ہی طریق پر ہیں لہذا ہم اونکی کفایت کرلینگے۔ حضرت ابو طالب نے اونکو سمجھا بجھا کر رخصت کیا اور قول نرم سے اُنکو ہموار کرلیا۔ اور حضرت اظہار دین خدا پر اوسیطرح قائم رہے مگر اب قریش کی نفرت حضرت سے بڑھنے لگی اور عداوت ترقی کرنے لگی اور ہر جگہ حضرت کا تذکرہ کرنے لگے دوسری مرتبہ پھر قریش حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوے اور کہا اے ابو طالب تم بزرگ ہو اور صاحب شرف

ملا باقر مجلسی فی بحار الانوار ترجمہ کہا راوی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ
جو چیز ملے تمکو قرآن میں پس ضرور ہے عمل کرنا تمکو ساتھ اسکے اور نہیں کوئی عذر واسطے
تمہارے ترک میں اُسکے اور جو چیز کہ نہیں ہے کتاب اللہ میں اور ہے وہ چیز سنت میں میری
پس نہیں ہے عذر واسطے تمہارے ترک سنت میں اور جو چیز نہیں ہے سنت میں میری پس
وہ چیز کہیں اصحاب میرے پس کہو اُسکو سوا اسکے نہیں کہ مثال اصحاب میرے مانند
ستاروں کے ساتھ جسکے پیروی کروگے ہدایت پاؤگے ساتھ جس قول اصحاب میرے
کے پکڑلے وہ لوگ ہدایت پاویں اور اختلاف اصحاب کا میرے واسطے تمہارے رحمت
ہے اور تصدیق کیا اُسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں۔ اور بخاری شریف جلد ثانی صفحہ
میں ۳۷۳ ہے حدثنا صدقہ حدثنا ابن عینیۃ حدثنا ابو موسیٰ عن الحسن سمع ابا بکرۃ
سمعت النبی صلعم علی المنبر والحسن الی جنبہ ینظر الی الناس ابنی ھذا سید
ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین ترجمہ کہا راوی نے سُنا میں نے
رسول مقبول کو کہ تھے اوپر منبر کے اور حسن علیہ السّلام پہلو میں نظر فرماتے تھے طرف آدمیوں کے
یکمرتبہ اور طرف حسن علیہ السّلام کے یکمرتبہ اور فرماتے تھے بیٹا میرے یہ سید ہے شاید کہ اللہ صلح
کردیگا دو گروہ میں مسلمانوں کے بذریعہ اُنکے اور شرح صحیح بخاری جلد پنجم صفحہ ۳۰ میں عن
ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا تقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان دعوتھما
واحدۃ ترجمہ مروی ہے ابوہریرہ سے کہ نہیں ہوگی قیامت قائم جبتک کہ لڑینگے دو گروہ
دعوے ہر دونوں کا ایک ہے۔ پس ان احادیث مذکورہ بالا سے بہت سے فوائد ظاہر ہوتے
ہیں۔ اول یہ کہ علم اللہ و رسول میں مقرر تھا کہ آپکے اصحاب میں ایک اختلاف و مقاتلہ واقع ہوگا
حالانکہ ہر دونوں مسلمان ہونگے دوسرے یہ کہ صلح کرنیوالے اس اختلاف کے حسن علیہ

: منزلت ہملوگوں میں چنا مرتبہ تمھارے بھتیجے کو منع کیا اور تمسے خواہش کی کہ اونکو روکو مگر نہ اونھوں
نے مانا نہ تمنے منع کیا اب ہم میں طاقت صبر نہیں ہی کہ وہ ہمارے بتونکو گالی دیں اور ہمارے عقلاکو بیوقوف بنا
ئیں اور بزرگونکو احمق کہیں یا تو اونکو روکئے یا چھوڑ دیجے کہ اُن سے لڑ بھڑ کر فیصلہ کرلیں کہ ایک
فریق ہلاک ہوجاے اس سے حضرت ابوطالب بہت مغموم ہوے کہ قوم اب مخالفت پر آمادہ ہی مگر یہ
کسیطرح نہ راضی ہوے کہ رسول اللہ کی حمایت سے دست بردار ہوں اور اونکو دشمنوں کے حوالہ کریں
اسکے بعد تیسری مرتبہ ابوجہل وعاص بن وائل واسود بن مطلب واسود بن یغوث و دیگر بزرگان
وسرداران قریش نے مجمع کرکے صلاح کی کہ ہملوگ چلیں ابوطالب کے پاس اور اُن سے طالب انصاف
ہوں کہ وہ محمدؐ کو ہمارے بتوں کے گالی دینے سے منع کریں اور ہملوگ اونکو اور اُنکے خدا کو چھوڑ دیں
کہ جو چاہیں کریں۔ کیونکہ ابوطالب کے مرنے پر اگر کچھ کرینگے تو عرب کہینگے جناب ابوطالب زندہ رہے یہ
نہ بولے اور مرنے پر اُنکے تنہا پاکر ستارہے ہیں۔ یہ مجمع حضرت ابوطالب کے پاس جمع ہوا اور کہا تم ہمارے
بزرگ وسردار ہو تم انصاف کرو ہملوگوں کا اپنے برادر زادہ سے۔ ہم چاہتے ہیں تم اونکو حکم دو کہ وہ ہمارے
بتونکو گالی نہ دیں اور ہمکو اُن سے یا اُنکے خدا سے کوئی سروکار نہیں۔ ابوطالب نے رسول اللہ کو بلوا بھیجا
جب تشریف آوری کہا ابوطالب نے اے برادر زادے دیکھو یہ تمھاری قوم کے شیوخ وسردار ہیں
اور تمسے انصاف کے امیدوار ہیں۔ چاہتے ہیں کہ تم انکے بتوں کے گالی دینے سے باز آؤ کہ یہ لوگ بھی تمسے
سروکار رکھیں نہ خدا سے تمھارے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہم ان سے ایک کلمہ کی فرمائش کرتے ہیں جس
سے سارا عرب تابع ہوجاے اور عجم کے مالک ہوں۔ ابوجہل نے کہا کہو وہ کون کلمہ ہی قسم تمھارے باپ
کی اُسکے دس گونہ دینے کو ہم راضی ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا لا الہ الا اللہ کہو جس سے سب نے انکار کیا
اور نفرت ظاہر کی اور کہا کوئی دوسری بات کہو حضرت نے فرمایا واللہ تم لوگ اگر آفتاب بھی لاکر ہمارے
ہاتھ میں دوگے تو ہم دوسری بات نہ چاہینگے۔ وہ سب مارے غصے کے اُٹھ گئے۔ یہ [illegible] رسول
یہ حکمت عملی حضرت کی کہ باوصفیکہ ابتداے اسلام تھا مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی خفاء وپوشیدگی
میں بسر کرتے مگر اسپر بھی رسول اللہ نے بتعمیل حکم خدا سب وشتم کفار جاری کیا۔
کفار کہہ رہے ہیں کہ آپ میرے بتونکو گالی دینا موقوف کردیجے ہمکو آپسے یا آپکے خدا سے کوئی
سروکار نہیں مگر آپ نے نہ قبول کیا اور سب مخالفتوں کو اُن کے برداشت کیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ سب و شتم کفار و منافقین اعلیٰ غرض و ہدایت ہے جس سے اہل ہدایت پر بہت کچھ
مدد ملتی ہے کہ حضرت کی اُن تعلیموں اور ہدایتوں نے اتنا نہیں اثر کیا جتنا اس سب و شتم اصنام
و کفار نے تاثیر کی۔ جو بدیہی بات ہے کہ جبتک مخالفت پوری نہیں ہوتی فیصلہ کامل نہیں ہوتا۔ چنانچہ
دیکھئے کفار نے پوری مخالفت کی جسکا فیصلہ بھی ہوگیا اور برخلاف اسکے منافقوں نے دورو ئی
اختیار کی اس سے اُنکا فیصلہ کامل نہیں ہوا بلکہ آہستہ آہستہ اُنھوں نے یہانتک ترقی کی کہ نفاق
نے غلبہ حاصل کیا اہل ایمان پر۔ پس جو لوگ ہدایت چاہتے ہیں اور حق پر ہیں ضرور ہے انھیں کہ اہل
باطل کے کفر و نفاق کو بذریعہ سب و شتم و لعن ظاہر کریں۔ گو ابتدا میں صعوبت و تکلیف و مخالفت
کا سامنا ہوگا مگر آخر کو حق و باطل ظاہر ہو جائیگا بس معیار اظہار حق اصل میں ظہور مخالفت ہے
کہ دو فریق معین و مشخص ہو جائے کہ یہ تو فلاں فریق ہے اور یہ فلاں فریق اسی مصلحت سے جناب امیر
نے سب و شتم و لعن معویہ کو عام طور پر جاری کیا کیونکہ معویہ اسکی ابتدا کرچکا تھا جسکی غرض یہ
تھی کہ حق ہمیشہ کے لئے مخفی ہو جائے۔ جیسا کہ کفار نے بھی رسول اللہ سے کہا تھا اگر تم میرے معبود
کی لعن و سب و شتم سے نہ باز آؤ گے تو ہم بھی تمھارے خدا کو گالی دینا شروع کر دینگے۔ مگر دیکھئے
کفار جسطرح اپنے ارادہ میں مخذول و منکوب ہوا اسیطرح معویہ بھی اپنے ارادہ میں ذلیل و خوار
ہوا دیکھئے علامہ مسعودی اس طریقہ معویہ کے بارے میں لکھتے ہیں ثم ارتقی بھم الامر فی
طاعته الی ان جعلوا لعن علی سنة ینشأ علیه الصغیر و یهلك علیها
الکبیر ص ۱۰۲ جلد کامل یعنی جاہل عوام کی اطاعت معویہ نے اتنی ترقی کی کہ لعن جناب امیر کو
ویسی سنت بنا لیا جسپر نشو و نما پاے صغیر اور اسی خیال میں مریں کبیر مگر چونکہ خدا نے وعدہ کیا ہے
واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون یعنی خدا اپنے نور کو پورا کریگا اگرچہ اس
سے کراہت کریں مشرک لوگ۔ لہذا یہ بدعت اسی خاندان کے فرد رکن عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ سے بالکل
موقوف کی گئی۔

غرض لعن و سب و شتم مخالفین و کفار و منافقین ایک ایسا ذریعہ ہے جو قائم مقام جہاد ہے اسلئے
اسکے تارک وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو منافق ہیں کہ امر حق کا اخفا چاہتے ہیں جس سے کفر و نفاق کی
اشاعت ہوتی ہے اور اگر لعن و سب و شتم اہل بطالت و کفر و ضلال رواج پائے تو بہت جلد امر حق

ظاہر ہو چنانچہ آپنے دیکھ لیا کہ مذہب اسلام نے جتنا جلد ترقی اس ذریعہ سے کی اوتنی ترقی او سکو فقط
تعلیم امر حق اور سکوت عن الباطل سے نہیں ہوئی۔

اب میں اسکو بھی دکھاتا ہوں کہ اس لعن اہل ضلالت نے اہلسنت پر کیا اثر کیا اور کسقدر حق نے
اُنپر غلبہ کیا دیکھئے کتاب صواعق محرقہ ص۱۵۱ جسمیں ایک طولانی بحث اس بارے میں لکھی ہو کہ
آیا لعن صحابہ سے کافر ہوتا ہو یا نہیں۔ اور قتل اُسکا جائز ہو یا نہیں جسکا آخری نتیجہ یہ ہو کہ یہ بحث
اختلافی ہو گئی۔ حالانکہ امام اعظم کا فتوے تھا کہ وہ کافر ہو جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہو فمذہب
ابی حنیفۃ ان من انکر خلافۃ الصدیق و عمر فھو کافر یعنی منکر امامت
ابو بکر و عمر کافر ہو۔ بعدہ اُن کتابوں کے نام لکھے ہیں جنمیں یہ کفر ثابت کیا گیا ہو غایہ سروجی۔
فتاوے ظہیریہ۔ اصل محمد بن حسن۔ فتاوے بزازیہ۔ محیط خلاصہ تتمہ فتاوے
مرغینانی۔ بعدہ امام شافعی کا بھی ایک قول لکھا ہو کہ سب شیخین کفر ہو یہ اقوال ہیں علمائے
متقدمین اہلسنت کے۔ لیکن شیعوں کے وار تبرا نے آخر انکے اجماع کو توڑ دیا اور خود اہلسنت میں اختلاف
پیدا ہو گیا۔ یہانتک کہ امام ابو الحسن اشعری نے صاف صاف کہدیا نحن لا نکفر صاحب
القبلۃ جسکے معنے میں تکفیر نہیں کرتا صاحب قبلہ کی بیان ہیں اُن اقوال کو صواعق محرقہ سے نقل کرتا
ہوں جس سے معلوم ہو کہ اکثر علمائے اہلسنت نے برکت لعنت تکفیر و حکم قتل شیعہ سے دست
برداری کی (۱) قال ابن المنذر لا اعلم احدا یوجب القتل علی من سب من بعد النبی صلعم (۱) کہا ابن المنذر
نے کہ میں جہانتک جانتا ہوں کسی نے کبھی سب صحابہ پر قتل کو واجب نہیں کیا ہو۔
(۲) والضابط ان کل شتم قصد بہ اذی النبی کما وقع من عبد اللہ بن ابی
کفر وما لا فلا کما وقع من مسطح فی قضیۃ الافک ص۱۵۲ (۲) یعنی
قاعدہ مقررہ ہوا کہ جس گالی میں اسکا ارادہ ہو کہ اس سے نبی کو ایذا دیجائے وہ کفر ہے جیسا کہ عبد اللہ
بن ابی سے واقع ہوا اور اگر یہ مقصود نہیں ہو تو کفر نہیں ہو جیسا کہ قصہ افک میں واقع ہوا کہ مسطح
نے اتہام کیا عائشہ پر حالانکہ وہ قرابت مند ابو بکر کے تھے (۳) فبغض الصحابۃ کلھم و بغض
بعضھم من حیث الصحبۃ لا شک انہ کفر واما سب او بغض بعضھم
لامر اخر فلیس بکفر حتی الشیخین رض (۳) بغض کل صحابہ اور بغض بعض صحا:

اسوجہ سے کہ وہ صحبت رسول میں رہا ہو کفر ہو اور سب وبغض بعض صحابہ کسی دوسری وجہ سے کفر
نہیں اگرچہ سب شیخین کیوں نہ ہو جس سے صاف معلوم ہوا کہ سب شیخین اسیطرح کفر نہیں اور یقینا
تو محض لغو ہے کہ کوئی بوجہ صحبت نبی گالی دے کیونکہ صحبت نبی کو کون مسلمان اس قابل سمجھتا ہے کہ وہ
قابل نفرت یا نفرین ہو (۴) حکی القاضی فی کفر سابہما وجہین وجہ عدم
الکفر ان سب المعین او بغضہ قد یکون لامر خاص بہ من الامور الدنیویۃ
او غیرہا کبغض الرواضض لہما فانہ انما ہو من جہۃ الرفض وتقدیمہ
علیا واعتقادہ بجہلہ انہما ظلماہ الخ قاضی نے شیخین کے لعن میں دو وجہیں نقل کی ہیں
ایک یہ کہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ شخص معین پر لعنت کرنا یا بغض رکھنا کسی خاص دنیوی وجہ سے
بھی ہوتا ہے یا اور کسی وجہ سے جیسا کہ روافض کو شیخین سے اسوجہ سے بغض ہے کہ یہ اعتقاد انکے
شیخین نے ظلم کیا تھا علی پر۔ جو انکی جہالت ہے (۵) والاقفو اعد المذہب واضیہ بقبول
ہذا القدر بالنسبۃ لعدم التکفیر لانہ انما یسب او یلعن متاولا وان کان
تاویلہ جہلا وعصبیۃ وحمیۃ لکن باب الکفر یحتاط ص ۱۵۳ قواعد مذہب شافعیہ
مقتضی ہیں کہ روافض کی تکفیر نہ کیجائے کیونکہ اُن کا سب ولعن صحابہ بتاویل ہے اور تکفیر میں احتیاط
لازم ہے (۶) فی شرح المختار وسب احد من الصحابہ وبغضہ لا یکون کفرا لکن
یضلل (۶) شرح مختار میں ہے کہ سب صحابہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا مگر اُس کی تضلیل کیجائیگی (۷)
قال القاضی عیاض فی سب الصحابۃ قد اختلف العلماء فیہ ومشہور مذہب مالک
فیہ الاجتہاد والادب الموجع قال مالک من شتم النبی قتل وان شتم اصحابہ
ادب (۷) کہا قاضی عیاض نے کہ سب صحابہ میں اختلاف کیا ہے علماء نے اور مذہب مشہور مالک
اجتہاد وادب موجع ہے کیونکہ کہا مالک نے جو گالی دے نبی کو وہ قتل کیا جائیگا اور جو گالی دے صحابہ
کو وہ ادب دیا جائیگا۔ (۸) وممن الطحاوی قال فی عقیدتہ وبغض الصحابۃ کفر
فیحتمل ان یحملہ علی مجموع الصحابۃ وان یحمل علی کل منہم لکن اذا ابغضہ من جہۃ
الصحبۃ واما جعل مجرد بغضہ کفرا فیحتاج لدلیل وہذا الرافضی واشباہہ
بغضہم للشیخین وعثمان لیس لاجل الصحبۃ لانہم یحبون علیا والحسنین

وغیرهما بل لهوی انفسهم واعتقادهم ظلمهم لاهل بیت النبوة ص ۱۵۶

(۸) طحاوی کا قول ہے کہ بغض صحابہ کفر ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ یا کل صحابہ کا بغض یا بعض صحابہ کا بغض بوجہ اصل صحبت کے کفر ہے ورنہ مجرد بغض کا موجب کفر ہونا درست نہیں اور رافضی جو شیخین سے یا عثمان سے عداوت رکھتے ہیں تو نہ اس وجہ سے کہ وہ صحابی رسول تھے کیونکہ وہ تو رکھتے ہیں علی و حسنین وغیرہم سے بلکہ انکی عداوت شیخین وغیرہ سے اُنکے خواہش نفسانی کے سبب سے ہے کہ بسبب اپنی جہالت کے اعتقاد رکھتے ہیں اسکا کہ شیخین وغیرہ نے ظلم کیا اہلبیت نبی پر جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ برکت لعن خود علمائے اہلسنت میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ آیا سب صحابہ سے کافر ہوتا ہے یا نہیں حالانکہ متقدمین انکے عموماً قائل تکفیر تھے جسکی اب یہ تاویل کیجاتی کہ تکفیر اسوقت میں ہوگی جب سب صحابہ من حیث الصحبۃ کیا جاے۔ جو محض نا خیال ہے کیونکہ بوجہ نفس صحبت صحابہ کی تکفیر کرنا تو کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا بلکہ کفار سے بھی نہیں جو نفس رسول اللہ کے منکر و مخالف ہیں نہ صحبت کے اور ان سب سے بڑھکر برکت لعنت یہ ہے کہ خود شاہ صاحب نے مروان پر بھی لعنت کی حالانکہ علماے سلف خلاف حکم رسول مانع سب ہیں بہر حال اب اہلسنت کو بھی مطمئن ہونا چاہئے کہ سب صحابہ کی تکفیر بالاجماع کا حکم اُٹھ گیا نہ کافر بنے ہو نہ واجب القتل ہوتے ہو نہ واجب اللعن جسکا انھیں خوف تھا۔

بعدہ احادیث و روایات مذکورہ سے اسکا جواز بلکہ استحباب بلکہ افضل اعمال ہونا جمیں کہ رسول اللہ نے فرما دیا اگر حب للہ و بغض للہ نہیں ہے تو وہ مومن نہیں۔ بعدہ اشخاص مستحقین لعن کی تنقیح کریں کیونکر انکے لئے علماے اہلسنت نے ایک قانون بھی بتا دیا ہے کہ جس لعن سے یہ مقصود ہو کہ رسول اللہ کو ایذا دیں وہ کفر ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو نہیں جسکا لازمی مفہوم یہ ہے کہ جس لعن سے رسول اللہ کو مسرت ہو وہ واجب ہے جسکی تصدیق میں بہت سی حدیثیں مرقوم ہوئیں۔ بعدہ اشاعت لعن سے ترویج دین حق میں کوشاں ہوں جیسا کہ رسول اللہ نے کیا اور جناب امیر نے کیا۔

اب بیان اُن دو حدیثوں کو بھی لکھے دیتا ہوں جسے اہلسنت نے سب صحابہ کی ممانعت میں پیش کیا ہے اور اسکا جواب بھی جو صواعق محرقہ میں ہے و فی الحدیث الصحیح لا تسبوا اصحابی فو الذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما ادرک مد احدهم

ولا نصیفہ و فی حدیث رجالہ ثقات و انہ قال الترمذی انہ غریب اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذ وھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ و من اذی اللہ یوشک ان یاخذہ و قولہ اصحابی الظاہر ان المراد بھم من اسلم قبل الفتح وانہ خطاب لمن اسلم بعدہ بدلیل تفاوۃ الا انفاق فیہ الموافق لہ قولہ تعالی لا یستوی منکم من انفق قبل الفتح و قاتل الایۃ فلا بد من تاویل بھذا او بغیرہ لیکون المخاطبون غیر الاصحاب الموصی لھم فیھم کبار الاصحاب وان اشتمل اسم الصحابۃ الجمیع صد ۱۵۲ یعنی حدیث میں ہے کہ نکالی دو میرے اصحاب کو کہ قسم خدا کی اگر تو زدار کوہ احد تم طلا کو انفاق کرو تو اُسکے درجہ کو یا اُسکے نصف درجہ کو نہ پہونچےگے اور دوسری حدیث ہے جسکو ترمذی نے غریب کہا ہے کہ اللہ اللہ تو میرے اصحاب کو غرض بعد میرے کہ جو اُن سے محبت رکھتا ہے بسبب میری محبت کے اور جو بغض رکھتا ہے بسبب میرے بغض کے جو اونکو ایذا دے اُسنے مجھے ایذا دی اور جسنے مجھے ایذا دی اُسنے خدا کو ایذا دی اور جسنے خدا کو ایذا دی قریب ہے کہ ماخوذ ہو۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مراد صحابی سے وہ لوگ ہیں جو قبل فتح مکہ ایمان لائے۔ اور یہ حکم ممانعت متعلق ہے اُن صحابہ سے جو اسکے بعد ایمان لائے (کہ وہ ایذا دیتے تھے) تاکہ دونوں میں فرق ظاہر ہو جائے کہ حضرت کسکے بارے میں وصیت کرتے ہیں اور کس سے وصیت کرتے ہیں جسکی تائید میں وہ آیۃ بھی پیش ہو سکتی ہے جو خدا نے فرمایا کہ قبل فتح مکہ کے انفاق کرنے والوں سے وہ لوگ نہیں مقابلہ کر سکتے جو اسکے بعد انفاق کریں۔ پس ضرور ہے کہ یہ تاویل کیجائے یا اور کوئی جس سے معلوم ہو جائے فرق دونوں میں۔ پس یہ وصیت در باب کبار صحابہ ہے اگرچہ اسم صحبت میں سب شامل ہیں انتہے

پس اب یہ معلوم ہوا کہ ممانعت سب صحابہ میں دو ہی حدیث ہے جس سے ایک حدیث تو صحیح ہی نہیں بلکہ غریب ہے اور دوسری حدیث ایسی ہے کہ بلا تاویل درست نہیں ہو سکتی خواہ یہ تاویل کیجائے جو ابن حجر نے کی کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو قبل فتح مکہ اسلام لائے یا کبار صحابہ۔

اور شاہ ولی اللہ نے اُس سے مہاجرین اولین کو مراد لیا ہے

پس ہر طور بقاعدہ خود اہلسنت ان حدیثوں سے استدلال ساقط ہو گیا کیونکہ جب بلا تاویل وہ
حدیث درست نہیں ہو سکتی۔ تو ہر شخص کو تاویل کا حق ہے جس کی اجازت بھی خود ابن حجر صاحب نے دی
کہ یا یہ تاویل کیجاوے یا دوسری تاویل۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ خالد بن ولید سے اور
عبدالرحمن سے کچھ گفتگو میں رنجش ہوئی تھی اُس پر رسول اللہ نے بحمایت عبدالرحمن یہ فرمایا اسی سے
اُنہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لفظ صحابی سے رسول اللہ نے قدماے صحابہ کو مراد لیا ہے۔ مگر معمولی
عقل والا آدمی بھی اس پر ہنس پڑیگا۔ کیونکہ یہ کلام ایسا مبہم ہے کہ اس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ
حضرت نے کس کے موافق فیصلہ کیا کیونکہ دونو صحابی ہیں لہٰذا ایسا کلام حضرت کا کہنا ضرور [?] تھا جس سے
معلوم ہو جاوے کہ حضرت کس کے بارے میں یہ فرما رہے ہیں۔ یہ ایک خفیف جزئی معاملہ ہے جس کے پیش
ہونے کو بھی رو برو رسول اللہ کے کوئی عاقل نہیں قبول کر سکتا۔ ثانیاً جب مورد حکم خاص ہے تو
اسکو عام کیونکر کر سکتے ہیں صرف عبدالرحمن وغیرہ اسکے محکوم ٹھہرے نہ کل امت۔ ثالثاً اس حدیث
سے کسی طرح یہ نہیں معلوم ہوا کہ حضرت نے یہ کلام ایسے مقام پر فرمایا ہو جہاں حقیقۃً کوئی ظالم تھا اور
ایک مظلوم بلکہ جو کچھ گفتگو تھی وہ اسی صحابیت کے متعلق کہ خالد نے کہا تھا انکم تعلو ولون
علینا بایام سبقتمونا یعنی چونکہ تم لوگوں نے قبول اسلام میں ہم پر سبقت کی تھی اسلئے تم
ہم پر ظلم کرتے ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ خالد نے وجہ ظلم اسی سبقت کو قرار دیا تھا جس پر حضرت نے
یہ حدیث فرمائی۔ تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ صحابی کافر ہو جاوے یا مرتد ظالم و فاسق بھی ہو تو بھی
اعتبار نہ کیجاوے [?] اسکی سزا ندو۔ پس اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو اور صحابہ ہی سے متعلق بھی ہو تب بھی اہلسنت
کو کوئی نفع نہیں۔ کیونکہ مورد اس حدیث کا وہ مقام ہے جہاں حقیقۃً کوئی ظلم نہیں۔ اور سبب ظلم و
تعدی یا صحابیت قرار دی گئی تھی۔ نہ کہ عام طور پر صحابہ کیلئے یہ پروانہ معافی عطا ہو۔
بہرحال جو لوگ احادیث و اخبار و تواریخ و آثار سے مطلع ہیں اُنپر بخوبی روشن ہے کہ خود عہد رسول
میں عام طور پر صحابہ باطنی حیثیت سے دو قسم پر منقسم تھے۔ ایک وہ جو تابع مرضی مولیٰ [?] تھے جو
جان نثار تھے ولاے جناب امیر کو اپنا ایمان سمجھتے بنی ہاشم کے ساتھ محبت رکھتے جنمیں کچھ مہاجر تھے
کچھ انصار جو ملقب بہ مومن و شیعہ ملقب تھے۔ دوسرے وہ جو قریش تھے یا قریشیوں کے سچے
طرفدار۔ اور جناب امیر و بنی ہاشم کے مخالف جو عام طور پر اہل اسلام کہلاتے اور باطنی طور پر

منافق انکا لقب تھا۔ یہ جماعت صحابہ کی زیادہ تھی اور پہلی جماعت کم جسمیں اکثر غیر قریش صحابہ داخل
تھے۔ لہذا قریش لوگ انکو سب وشتم کرتے یا اور طرح سے ایذا دیتے۔ اسلئے رسول اللہ صلعم نے یہ حدیث
زمائی۔ کہ تملوگ یعنی قریشیو ہمارے صحابہ کو ایذا نہ دو۔
جسکی تائید میں یہ روایتیں صواعق محرقہ سے پیش کرتا ہوں وصح ان العباس شکا الی
رسول الله م ما یلقون من قریش عن تعبیسهم فی وجوههم وقطعهم
حدیثهم عند لقائهم فغضب غضبا شدیدا حتی احمر وجهه وعرق
بین عینیه وقال والذی نفسی بیده لا یدخل قلب رجل الایمان حتی
یحبکم لله ولرسوله وفی روایة صحیحة ایضا ما بال اقوام یتحدثون فاذا
راوا الرجل من اهل بیتی قطعوا حدیثهم والله لا یدخل قلب رجل
الایمان حتی یحبهم لله ولقرابتهم منی وفی آخری والذی نفسی بیده
لا یدخلون الجنة حتی یومنوا ولا یومنوا حتی یحبوکم لله ولقرابتی
وفی اخری ولا یومن احدکم حتی یحبکم بحبی اترجون ان تدخلوا الجنة
بشفاعتی ولا یرجوها بنو عبد المطلب وله طرق اخری کثیرة وند میت
بنت ابی لهب المدینة مهاجرة فقیل لها لا تغنی عنک هجرتک انت
بنت حطب النار فذکرت ذلک للنبی م فاشتد غضبه ثم قال علی منبره
ما بال اقوام یوذونی فی نفسی وذوی رحمی الا ومن اذی نسبی وذوی رحمی
فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله وخرج عمرو اسلمی وکان من اصحاب
الحدیبیة مع علی رضی الله عنه الی الیمن فرای منه جفوة فلما قدم المدینة
اذاع شکایته فقال له النبی م والله لقد اذیتنی فقال اعوذ بالله ان
اوذیک یا رسول الله فقال بل من اذی علیا فقد اذانی اخرجه احمد زاد
ابن عبد البر من احب علیا فقد احبنی ومن ابغض علیا فقد ابغضنی
ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله وکذلک وقع لبریدة
انه کان مع علی فی الیمن فقدم مغاضبا علیه واراد شکایته

بجارية اخذها من الخمس فقيل له اخبره ليسقط علیؑ من عينيه
ورسول الله يسمع من وراء الباب فخرج مغضبا فقال ما بال اقوام
ينقصون عليا من ابغض عليا فقد ابغضني ومن
فارق عليا فقد فارقني ان عليا مني وانا منه خلق من طينتي وانا خلقت
من طينة ابراهيم وانا افضل من ابراهيم ذرية بعضها من
بعض والله سميع عليم يا بريدة اما علمت ان لعلي اكثر من الجارية
واخرج ابو الشيخ والديلمي من لم يعرف حق عترتي والانصار و
العرب فهو لاحدى ثلث اما منافق واما ولد زانية واما امرء
حملت به امه في غير طهر حدیث صحیح میں ہے کہ عباس نے شکایت کی رسول اللہ سے
کہ ہم جب مجمع قریش میں جاتے ہیں تو وہ لوگ ترش رو ہو جاتے ہیں اور اپنی بات چیت کو ہم کو دیکھ کر
ہمکو دیکھکر قطع کر دیتے ہیں اور خاموش ہو جاتے ہیں۔ حضرت اس سے نہایت درجہ غضبناک
ہوے کہ چہرہ سرخ ہو گیا اور پیشانی پر عرق آ گیا۔ بالاے منبر جاکر فرمایا قسم خدا کی تم لوگوں کے دل میں
ایمان ہرگز نہ داخل ہوگا جبتک خدا اور رسول کیلیے محبت اہل بیت نہ پیدا کرو۔ دوسری حدیث میں فرمایا
کیا ہوا ہے ان لوگوں کو جو بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب کسیکو ہمارے اہل بیت سے دیکھتے ہیں
تو بات کو کاٹ دیتے ہیں جب تک ہمارے اہل بیت سے للہ و للرسول کوئی محبت نہ کریگا وہ مومن
نہ ہوگا تیسری حدیث کہ تم لوگ داخل جنت نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان نہو گا جب تک
اہل بیت کی محبت نہ کرو بغرض خوشی خدا و بخیال میری قرابت کے۔ چوتھی روایت یہ ہے کہ جب تک
تم لوگ انکو دوست نہ رکھوگے مومن نہ ہوگے کیا تم امید کرتے ہو کہ داخل جنت ہو میری شفاعت سے اور
اور خاندان عبد المطلب کو یہ امید نہو؟ اور بھی بہت سے طریقوں سے یہ حدیث مذکور ہے۔
ابولھب کی بیٹی ہجرت کر کے مدینہ آئی تو صحابہ نے کہا اس ہجرت سے کوئی نفع نہیں۔ کیونکہ تو
آتش دوزخ کی بیٹی ہے۔ اسنے رسول اللہ سے آکر عرض کیا۔ تو حضرت نہایت درجہ
غضبناک ہوے اور بالاے منبر جاکر فرمایا کیا ہوا ہے لوگوں کو جو ایذا دیتے ہیں ہمارے اہل نسب
و قرابت مند و نکو کہ یہ سبب ہے میری ایذا کا اور میری ایذا خدا کی ایذا ہے۔

اسیطرح عمرو اسلمی جو صحاب حدیبیہ سے تھا جناب امیرؑ کے ساتھ یمن گیا۔ اور کسی بات میں جناب امیر سے ناراض ہوا۔ جب مدینہ آیا تو جناب امیر کی شکایت کرنا شروع کی اور اُسکو مشہور کیا جسکو حضرت رسولؐ نے بھی سنا تو فرمایا واللہ تو نے مجھے ایذا دی۔ اُسنے کہا پناہ بخدا کہ میں آپکو ایذا دوں حضرت نے فرمایا ہاں جسنے علیؑ کو ایذا دی اُسنے مجھے ایذا دی۔ اور اسیطرح بریدہ سے واقع ہوا کہ وہ علیؑ کے ساتھ تھا یمن میں۔ وہاں سے رنجیدہ ہوکر حضرتؐ پاس آیا اور چاہا کہ اسکی شکایت کریں کہ علی نے مال خمس سے ایک لونڈی لی ہے کسی نے بریدہ سے کہا کہ رسول اللہ سے اس حال کو بیان کردو کہ علیؑ اُنکی نظروں سے گرجائیں۔ یہ کلام حضرت رسول پس پردہ سے سن رہے تھے غضبناک ہوکر برآمد ہوئے اور فرمایا کیا ہوا ہے ان لوگوں کو کہ عداوت رکھتے ہیں علی سے۔ جو عداوت رکھے علی سے اُسنے مجھ سے بغض کیا اور جو جدا ہوا علی سے وہ مجھ سے جدا ہوا علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے کہ اُنکی خلقت میری طینت سے ہوئی اور میں طینت ابراہیم سے جدا ہوا اور رتبہ میں اُن سے افضل ہوں۔ اور ابوالشیخ و دیلمی نے روایت کی ہے کہ جسنے حق میری عترت کا اور انصار و عرب کا نہ پہچانا وہ یا منافق ہے یا حرامزادہ یا ماں اُسکی حیض میں اُس سے حاملہ ہوئی ہے

یہ روایتیں آپکو صاف بتاتی ہیں کہ صحابہ عموماً دشمن جناب امیرؑ بلکہ کل خاندان رسالتؐ کے تھے اُنکو دیکھکر تیوری چڑھا لیتے اپنی گفتگو بند کر دیتے اُنکی شکایتیں کرتے اسکی فکر بھی کرتے کہ حضرت علی نظروں سے رسول اللہ کے گرجائیں۔ اسلئے رسول اللہ نے یہ حدیثیں فرمائیں کہ کسی طرح وہ لوگ ایمان لائیں۔ صحابہ میں باخود دہا کہاں عداوت تھی جو اسکی ضرورت ہوئی کہ آپ صحابہ کی سفارش فرماتے۔ ان حدیثوں سے آپکو اسکا بھی پتہ ملگیا ہوگا کہ وہ کس قسم کی گفتگو باخود دہا ہوتی تھی جسمیں حضرت عباس کے آجانے کو وہ لوگ مخل سمجھتے۔ بجز خلافت کون امر تھا کیونکہ اسی صواعق محرقہ سے آپکو یہ معلوم ہوگا کہ اس قسم کے خیالات زیادہ تر خلیفہ دوم ہی کو تھے جو قرابت رسول کو یا بنی ہاشم ہونے کو غیر نافع سمجھتے جسپر رسول اللہ نے مکرر خطبے فرمائے چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں وروی الطبرانی ان ام ھانی اخت علی بن ابیطالب بدا قرطاھا فقال عمر ان محمدًا لا یغنی عنک من اللہ شیئاً فجاءت الیہ فاخبرتہ فقال ما بال اقوام یزعمون ان شفاعتی لا ینال اہل بیتی وان شفاعتی لتنال صداء وحکم و رواہ البزار

ہونگے پس ان دونوں فائدوں سے بلاشک و شبہ معلوم ہوا کہ یہ وہ اختلاف ہی جو درمیان
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رض کے واقع ہوا تھا چونکہ کوئی ایسی لڑائی صدور
میں نہ آئی کہ صلح کرنیوالے اسکے حضرت حسن عم تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ امیر المومنین خلیفہ رابع
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صاحبان کیا جانتے ہیں اور مضمون سے ان احادیث کے کیا
سمجھا جاتا ہے مختصر یہ کہ دعوے ان مختلفین کا ایک ہوگا سبحان اللہ اس سے ایک بڑی
باریکی سمجھی جاتی ہے شاید کہ اہل دل سے مخفی نہوگا کیونکہ بنائے اختلاف دو بات سے خالی نہیں
امارت یا خلافت بہرحال حضرت معاویہ رض کو منسوب ساتھ تہمت ناشایستہ یعنی طمع اور
حسد کرنا اور لفظ رضی اللہ عنہ آپکے حال میں مکروہ جاننا ہرگز وہر آئینہ جائز نہیں چنانچہ ذکر
اسکا آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ بیت ہر کسی را بے حسد مکر و حسد و زان حسد ای سلیمانیا
ہر کسے کو از حسد مینی کند • خویش را بے گوش و بے بینی کند۔

جواب رابع جبکہ دلائل بالا سے کہ مطلقاً کسی فرد بشر کو اسمیں مجال چون و چرا کی باقی
نہ رہی صراحتہ ظاہر ہوا کہ معاویہ رض بلاشبہ صحابی اور مومن تھے تا دم مرگ پس اس حالت
میں انکو لعن و طعن کرنیوالا مصداق مضمون ان احادیث کا ہی کما فی المشکوٰۃ صفحہ ۴۱۱ عن
ابی ذر رض قال قال رسول اللہ صلعم لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمی بالکفر الا ارتدت
علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک ترجمہ مروی ہی ابی ذر سے فرمایا رسول اللہ صلعم نے
نہیں گالی دیتا ہی کوئی کسیکو ساتھ فسق کے اور ساتھ کفر کے مگر عود کرتا ہی وہ اوپر اُسکے

وایضاً عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول ان اللعانین لا یکونون شہداء
ولا شفعاء یوم القیامۃ رواہ مسلم ترجمہ روایت ہی ابی درداء سے کہا سنا میں نے
رسول مقبول صلعم فرماتے تھے تحقیق لعنت کرنیوالا نہوگا مشہود اور نہ مشفوع دن

صفیۃ عمۃ رسول اللہ توفی لہا ابن فصاحت فصبرہا النبیؐ فخرجت ساکتۃ فقال
لہا عمر صبرا منک ان قرابتک من محمدؐ لا یغنی عنک من اللہ شیئا فبکت فسمعہا
النبیؐ وکان یکرمہا و یحبہا فاخبرتہ بما قال عمر فامر بلالا فنادی بالصلاۃ
فصعد المنبر ثم قال ما بال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع کل سبب ونسب
منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی فانہا موصولۃ فی الدنیا والاخرۃ مث ۱۳۵

یعنی ام ہانی خواہر جناب امیر سے عمر نے کہا کہ محمدؐ تمکو خدا سے کچھ نفع نہیں دلا سکتے۔ ام ہانی نے خدمت
رسول اللہؐ میں عرض کیا تو حضرت نے فرمایا۔ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہماری شفاعت میرے اہل بیت
کو نہیں پہونچے گی حالانکہ تحقیق میری شفاعت صداء و حکا تک پہونچیگی (جو دو قبیلے ہیں یمن کے)
و بزار نے روایت کی کہ صفیہ عمہ رسول اللہ کا ایک لڑکا مرگیا اُسپر صفیہ روئیں۔ تو رسول اللہ نے
انکو تسلی دی جسسے وہ خاموش ہوگئیں رونا موقوف کیا جب مکان سے باہر نکلیں تو عمر نے کہا وہ چیخنا
چلانا تمہارا کیا ہوا۔ تمہاری قرابت جو محمدؐ سے ہے وہ خدا کے نزدیک کوئی نفع نہیں پہونچائے گی
صفیہ روتی ہوئیں خدمت رسول اللہؐ میں حاضر ہوئیں۔ اور کلام عمر کو بیان کیا حضرت نے
بلال کو حکم دیا کہ نماز کے لئے ندا دیں جب سب جمع ہوئے تو حضرت بالائے منبر تشریف فرما ہوے اور فرمایا
کیا ہوا ہے اس قوم کو جو گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت بے سود ہے حالانکہ ہر سبب و نسب منقطع ہوگا
بروز قیامت لیکن میرا سبب و نسب کہ دنیا و آخرت دونوں میں موصول ہے۔

اب تو آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ سب کرشمے حضرت عمر ہی کے تھے یا انکے ساتھیوں کے جو قرابتمندی
رسول اللہ پر طعنہ زن ہوتے اور اُسکو بے حقیقت سمجھتے جسپر کہ خطبہ حضرت نے فرمایا اور سمجھایا مگر نہ سمجھے
یہاں سے اسکا بھی پتہ ملا ہوگا کہ ان لوگوں کے دل میں حضرت سے کتنی عقیدت تھی کہ حضرت کو
بلفظ محمد یاد کرتے اور رسول اللہ کہنا بھی ناگوار تھا۔ اہل سنت غور کریں یہ تو انکی ایمانداری
و دینداری کی نشانی تھی مگر اسکا کیا جواب ہے کہ ان حضرات نے انسانی رحم و ہمدردی کو بھی خاندان
رسول کیلئے بالائے طاق رکھدیا تھا۔ کہاں تو حضرت صفیہ اس مصیبت میں مبتلا ہیں کہ بیٹا مرگیا ہے
رو رہی ہیں جس پر رسول اللہ تسلی و تشفی کے کلمات فرماتے ہیں۔ اُسی حالت میں حضرت عمر
طعنہ دیتے ہیں کہ قرابتمندی رسول سے تمکو کوئی فائدہ نہیں۔ نہ معلوم آخر انکے ذہن میں

وہ کون سی چیز تھی جو مفید ہوتی۔ کیا کفر و نفاق و سلطنت ہی کو انھوں نے بخشایش کا بھی ذریعہ سمجھا تھا۔ مگر یہ تو جب ہوتا کہ قیامت پر ایمان لائے ہوتے انکو دنیا کے سوا اور کسی چیز سے کب کچھ مطلب تھا جو فرمان رسول پر ایمان لاتے۔

بہرحال اگر وہ حدیثیں تسلیم کر لیجائیں تو وہ بھی انھیں احادیث میں داخل ہونگی جو در بارہ محبت و عداوت اہل بیت مروی ہیں اور وجہ بہ لفظ اصحابی یاد کرنے کی یہ ہے کہ جو صحابہ ہمراہیان جناب امیرؑ سے تھے اُنسے بھی وہ صحابہ اہل سنۃ اُسیطرح عداوت رکھتے جیسا کہ اہل بیت کی عداوت اُن کے سینہ میں بھری تھی۔ چنانچہ حال عداوت عثمان با عمار سابقاً مرقوم ہوا۔ اور تمامی احادیث اہل سنت میں مرقوم ہے کہ حضرت نے فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا ہے چار آدمی کی محبت کا جناب امیرؑ ابوذر سلمان مقداد اور بروایتے عمار۔ پس یہی لوگ اکابر صحابہ ہیں جنکی عداوت کی ممانعت رسول اللہؐ نے فرمائی اور اُنسے بغض و عداوت کو اپنی عداوت قرار دی۔

اور اگر اہل سنۃ کسیطرح ان احادیث کو نہ قبول کریں نہ اور کسی تاویل کو مانیں صرف ابن حجر مکی ہی کی تاویل کو قبول کریں تب بھی انکو لازم ہوتا ہے کہ معویہ سے عداوت و بغض رکھیں جو فتح مکہ کے بعد ظاہری مجبوری اسلام لایا اور اُسنے ایذا دی جناب امیرؑ و عمار و مالک اشتر و امام حسنؑ و امام حسینؑ و ابن عباس کو جن پر لعن و سب و شتم کیا مدۃ العمر۔ پھر اُسکے لعن کرنے میں اہل سنۃ کو کیا عذر ہے جو نہیں قبول کرتے۔

بہرحال چونکہ یہاں بحث معویہ سے متعلق ہے جسکے کفر و نفاق و ملعونیت کو ہم ہزارہا دلیلوں سے ثابت کر چکے لہذا یہاں مختصر طور پر صرف اُسپر لعنت کرنے کے واجب ہونے کو بیان کرتے ہیں وما علینا الا البلاغ۔

پہلے آیۃ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔ مگر پرانی تفسیریں نہیں محدثین کے ناس زمانہ کی اردو تفسیروں میں جسکے بارے میں امام طبری اپنی تاریخ میں ناقل ہیں فما لعنھم اللہ بہ علی لسان نبیہ ص و انزل بہ کتابا قولہ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن ونخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا ولا اختلاف بین احد انہ اراد بھا بنی امیہ حصہ ثالثہ یعنی منجملہ اُسکے کہ لعنت کیا ہے خدا نے اُن لوگوں پر

بزبان نبی اپنے اور نازل کیا کتاب قول اُس تعالیٰ کا والشجرۃ الملعونۃ ہر کہ نہیں خلاف ہے اسمیں کسیکو کہ مراد اس سے بنی امیہ ہیں اور کتاب روضۃ المناظر علامہ ابو الولید محمد بن شحنہ میں ہے جو حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر مصر میں چھپی ہے واظہر سب معویہ وابیہ وابنہ وصحح ان المفسرین اتفقوا علی ان المراد بالشجرۃ الملعونۃ فی القرآن بنو امیہ ص۱۶۵ جلد ۱۱ کامل یعنی معتضد باللہ خلیفہ عباسی نے ظاہر کیا سب معویہ کو اور اُسکے باپ اور بیٹے کو اور بطور صحیح ثابت کیا اس امر کو کہ اتفاق کیا ہے مفسرین نے کہ شجرہ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔ دوسرے ومنہ قولہ وقد راٰہ مقبلا علی حمار ومعویہ یقود بہ ویزید ابنہ یسوق بہ لعن اللہ القائد والراکب والسائق طبری یعنی دیکھا رسول اللہ نے ابو سفیان کو ایک گدہے پر آتا ہوا کہ معویہ آگے کھینچتا تھا اور یزید بھائی اُسکا پیچھے سے ہانکتا تھا تو فرمایا رسول اللہ نے خدا لعنت کرے کھینچنے والے پر اور سوار پر اور ہکانے والے پر۔ تیسرے قول جناب امیر اللھم العن معویہ وعمرا خدایا لعنت کر معویہ و عمر عاص پر کامل۔ چوتھے قول امام حسنؑ جو روبرو معویہ کے وہ حدیث رسولؐ نقل فرمائی جسمیں حضرت نے ابو سفیان و معویہ و یزید پر ساتھ لعنت کی تھی۔ پانچویں ایضاً قول امام حسنؑ بمقابلہ معویہ کہ خدایا لعنت کر اُسپر جو ہم دونوں میں بد نسب اور کافر و منافق ہو جسپر تمام صحابہ و تابعین نے لفظ آمین کہنا شروع کیا۔ چھٹے قول امام حسینؑ کہ معویہ علیہ اللعنہ تھا۔ ساتویں لعنت و بددعا کرنا حضرت عائشہ کا معویہ پر لعنہا نہ کے۔

آٹھویں لعنت کرنا حضرت عقیلؓ کا جو ابن عم الرسولؐ اور صحابی ہیں معویہ پر۔

نویں لعنت کرنا ابن عباس صحابی کا معویہ پر درباره ترک سنت تلبیہ جو حدیث میں ہے۔ دسویں قیس بن سعد صحابی کا معویہ کو طاغوت کہنا و انت وثنی بن وثنی تو بت ہے بت اور بت پرست کا بیٹا ہے گیارھویں سمرہ صحابی کا لعن اللہ معویہ کہنا بارھویں عبد اللہ بن عمرو عاص صحابی کا لعنت کرنا معویہ پر تیرھویں زیاد کا معویہ کو کہف النفاق کہنا چودھویں محمد بن ابی بکر صحابی کا معویہ کو انت اللعین ابن اللعین کہنا پندرھویں خلیفہ ہادی کا معویہ کو من اھل بیت اللعنۃ کہنا سولھویں ہارون رشید کا ایک کتاب درباره لعن معویہ لکھنا سترھویں معتضد باللہ خلیفہ عباسی کا ایک کتاب لکھنا درباره لعن معویہ جو سابق

لکھا گیا اشتہار ہو میں شاہ عبد العزیز صاحب کا بذیل ملاعین دو مرتبہ یاد کرنا معویہ کو جیسا
کہ آیندہ مذکور ہوگا۔

یہ سب تو صریحی لعنتیں ہیں علاوہ اُن اسباب لعن کے جو ضمناً و استنزاماً مذکور ہوئے
اسپر بھی اگر کوئی قبول نہ کرے تو وہ صریح مخالف احکام خدا و رسول و صحابہ ہوگا اور
تارک اُس فریضہ کا جسے جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے لوازم سنت و محبت
اہل بیت و فرائض ایمان سے بتایا ہے

بعد اس تقریر شافی کے در بارہ وجوب لعن معویہ ضرورت جواب جواب رابع نہ تھی مگر اتماماً للحجہ مختصر طور
پر ان اقوال مخاطب کی حقیقت ظاہر کیجاتی ہے **قولہ**

جواب رابع الخ

دلائل بالا کا حال تو آپکو معلوم ہو چکا کہ اگر آپ سمجھکر اپنی ایک ایک دلیل کی تصدیق کریں تو مذہب
اہل سنت سے آپکو نکلکر وہ مذہب اختیار کرنا پڑے جو اسلام سے خارج ہو کیونکہ بنص رسول ثابت
کر دیا گیا معویہ صحابی نہیں ہے مومن نہیں ہے نہ دین اسلام پر اُسکی موت ہوئی - اب ان روایات
لعن پر توجہ فرمائیے اور دیکھیے کیا نتیجہ ملتا ہے؟

آپکی ان سب باتوں کا خلاصہ اسیقدر ہے کہ سب و لعنت کرنیوالا مومن نہیں رہتا اور سب صحابہ کفر ہے
اب اس عقیدہ پر آپ پختہ طور سے قایم رہیے اور تزلزل و تذبذب کو راہ نہ دیجیے اور انکار
نہ کیجیے گا خوب سمجھے رہیے اور مستقل رہیے جسکا پہلا نتیجہ آپکو یہ ملیگا کہ حضرت ابوبکر کے ایمان
سے آپکو انکار کرنا پڑے گا۔

کیونکہ تاریخ الخلفا میں ہے واخرج ابن عساکر عن المقدام قال استب عقیل
بن ابیطالب وابوبکر قال وکان ابوبکر سبابا الخ صفحہ ۳ یعنی روایت کی ہے
ابن عساکر نے کہ گالی گلوج کیا عقیل اور ابوبکر نے اور تھے ابوبکر بڑے گالی دینے والے
جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب بڑے گالی دینے والے تھے تو حسب روایات مقبولہ آپکے وہ
ایمان سے نکل گئے کیونکہ لیس المومن بالطعان واللعان کو آپ ہی نے لکھا ہے
تو وہ سب گالی کبھی ان پر لوٹ آئی - اور صفت مشہودیت و مشفوعیت سے بھی نکلے -

مومنیت سے بھی خارج ہوئے۔ مستحق لعنت بھی ہوئے کہ خدا و ملائکہ اور سب آدمی کی لعنت
برسی۔ کیونکہ حضرت عقیل صحابی رسول ؐ و برادر عم زاد نبی ہیں۔ جس سے ابوبکر صاحب پر دو
الزام آیا ایک یہ کہ سب صحابی کیا۔ دوسرے یہ کہ سب قرابت مند رسول ؐ کیا۔ جسکا مواخذہ
علیحدہ ہے اور مستحق کوڑہ کھانے کے ہوئے بحسب روایات۔ بقول آپکے
یہ سبابی حضرت ابوبکر کی ایسی تھی کہ انکی گالیوں سے نہ قرابت مندان رسول ؐ کو امان ملتی تھی
نہ کافر نکو نہ خود انکے جانی دوستونکو۔ چنانچہ حضرت عقیل کو گالی دینا تو آپنے ملاحظہ کیا
اب عروہ بن مسعود ثقفی مشرک کو گالی دینا ابوبکر کا مدارج النبوۃ میں ملاحظہ کیجیے
کہ عروہ را دشنام داد و بتان او را اہانت رسانیدہ۔ حالانکہ یہ عروہ مشرکین قریش کا سفیر
و ایلچی بنکر آیا تھا۔ صلح حدیبیہ میں بغرض مصالحہ۔ اُسنے اثنار تقریر میں صحابہ اہل سنت کی یہ
تعریف کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ آپکو ان چند اوباشوں کا جو آپکے گرد جمع ہیں ضرور تجربہ ہوا
ہوگا کہ وہ وقت پر کسقدر ثابت قدم رہے ہیں۔ اس جملہ نے ابوبکر صاحب کو ایسا
بھڑکایا کہ عروہ کو گالیاں سنائیں۔
یہاں تو آپ کہینگے کہ عروہ کافر تھا اسلیے گالی دینا جائز ہے مگر حضرت عمر کے ساتھ جو بےادبی
کی اُسکے نسبت کیا ارشاد ہوگا کیونکہ بوقت روانگی لشکر اسامہ بعد وفات رسول ؐ جب
حضرت عمر نے آکر خلیفہ سے کہا کہ اہل لشکر اسامہ کی سرداری کو نہیں پسند کرتے تو ابوبکر صاحب
اُچھل پڑے اخذ بلحیۃ عمر و قال ثکلتک امک یابن الخطاب اجبار فی
الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام کامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۹
یعنی داڑھی عمر کی پکڑ کے گھسیٹی اور کہا تیری ماں تجھے پیٹے اے پسر خطاب جاہلیت میں تو جبار تھا
اور اسلام میں ذلیل و خوار ہو گیا۔ کیوں صاحب کیا یہ گالی نہیں ہے اور اس گالی سے حضرت
ابوبکر اُن احادیث کے مصداق نہیں بنے جنھیں آپ نے دربارہ سب صحابہ نقل کیا۔
اسکے بعد حضرت عمر پر بھی تبرا کرنا آپ پر لازم ہوگا جو شاید کسیطرح گوارا نہو مگر چارہ بھی نہیں ہے
کیونکہ حسب روایات مذکورہ صدر آپکے حضرت ابوبکر نے ایک ہی صحابی کو گالی دی تھی بخلاف حضرت
عمر کے جو عام طور پر لعنت کیا کرتے تھے۔ وہ بھی کسپر کہ جو خلیفہ صاحب سے کوئی مسئلہ دریافت

کرتا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا صفحہ ۱۲۸ مقصد دویم اور رسالہ انصاف صہ
میں تحریر فرماتے ہیں قال ابن عمر لا تسال عما لم یکن فانی سمعت عمر بن الخطاب
یلعن من سال عما لم یکن کہا ابن عمر نے نہ سوال کرو اُن باتوں سے جو ابھی نہیں ہوئیں
کیونکہ ہمنے سنا ہے عمر بن الخطاب کو کہ لعنت کرتے تھے اُسپر جس نے پوچھا اُس بات سے کہ ابھی نہیں
ہوئی تھی۔ شاہ صاحب نے اس روایت کو مذہب فاروقی کے بیان میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ
اُن کا مذہب تھا۔ تو اب فرمائے یہاں یہ شعر پڑھا جائیگا یا نہیں سے

دشنام بمذہبیکہ طاعت باشد ؛ مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ شیعوں کے لئے تو اسطرح ممانعت کیجاتی ہے کہ کسی پر لعنت نہ کریں
یہانتک کہ معٰویہ و یزید و شمر پر بھی لعنت جائز نہیں۔ اور خلیفہ دوم کے لئے یہ لعن ایسا حلوا
بے دود ہو کہ ہر مسئلہ پوچھنے والے پر لعنت کریں خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی جو تابعی تھے۔
یہاں اہل سنت یہ جواب دیسکتے ہیں کہ جب خلیفہ نے مکرر اعلانوں میں ظاہر کیا کہ کل الناس
افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال یعنی عمر سے پڑھکر ہر شخص جاننے والا ہے پردہ نشین عورتیں بھی۔ تو ایسی حالت میں کسیکا سوال کرنا بجز عاجز کرنے اور دق کرنے کے کس بات پر محمول ہو سکتا ہے
اور اُسکا جواب بجز لعنت کیا ہے؟

ہم سے شیعہ یہ عذر قبول کر لینگے مگر پھر یہ استفسار ہو گا کیا اسکی اجازت کتاب و سنت میں بھی ہے
کہ اگر کوئی جواب مسئلہ نہ جانتا ہو یا جواب دیسکتا ہو تو وہ لعنت کر سکتا ہے۔ ہمکو تو ابھی تک کوئی آیت
اور حدیث اس بارہ میں نہیں ملی۔ بلکہ صریحی حکم قرآن میں موجود ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم
لا تعلمون یعنی سوال کرو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ہو جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ صاحب کو
حکم تھا کہ اگر نہیں جانتے تھے تو پوچھتے نہ یہ کہ لعنت کرتے۔

بہر حال کیا اس لعنت عمری کے بعد بھی حضرات اہل سنت لعنت کرنے کو ناجائز ہی بتلائینگے اور
تراویح کے برابر بھی اس سنت کو نہ قبول کرینگے اور اگر ابھی شوق باقی ہو دلائل جواز لعن اور سب و
شتم کے نسبت تو حضرت عباس عم رسول کا بجق خلیفہ دوم یہ جملہ فرمانا اعضك الله
بظر امك کنز العمال میں ملاحظہ فرمائے جسکا ترجمہ میں نہیں کر سکتا آپکے علما بتا دیں گے

دریافت کیجیے۔ اور اگر آپکو ان صحابہ کی تقلید نہیں منظور ہے معٰویہ ہی صاحب کی اقتدا مطلوب ہے تو تاریخ کامل میں ملاحظہ کیجیے بذیل ذکر اخراج حضرت ابوذر صحابی شام سے مدینہ کیطرف اور مدینہ سے ربذہ کیطرف ولقد ذکر فی سبب ذلک امور کثیرۃ من سب معویہ ایاہ وتہدیدہ بالقتل ص ۴۳ جلد ۳

کہ بہت سی باتیں اس بارہ میں مذکور ہیں منجملہ انکے یہ ہے کہ معویہ نے گالی دی ابوذر کو اور قتل کی دھمکی دی۔ تو اگر گالی دینا صحابہ کا حسب روایات آپکے موجب تکفیر ولعن وجلد ہے تو جھٹ پٹ معٰویہ کی تکفیر ولعن کے قصہ کو طے کیجیے کہ یہ مرحلہ طے ہو جائے۔ کیونکہ خود انہوں نے سب صحابی کیا ہے اور اگر ان سب آیات اور احکام واحادیث کو بھی نہیں مانتے تو اپنے ہی مقبول حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جن میں یہ حکم ہے کہ "صحابہ پر جو لعنت کرے اُس پر تم بھی لعنت کرو" کہ اس سے جواز لعن ثابت ہوا یا نہیں۔ پس مطابق اس حدیث کے دربارہ معٰویہ کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ کیونکہ اسکا لعنت کرنا جناب امیرؑ ابن عباس مالک اشتر سعد بن قیس جناب امام حسنؑ امام حسینؑ پر آپکی کتابوں سے بخوبی ثابت ہے جو صحابی تھے۔ تو کیا آپ اپنی مقبول حدیثوں سے بھی معٰویہ صاحب کی طرفداری میں دست بردار ہو جائینگے؟

قولہ اسی طرح مجلسی الخ تذکرۃ الائمہ کے نسبت ملا محمد باقر مجلسیؒ کیطرف غلط ہے اور جو عبارت نہج البلاغۃ سے نقل کی ہے اُسکا صاف مطلب آپ پر ظاہر ہو گیا کہ لعنت کرنا جائز ہے مگر از راہ اخلاق منع فرمایا انی اکرہ جسکو بے شبہ ہم لوگ شیعہ بھی قبول کرتے ہیں کیونکہ ہم لوگ انکا احکام قرانی واحادیث نبویؐ واہل بیت طاہرینؑ پر عمل ہے۔ جسقدر لعنت کی اجازت دی ہے اُس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جسقدر ممانعت فرمائی ہے اُسیقدر امتناع کرتے ہیں۔

قولہ سبحان اللہ عجب اخفار رازیست۔ اقول معلوم ہوتا ہے آپ نے اصحاب جناب امیرؑ کو اہل کوفہ ہی میں منحصر کیا ہے تو مکہ مدینہ میں کے لوگ کو کیا کہئے گا جو حضرت کے ساتھ شریک جہاد تھے کیا وہ اصحاب نہ تھے۔ اور انکو فی لا یوفی کی تصدیق آپکو جب ہوتی کہ جانتے کوفے بنوانے والے حضرت عمر ہیں جنکے حکم سے یہاں چھاؤنی قائم ہوئی اور وہ لوگ ایسے سرکش ومتمرد تھے کہ نہ حضرت عمر کو آرام لینے دیا نہ حضرت عثمان کو نہ جناب امیر علیہ السلام کو۔

دیکھئے انھیں کوفیوں میں آپکے امام ابوحنیفہ ہیں جو حسب روایات آپکے باعث قتل حضرت زید شہید ہوئے کہ بیعت کر کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جناب امام جعفر صادق کے عاجز کرنے کیلئے ۴۰ مسئلے سخت نکالے جس میں وہ خود ذلیل ہوئے حالانکہ آپلوگ انکو شاگرد امام علیہ السلام کہتے ہیں تو اس استاد کشی و محسن کشی و نمک حرامی پر بھی وہ لایوفی کے مصداق نہ ہوئے۔

قولہ پس ان احادیث مذکورہ سے عدم جواز لعن وطعن اوپر معاویہ رض کے بخوبی ثابت ہوا واثبات صحابیت بدرجۂ غایت ونہایت دررسیدہ صدارضی اللہ عنہ برکافۂ اہل انام واجب ولازم گردید کمالا یخفیٰ۔

اقول یہاں تو آپ نے آدھا تیتر آدھا بٹیر کر دیا کہ دیسی بولتے بولتے ولایتی بنگلے کہ اردو فارسی ملادیا۔ بہرکیف ایمان وکفر معٰویہ کا حال تو آپکو بخوبی معلوم ہوگیا۔

قولہ اور آیہ کریمہ ومن یرتد منکم الخ بسر وچشم مانتا ہوں اگر حالت ارتداد میں مرگیا ہو اور آیہ شان میں حضرت معاویہ رض عنہ کے لانا محض غلط ہے۔

اقول اس آیہ کریمہ کے نسبت جو آپنے ایک بے ربط تقریر کی ہے۔ پس دلیل کمال عقلمندی ہے کیونکہ یہ تقریر آپ کی خوشی کے لئے لکھی گئی تھی کہ اگر بقول آپ کے معٰویہ صاحب اسلام بھی لائے تو بسبب اپنے اعمال زشت کے مصداق اس آیہ کے ہوئے۔ ورنہ ہمنے تو ثابت کر دیا کہ معٰویہ صاحب کسیوقت ایمان نہ لائے۔ اور جو ظاہری اسلام بھی مجبور ہو کر قبول کیا تو بسبب ان افعال قبیحہ کے مرتد ہوئے۔ جیسا کہ قبل مذکور ہوا۔ یاد کیجئے وہ حدیث جو صواعق محرقہ سے لکھی گئی ومن سب اہل بیتی فانما یرتد من اللہ ومن الاسلام صلعم یعنی فرمایا حضرت نے جو گالی دے لعنت کرے میرے اہل بیت پر وہ مرتد ہوا خدا سے اور اسلام سے پھر ارتداد معٰویہ میں آپکو کیا عذر ہے جبکا گالی دینا اور لعنت کرنا جناب امیر پر آپکی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ مگر آپ کو اب میں صریح حدیث رسول اللہ ص دکھاتا ہوں تاریخ طبری میں ہے ان رسول اللہ ص قال یطلع من ھذا الفج رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی فطلع معٰویہ یعنی فرمایا رسول اللہ ص نے نکلیگا اس مقام سے ایک مرد ہماری امت سے جو حشر کیا جائیگا غیر ملت پر میرے پس نکلا معٰویہ۔ دیکھئے رسول اللہ ص تو یوں صاف فرمائیں کہ اسکا حشر ہماری ملت پر نہ ہوگا۔

اور آپ اُسکے ارتداد سے انکار کرتے ہیں۔
آپ فرمائے معٰویہ صاحب جو ملت رسولؐ سے خارج تھے تو کس ملت پر تھے یہودی تھے یا نصرانی یا مشرک؟
یا رسول اللہؐ ہی کی معاذ اللہ تکذیب فرمائینگے۔
افسوس صد افسوس کہ آپ مسلمان ہو کر حدیث رسولؐ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اُس زمانہ کے
نصرانی تک اس مضمون سے واقف تھے اور ایمان رکھتے تھے۔
چنانچہ محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے مرض معٰویۃ فدخل الیہ طبیب فقال لاباس
علیك تبری فبری ثم مرض معٰویۃ فدخل الیہ نصرانی وقال عندنا
تعویذ من علق علیہ یبرء من علۃ فاخذہ وعلق علیہ فدخل علیہ الطبیب
فخرج فقال انہ میت لامحالہ فمات من لیلتہ فقیل للطبیب فی ذلك فقال
روی عن امیر المومنین ان معٰویہ لا یموت حتے یعلق علی عنقہ صلیبا و التعویذ
الذی کان علیہ صلیب فعلمت انہ یموت یعنی جب معٰویہ بیمار ہوا تو طبیب نے آکر ایک
دفعہ ملاحظہ کیا اور کہا کچھ حرج نہیں اچھے ہو جاؤ گے چنانچہ اچھا ہو گیا دوبارہ بیمار ہوا تو ایک
نصرانی آیا اور اُسنے کہا ہمارے پاس ایک ایسا تعویذ ہے جو گلے میں ڈالے وہ اچھا ہو جائے معٰویہ نے وہ
تعویذ لیکر گلے میں ڈال لیا بعد اُسکے طبیب آیا جب معٰویہ کے پاس سے اُٹھا تو باہر جا کر کہدیا کہ
اب معٰویہ ضرور مرجائیگا چنانچہ اسی رات کو مر گیا لوگوں نے اُس طبیب سے پوچھا کہ تمنے کیونکر جانا کہ
معٰویہ آج ہی مرجائیگا طبیب نے کہا کہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے معٰویہ
جب تک اپنی گردن میں صلیب نہ لگائیگا نہ مریگا یہ تعویذ جو اس نصرانی نے دیا تھا وہ صلیب تھی
جس سے ہمکو یقین ہوا کہ اب معٰویہ مرجائیگا۔
دیکھیے جو خبر رسول مقبولؐ
اس روایت سے تصدیق قول رسول اللہ ثابت ہوئی یا نہیں
دے گئے تھے کہ حشر اسکا میری ملت کے سوا دوسری ملت پر ہوگا۔ اُسی کے مطابق جناب امیرؑ
نے بیان کیا۔ اور ان حضرات کے اخبار ایسے راست و حق ہوتے تھے کہ کفار تک اُسکو صحیح
مانتے تھے۔ مگر خدا رحم کرے مسلمانوں پر جنکو اس نصرانی کے برابر بھی ایمان نہیں۔
اور دوسری آیہ کریمہ کیف یھدی اللہ قوما کفروا الخ سے آپ شلبہ کرتے ہیں

کہ جناب باری میں بعد ارتداد کے توبہ قبول نہوگی۔

اقول جناب من اگر توبہ کا باب ایسا وسیع کر دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ آپ کفار و مشرکین کی مغفرت کا بھی دعوی کیجئے۔ کیونکہ شاید انھوں نے بھی مرتے وقت توبہ کی ہو۔ ایسی ہی باتوں نے تو آپکے محی الدین عربی کو دھوکہ میں ڈالا ہے جو اسکے قائل ہوئے کہ فرعون مومن تھا اور آپکے امام ابو حنیفہ صاحب نے اسکا دعوی کیا کہ ایمان ابو بکر و ایمان ابلیس ایک ہے (مختصر تاریخ خطیب بغداد مصنفہ حکیم بن حزلہ)

توبہ توبہ یہ کیسے گندہ خیالات آپ لوگوں کے دماغ میں جمع ہو گئے ہیں۔ کہ نہ فرمان خدا پر ایمان ہے نہ احکام رسولؐ پر۔ کہیں تو آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ سب صحابہ ایسا گناہ ہے کہ اسکی توبہ نہیں اور کہیں شرب خمر بغاوت امام برحق و قتل صحابہ و سب جناب امیرؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کو ایسا ہلکا گناہ تصور کرتے ہیں کہ وہ بھی توبہ سے اسکی مغفرت کا دعوی کر بیٹھے ہیں۔ بھلا فرمائیے جب توبہ کا دروازہ ایسا وسیع ہو جائیگا تو پھر دنیا میں امن و امان کیونکر رہ سکتا ہے۔ گناہوں سے کون بچ سکتا ہے۔ آنکھ بند کرکے گناہ کرتا جائیگا کہ خدا تو بخش ہی دیگا۔ خیر جب آپکے مذہب میں فرعون بخشا جائیگا اور ابن ملجم مجتہد تھا۔ در بارہ قتل جناب امیرؑ اور مستحق اجر ہے۔ تو معویہ و یزید کو بھی ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں یہاں آپنے آیہ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کو بھی بے محل لکھا ہے جسکو نہ یہاں کوئی ربط ہے نہ اسکا کوئی تعلق نہ اسکی کوئی توجیہ آپ نے بیان کی۔ مگر میں تبرعاً اسکی تفسیر بھی عرض کر دیتا ہوں۔

دیکھئے شاہ عبد العزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں اسی آیہ کے متعلق سوال کے جواب میں اجماع علما منعقد است بر آنکہ خلود در نار خاصہ کفر است مطلقاً خواہ شرک باشد یا انکار نبوت یا انکار احکام قرآن ہیچ تفاوت نیست و آنکہ آیہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء مراد از لفظ ما دون ماسوے نیست بلکہ ادون و اسفل مراد ہست یعنی انچہ کمتر از شرک باشد و اقسام کفر کمتر از شرک نیستند جس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال محض غلط ہے کہ صرف مشرک ہی نہ بخشے جائینگے۔ بلکہ دیگر اقسام کفر والے اشخاص بھی مثل مشرکین کے مغفرت سے محروم ہیں چنانچہ شاہ صاحب بعد اسکے فرماتے ہیں لیکن قرآن منحصر در آیہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ تا آخر آیہ نیست۔ بلکہ آیہ ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین نیز داخل قرآن است و باین سبب شیخ عبد الحق بکفار مطلق آیہ را در ترجمہ مشرکین نوشتہ۔ جس سے معلوم ہوا دیگر اقسام کفر بھی مطابق اس آیہ کے

قیامت میں و ایضاً صفحہ ۴۱۲ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس المومنین بالطعان ولا باللعان ولا بالفاحش ولا بالبذی رواہ الترمذی ترجمہ مروی ہے ابن مسعود سے کہا فرمایا رسول اللہ نے نہیں ہے مومن ساتھ طعان اور لعان اور فحش وغیرہ کے روایت کیا اسکو ترمذی نے وعن فاطمۃ الزہرا و ابن عباس من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ترجمہ مروی ہے سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہ جسنے گالی دی اصحاب رسول کو اوپر اُسکے لعنت اللہ اور ملائکہ اور تمامی آدمی کا ہے وفی الطبرانی عن علی من سب الانبیاء قتل ومن سب اصحابہ جلد ترجمہ علی کرم اللہ وجہہ نے کہ جو شخص گالی دیگا انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا جاوے اور جو شخص گالی دیگا اصحاب رسول صلعم کو دُرہ مارا جاوے گا اور مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۵۵۴ میں مرقوم ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم ترجمہ مروی ہے ابن عمر سے کہ کہا ابن عمر نے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جبکہ آوے تمکو وہ لوگ جو گالی دیتے ہیں اصحاب کو میرے پس کہو تم لعنت اللہ کی اوپر بدی کے تمہاری اور حضرت علی اللہ وجہہ نے (مسلمانان اہل شام کو لعن سے حضرت معاویہ کے منع صریح فرمایا جیسا کہ مقاصد میں ہے نہی عن لعن اہل الشام وقال اخواننا بغوا علینا یعنی منع کیا حضرت امیر علیہ السلام نے لوگونکو لعنت کرنے سے اہل شام کے اسیطرح مجلسی نے کہ بیچ ازجملگان اہل تشیع سے ہے اپنے کتاب تذکرۃ الائمہ میں لکھا ہے کہ اہل کوفہ شامیاں را لعنت میکردند و معاویہ را دشنام میدادند پس جناب امیر منع فرمود از لعنت کردن و دشنام دادن یعنی اہل کوفہ اہل شام کو اور معاویہ کو لعنت کرتے تھے اور گالی دیتے تھے پس

ہوجائیں اور جتنے منافع اطلاقی ہیں اس لعن میں۔ وہ سب درہم برہم ہوجائیں غلطی جو لعنت کی ہو
تو ظاہر ہے ظلم پر کافر پر کاذب پر موذی خدا و رسول پر جاہل کفر و کذب و ایذا پر جو معانی مصدریہ ہیں
کہ بالذات نہیں قائم ہیں۔ بلکہ بالشخص قائم ہیں پس صفت پر لعنت کرنا اور اصل شخص کو محفوظ رکھنا۔
صریح مخالفت خدا و رسول ہے بالیں ہمہ میں چند اقوال رسول یہاں لکھتا ہوں جنسے معلوم
ہوجائیگا کہ حضرت نے نام لیکر بھی لعنت کی ہے اور صحابہ نے بھی بتخصیص نام سب و لعنت کی
ہے جسکے بعد مسلمانوں کو کوئی عذر نہ رہے۔

(۱) انہ ؐ سب الذین انھزموا یوم احد و فیھم عثمان حیاۃ القاری
یعنی حضرت نے گالی دی ان لوگونکو جنھوں نے فرار کیا بروز احد جنمیں عثمان بھی تھے۔ طبری صلا ۱۲ تاریخ
(۲) فرمایا رسول اللہ نے بحق عبد اللہ بن ابی بن سلول خلوھم لعنھم اللہ و لعنہ معھم
(۳) بحق ملوک اربعین کہ اسلام لاچکے تھے لعن رسول اللہ الملوک الاربعۃ تاریخ طبری
(۴) مشکوۃ میں ہے ان رسول اللہ اذا اراد ان یدعوا علی احد او یلعن قنت بعد الرکوع
(۵) اور استیعاب میں ہے کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں اشھد ان رسول اللہ لعن اللہ اباک
وانت فی صلبہ (بحق مروان)
(۶) اور حیوۃ الحیوان میں ہے روی الحاکم فی کتاب الفتن والملاحم من المستدرک
عن عبد الرحمن بن عوف رض قال کان لا یولد لاحد مولود الا اتی بہ رسول اللہ
فیدعو لہ فادخل علیہ مروان بن الحکم فقال ھو الوزغ بن الوزغ الملعون بن
الملعون ثم قال صحیح الاسناد ثم روی ایضا عن عمرو بن مرۃ الجھنی وکانت
لہ صحبۃ ان الحکم بن ابی العاص استاذن علی النبی ؐ فعرف صوتہ فقال ائذنوا لہ
علیہ و علی من یخرج من صلبہ لعنۃ اللہ الا المومن منھم و قلیل ما ھم
پس ان روایات سے بخوبی ظاہر ہے کہ رسول اللہ نے نام لیکر بھی اشخاص معینہ قابل لعن پر لعنت فرمائی ہے
بلکہ قبل از صدور جرم معصوم بچہ پر لعنت کی ہے جو لوگ انکا ولادے ہوں تا قیامت ان پر لعنت
فرمائی ہے۔ تو وہ شبہ بھی اہل سنت کا باطل ہوگیا جو تخصیص نام کے لعن کے بارے میں ہوتا تھا اور
تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں ہے و ذکر الواقدی ان علیا انما ولی الاشتر

بعد قتل محمد لما التقوا و ترجل محمد و قاتل فتفرق عنه اصحابه فاوى
الى خربة فاخذ وجئ به الى معوية بن جديج و هو صائم عطشان فمنعه
الماء فقال ابن اليهودية المناجية فجعله على الله فقتله و القاه في جوف
جيفة حمار۔ ثم حرقه فلما بلغ ذلك عائشه بكت بكاء اشديدا و كانت تدعوا
في صلاتها على معوية و عمرو و لما بلغ ام حبيبه اخت معوية بن ابي سفيان
قتل محمد و تحريقه شوت كبشا و بعثت به الى عائشه تشفيا بقتل محمد
بطلب دم عثمان فقالت عائشه قاتل الله ابنة العاهرة والله لا اكلت شواء
ابدا و بلغ عليا قتل محمد فبكى بكاء شديدا و تاسف عليه و لعن قاتله انتهى

یعنی جب محمد بن ابی بکر کو قتل کیا معویہ بن جدیج نے اور انکے جسم کو گدھے کی کھال میں رکھکر جلادیا
تو خبر حضرت عائشہ کو پہونچی۔ بہت روئیں اور ہمیشہ نماز میں معویہ و عمرو عاص پر بددعا
کرتی تھیں اور جب ام المومنین سفیان ام حبیبہ خواہر معاویہ نے سنا تو انہے ایک گوسفند ذبح کیا
اور برشتہ مسالہ اسکا عائشہ کے جلانے کو بھیجا تو عائشہ نے کہا خدا لعنت کرے دختر زن
زناکار پر واللہ اب کبھی نہ کھاؤنگی بریانی اور جب جناب امیر نے خبر شہادت محمد سنی تو بہت
روے اور تاسف کیا اور قاتل محمد پر لعنت کی۔

پس اس عبارت سے شبہہ بھی دفع ہوگیا کہ ام المومنین پر نہیں لعنت کرنا چاہئے کیونکہ آپنے دیکھا ایک
ام المومنین نے دوسری ام المومنین پر بالخصوص لعنت کی ہے اور نیز چند صحابی پر بتخصیص
لعنت و بددعا کی ہے جیسے معاویہ و عمرو عاص کا نام مذکور ہے۔

اور چونکہ سابقاً مرقوم ہوا اوثق ترین عروہ ایمان اور افضل اعمال الحب للہ والبغض للہ
ہے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحقین لعنت پر لعن کرنا افضل الاعمال ہے۔ یہی سبب ہے کہ شاہ
عبد العزیز صاحب اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں بجواب سوال خامس آنکہ مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن
و بدل از و بیزار بودن خصوصاً در سلوکیکہ بحضرت امام حسین و اہل بیت می نمود و عداوت مستقره
ازاں بزرگواراں در دل داشت از لوازم سنت و محبت اہل بیت است کہ از جملہ افضل ایمان است
جس سے چند باتیں ظاہر ہوئیں اول یہ کہ صحابی پر بالخصوص لعن کرنا جائز ہے کیونکہ مروان صحابی

اور آپ اُسکے ارتداد سے انکار کرتے ہیں۔
آپ فرمائے معٰویہ صاحب جو ملت رسول ؐ سے خارج تھے تو کس ملت پر تھے یہودی تھے یا نصرانی یا مشرک؟
یا رسول اللہ ہی کی معاذ اللہ تکذیب فرمائینگے۔
افسوس صد افسوس کہ آپ مسلمان ہوکر حدیث رسول ؐ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اُس زمانہ کے
نصرانی تک اس مضمون سے واقف تھے اور ایمان رکھتے تھے۔
چنانچہ محاضرات امام راغب اصفہانی میں ہے مرض معٰویۃ فدخل الیہ طبیب فقال لاباس
علیک تبری فبری ثم مرض معٰویۃ فدخل الیہ نصرانی وقال عند نا
تعویذ من علق علیہ یبرء من علۃ فاخذہ وعلق علیہ فدخل علیہ الطبیب
فخرج فقال انہ میت لا محالہ فمات من لیلتہٖ فقیل للطبیب فی ذلک فقال
روی عن امیر المومنین ان معٰویہ لا یموت حتے یعلق علی عنقہ صلیبا و انتہٰی
الذی کان علیہ صلیب فعلمت انہ یموت یعنی جب معٰویہ بیمار ہوا تو طبیب نے آکر ایک
دفعہ ملاحظہ کیا اور کہا کچھ حرج نہیں اچھے ہوجاؤگے چنانچہ اچھا ہوگیا دوبارہ بیمار ہوا تو ایک
نصرانی آیا اور اُسنے کہا ہمارے پاس ایک ایسا تعویذ ہے جو گلے میں ڈالے وہ اچھا ہوجائے معٰویہ نے وہ
تعویذ لیکر گلے میں ڈال لیا بعد اُسکے طبیب آیا جب معٰویہ کے پاس سے اُٹھا تو باہر جاکر کہدیا کہ
اب معٰویہ ضرور مرجائیگا چنانچہ اسی رات کو مرگیا لوگوں نے اُس طبیب سے پوچھا کہ تمنے کیونکر جانا کہ
معٰویہ آج ہی مرجائیگا طبیب نے کہا کہ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا ہے معٰویہ
جب تک اپنی گردن میں صلیب نہ لگائیگا نہ مریگا یہ تعویذ جو اس نصرانی نے دیا تھا وہ صلیب تھی
جس سے ہمکو یقین ہوا کہ اب معٰویہ مرجائیگا۔
دیکھیے جو خبر رسول مقبول ؐ نے دی تھی اس روایت سے تصدیق قول رسول اللہ ثابت ہوئی یا نہیں
جناب امیر ؑ کے مطابق اُسی دوسری ملت پر ہوگا۔ اُسکا میری ملت کے سوا دوسری ملت پر ہوگا۔
دے گئے تھے کہ حشر اُسکا میری ملت کے سوا دوسری ملت پر ہوگا۔ اُسی کے مطابق جناب امیر ؑ
نے بیان کیا۔ اور ان حضرات کے اخبار ایسے راست و حق ہوتے تھے کہ کفار تک اُسکو صحیح
مانتے تھے۔ مگر خدا رحم کرے مسلمانوں پر جنکو اس نصرانی کے برابر بھی ایمان نہیں۔
اور دوسری آیہ کریمہ کیف یہدی اللہ قوما کفروا الخ سے آپ ثابت کرتے ہیں

کہ جناب باری میں بعد ارتداد کے توبہ قبول نہوگی۔

اقول جناب من اگر توبہ کا باب ایسا وسیع کردیا جاے تو لازم آتا ہی کہ آپ کفار و مشرکین کی مغفرت کا بھی دعویٰ کیجیے۔ کیونکہ شاید انھوں نے بھی مرتے وقت توبہ کی ہو۔ ایسی ہی باتوں نے تو آپکے محی الدین عربی کو دھوکہ میں ڈالا ہی جو اسکے قائل ہوے کہ فرعون مومن تھا اور آپکا امام ابوحنیفہ صاحب نے اسکا دعویٰ کیا کہ ایمان ابوبکر و ایمان ابلیس ایک ہی (مختصر تاریخ خطیب بغداد مصنفہ حکیم بن حزلہ)

توبہ توبہ کیسے گندہ خیالات آپ لوگونکے دماغ میں مجتمع ہوگئے ہیں۔ کہ نہ فرمان خدا پر ایمان ہے نہ احکام رسولؐ پر۔ کہیں تو آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سب صحابہ ایسا گناہ ہی کہ اسکی توبہ نہیں اور کہیں شرب خمر بغاوت امام برحق و قتل صحابہ و سب جناب امیرؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ کو ایسا ہلکا گناہ تصور کرتے ہیں کہ وہ بھی توبہ سے اسکی مغفرت کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں۔ بھلا فرمائے جب توبہ کا دروازہ ایسا وسیع ہو جائیگا تو پھر دنیا میں امن و امان کیونکر رہ سکتا ہی۔ گناہوں سے کون بچ سکتا ہی۔ آنکھ بند کرکے گناہ کرتا جائیگا کہ خدا تو بخش ہی دیگا۔ خیر جب آپکے مذہب میں فرعون بخشا جائیگا اور ابن ملجم مجتہد تھا۔ در بارہ قتل جناب امیرؑ اور مستحق اجر ہی۔ تو معویہ و یزید کو بھی ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں یہاں آپنے آیہ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کو بھی بے محل لکھا ہی جسکو نہ یہاں کوئی ربط ہی نہ اسکا کوئی موقع نہ اسکی کوئی توجیہ آپ نے بیان کی۔ مگر میں تبرعاً اسکی تفسیر بھی عرض کردیتا ہوں۔

دیکھیے شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں اسی آیہ کے متعلق سوال کے جواب میں اجماع علما منعقد است بر آنکہ خلود در نار خاصہ کفر ست مطلقاً خواہ شرک باشد یا انکار نبوت یا انکار احکام قرآن ہیچ تفاوت نیست و آیہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء مراد از لفظ ما دون ماسوے نیست بلکہ ادون و اسفل مراد ہست یعنی آنچہ کمتر از شرک باشد و اقسام کفر کمتر از شرک نیستند جس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال محض غلط ہی کہ صرف مشرک ہی نہ بخشے جائینگے۔ بلکہ دیگر اقسام کفر والے اشخاص بھی مثل مشرکین کے مغفرت سے محروم ہیں چنانچہ شاہ صاحب بعد اسکے فرماتے ہیں لیکن قرآن مجید دیباچہ آیہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ تا آخر آیہ نیست۔ بلکہ آیہ ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین نیز داخل قرآن ست دریں سبب شیخ عبدالحق بکفار مطلق تعمیم دادہ و قید مشرکین نہ نوشتہ۔ جس سے معلوم ہوا دیگر اقسام کفر بھی مطابق اس آیہ کے

مغفرت سے محروم ہیں۔ بعدہ لکھتے ہیں۔ وجمیع اہل بدعت وہوا کہ بدعت ایشان بکفر رسیدہ داخل
آیہ ان الذین کفروا من اہل الکتاب اند صفحہ ۱۰۱
پس منکرین امامت وسبابین جناب امیرالمومنین ع و باغیان کو لا اقل اہل بدعت وہوا میں
داخل کرکے محکوم بحکم آیہ ان الذین کفروا فرمائی تو بھی مغفرت کے ان گمراہوں کے دستبرداری
لازم ہوگی جسکے بعد کسی طرح آپ اسکی امید نہیں کرسکتے کہ معویہ بخشا جائیگا۔ کیونکہ اس قسم کی کوئی دلیل
بھی آپ نے نہیں لکھی ہے جس سے معویہ کی توبہ ظاہری بھی ظاہر ہو۔ اور میں نے بخلاف اسکے اسکا
بوقت موت بیان کیا۔

قولہ اور حدیث نبوی قال انکم تحشرون حفاۃ عراۃ الخ
اقول یہ بھی آپکی بےخبری کی دلیل ہے۔ کیونکہ جب آپ اسکے قائل ہیں تو رو وہ حدیث لا تمس النار
من رانی مسلماً سبل وغیرہ کے ارتداد وجہنمی ہونیکا کیونکر دعوے کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو مشرف
با اسلام ہوا تھا اور دیدار فائز الانوار سید ابرار سے بہرہ ور ہوا تھا۔ پس یا اس حدیث کو
قبول کیجیے یا اسلام وایمان سبل کو قبول فرمائے جس سے کفر خلیفہ اول لازم آئے جسکے حکم سے
وہ قتل ہوا۔

قولہ کہ اور اصحاب سے خواص اصحاب نہیں۔
اقول محض غلط ہے جیسا کہ مابعد معلوم ہوگا مگر یہ دعوے آپنے کس بنیاد پر کیا کہ ہمکو یقیناً معلوم کہ
کس بات سے یقین ہوا حالانکہ آپ کے ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ہم اسکا بھی دعوے نہیں
کرسکتے کہ ابو لولو نے عمر کو قتل کیا یا ابن ملجم نے حضرت علی کو۔ تو آپکو کیونکر اسکا یقین ہوگیا۔

قولہ بلکہ مراد مرتد اصحاب ہے۔
اقول میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے لفظ اصحابی سے خاص صحابہ
مراد ہیں تو یہ لفظ منافق وصحابی کیونکر مراد ہوسکتے ہیں جنکی صحابیت کا کوئی قائل نہیں۔ اور منافق کے صحابی
نہ ہونے پر تو نص صریح مذکور ہوچکی۔
واہ صاحب رسول اللہ صلعم تو فرمائیں میرے صحابہ کچھ لوگ جہنم میں جائینگے اور آپ ان لوگوں
کو مراد لیتے ہیں جو کبھی نہ حضرت کے اصحاب تھے نہ کوئی قائل انکی صحابیت کا ہے یہ کیسا انصاف

قولہ عن ابی عبد اللہ البخاری۔
اقول صاحب حدیث لائے یا آیہ۔ یہ تو قول قیس ہی نہ حدیث رسول ہے۔ آپکے علما تو ہزارہا باتیں اس
قسم کی بنالئے ہی رہتے ہیں جس سے خلفا کی جان بری ہو مگر اُس سے کیا ہوتا ہی اس مادہ میں تین
جلد ذو الفقار حیدری کی شیعوں کی طرف سے موجود ہی غور فرما کر دیکھ لیجئے تو تسکین ہو جائے
مگر آپکی خاطر سے اسقدر لکھدینا ضروری ہی کہ صرف شیعوں ہی نے آپکے صحابہ کو اس حدیث میں نہیں
داخل کیا ہی بلکہ شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں مراد بردت رجوع از دین مسلمانی نیست
بلکہ خروج از صدہ استقامت از بعض حقوق و صلاح سریرت در بعض امور و رجوع از مرتبہ جس لخلات
و صدق نیت و تقصیر در بعض حقوق و رعایت اہل بیت در ادب با ایشاں بجہت ابتلا بدنیا
و فتنہ چہ آنحضرت فرمودہ بود کہ من نمی ترسم شما کفر او بت پرستی را و لیکن می ترسم اندر اخلت دنیا
و آفات آں کذا قالو صفحہ ۱۹۰ جلد ۴ مطبوعہ بمبئی۔
کہئے اب معٰویہ صاحب آپکے اسمیں داخل ہوئے یا نہیں مگر آپ تو انکی ان سب روائیتوں کو اُسی پر محمول
کرتے ہیں پھر اسپر کا ہیکو ایمان لائیگا۔ تعجب ہی کہ آپنے میرے سابق استدلال از آیہ و من قتل
مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم سے بالکل چشم پوشی کی اس قسم کی تاویل وہاں بھی کچھ کی ہوتی
یا اقرار یا اہل النار ہونے معٰویہ کے فرماتے جس نے ہزارہا مومنین و صحابہ نبی کا ناحق خون کیا۔
قولہ اور حدیث شریف قال لعلی تقاتل الخ محمول ہی اور آیہ شریفہ و ان طائفتان
من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما کے۔
اقول واہ صاحب رسول اللہ ص تو یہ فرمائیں کہ علی کی جنگ ویسی ہوگی جیسی میری جنگ ہوئی
کفار کے ساتھ۔ اور آپ اُن لوگونکو مومن بناتے ہیں۔ اس مخالفت حکم رسول ص کا کیا علاج ہے
صاحب وہ آیہ و ان طائفتان تو بقول میاں بخاری قتال مومنین و منافقین کے
بارے میں نازل ہوا۔ جیسا کہ صحیح بخاری سے سابقًا مرقوم ہوا۔ پھر جنگ معٰویہ کو جب اسکا
مصداق بناتے ہیں تو اسکے نفاق کا کیوں نہیں اقرار کرتے جو مشابہت درست ہو سکے اور
سکی کوئی سند بھی دیجئے گا کہ کس عالم نے یہ مضمون تراشا ہی اور آیت و حدیث کو اس قتال
پر محمول کیا ہی تا کہ اسکی حقیقت ظاہر ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جہالت ایک سخت مصیبت ہے جس سے کسیطرح امید بہبودی نہیں ہو سکتی۔ میں اگر
یہ جانتا کہ ہمارے مخاطب حضرات خوش قسمتی سے ایسے علامۂ روزگار نکلے ہیں جو حضرت معویہ پر
بھی فوق لیگئے ہیں۔ تو میں کبھی اسکی جرأت نہ کرتا کہ آپکے مقابلہ میں قلم اٹھاؤں کیونکہ خدا فرماتا ہے
فذرھم فی غمرتھم یعمھون۔

بہرحال بمصداق بیت ؎ در گلویم رشتۂ افگندہ دوست - می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
میں آپکی ہمراہی کرونگا اور حتے الامکان فہمایش و صلاح میں کوشش کرونگا خدا راستہ لائے
مخاطب نے اس آیہ سے چند مقام پر استدلال کیا ہے اور لفظ بغاوت سے جو اس آیہ میں مذکور ہے
یہ سمجھے کہ حضرت معویہ بھی داخل قرآن ہوئے اگرچہ بذیل بغاوت ہی سہی۔
حالانکہ اس کوشش سے اُنکو کوئی نفع نہیں۔ کیونکہ اگر آیہ میں بھی مذکور ہوتے تو وہی نتیجہ
نکلتا جو آیہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن میں مذکور ہونے سے فائدہ ہوا۔
پس پہلے سمجھئے اصل آیہ یہ ہے سورہ حجرات پارہ ۲۶ فان طائفتان من المومنین اقتتلوا
فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الیٰ
امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین
ترجمہ اگر دو گروہ مومنوں سے لڑیں باہم تو صلح کرا دو دونوں میں اور اگر بغاوت کرے ایک
دوسرے پر تو جنگ کرو تم اُس سے جسنے بغاوت کی یہانتک کہ رجوع کرے طرف امر خدا کے پس اگر پھر آئے
تو صلح کرا دو دونوں میں ساتھ عدل کے اور انصاف کرو کہ خدا دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو
اس آیہ کے دو لفظوں نے آپکو شبہہ میں ڈالا ہے ایک بغت نے کیونکہ بغاوت معویہ مسلم ہے۔ گو آپکو [illegible]
پر تسلیم نہیں دوسرے لفظ مقسطین نے شبہہ میں ڈالا کیونکہ صدہا احادیث میں آپنے دیکھا ہوگا
جناب امیر سے لڑنے والے تین گروہ تھے ناکثین (اصحاب جمل) قاسطین (اصحاب معویہ) مارقین
خوارج نہروان تو لفظ قاسطین و مقسطین کو آپنے ایک سمجھا اسلیے آپکو یہ دھوکا ہوا کہ جسطرح ہو
اصحاب معویہ کو داخل قرآن کرے۔ جو محال ہے۔ اب اسکی تفسیر ملاحظہ فرمائے صحیح بخاری باب
الصلح میں ہے حدثنا مسدد ثنا معتمر قال سمعت ابی ان قال قیل للنبی صلعم لو
اتیت عبداللہ بن ابی فانطلق الیہ النبی صلعم و رکب حمارا فانطلق المسلمون

لی

یمسون معہ وھی ارض سبخۃ فلما اتاہ النبی ص قال الیک عنی واللہ لقد آذانی نتن حمارک فقال رجل من الانصار منھم واللہ لحمار رسول اللہ ص اطیب ریحا منک، وغضب لعبداللہ رجل من قومہ فشتما فغضب لکل واحد منھما اصحابہ فکان بینھما حرب بالجرید والایدی والنعال فبلغنا انھا نزلت و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما جس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ آپ کے امام بخاری کے نزدیک دربارہ جنگ مومنین ومنافقین نازل ہوا اور خدا نے منافقین کو بھی بلفظ مومنین یاد کیا اسکے بعد دیکھیے کہ آپکے علما کو یہاں کیا اشکال پڑا ہے علامہ بدرالدین زرکشی اپنی کتاب تنقیح الفاظ صحیح البخاری میں لکھتے ہیں فبلغنا انھا نزلت وان طائفتان قال ابن بطال یستحیل نزولھا فی قصۃ عبداللہ بن ابی واصحابہ لان اصحاب عبداللہ لیسوا بمومنین وقد تعصبوا لہ بعد الاسلام فی قصۃ الافک وقد رواہ البخاری فی کتاب الاستیذان عن اسامہ بن زید ان النبی ص مر فی مجلس فیہ اخلاط من المشرکین والمسلمین وعبدۃ الاوثان والیھود وفیھم عبداللہ بن ابی وذکر الحدیث فدل علی انھا لم تنزل فیہ وانما نزلت فی قوم من الاوس والخزرج اختلفوا فاقتتلوا بالعصی والنعال۔ ترجمہ کہا ابن بطال نے کہ اس آیہ کا نازل ہونا اس قصہ میں عبداللہ بن ابی اور اُسکے ساتھیوں کے بارہ محال ہے اسلیے کہ عبداللہ بن ابی وغیرہ مومن نہیں تھے اور حضرت کے ساتھ بعد اسلام کے بھی قصہ افک میں تعصب پیش آئے اور روایت کیا ہے اسکو بخاری نے کتاب استیذان میں بھی جس سے معلوم ہوا وہ مجلس بھری تھی مشرکوں مسلموں کافروں یہودوں سے کہ اُن میں عبداللہ بن ابی بھی تھا (جس سے معلوم ہوا وہ مسلمان بھی نہیں ہوا تھا) پس معلوم ہوا کہ یہ آیہ اُسکی شان میں نہیں نازل ہوا بلکہ اوس وخزرج کے اختلاف باخود کے بارے میں نازل ہوا تھا جس میں یہ جھگڑا اتنا طول ہوا تھا کہ جوتہ لاٹھی کی نوبت آئی جس سے معلوم ہوا کہ زرکشی نے اس روایت کو صحیح بخاری کی غلط کر دیا تو یہ دعوے بھی اہل سنت کا غلط ہوا کہ جملہ حدیثیں صحیح بخاری کی صحیح ہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ خدا نے منافقین کو مومنین کہا جیسے کہ امام بخاری صاحب نے یہ حدیث بیان کی ہے اور آپکا دعوے بھی غلط ہو گیا جو کہتے ہیں

کہ یہ آیہ معویہ والی لڑائی کے بارے میں نازل ہوا۔

اب سنئے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کی فکر جو ہمہ تن اس میں مصروف ہے کہ کسیطرح صحیح بخاری کی صحت ثابت ہو اگرچہ منافق مومن بنے یا خدا و رسولؐ پر الزام آئے اسلئے اسکے جواب پر آمادہ ہوئے کہتے ہیں قلت یمکن ان یحمل علی التغلیب مع ان فیما اشکالا من جهة اخری وهی ان حدیث اسامة صریح فی ان ذلك كان قبل وقعة بدر وقبل ان یسلم عبد الله بن ابی واصحابه والاية المذكورة فی الحجرات ونزولها متاخر جدا بعد الوفود لكنه يحتمل ان يكون اية الاصلاح نزلت قديما فندفع الاشكال ترجمہ جواب زرکشی کہتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے مجازاً اطلاق کیا گیا ہو لفظ مومنین کا منافقین پر۔ مگر یہاں ایک اشکال دوسرا لازم آتا ہے وہ یہ کہ اس حدیث اسامہ سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ قبل واقعہ بدر کا ہے جسوقت تک عبد اللہ بن ابی اسلام نہیں لایا تھا اور آیہ مذکورہ سورہ حجرات میں ہے جو بہت متاخر ہے یعنی اس زمانہ میں یہ سورہ نازل ہوا کہ قریب رحلت حضرت کے لوگوں کا وفود ہوا۔ مگر اسکا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ شاید آیہ صلح قبل نازل ہوا ہو تو دفع ہو جائیگا اشکال۔ اب یہاں میں آپکے ان علما کی شان میں تو نہیں کچھ کہہ سکتا کہ کیسی کیسی حماقتیں کی ہیں جسپر ایک ادنےٰ ابجد خواں بھی قہقہہ لگائے۔ مگر تعجب ہے کہ جس آیہ کی تفسیر میں آپکے اتنے علما آجتک سرگرداں ہیں اسکو آپکا سا مبتدی خواں یوں حل کرے مگر میں ان سب کو چھوڑ کر بتاتا ہوں کہ اگر آپ تفسیر جلالین ہی کو کبھی دیکھے ہوتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ آیہ کسکے شان میں نازل ہوا دیکھئے۔ لکھتے ہیں والاية نزلت فی قتال حدث بین الاوس والخزرج فی عهده علیه الصلوة والسلام بالعصی والنعال یعنی یہ آیت نازل ہوئی ہے اس لڑائی میں جو درمیان اوس و خزرج ہوئی تھی زندگی میں رسول اللہ کے ساتھ لاٹھیوں کے اور جوتے کے۔

اب فرمائیے میں آپکی تبحر علمی کی داد دوں کہ آپکے متقدمین کے علمیات کو قبول کروں۔ یا ان لوگوں کو اور انکو سچا سمجھوں پس جب اس آیہ کا مورد خاص ہے کہ اوس و خزرج کے بارے میں یہ آیہ نازل ہوا ہے تو اس آیہ اس حدیث کو آپ کیونکر محمول کر سکتے ہیں جو دربارۂ قتال جناب امیر با منافقین و مرتدین ہے کہ اے علی تم تاویل قرآن پر اسیطرح جہاد کرو گے جیسا کہ میں نے

تنزیل قرآن پر جہاد کیا۔

آپ نے تو احادیث سابقہ میں دیکھا ہوگا کہ حضرت نے اس جہاد کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا تم قاسطین
ناکثین مارقین سے جہاد کروگے بسبب احداث فی الدین کے۔ پس اگر اس آیہ پر یہ واقعہ محمول ہوتا
تو اسمیں بھی مصالحہ کا حکم دیتے بلکہ اسیکا حکم دیتے کہ تم خلافت سے دست بردار ہو جانا اور کسی
سے جنگ نہ کرنا۔ تو کیا آپ اسکا دعوی کرینگے کہ حضرت علیؑ نے مخالفت حکم خدا کی۔
آپ لکھتے ہیں چونکہ علم خدا میں مقرر تھا اپنے کلام پاک میں ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آیہ اسپر
حتم و یقین ہے کہ آیہ مذکورہ خاص اسی مقاتلہ کے بارے میں وارد ہے۔
حالانکہ کوئی عالم اسکا قائل نہیں۔ آپکا یہ جملہ بدیہی ہے فرمانا رسول مقبولؐ کا قتل علیؑ مطابق قرآن کے ہوگا
غالباً مطابق ابن حزم ہے جو قائل تھا کہ ابن ملجم مجتہد تھا دربارہ قتل جناب امیرؑ کیونکہ آپکے جملہ
کا صریحی مطلب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قتل علیؑ مطابق قرآن تھا تو ابن ملجم ماجور ہوا۔ اور اگر اسکو
غلطی کاتب پر محمول کریں کہ بجائے قتال قتل لکھا تو گو اصل مضمون صحیح ہے کہ حضرت کا جہاد و
قتال بلکہ تمامی افعال مطابق قرآن تھا بلکہ بقول رسولؐ تمہارا جہاد تاویل قرآن پر ویسا ہی ہوگا
جیسا کہ میرا جہاد تھا تنزیل قرآن پر۔ نہ کہ یہ فرمایا ہو تمہارا قتال مطابق قرآن ہوگا۔ نہ کوئی
اسکا دعوی کر سکتا ہے کہ جسکے قتال کا حکم قرآن دے وہ مومن رہ سکتا ہے؟
اور یہ جملہ۔ پس اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے۔ خبط تو یہی ہے جسکا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ مگر
آپکے کمال ایمان کی دلیل ہے جو محاربۂ علیؑ کو جائز سمجھتے ہیں حالانکہ خود شاہ عبدالعزیز
صاحب نے بھی لکھا ہے کہ محارب علیؑ کافر ہے اور اس عمل کو محال کہنا آپکے ایسے عالم سے
کچھ مستبعد نہیں جو معویہ کے عشق میں ایسا حواس باختہ ہے کہ تکذیب خدا و رسول صریح
بلکہ اپنے ائمہ دین کی تکذیب پر تلا بیٹھا ہے۔ اور جب ہم بتا چکے کہ آیہ مذکورہ اور حدیث میں کوئی تعلق
نہیں پھر تناقض کی کیا فکر ہے۔ تناقض تو یقینی ہے کہ خدا نے اس آیہ میں دونو کو مومن کہا ہے اور یہاں
رسولؐ نے جناب امیر سے لڑنے والے کو کافر کہا ہے جیسا کہ اپنے مخالفین کو کافر فرمایا۔
قولہ۔ اور حدیث نبوی ان مثل اهل بیتی سفینة الخ البتہ ہم سنت و جماعت کا بھی
یہی عقیدہ ہے اور فرمانا رسول صلعم کا من تخلف هلك سے مراد تخلف کفار یا المومنین سے ہے

جناب امیر علیہ السلام نے منع فرمایا اور نہج البلاغۃ میں مذکور ہے انہ لما سمع اصحابہ یسبون اہل الشام قال انی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین یعنی حضرت علی رض نے جب سنا اپنے اصحاب کو یعنی اہل کوفہ کو کہ گالی دیتے ہیں معاویہ رض وغیرہ کو کہا امیر علیہ السلام نے تحقیق برا جانتا ہوں میں واسطے تمہارے یہ کہ ہو تم گالی دینے والوں سے سبحان اللہ یہ عجب اخفاے راز ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اہل کوفہ کو اپنے اصحاب میں شمار کرتے ہیں اور حضرات شیعہ الکوفی لا یوفی کا الزام ہم بیچاروں پہ ڈالتے ہیں۔

پس ان احادیث مذکورہ سے عدم جواز لعن و طعن اور معاویہ رض کے نجی ثابت ہوا و اثبات صحابیت بدرجہ غایت و نہایت در رسید و مصداق رضی اللہ عنہ بکافہ اہل انام واجب و لازم گردید کما لا یخفی۔ اور آیہ کریمہ و من یرتدد منکم الخ بسر و چشم مانتا ہوں اگر حالت ارتداد میں مر گیا ہو اور آیہ کا شان میں حضرت معاویہ رض کے لانا محض غلط ہے۔ اور دوسرے آیہ کریمہ کیف یہدی اللہ قوما کفروا الخ سے آپ ثابت کرتے ہیں کہ جناب باری میں بعد ارتداد کے توبہ قبول نہ ہو گی معلوم ہوا صفت غفاریت اور رحمانیت سے پروردگار غفار کو معرا و مبرا کرتے ہیں خبردار شوید آگاہ باشید قال اللہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک سبحان اللہ اس آیہ سے مراد و الزام پیش نظر تحریف آیات قرآن خالق جن و بشر لازم آتا ہے چاہئے تھا غور کرنا استثناء سے جو بعد اس آیہ کے ہے الا الذین تابوا من بعد ذالک و اصلحوا فان اللہ غفور رحیم۔ ترجمہ مگر وہ مرتد ہیں جو توبہ کریں بعد اسکے اور اصلاح کریں ہاں خاطر کی پس بیشک اللہ غفور رحیم ہے سو دیدہ و دانستہ چشم پوشی کیا۔ بیت خدا بخشندہ و دستگیر ہے کریم خطا بخش و پوزش پذیر اور حدیث نبوی قال انکم تحشرون حفاۃ عراۃ الخ اور دوسری جو دو جھوٹی ہما سماء ہے انما نحن نفخ الخ یہ دونوں حدیث غریب تضاد ہے عن جابر عن النبی قال لا تمس النار مسلما

اور یہ تخالف درمیان امیرین عم کے بالمومنین تھا اور یہ رحمت ہے۔

اقول واہ صاحب کیا کہنا ہے آپکی تاویل کا تخالف کفار بالمومنین و تخلف امیرین بالمومنین کا فرق آپ ہی سمجھ سکتے ہیں صاحبان عقل تو نہیں سمجھ سکتے اسکے کیا مطلب ہیں آپ پھر سے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے فی فرائد السمطین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ ص یا علی انا مدینۃ العلم وانت بابها ولا یوتی المدینۃ الا من قبل الباب وکذب من زعم انہ یحبنی ویبغضک لانک منی وانا منک لحمک لحمی ودمک دمی وروحک روحی وسریرتک سریرتی وعلانیتک علانیتی سعد من اطاعک وشقی من عصاک وفاز من تولاک وخسر من عاداک فاز من لزمک وھلک من فارقک مثلک ومثل الائمۃ من ولدک بعدی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق وہ لکم کمثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیمۃ ینابیع المودۃ ص۲۲

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا اے علی میں مدینۂ علم ہوں اور تم اُسکے باب نہیں داخل ہو سکتا کوئی شہر میں مگر اُسکے باب (دروازہ) سے جھوٹا ہے وہ جو گمان کرے کہ ہم سے محبت رکھتا ہے درحالیکہ تم سے دشمنی رکھتا ہو کیونکہ تم مجھ سے ہو اور تمہارا گوشت میرا گوشت ہے تمہارا خون میرا خون ہے تمہاری روح میری روح ہے تمہارا باطن ہمارا باطن ہے تمہارا ظاہر ہمارا ظاہر ہے سعید ہوا وہ جسنے تیری اطاعت کی اور شقی ہے وہ جسنے تیری نافرمانی کی نفع میں ہے وہ جسنے تمسے تولا کیا اور زیاں کار ہے وہ جو تمسے دشمنی کرے رستگار ہوا وہ جسنے تمہارا ساتھ پکڑا اور ہلاک ہوا وہ جسنے تمسے جدائی کی مثل تیری اور تیری اولاد کی جو امام ہونگے بعد میرے مثل کشتی نوح کے ہے جو سوار ہوا اسپر اسنے نجات پائی اور جو علحدہ ہوا اس سے وہ غرق ہوا تمہاری مثال مثل ستاروں کے ہے کہ جب ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا طلوع کرتا ہے تا بروز قیامت۔

بعدہ یہ سمجھیے کہ آپکے معاویہ صاحب کی عداوت اور اُنکا تخلف سفینۂ نوح سے ایسا یقینی ہے کہ آپکے علما بھی عاجز آئے اور صاف صاف کہدیا کہ بے شک معاویہ کافر تھا جسکی تصدیق عبارات ذیل سے ہوتی ہے جو فتاوائے شاہ عبدالعزیز صاحب سے منقول ہے پہلے ستائی

صاحب نے معٰویہ کو خلفائے دوازدہ سے خارج کیا ملاحظہ ہو صفحہ ۶ بعدہ صفحہ ۱۴۲ میں فرماتے ہیں
شورش آنست کہ حضرت حسنین بنا بر احتیاط در مسلمانان شبہات آں ملاعین را اعتبار نمودند و
معلوم فرمودند کہ تغیر سیرت شیخین از حضرت عثمان و تہمت قتل عثمان بر حضرت علی در نظر آنہا
آنقدر رسوخ پیدا کردہ کہ ہرگز احادیث و مناقب و علو درجات مارا در خاطر نمی آرند۔
جس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے اُن لوگوں کو جو جناب امیرؑ کو متہم بقتل عثمان جانتے تھے بلفظ
ملعون یاد کیا جس میں معٰویہ صاحب آپکے یقیناً داخل ہیں کہ آنحضرت کے ایما سے یہ اتہام مشہور
کیا گیا تھا پھر شاہ صاحب صفحہ ۱۵۰ میں فرماتے ہیں۔ اما متاخرین اہل سنت چوں دیدند
کہ حالا آں شبہات بالکلیہ زائل گردیدہ وحق از باطل متمیز گشتہ و تہمتہائے آں ملاعین بے
اصل برآمدہ و بعد از تتبع در احادیث صحیحہ یافتہ شدہ کہ جناب رسالتمآب م با منکران حضرت
حسنین معاملہ کفار فرمودہ اند پس ازانجہت کہ در احادیث صحیحہ وارد است کہ حب علی
الی ان قال لما درحق منکران علی حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق
ونیز وارد است لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق ونیز وارد است
اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ناچار حکم بتکفیر محاربان حسنین نمودند وھو
المذھب المنصور المحقق بہ نرد بما نیا۔
دیکھئے اس تحریر سے کتنے فوائد آپکو حاصل ہوئے اولاً یہ کہ معٰویہ وطرفداران معٰویہ اہل باطل ہیں
ثانیاً یہ کہ وہ سب ملاعین ہیں ثالثاً یہ کہ رسول ص نے انکے ساتھ معاملہ کفار کیا ہے رابعاً
یہ کہ مطابق مذہب محقق اہل سنت معٰویہ وغیرہ کافر تھے کیونکہ شاہ صاحب صفحہ ۱۲۰ میں
فرماتے ہیں نہایت کار آنکہ ایں فعل شنیع یعنی سب یا امر سب از معٰویہ بن ابی سفیان لازم
خواہد بود ولیس ھذا باول قادورۃ کسرت فی الاسلام چہ مرتبہ کمتر از قتل و
قتال ست لما روی فی الحدیث الصحیح سباب المومن فسوق وقتالہ کفر
وہرگاہ قتال و امر بالقتال یقینی ست ازاں گریز نیست۔
تو آپ فرمائیے کہ معٰویہ کے کفر میں کیا عذر رہا کہ پہلے تو سب وشتم کو موجب لعن کہا اور
بعد اسکے سب کو قتل وقتال سے کمتر کہکر یقینی فرمایا کہ جب قتال کرنا معٰویہ کا جناب امیرؑ

کے ساتھ یقینی ہے تو پھر سب کرنے میں کیا عذر ہے پس بفتوائے شاہ صاحب بھی وہ کافر ہوا
اور نیز مطابق اُس حدیث کے جیسے درباره قتال نقل کیا کافر ٹھہرا اب قبول وعدم قبول کا آپکو
اختیار ہے۔ باقی رہی آپکی یہ بے ادبی کہ معویہ کے ساتھ جناب امیر المومنین ع کے بلفظ امیرین یاد فرمایا
کیا اور اُسپر لفظ عم بڑھایا جو مخفف ہے علیہ السلام کا۔ پس اسکی جزا یہ ہے کہ اگر آپنے خدا
نخواستہ ہدایت نہ پائی اور اسی عقیدہ پر انتقال کیا تو معویہ کے ساتھ آپکا حشر ہوگا اور وہاں
امیرین عم کا مزہ چکھنے گا۔ کیونکہ اسکو آپ رحمت فرماتے ہیں تو ایسی رحمت سے کیوں محروم رہیے
قولہ اور صلح کرنا حسن عم کا ساتھ معاویہ رض کے سبب بیچارگی اور درماندگی کے نہ تھا بلکہ
برعایت اس مصلحت کے جو امام ہمام کو شایاں تھا۔

۲ **قول** آپ تو نہ قول خدا مانتے ہیں نہ حدیث نہ اقوال علما پھر آپکے کیونکر قائل کرسکتا ہوں مگر
خیر وہاں تو تاویل کی گنجایش بھی تھی جسکی اصلاح کیلئے جناب امیر ع کو حکم ہوا تم تاویل قرآن پر قتال
کرنا حضرت نے اُسکو انجام دیا مگر آپ نے معویہ والی تاویل نہ چھوڑی بلکہ اُسپر بھی اضافہ
کر گئے۔ مگر یہاں کیا کہا جائیگا کہ تاریخی واقعہ کی تکذیب فرما رہے ہیں۔

دیکھیے تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں صفحہ ۱۶۱ جلد ۳۔ ذکر تسلیم الحسن
بن علی الخلافۃ الی معویۃ کان امیر المومنین علی قد بایعہ اربعون الفا
من عسکرہ علی الموت لما ظہر ما کان یخبرہم بہ عن اہل الشام فبینما ھو
یتجہز للمسیر قتل علیہ السلام واذا اراد اللہ امرا فلا مرد لہ فلما قتل وبایع
الناس ولدہ الحسن بلغہ مسیر معاویۃ فی اہل الشام الیہ فتجہز ھو والجیش
الذین کانوا بایعوا علیا وسار الحسن عن الکوفۃ للقاء معاویۃ وکان قد
نزل مسکن فوصل الحسن الی المداین وجعل قیس بن عبادۃ الانصاری علی مقدمتہ
فی اثنی عشر الفا وقیل بل کان الحسن قد جعل علی المقدمۃ عبد اللہ بن عباس
فجعل عبد اللہ علی مقدمتہ فی الطلائع قیس بن سعد بن عبادۃ
فلما نزل الحسن المداین
نادی مناد فی العسکر الا ان قیس بن سعد قتل فانفروا فنفروا ونہبوا سرادق الحسن

فانتهبوا متاعه حتے نازعوا بساطا كان تحته فازداد لهم بغضا ومنهم ذعرا و
دخل المقصورة البيضاء بالمدائن و كان الامير على المدائن سعد بن مسعود الثقفى
عم المختار بن ابى عبيد فقال له المختار وهو شاب هل لك فى الغنى والشرف
قال وما ذاك قال تستوثق الحسن وتستامن به الى معوية فقال له سعد عليك لعنة
الله اثب على ابن بنت رسول الله واوثقه بئس الرجل انت فلما راى الحسن
تفرق الامر عنه كتب الى معوية وذكر شروطا وقال له ان اعطيتنى هذا فانا
سميع ومطيع وعليك ان تفى لى به صـ ۱۶۱

جناب امیرؑ کی چالیس ہزار آدمیوں نے حضرت کے لشکر سے بیعت کی تھی موت پر بہ سبب اسکے کہ ظاہر
ہوئیں وہ باتیں جنکی خبر دی تھی جناب امیرؑ نے اہل شام سے۔ ابھی آپ کوچ کی تیاری کر رہے تھے کہ
حضرت شہید ہوئے۔ بعدہ لوگوں نے بیعت کی امام حسنؑ کی۔ اور آئی خبر معویہ کے کوچ کی کہ معہ اہل
شام آرہا ہے اسطرف بس آمادہ ہوئے امام حسنؑ اور وہ لوگ جنھوں نے بیعت کی تھی اور چلے کوفہ سے
بغرض جنگ معویہ جو بمقام مسکن پہنچ چکا تھا۔ امام حسنؑ کا نزول ہوا مدائن میں اور
سعد بن قیس کو سردار مقدمہ لشکر کرکے بارہ ہزار سوار انکے ساتھ روانہ کیا۔ اور بعض لوگوں
کا یہ بیان ہے کہ عبداللہ بن عباس سردار مقدمہ لشکر تھے۔ اور انھوں نے طلیعہ لشکر پر سعد بن قیس
کو امیر بنا کر روانہ کیا۔ جب امام حسنؑ نے مدائن میں نزول کیا تو کسی نے آواز دی کہ سعد بن
قیس مارے گئے تم لوگ چلو۔ وہ سب آمادہ ہوئے اور لوٹ لیا سرادق (خیمہ وسراپردہ) امام حسنؑ
کو اور انکے مال کو۔ یہانتک کہ جس بساط پر حضرت بیٹھے تھے اسکو بھی کھینچ لیا۔ پس ناراض ہوئے
امام حسنؑ انسے اور مقصورہ بیضا میں تشریف لیگئے جو مدائن میں تھا۔ حاکم مدائن سعد
بن مسعود ثقفی تھا عم مختار (جو زمانۂ عمر سے یہاں کا حاکم تھا) اس سے مختار نے کہا جو خلیفۂ
دوم کے بیٹے عبداللہ بن عمر کا سالا ہے کہ اگر تم شرف و مالداری کی تمنا رکھتے ہو تو حسنؑ کو باندھکر
معویہ کے حوالہ کرکے اس سے پناہ حاصل کر۔ سعد نے کہا لعنت خدا ہو تجھپر کہ تو صلاح
دیتا ہے میں فرزند رسولؐ کو قید کروں۔ کیسا برا آدمی ہے تو۔ جب دیکھا امام حسنؑ نے تفرق مجلس
کو کہ کوئی ساتھی نہیں ہے تو لکھا معویہ کو دربارہ صلح کے۔ اور بعد مصالحہ امام حسنؑ نے خطبہ میں

فرمایا۔ اے اہل عراق میں تین چیزوں کے سبب تم سے علیحدہ ہوتا ہوں۔
ایک یہ کہ تم نے میرے والد کو قتل کیا دوسرے یہ کہ مجھے زخمی کیا تیسرے یہ کہ تم نے میرا مال و اسباب
لوٹ لیا۔

اسکے بعد علامہ مذکور دوسری روایت یہ لکھتے ہیں۔ وقیل انما سلم الحسن الامر الی معویہ
لانہ لما راسلہ معاویہ فی تسلیم الخلافہ الیہ خطب الناس فحمد اللہ واثنی علیہ
وقال انا واللہ ما یثنینا عن اھل الشام شک ولا ندم وانما کنا نقاتل اھل
الشام بالسلامہ والصبر فشیبت السلامہ بالعداوہ والصبر بالجزع وکنتم
فی مسیرکم الی صفین ودینکم امام دنیاکم واصبحتم الیوم ودنیاکم امام دینکم
الا وقد اصبحتم بین قتیلین قتیل بصفین تبکون لہ وقتیل بالنہروان
تطلبون بثارہ واما الباقی فخاذل واما الباکی فثائر الا وان معویہ دعانا لامر لیس
فیہ عز ولا نصفۃ فان اردتم الموت رددناہ علیہ وحاکمناہ الی اللہ عزوجل
بظبا السیوف وان اردتم الحیاۃ قبلناہ واخذنا لکم الرضا فناداہ الناس من
جانب البقیا البقیہ وامض الصلح ولما عزم علی تسلیم الامر الی معویہ خطب
الناس فقال ایہا الناس انما نحن امراؤکم وضیفانکم ونحن اہل بیت نبیکم الذین
اذھب اللہ عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا وکرر ذلک حتی ما بقی فی المجلس
الا من بکے حتے سمع نشیجہ فلما ساروا الی معویہ فی الصلح فاصطلحا علی ما ذکرناہ
وسلم الیہ الحسن الامر وکانت خلافۃ الحسن علی قول من یقول انہ سلم الامر
فی ربیع الاول خمسۃ اشہر ونحو نصف سنہ وعلی من یقول فی ربیع الاخر
یکون ستۃ اشہر وشیئا وعلی قول من یقول فی جمادی الاولی یکون سبعۃ
اشہر وشیئا واللہ اعلم

ولما اصطلحا وبایع الحسن معاویہ دخل معاویہ الکوفہ وبایعہ الناس و
کتب الحسن الی قیس بن سعد وھو علی مقدمتہ فی اثنی عشر الفا یامرہ
بالدخول فی طاعۃ معویہ فقام قیس فی الناس فقال ایہا الناس اختاروا

الدخول فی طاعۃ امام ضلالۃ او القتال مع غیر امام فقال بعضہم بل نختار الدخول فی طاعۃ امام ضلالۃ فبایعوا معویہ ایضاً فانصرف قیس فیمن تبعہ علی ما نذکرہ ولما دخل معویہ الکوفہ قال لہ عمرو بن العاص لیامر الحسن ان یقوم فیخطب الناس لیظہر لہم عیہ فخطب معویہ الناس ثم امر الحسن ان یخطبہم فقام فحمد اللہ بدیہۃ ثم قال ایہا الناس ان اللہ ہداکم باولنا وحقن دماءکم باخرنا وان لہذا الامر مدۃ والدنیا دول وان اللہ عز وجل قال لنبیہ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین فلما قالہ قال لہ معویہ اجلس وحقدہا علی عمرو وقال ہذا من رائک ولحق الحسن بالمدینۃ و اہلبیتہ وحشمہم وجعل الناس یبکون عند مسیرہم من الکوفہ قیل للحسن ما حملک علی ما فعلت فقال کرہت الدنیا ورایت اہل الکوفہ قوماً لا یثق بہم احد ابداً الا غلب لیس احد منہم یوافق اخری فی رای ولا ہواء مختلفین لا نیۃ لہم فی خیر ولا شر لقد لقی ابی منہم اموراً عظاماً فلیت شعری لمن یصلحون بعدی وہی اسرع البلاد خراباً ولما سار الحسن من الکوفہ عرض لہم رجل فقال لہ یا مسود وجوہ المسلمین فقال لا تعذلنی فان رسول اللہ رای فی المنام بنی امیہ ینزون علی منبرہ رجلاً فرجلاً فساءہ ■ ذلک فانزل اللہ عز وجل انا اعطیناک الکوثر وانہ فی الجنۃ وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر الی قولہ خیر من الف شہر یملکہا بعدک بنو امیہ ص ۱۲۳

کہ امام حسن کو جب معٰویہ نے خط لکھا در بارہ تسلیم خلافت تو امام حسنؑ نے خطبہ میں فرمایا بعد حمد ونعت کے کہ قسم خدا کی نہیں پھرتا ہوں میں اہل شام سے بسبب کسی شک کے یا ندامت کے بلکہ پہلے تم لوگ جو لڑتے تھے اہل شام سے تو بسلامتی وصبر اور اب وہ سلامتی بدل گئی بعداوت اور صبر بدل گیا بجزع وخوف۔ جب صفین میں تم لڑنے گئے تھے اسوقت تمہارا دین آگے تھا دنیا کے اور اب دنیا آگے ہے دین کے۔ اب تمہاری جماعت دو قسموں پر منقسم ہے ایک وہ جو صفین کے اپنے کشتوں پر روتا ہے وہ جو ہمارے ہمراہ میں شہید ہوئے دوسرے وہ کہ جو نہروان کے

مقتول لوگا ہم سے انتقام چاہتا ہے۔ اور جو انکے سوا ہیں وہ لوگ خاذل ہیں یعنی وقت پر چھوڑ دینے
والے ہیں۔ اور جو لوگ رونے والے ہیں (صفین کے کشتوں پر) وہ بھی درحقیقت انتقام
لینے والے ہیں۔ معویہ مجھے ایک ایسے امر کیطرف دعوت کرتا ہے جسمیں نہ عزت ہے نہ انصاف میں
اگر تم لڑنے پر آمادہ ہو تو میں معویہ سے جنگ کروں اور محاکمہ کروں طرف خدا کے تلوار کے ساتھ
اور اگر تم زندگی کے خواہاں ہو (لڑنا نہیں چاہتے) تو میں قبول کر لونگا تمھارے لئے۔ چارونطرف
سے لشکر نے آواز دی ہم زندگی چاہتے ہیں۔ اور صلح کر لیجئے۔ اور جب پختہ ارادہ کر لیا صلح کا
تو بالائے ممبر تشریف لیگئے اور فرمایا۔ ایہا الناس ہم لوگ تمھارے امیر تھے اور مہمان اور ہم اہلبیت
ہیں تمھارے نبی کے جنسے دور کیا ہے خدا نے ہر برائیونکو اور طاہر کیا تطہیر کامل۔ حضرت نے اسی
جملہ کو مکرر فرمایا جس سے تمامی اہل مجلس رونے لگے۔ اسکے بعد صلح ہوئی۔ جب قیس کو خبر
صلح معلوم ہوئی جو بارہ ہزار سوار کا سردار تھا اور مقدمہ لشکر امام تھا تو وہ کھڑا ہوا اپنے لشکر
میں اور کہا ایہا الناس یا تم اطاعت کرو امام ضلالت کی یا بغیر امام کے لڑو سب نے جواب دیا
ہمکو اطاعت امام ضلالت قبول ہے۔ اور معویہ نے بعد مصالحہ باغوائے عمرو عاص جناب امام
حسن سے کہا کہ آپ مجمع میں خطبہ پڑھیں۔ اس سے معویہ کی غرض یہ تھی کہ لوگوں پر ظاہر ہوجاے
کہ آپ لیاقت خلافت نہیں رکھتے کہ مجمع میں خطبہ نہیں پڑھ سکتے بس کھڑے ہو امام حسن اور
فرمایا ایہا الناس خدا نے تمھاری ہدایت کی بدولت ہمارے اول کے اور تمھارے جان کی حفاظت
کی بدولت ہمارے آخر کے۔ اس امر کیلئے ایک مدت ہے۔ اور دنیا یوں ہی ایک ہاتھ سے دوسرے
ہاتھ میں پھرنے والی چیز ہے۔ اور خدا نے اپنے نبی سے فرمایا ہے کیا معلوم ہے کیا عجب کہ یہ فتنہ تمھارے
لئے۔ اور متاع دو روزہ ہے ایک زمانہ تک۔ یہیں پر معویہ نے رد کر دیا اور کہا بس بیٹھ جائے۔ کسی نے
پوچھا امام حسن سے کہ آپ نے کیوں صلح کر لی تو فرمایا میں نے کراہت کی دنیا سے اور دیکھا اہل کوفہ
کو کہ یہ ایسی قوم ہے کہ کوئی اگر ان پر وثوق کرے تو ضرور وہ مغلوب ہوگا۔ انمیں سے کوئی بھی ایسا
نہیں ہے جو دوسرے کی رائے سے اتفاق رکھتا ہو سب مختلف ہیں۔ نہ خیر کی نیت رکھتے ہیں نہ شر کی
میرے والد جناب امیر نے جو مصائب جھیلے انکے ہاتھوں۔ پس ہم نہیں جانتے ہم لوگوں کے بعد
کس سے انکی اصلاح ہوگی یہ شہر سب شہروں سے پہلے خراب ہوگا۔ بعد جب کوچ کیا امام حسن نے

تو ایک شخص نے راہ میں کہا۔ اے سیاہ کرنے والے چہرہ ہائے مسلمین۔ تو حضرت نے فرمایا تو ملامت نکر میری کہ رسول اللہ خواب میں دیکھ چکے تھے کہ بنی امیہ سے یکے بعد دیگرے آپکے ممبر پر چڑھتا ہے جس سے نہایت درجہ رنج ہوا حضرت کو جبیر خدا نے انا اعطیناک الکوثر نازل کیا کہ دیا ہمنے تجھے کوثر جو ایک نہر ہو جنت میں اور سورہ انا انزلنا نازل کیا جسمیں خبر ہو کہ بنی امیہ حکومت کرینگے ہزار مہینہ ص ۱۲۳ یہ ہیں واقعات صلح جو آپکے سامنے پیش کئے گئے آپ ہی کی معتبر تاریخ ہے۔

اسکو دیکھکر آپ اپنی تسکین فرمالیجے کہ آیا یہ صلح بمجبوری ہوئی یا برضا و رغبت۔
معلوم نہیں آپ کس قسم کی بیچارگی و درماندگی چاہتے ہیں جسکو میں ثابت کروں خیمہ لوٹا گیا مال و اسباب غارت ہوا جس فرش پر بیٹھے تھے وہ تک چھین لیا گیا۔ زخم لگایا گیا۔ قید کر لینے کا مشورہ دیا گیا۔ اب کیا باقی رہا؟ کیا چاہتے ہیں کہ قید کر کے حوالہ کر دئے جاتے تب آپ درماندگی و بیچارگی قبول کرتے۔ حضرت امام حسن تو بآواز بلند فرماتے ہیں۔ یہ لشکر میرے خون کا پیاسا ہے کچھ لوگ انکے ہماری رفاقت میں مارے گئے۔ انکے وارثوں کو علیحدہ غصہ ہے۔ کچھ لوگ ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے انکے وارث علیحدہ انتقام کی فکر میں ہیں۔ پھر فرمائے امام علیہ السلام کسکو ساتھ لیکر جہاد کرتے اسپر بھی تو حضرت نے حجت تمام کیا اور سب سے بآواز بلند فرمایا اگر تم یکدل ہو کر آمادہ جنگ ہو تو چلو اس سے جنگ کریں سب نے تو انکار کیا کہ نہیں ہم جنگ نہیں چاہتے زندگی پیاری ہے۔
جناب امام حسنؑ تو صاف صاف فرمائیں ان میں دو آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو متفق ہوں۔
میرے والد انکے ہاتھوں مصیبتیں جھیلا کئے مگر آپ مجبوری کو بھی نہیں قبول کرتے؟

امام حسن علیہ السلام تو فرماتے ہیں مقدر نہیں بدل سکتا ہو رسول اللہ نے انکو بصورت بندر کے ممبر پر چڑھتے اترتے دیکھا ہے جس سے حضرت رنجیدہ ہوئے اور خدا نے انکی تسکین کیلئے انا اعطیناک و انا انزلنا نازل کیا۔ اور آپ اس خلافت و حکومت معویہ پر خوش و مسرور ہوتے ہیں اسکا جواب خدا اور رسول کو کیا دیجئیگا۔ شاید یہی سبب ہو جو اہلسنت ان دونوں سوروں کو بالخصوص نماز میں نہیں پڑھتے اور اسکے عوض میں لایلاف پڑھتے ہیں جسمیں قریش کا ذکر ہے یا تبت یدا پڑھتے ہیں جسمیں ابولہب کا ذکر ہے جو معویہ کا چچا تھا یا اسی قسم کے وہ سورے جو مشتمل ذکر و عذاب کفار ہیں۔ اب اسکے بعد اسکو بھی سن لیجئے کہ معویہ نے بعد صلح کیا کیا تاریخ کامل میں ہے۔

فلما سلم الحسن الامر الی معویه طلب ان یعطیه الشروط التی فی الصحیفة
التی ختم علیها معویه فابی ذلک معویه وقال له وقد اعطیتک ما کنت
تطلب الی ان قال وکان الذی طلب الحسن من معاویه ان یعطیه ما فی
بیت مال الکوفه ومبلغه خمسة الاف الف وخراج دار ابجرد من فارس
وان لا یشتم علیا فلم یجبه الی الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم
وهو یسمع فاجابه الی ذلک ثم لم یف له بہ ایضا واما خراج دار
ابجرد فان اهل البصرة منعوه منه وقالوا هو فیئنا لا نعطیه احدا
وکان منعهم بامر معویه ایضا ص ۱۶۲ یعنی جب امام حسنؑ نے خلافت کو حوالہ معویہ کیا
تو معویہ سے کہا مطابق اس صلحنامہ کے جو تیرا دستخطی ہے شرائط کی تعمیل کر۔ معویہ نے انکار کیا اور کہا
ہم تو پورا کر چکے تمہارے مطالبات کو۔ وہ شرائط صلحنامہ یہ تھے۔
(۱) بیت المال کوفہ کے خزانہ میں جو مال موجود ہے وہ امام حسنؑ سے متعلق رہے
(۲) خراج دار ابجرد فارس بھی امام حسنؑ سے متعلق رہے
(۳) جناب امیرؑ کا سب و شتم موقوف کیا جائے۔ انھیں تین باتوں کو امام حسنؑ نے شرائط صلحنامہ
میں ثبت کیا تھا۔ شرط آخری موقوفی سب و شتم جناب امیرؑ کو تو معویہ نے ایکدم نامنظور کیا۔ تب
اسکی جگہ یہ شرط پیش کی گئی کہ اچھا جس مجلس میں امام حسنؑ تشریف رکھتے ہوں وہاں سب و
شتم نہ کیا جائے۔ معویہ نے اسکو اوسوقت قبول کیا۔ مگر اسکا بھی ایفا نہ کیا۔ اور دوسری شرط جو
خراج دار ابجرد کے متعلق تھی کہ مال امام حسنؑ ہو۔ اسکے بارے میں معویہ نے یہ ترکیب کی اہل بصرہ
کو سکھایا تم اسکا دعوہ کرو یہ ہمارا فی ہے ہم نہیں دینگے چنانچہ اس حیلہ سے اس شرط کو بھی معویہ نے
پورا نہ کیا اگر آپ انھیں شرائط پر غور کرینگے تو آپکو معلوم ہوجائیگا کہ جناب امام حسن علیہ السلام کس درجہ
مجبور تھے کہ تمام دنیا کی سلطنت معویہ کو دے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ کا لعن کرنا
موقوف کیا جائے مگر معویہ نہیں مانتا۔ آخر حضرت نے اس شرط سے بھی دستبرداری کی۔ آخری درجہ
یہ شرط پیش کی کہ اچھا میرے روبرو تو لعن کیا جائے جسکو معویہ نے قبول کیا مگر ایفا نہ کیا۔ اب
اس سے بڑھکر کونسی مصیبت اور مجبوری انسان کو پیش آسکتی ہے کہ اوسکے باپ پر جسکی محبت عزو

ایمان بلکہ اصل ایمان ہو لعنت کیجا سکا ورد ہو توقف نہ کر سکے۔ اور اہلسنت اسکو مجبوری نہیں
سمجھتے بیچارگی درماندگی نہیں مانتے۔ بلکہ برعایت اُس مصلحت کے کہتے ہیں جو امام ہمام کو شایان
تھا لیکن اُس مصلحت کو نہ لکھا کہ کون سی مصلحت تھی۔ نہ اسپر غور کیا کہ اس سے جناب امیر پر کیا
الزام آتا ہو۔ جنکو خلیفہ رابع قبول کرتے ہیں۔ تو کیا وہ حضرت آپکے نزدیک امام نہ تھے جو اس
مصلحت پر آپکے لئے غور فرماتے۔

اَلصُّلحُ وَالحَربُ

سلطنت یا حکومت عام طور سے دو قسم کی ہوتی ہو شرعی اور عرفی۔ عرفی کیلئے تو نہ کوئی قاعدہ ہو
نہ قانون جسطرح بن پڑے ریاست حاصل کرو خواہ اسمیں بے ایمانی کرنا پڑے یا دیانتداری
اس سے ہمکو بحث نہیں کیونکہ یہ تو ملحوظ مرضی سلطان یا رئیس ہوتی ہو صلح و جنگ کا جو مقتضائے
سمجھا گیا۔

ہاں شرعی سلطنت کے لئے آداب و قواعد ہیں کہ سرمو اُس سے تجاوز نہیں کرسکتا خواہ اُسمیں دنیوی
نفع ہو یا نقصان اسکی بنیاد انبیاء و اوصیاء کے اقوال و افعال پر مبنی ہو کہ وہی اسکے قواعد و آداب
مقرر کرتے ہیں رسول اسلئے بانی شریعت بھی ہیں یا مثلاً بانی سلطنت اسلامی بھی ہر امر میں حضرت ہی
کا اتباع لازم ہو اور اُسی اتباع سے اسلامی سلطنت کہی جاسکتی ہو اور اسی غرض سے جناب امیر
ابتدائے امر میں طالب خلافت و ریاست تھے کہ مطابق احکام اسلام اسکو قائم کریں۔ جب رعایا نے
سرکشی کی اور حضرت کی خلافت کو نہ مانا تو بعد اظہار حق ساکت رہے یہانتک کہ وہ زمانہ آیا کہ حضرت
قبول خلافت پر مجبور کئے گئے۔ حضرت کا کام چونکہ اتمام حجت تھا اسکو بتصریح ظاہر کیا کہ ہم اس
خلافت کے طالب نہیں جب ہم خود مالک خلافت ہیں بحکم خدا و رسول سے تمکو مطالبہ نہیں کہ جسے
چاہو خلیفہ بناؤ ہم سب سے زیادہ مطیع و منقاد رہینگے زمانہ ایسا نازک تھا کہ جو لوگ مستحق خلافت
سمجھے جاتے تھے اُنمیں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس بار کا متحمل ہو سکے کیونکہ کم سے کم
قتل عثمان میں سب کے سب شریک تھے جس سے کوئی اسکا اہل نہ سمجھا گیا کہ بار خلافت اُسپر ڈالا
جائے۔ لہذا حضرت نے اسکو قبول کیا اور ظاہر کر دیا کہ یہ خلافت مثل سابق عرفی نہ ہوگی بلکہ شرعی
ہوگی جسکا تم تحمل نہ کر سکو گے چنانچہ تاریخ کامل میں ہو فقال علی دعونی والتمسوا غیری

رانی او رانی وایضاً عن عبد اللہ ابن بریدہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلعم
ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث قائداً و نوراً لہم یوم القیامۃ رواہ الترمذی
کا کیونکہ اولین سے بعض اصحاب کو طرف دوزخ کے لیجانا متصور ہوتا ہے اور ثانیین میں متضاد
یعنی اصحاب کو دوزخ کی طرف لیجانا غیر متصور۔ اب از روے قاعدہ اصولیہ تطابق لازم ہوا
یہ ہے کہ مراد اصحاب سے خلص اصحاب نہیں اسلئے کہ ہمکو یقیناً معلوم ہے کہ کوئی ان میں سے بعد
آنحضرت صلعم کے مرتد نہیں ہوا بلکہ مراد ان اصحاب سے اعراب العرب ہیں کہ اسلام لائے تھے
حضرت کے زمانہ میں پھر مرتد ہو گئے مانند اتباع مسیلمہ کذاب وغیرہم کے پس فرمانا حضرت صلعم کا
اصحابی اصحابی بطریق تحسر و ترحم بقصد خلاص کروانے انکے تھا جیسا کہ عن ابی عبد اللہ
البخاری عن قبیص قال ہم الذین ارتدوا علی عہد ابی بکر رض فقاتلہم ابو بکر رض یعنی
قتلوا و ماتوا علی الکفر۔ ترجمہ روایت ہے ابو عبد اللہ بخاری سے کہ کہا وہ وہ لوگ ہیں جو
مرتد ہو گئے زمانہ میں خلیفہ بلافصل امیر المومنین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پس
لڑے انہوں سے ابوبکر رض اور مر گئے وہ لوگ اوپر کفر کے یہ وہی اوباش اعرابی ہیں اور حدیث شریف
قال لعلی تقاتل الخ محمول ہے اوپر آیہ شریفہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا
بینہما کے یعنی اگر قتال کرے دو گروہ مومن پس صلح کرو درمیان ان دونوں کے۔
چونکہ علم خدا میں مقرر تھا اپنے کلام پاک میں ذکر فرمایا ہے جیسا فرمانا رسول مقبول کا کہ قتل علی بطائفہ
قرآن کے ہوگا اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ قتل علی علے منزلہ قتل بالکفار پر حمل کیا جاوے
کیونکہ یہ محال ہے اگر یہاں قتال بالکفار مراد ہو تو درمیان آیہ شریفہ اور حدیث شریف کے باہم
تناقض لازم آتا ہے کیونکہ آیہ شریفہ صریح دال ہے قتال المومنین پر پس فرمانا رسول مقبول صلعم کا
حضرت علی رض کو کہ اے علی قتال تمہارا قتال بالمومنین ہوگا سبحان اللہ اس کا زاید ہی جو درمیان

فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ ولہ الوان لاتقوم بہ القلوب ولا تثبت علیہ العقول فقالوا ننشدک اللہ الا ترى ما نحن فیہ الا ترى الاسلام الا ترى الفتنۃ الا تخاف اللہ فقال قد اجبتکم صہ، جلد ۲

یعنی حضرت علی نے اُن لوگوں سے کہا ہمکو چھوڑ دو اور دوسرے کو خلیفہ بناؤ کیونکہ ہمکو ایسے امور پیش آنیوالے ہیں جسکے بہت سے وجوہ ہیں اور بہت سے الوان نہ تم لوگونکے دل اُسپر قائم رہ سکتے ہیں نہ تمہاری عقلیں اُسپر ثابت رہ سکتی ہیں۔ سب نے کہا کہ ہم آپکو قسم دیتے ہیں خدا کی کیا نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں اسلام پر نہیں نظر کرتے کیا ہو رہا ہے۔ فتنہ کو نہیں دیکھ رہے ہیں خدا کا خوف نہیں ہے تب حضرت نے فرمایا اچھا ہمنے قبول کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کو اس خلافت سے کسقدر انکار تھا اور کن مجبوریوں سے قبول کیا اور ظاہر کر دیا کہ تم لوگ اسکو سمجھ نہیں سکتے کیونکہ تم نے جو رنگ خلافت دیکھا تھا وہی چاہو گے وہ یہاں غیر ممکن ہے۔

اب حضرت کو دو راہیں خطرناک پیش ہیں ایک یہ کہ خلفاے سابق کی تقلید کریں جس سے ممکن ہے کہ چند روز عیش و آرام سے بسر ہو مگر دین کا اسمیں خطرہ ہے کیونکہ وہ باتیں کرنی ہونگی جو شرعاً ناجائز ہیں

دوسرے یہ کہ جو حکم شریعت ہے اُسکی تعمیل کریں اسمیں ہزارہا خطرے ہیں جان۔ مال۔ آبرو سب پر صدمہ آتا ہے مگر دین کی حفاظت اسی صورت میں ہوگی حضرت کو مشورہ دینے والے اولا ممکن نہیں کیونکہ کل قریش اس خلافت سے ناراض ہیں اور اگر ہیں تو وہی لوگ جو خلفاے سابق کے مشیر تھے اور سمجھتے تھے کہ آپکی طرز خلافت بھی وہی ہوگی جو سابق خلافتوں کا رنگ تھا حالانکہ آپکے پیش نظر دوسری شرعی مصلحتیں ہیں جسکا کوئی سمجھنے والا نہیں یہی وجہ ہے کہ اونکے مشورے پسند خاطر نہیں ہوتے جس سے انکو بھی تکدر ہوتا۔ مگر حضرت اسلامی احکام سے مجبور تھے کہ اوسکے خلاف و نہی کو کفر سمجھتے۔

یہی سبب ہے کہ جب رسول اللہ نے جنگ بدر کا قصد کیا ہے تو خلیفہ دوم کی راے خلاف ہوئی کہ ان سے جنگ نہ کرنا چاہئے جس سے حضرت کو ملال ہوا اور آپنے اُنکی راے پر ناراضی ظاہر کی۔

اسیطرح جنگ طائف میں شیخین کی راے ہوئی کہ قریش کے غلام سب جو اسلام لائے ہیں انکو کفار قریش کے حوالہ کر دیجئے حضرت نے اسے ناپسند کیا اور ناراض ہوئے

اسی طرح مغیرہ بن شعبہ وغیرہ نے جناب امیر کو راے دی کہ آپ عمال عثمان کو بحال رہنے دیں

نے وماکنت متخذ المضلین عضدا پڑھکر صاف انکار کیا فرمایا لا اداھن فی دینی ولا
اعطی الدنیہ فی امری یعنی میں ہرگز دین میں سستی نہ کرونگا اور دینوی اغراض کو اپنے امور
میں شامل نہ کرونگا مغیرہ نے کہا اچھا معویہ کو بحال رکھئے ولک حجۃ فی اثباتہ کان عمر بن
الخطاب قد ولاہ الشام فقلت لا واللہ لا استعمل معویہ یومین تاریخ کامل صـ
اور آپکو اسمیں ایک حجت بھی ہے کہ عمر نے معویہ کو شام کا حاکم مقرر کیا تھا حضرت نے فرمایا لا واللہ ہم
دو روز کیلئے بھی معویہ کو اپنی طرف سے ولایت کے لئے نہیں قبول کرسکتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت
اس مشورہ کو دینوی طور پر پسند کرتے ہیں مگر دینی طریق سے اسکو خطرناک جس سے بصراحت تمام
انکار کیا اور آیہ متخذ المضلین عضدا کی تلاوت فرمائی مغیرہ حضرت کو ویسا ہی خلیفہ جان رہا ہے جیسا
کہ عمر کو خلیفہ مانتا تھا جسنے باوصفیکہ چار صحابہ کی گواہی مغیرہ کے زناکاری پر گذر چکی تھی مگر بہ لحاظ دوستی
ومحبت قدیمہ مغیرہ کو حد شرعی سے بچایا اسیطرح حضرت بھی ذاتی اغراض کے مقابلہ میں حدود
سنی کا خیال نہ کرینگے مگر یہاں وہ باتیں کہاں ممکن صاف صاف فرمایا ہم کسیطرح امر دین میں سستی
نہ کرینگے مغیرہ خلیفۂ دوم کو خلیفہ جائز سمجھ رہا ہے۔ ادھر حضرت کو ترغیب دے رہا ہے کہ آپ اُسی فعل عمر کو
سند اسکی قرار دیجئے کہ معویہ کو بحال رکھئے۔ اب آپ کیونکر سمجھائیں کہ عمر کی خلافت ہی کب جائز تھی جو
اُنکے افعال قابل سند ہوں۔ آپ کیونکر اُسکو بتائیں کہ تم لوگوں نے سب نصوص رسالت پناہی کو
بھلادیا اور تم ہی لوگوں کے مشورہ سے وہ ناجائز خلافت قائم ہوئی۔ اور تم لوگوں کا سب مشورہ ہوچکا ہے
کہ اگر حضرت علی کو کسیطرح خلافت ملجائے تو معویہ پورے دم خم سے مخالفت کرے۔ اب اس مشورہ کی
غرض بجز اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ معویہ کو حقیقتاً ایک سند حاصل کرادے کیونکہ حضرت کو بعلم الیقین
معلوم تھا معویہ کسی صورت میں بھی مخالفت سے باز آنیوالا نہیں ہے وہ ضرور وہی کریگا جو کیا پھر بجز
اسکے کہ حضرت سے سند حکومت حاصل کرکے اوسکی حیثیت اور بھی مستقل ہوجاتی اور کیا نتیجہ ہوتا پھر کیونکر
ممکن تھا کہ حضرت اس مشورہ کو قبول فرماتے۔

جناب امیر مدینہ میں قیام فرما ہیں۔ اپنی حقیقت پر مستقر ہیں باتدائے درخلافت سے آپ دیکھ رہے ہیں
کیا کیا گل کھل رہا ہے۔ ابوسفیان بکس جوش وخروش سے آپ سے کہہ رہا ہے کہ ہاتھ بڑھائیے ہم بیعت کریں
ابھی مدینہ کو سوار و پیادہ سے بھر دیتے ہیں۔ حضرت اسکی نیت جانتے ہیں کہ امر خلافت میں شریک

۷

توی ہونا چاہتا ہے۔ اب اوسکو نہایت شدت سے ذات لے رہے ہیں پیشین خوف زدہ ہو کر اوسکو ملا رہے
ہیں اور ساز باز کر رہے ہیں اُسکے دونوں بیٹے یزید معویہ کو لشکر روم کی سرداری دے رہے ہیں اور
وہ شریک خلافت بن رہا ہے۔

خلیفہ دوم اپنے مجمع خاص میں بیٹھے ہوے اسکا تذکرہ کر رہے ہیں کہ آیندہ جو خلیفہ بننے والا ہو وہ اُس
دماغ کا نہیں اس سے خلافت ضرور چھینیں گے اور جناب امیر خلیفہ ہونگے۔ تدبیر اُسکی بتا رہے ہیں
کہ اسوقت معویہ کو اپنا پشت و پناہ بنانا وہ پھر چھین لیگا۔

چنانچہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں ومنہا ان عمر حض الناس علی اتباع معویۃ والهجرۃ
الیہ الی الشام اذا وقعت فرقتا اخرج ابن ابی الدنیا بسندہ ان عمر قال ایاکم
والفرقۃ بعدی فان فعلتم فاعلموا ان معویہ بالشام فاذا وکلتم الی رایکم
کیف یستبزہا منکم ص۳ یعنی عمر نے لوگونکو آمادہ کیا اسپر کہ جب اختلاف واقع ہو تو معویہ
کا اتباع کرو اور طرف شام کے چلے جاؤ چنانچہ ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا بچو تم اختلاف
سے میرے بعد کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو سمجھ رکھو کہ معویہ شام میں ہے کس طرح وہ تم سے چھین لیگا۔ اسکے
شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں فالمعنی انہ حرضہم اذا وقعت فتنۃ اوجبت افتراق
الصحابۃ بموت الخلفاء الراشدین ان یخرجوا الی معویۃ ویفوضوا الیہ امر
تلک الفتنۃ لعظم درایۃ وحسن تدبیرہ۔ یعنی معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ عمر انکو رغبت دلا
رہے ہیں کہ جب فتنہ واقع ہو جس سے افتراق و اختلاف صحابہ لازم آے بوجہ موت خلفاے راشدین
لا فعلت هذه کی طرف جائیں اور اُسکو امر تفویض کریں بوجہ عظمت راے و حسن تدبیر اُسکے۔
اثنان فصاعدا واخش سمجھ سکتا ہے کہ مطلب خلیفہ کیا ہے کیونکہ بجز جناب امیر کوئی مدعی خلافت نہ تھا
اہم علیہ من صلاۃ کہ خلافت میں جھگڑا ہو گا سب ایک ملے ہیں بس اصلی غرض یہی ہے کہ
رسول اللہ وبقیۃ شوری اہل تو ملوک معویہ کو پشت پناہ بناو کیونکہ خلیفہ دوم جانتے تھے
اہلہم وابنائہم لا افعل ہلی مقدمین۔ اور اگر خدا امد مسلمان میں رہیں ہوا تو تم
لی الطلب بدمک ان قتلت قال عثمان ہم اہلو نکو بھی وہ اس کا مخبر ہے کہ ملل جلد
دوم، ص ۵۳

اختلاف نہ کرنا یا خود ہا متفق رہنا کہ خاندان رسالت میں خلافت نہ جانے پائے اور اگر تم اس تدبیر سے عاجز ہو تو معویہ کی طرف چلے جانا اور اسکو سونپ دینا کہ وہ اپنی تدبیر سے اس کام کو بخوبی انجام دیگا۔ ابن حجر نے اگرچہ اس جملے سے لموت الخلفاء الراشدین اسکی حفاظت چاہی ہے کہ اس تعلیم کو جناب امیرؑ کے جنگ سے علیحدہ کرلیں۔ کیونکہ جناب امیر کو بنابانی وہ خلفاے راشدین سے مانتے ہیں۔ مگر جب خود اہلسنت کے یہاں اسمیں اختلاف ہے کہ جناب امیر بلکہ عثمان بھی خلفاے راشدین میں داخل ہیں یا نہیں تو اس جملے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے ثانیاً یہ تاویل تو ابن حجر کی ہے کچھ قول عمر نہیں جو سند ہو سکے ثالثاً اسکے بعد جو کہا وهذا من عمرؓ کرامۃ باهرۃ لتضمنه الاخبار بان الامر سیصیر الیه ان الامۃ لا یعوّل فیما اذ کیا یہ عمر کے کرامات باہرہ سے ہے کیونکہ اسمیں وہ خبر دے رہے ہیں کہ امر خلافت درب ہو اسکے طرف عود کرے اور مقالید امت کا دارومدار اسی پر ہو۔ صاف بتا رہا ہے کہ اس تحریص و تعلیم کا تعلق اوسی جنگ سے ہے جو معویہ کو جناب امیر سے پیش آئی۔ کیونکہ نہ بعد اس واقعہ کے کوئی واقعہ پیش آیا نہ فتنہ ہوا جناب امیر سے لڑکر اُسنے خلافت حاصل کی اور خلیفہ علی الاطلاق بنا پھر اس تعلیم کو کرامت باہرہ کہنا بجز انکے کسکو زیبا ہے کہ عمر صاحب تو کفر کی تعلیم دے رہے ہیں اور یہ اسکو کرامت بتا رہے ہیں بہر حال جب ابتداے خلافت سے جناب امیرؑ کے محروم کرنے کے لئے یہ جال بچھایا جا رہا تھا اور یہ تدبیرین ہو رہی ہیں کہ کبھی تو عمر صاحب ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں ہاے ابن میرے بعد کون خلیفہ ہوگا کبھی سب کی نالائقی ثابت کر رہے ہیں اور کبھی یہ ترغیب دے رہے ہیں کہ جب وہ وقت اختلاف آئے تو معویہ کو اپنا پشت پناہ بنانا پھر کیونکر ممکن تھا جناب امیرؑ اس مشورہ کو قبول فرماتے کہ بحال رکھیے بعد اسکے کہ وہ آپکی خلافت کو مان لے علیحدہ کر دیا جائیگا جیسا کہ مغیرہ نے دی۔ اور حضرت ابن عباس نے بھی اسکی تائید کی۔ اور جناب امیر نے یہی جواب دیا یا ابن [illegible] لست من هذا ولا موهبات معویه فی شیء صحہ تاریخ کامل

یعنی نہ ہمکو تمھاری ان رایوں سے واسطہ ہے نہ معویہ کے۔ کیونکہ جناب ابن عباس کی راے ظاہر اسباب دنیاوی پر تھی مطابق امور دنیا۔ اور جناب امیر کی راے اصل واقع پر مبنی تھی کہ آپکو بعلم الیقین معلوم تھا معویہ وہی کریگا جو کیا خواہ ہم اسکو معزول کریں یا بحال رکھیں۔ ہاں بحال رکھنے میں یہ نقصان تھا کہ اسکو ایک سند حاصل ہو جاتی دین اسلام و ایمان کی کہ ہم ایسے تھے کہ جناب امیرؑ

نے بھی ہمکو پہلے برقرار رکھا اور اب موقوف کررہے ہیں۔ مغیرہ تو دراصل معٰویہ کا طرفدار تھا اور حضرت ابن عباس اصل راز سے ناواقف تھے لہٰذا ایسا مشورہ دیا۔ مگر جناب امیر جو سب اسرار سے مطلع تھے کیونکر اس پھندے میں آسکتے تھے لہٰذا آپ اُسی رائے پر قائم رہے لا ادا من فی دینی ولا اعطی الدنیۃ فی امری۔

تاریخ کے صفحات اولٹے تو معلوم ہو جبوقت حضرت عثمان پر بلوہ ہوا ہی اُسوقت معٰویہ اسی عہد پر علیحدہ ہوا ہی کہ ہم تمھارے خون کے بدلہ کو بہانہ بنائینگے اور اسی سے عثمان کی اُسنے مدد نہ کی۔ چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہی قال فخرج ابن عباس فقال عثمان لمعویہ ماتری فان ھولاء المہاجرین قد استعجلوا القدر ولابد لھم مما فی انفسھم فقال معویہ الرای ان تاذن لی فاضرب اعناق ھولاء القوم قال من قال علی۔ وطلحۃ والزبیر قال عثمان سبحان اللہ اقتل اصحاب رسول بلا حدث احدثوہ ولا ذنب رکبوہ قال معویہ فان لم تقتلھم فانھم سیقتلونک قال عثمان لا اکون اول من خلف رسول اللہ فی امتہ باہراق الدماء قال معویہ فاختر منی احدی ثلاث خصال قال عثمان وما ھی قال معویہ ارتب لک ھھنا اربعۃ الاف فارس من خیل اہل الشام یکونون لک ردء او بین یدیک یدا۔ قال ارزقھم من این۔ قال من بیت المال قال عثمان ارزق اربعۃ الاف من الجند من بیت مال المسلمین لحرز دمی لا فعلت ھذا قال فثانیۃ قال وما ھی قال فرقھم عنک فلا یجتمع منھم اثنان فی مصر واحد۔ اضرب علیھم البعوث والندب حتی یکون دبر بعیر احدھم علیہ من صلاتہ قال عثمان سبحان اللہ شیوخ المہاجرین وکبار اصحاب رسول اللہ وبقیۃ شوری اخرجھم من دیارھم وافرق بینھم وبین اھلھم وابنائھم لا افعل ھذہ قال معویہ فثالثۃ قال وما ھی قال دعنی الطلب بدمک ان قتلت قال عثمان نعم ھذہ لک ان قتلت فلا یطل

دم ص ۵۳

یعنی عثمان کے پاس سے جب ابن عباس باہر گئے تو عثمان نے معویہ سے کہا کیا رائے ہے
تیری کہ مہاجرین تعجیل کر رہے ہیں امور تقدیری میں اور ضرور ہے کہ جو کچھ انکے دل میں ہے کر گذریں
معویہ نے کہا رائے یہ ہے کہ تم ہمکو اجازت دو کہ ان سب کی گردن ماریں۔ کہا کسکے قتل کی اجازت
دیں کہا۔ علی طلحہ۔ زبیر۔ کہا عثمان نے سبحان اللہ کیا میں قتل کروں اصحاب رسول اللہ کو بغیر کسی
جرم و قصور کے۔ معویہ نے کہا اگر تم نہ انکو قتل کروگے تو وہ سب تمکو قتل کر ڈالینگے۔ کہا عثمان نے یہ
نہیں ہوسکتا کہ سب سے پہلے میں ہی اسکا باعث ہوں کہ خونریزی کروں امت رسول اللہ میں
معویہ نے کہا تو پھر تین باتوں سے ایک بات میری قبول کرو عثمان وہ کیا۔ معویہ پہلے یہ کہ ہم چار ہزار
فوج یہاں اہل شام سے مقرر کرتے ہیں جو تمھارے پاس حاضر رہیں اور ہر طرح تمھارے مطیع ہوں
عثمان پھر انکا خرچ کہاں سے آئیگا۔ معویہ بیت المال سے۔ عثمان تو کیا چار ہزار فوج کا خرچ ہم
مسلمانوں کے بیت المال سے اس غرض سے دیں کہ ہماری جان کے محافظ ہوں یہ نہیں ہو سکتا
معویہ تو دوسری صورت یہ ہے کہ ان سب مہاجرین کو جو یہاں ہیں متفرق شہروں میں بھیجدو کہ دو آدمی
ایکجا نہ ہونے پائیں اور انپر جاسوس و مخبر مقرر کرو کہ انکے حالات سے تمکو خبر دیا کریں۔ عثمان۔ سبحان اللہ
شیوخ مہاجرین و کبار صحابہ رسول اللہ و بقیہ اصحاب شوریٰ کو ہم گھر بار اہل و عیال سے جدا کردیں
یہ نہیں ہوسکتا۔ معویہ تو تیسری صورت یہ ہے کہ ہمکو اجازت دو تمھارے خون کا انتقام لیں اگر تم قتل کئے
جاؤ۔ عثمان۔ ہاں یہ حق تجھے ہے اگر قتل کیا جاؤں کہ میرے خون کو ضائع نہ جانے دینا۔

اس عبارت کے ان مطالب سے ہمکو بحث نہیں کہ مہاجرین اولین نے اجماع کیا تھا قتل عثمان پر اور
عثمان کہ رہے ہیں کہ ضرور وہ اپنا ارادہ کو پورا کرینگے نہ اس سے بحث ہے کہ معویہ رائے دے رہا ہے سبکو
قتل کرڈالنا چاہیے۔ اگر تم نہ قتل کروگے تو وہ تمکو قتل کرینگے۔ جس سے بداہت معلوم ہوا کہ مہاجرین
کا اتفاق تھا قتل عثمان پر۔

بلکہ صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ جناب امیر کو یہ کل حالات معلوم تھے خلیفہ اول کے عہد میں کسطرح قبیلے
ملایا گیا۔ خلیفہ دوم کے زمانہ میں کیا کیا تعلیم دی گئی تھی۔ خلیفہ سوم کے عہد میں کیا کیا منصوبے باندھے
گئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا جناب امیرالمومنین علیہ السلام اسکو سند بحالی عطا فرما کر کسطرح اداے بیعت
ہو سلام میں قائم کہتے۔

بعض مطالب کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا تھا انا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم به القلوب ولا تثبت له العقول کہ ہر شخص کی نظر ظاہر امور پر ہے اور ہم حقیقت امر سے مطلع ہیں جسکو دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔ لوگوں کی نظر ظاہر حال پر ہو گی جو یہ کہ سمجھتے ہیں خلافت کا مدار اتفاق و اجماع و بیعت مہاجرین پر ہے جو اس ذریعہ سے خلیفہ ہوا وہ مسلم الثبوت ہے ہر طرح مطاع ہے۔ اسکو وہی کیا جائے کہ یہ سب قواعد اس خلافت کیلئے اختراع کئے گئے ہیں جو حکم رسول کے خلاف اور خاندان رسالت کے علاوہ لوگوں کے لئے تھی جب خلیفہ منصوص رسول مقرر ہو گا تو اسکے لئے نہ تھا، یہ رہیگا نہ دوسرا۔ بلکہ جسطرح ہو وہ علیحدہ کیا جائے دق کیا جائے کہ اسکی خلافت نہ چلنے پائے۔

دیکھو خلافت کے لئے الائمہ من قریش سے سند لائی گئی کہ خلیفہ کو قریشی ہونا چاہئے۔ مگر جناب امیر کے روکنے کے لئے معاذ بن جبل کا نام لیا جاتا ہے جو منجملہ انصار کے تھے اور کبھی سالم کا نام جو ابو حذیفہ کا غلام تھا نہ قریشی ہے نہ انصار سے بلکہ ایک غلام زادہ۔ یہ سب آرزوئیں کسکی ہیں؟ خلیفہ دوم کی جو اس خلافت کے بانی ہیں اور اہل سنت کے ذہنی نبی ہیں۔

بہر حال جناب امیر کی مصیبت اب بیان دو چند بلکہ سہ چند ہے۔ پہلے صرف یہ مصیبت تھی کہ آپ اپنے حق سے محروم کر دیے گئے جسمیں پھر بھی آپ عند اللہ و عند الخلائق معذور ہیں کہ جب مسلمانوں نے آپکی خلافت نہ قبول کی تو آپ کیا کرتے جہاد کی اجازت نہیں مصلحت نہیں۔

اب وہ سب مصائب پیش ہیں جنکی حد و انتہا نہیں اگر آپ احکام الہی کی پوری تعمیل کرتے ہیں تو کرنے نہیں پاتے اگر نہیں کرتے ہیں تو مواخذہ اخروی بلکہ دنیوی کا بھی خوف ہے لہذا حضرت نے وہ راہ اختیار کی جو شرع انور کے مطابق سبب اصلاح و حفظ ہستی کا حجت کو تمام کیا۔ حق کو واضح کیا جسقدر تعمیل ممکن تھی اسکو انجام دیا جو باتیں حد امکان سے خارج تھیں انکو حوالہ خدا کیا۔

اب بیان صرف یہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے جو انکو کسیطرح اہلبیت طاہرین سے مانی نہیں جو سنت یہ کوئی بات انکی پسند ہی نہیں پڑتی خدا کا حکم دکھلاؤ خیال سلف کی سیرت دکھلاؤ دو رسول اللہ کی سنت سناؤ عقلی دلائل پیش کرو مگر چونکہ وہ کلام اہلبیت طاہرین کا ہے وہ مخل آران کا ہے اسلئے ہر طرح قابل اعتراض ہے اور اعتراض بھی ایسا کہ کسی طرح اوسکا جواب کیسا ہی معقول ہو قابل قبول ہی نہیں۔

جناب امیرالمومنین پر سب سے پہلا اور سب سے قوی اعتراض یہ ہے کہ اگر حضرت مستحق خلافت تھے تو بزور شمشیر کیوں نہ آپنے قبضہ کیا آپ اشجع الناس تھے۔ اور غاصبین خلافت تو ہر جنگ میں فرار کرنے والے تھے پھر سکوت و ترک تیغ کر کے خلافت کو کیوں نہ حاصل کیا لہذا معلوم ہوا کہ حضرت کا حق نہ تھا۔

اسکے جواب میں فہمائش کی گئی کہ قبضہ غلبہ اور چیز ہے حقیت اور چیز۔ حقیت تو حکم خدا و رسول سے قائم ہوتی ہے۔ غلبہ اور قوت کے اسباب مختلف ہوتے ہیں جس سے کبھی صاحب حق غالب ہوتا ہے کبھی صاحب باطل مگر اُنکے سمجھ میں نہیں آتا۔ اور جھگڑا انکار کرتے ہیں۔

بطور توضیح بتایا کہ خود رسول اللہ کو یہ حکم نہ تھا کہ محض اقرار رسالت بلکہ اقرار توحید کے لئے جہاد کرو۔ تو جناب امیر محض اس کام کے لئے کیونکر جہاد کرتے کہ ہمکو خلیفہ مانو۔ آخر جہاد احکام شرعیہ سے ہے جبتک اُسکے اسباب نہ پائے جائیں کیونکر ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ تو تیرہ برس مکہ معظمہ میں رہے۔ سارا قبیلہ بنی ہاشم بہ استثناء ابولہب آپکا حامی و مددگار تھا حضرت ابوطالب جو رئیس مکہ تھے اور سب آپکی عظمت مانتے حضرت کے سرپرست تھے آپکے دہی صحابہ مہاجرین اولین جسمیں خلفائے ثلثہ بھی داخل ہیں۔ مکہ ہی میں اسلام لائے تھے۔ سب ساتھ تھے مگر حضرت نے جہاد نہیں کیا جبتک مدینہ نہیں آئے تو کیا اس ترک جہاد سے رسول اللہ کی رسالت اور حضرت کی حقیت میں فرق آگیا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر جناب امیر کے ترک جہاد سے اُسوقت خاص میں۔ آپکی حقیت میں کیوں فرق آنے لگا جناب رسالتمآب کے کل عذروں کو تو قبول کرتے ہیں کیونکہ اگر ذرہ برابر شک کرتے ہیں تو کافر ہو جاتے ہیں مگر جناب امیر کے اُنھیں عذروں کو جو بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں کسیطرح نہیں مانتے!

حالانکہ دیکھ رہے ہیں رسول اللہ کے تین محافظ ایسے قوی ہیں کہ کسیکا اُن سے کچھ بس نہیں چلتا ایک حضرت ابوطالب جو آپکے عم معظم ہیں اور اُنکی حکومت خاندانی مثل سلاطین کے قریش وغیر قریش پر مسلم ہے۔ دوسرے حضرت خدیجہ زوجہ آپکی جو نہایت باعزت اور صاحب مال تھیں کہ سب پر آپکا اثر غالب ہے۔ تیسرے سارا قبیلہ بنی ہاشم جنمیں آٹھ تو آپکے حقیقی چچا ہیں علاوہ اور لوگوں کے جنکا اثر ایسا غالب ہے کہ جب بعد وفات حضرت ابوطالب و حضرت خدیجہ کفار نے آپکو قتل کرنا چاہا تو یہی خیال کہ بنی ہاشم اسکا انتقام ضرور لینگے ابوجہل نے خود یہ تدبیر نکالی کہ تمام جماعتوں کو اس خون میں شریک کرنا چاہا کہ حضرت کا خون ہزار قبیلوں پر تقسیم ہو جائے تاکہ بنی ہاشم معاوضہ نہ لے سکیں کیونکہ ہزار قبیلوں سے ایک

قبیلہ کا ڑنا محال ہے جس سے بخوبی ظاہر ہوا کہ اس قبیلہ کی کیا قوت تھی حالانکہ سردار انکا مر چکا ہے
حضرت ابو طالب۔ تاہم یہ ہیبت تھی۔

بخلاف جناب امیر المومنین کے کہ حضرت بعد وفات رسول اللہ ایسے یکہ و تنہا ہیں کہ پانچ آدمی
بھی اس قبیلہ میں ایسے نہیں رہے جو تلوار پکڑ سکیں چہ جائیکہ جہاد کر سکیں کیونکہ کل بنی ہاشم
رسول اللہ کے دس سالہ جہادوں میں کام آچکے ہیں اب مرد وہیں صرف جناب امیر ہیں جو خود خلیفہ
ہیں اور حضرت عباس ہیں و عقیل جو ایسے ضعیف و کمزور تھے کہ مشرکین قریش انکو مجبور کر کے اپنے
ساتھ رسول اللہ سے لڑنے لائے حالانکہ وہ کسیطرح اسپر راضی نہ تھے اور یہاں آکر اسیر اسلام
ہوئے پھر جناب امیر ان دو بڈھوں کمزوروں کو ساتھ لیکر جہاد کرتے اور کون اس جہاد
کو عقلاً جائز کہہ سکتا تھا۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ جناب امیر کیونکر ایسی حالت میں جہاد کر سکتے تھے جبکہ آپ بچشم خود ملاحظہ
فرما رہے ہیں کہ جتنے مسلمان ہیں وہ مخالفت پر آمادہ ہیں گھر میں آگ لگانے کو تیار ہیں دختر
رسول کو ایذائیں دیجاتی ہیں گھر میں دراندہ گھسے آتے ہیں نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار پھر نتیجہ کیا ہوتا
کہ آپ شہید ہوتے اور دین رسول ہمیشہ کے لئے برباد ہوتا کہ پھر ایک مسلمان بھی نہ رہتا۔ کیونکہ باقی
احکام شریعت جو کچھ برتے جاتے ہیں وہ صرف آپکے وجود ذیجود سے۔

رسول اللہ ایک نیا دین لائے تھے نئی شریعت جسمیں لوگ بتدریج داخل ہو رہے ہیں اور اسلام کا
اثر انمیں پیدا ہو رہا ہے جہاں ہزارہا منافقین داخل ہوتے ہیں کچھ مومنین مخلصین بھی ہیں لیکن ان
کی جمعیت علیحدہ قائم ہو رہی ہے کفار کی علیحدہ جس سے ایکدن ہی جنگ کا موقع نہایت عمدہ
قائم ہو رہا ہے جسنے چند ہی روز میں اپنا اثر دکھایا کہ کفار سے جنگ بھی اور مسلمان غالب ہوئے
جناب امیر کس چیز کا نام لیکر جہاد کرتے کون سے مذہب کا نام لیتے۔ کیا یہ جہاد قرار دیتے بجز اسکے کہ
ہم کو خلیفہ مانو۔ کیونکہ جو لوگ خلیفہ بنے ہیں وہ بھی تو اسلام ہی کے مدعی ہیں۔ روزہ نماز سب کچھ ہو
رہا ہے پھر کونسی حجت آپ پیش کر سکتے تھے بجز اسکے کہ تمہاری خلافت ناجائز ہے سوائے اسکے کوئی عاقل
بھی خونریزی کو پسند کریگا۔ چہ جائیکہ جناب امیر اسکے لئے جنگ کرتے خود اسلام کی ڈوبتی کشتی
پھر آپکے پیش نظر وہ سب واقعات بھی تھے کہ کسطرح خلفاء کی ناجائز خلافت سے بغاوتیں پھیل رہی ہیں

ہر طرف فساد قائم ہے۔ ایسے وقت میں آپ اگر تحصیل خلافت کیلئے جنگ کرتے تو نتیجہ یہ نکلتا کہ معاذ اللہ آپ کی غرض جو کچھ تھی وہ یہی خلافت۔ نہ اسلام کی خیرخواہی و ہمدردی۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ آپ اسلام کی ہمدردی تو چھوڑ دیتے اور خلافت کیلئے خود مدینہ میں خونریزی کرتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ بہر طور اسلام تباہ ہوتا کیونکہ جو لشکر منجانب خلیفہ ناجائز جنگ کے لئے باہر بھیجا گیا تھا ایسی حالت میں سب واپس آتے اور مدینہ میں جنگ ہوتی جسکے لئے ضرور تھا کہ وہ اعراب جو مرتد ہوئے تھے یا مانع زکوۃ تھے اس خانہ جنگی کو دیکھکر مدینہ پر حملہ کرتے اور رہا سہا اسلام کا بھی تباہ ہوتا کیونکہ خلفائے ثلثہ ضرور اونکو اپنا ہمراہی بنا لیتے جیسا کہ ابوسفیان کو اسی غرض سے ملایا تھا تو ہر طرف کفر ہی کفر ہوتا اور ظاہری اسلام بھی نہ رہتا۔

ان سب مصالح پر نظر کر کے جناب امیر نے اپنی حق تلفی قبول کی اور اسلام کو ایک ایسے عظیم الشان خطرہ سے بچایا کہ ایسا خطرہ نہ کبھی اسلام کو پیش ہوا اور نہ ہوگا۔ اسی مضمون کو جناب امیر ظاہر فرماتے ہیں جیسا کہ استیعاب ابن عبدالبر کی میں ہے فقال علی لتعجب بطلحہ والزبیر ان اللہ عزوجل لما قبض رسولہ قلنا نحن اہلہ و اولیاءہ لاینازعنا سلطانہ احد۔ فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقہ وان یعود الکفر ویبوالدین لغیرنا فصبرنا علی مضض ما لم ثم لم نر بحمد اللہ الا خیرا۔ ثم وثب الناس علی عثمان فقتلوہ ثم بایعونی و لم استکرہ احدا و بایعنی طلحۃ و الزبیر و لم یصبر اشہرا کاملا حتے خرجا الی العراق ناکثین اللہم فخذہما لفتنتہما للمسلمین فقال رفاعۃ بن رافع الزرقی ان اللہ لما قبض رسولہ ظننا انا احق الناس بہذا الامر لنصرتنا الرسول ومکاننا من الدین فقلتم نحن المہاجرون الاولون و اولیاء رسول اللہ الاقربون وانا نذکرکم اللہ ان تنازعونا مقامہ فی الناس فخلیناکم والامر فانتم اعلم وما کان بینکم غیر انا لما راینا الحق معمولا بہ والکتاب متبعا والسنۃ قائمۃ رضینا و لم یکن لنا الا ذلک فلما راینا الاثرہ انکرنا الرضی اللہ

حضرت علی اور معاویہ رض کے وقوع میں آیا کیا حکم دیا جائیگا جانبین پر۔ اللّٰهم اهد المسلمین
الی الصدق والیقین۔ اور حدیث نبوی ان مثل اهل بیتی مثل سفینة الخ البتہ ہم سنت
وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے اور فرمانا رسول صلعم کا من تخلف هلک سے مراد تخلف
کفار بالمؤمنین تھا اور یہ تخلف درمیان امیرین علیہم کے بالمؤمنین تھا اور یہ رحمت ہے اور صلح
کرنا حسن علیہم کا ساتھ معاویہ رض کے بسبب بیچارگی اور درماندگی کے نہ تھا بلکہ برعایت اس مصلحت
کے جو امام ہمام کو شایاں تھا اور دوسرے خطبہ میں صریح اسلام فریق ثانی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسواسطے کہ
صلح کرنا کفار اور مرتدوں سے بخوف فتنہ جائز نہیں بلکہ لڑائی چھوڑ دینا کہ انکا غلبہ ہو جاویں فتنہ ہے
بقولہ تعالیٰ وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله یعنی لڑو کافروں سے
کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جاوے خالص دین اللہ کے واسطے اگر من تخلف سے حضرت معاویہ رض پر نسبت
ارتداد کیجاوے تو مطابق مضمون آیہ کریمہ کے حضرت حسن علیہم پر کیا حکم عائد ہوتا ہے نعوذ باللہ
من ذالک۔ ہم سنت وجماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور حدیث رای رسول اللہ صلعم
ابا سفیانا الخ اور حدیث منها عن رسول اللہ صلعم قال یطلع الخ حدیث اول راوی
زمخشری معتزلی ہے اور ثانی حدیث کا راوی معقود بہرحال یہ دونوں حدیث قابل اعتبار نہیں
بلکہ روایت معتبرہ حدیث اول کا جواب ثالث میں مذکور ہے اور حدیث ثانی درصورت اعتبار ادلہ
مذکورہ بالا سے صاف وصریح منسوخ ہو باطل ہو گیا وان الذین یؤذون الله الخ اور حدیث
شریف من آذی علیا الخ حضرت معاویہ پر اطلاق نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ نظیر بس ایذا سے ایذائے
کفار تھا کیونکہ اسواسطے کہ یہاں طرفین کی لڑائی بغوائے آیہ کریمہ مذکورہ وان طائفتان الخ
اور حدیث دعوتهما واحدة سے مؤمنین میں تھا پس بہل اطلاق ایذا حضرت معاویہ
پر نہیں ہو سکتا ہے ذکر اسکا من تخلف هلک میں گذرا اور تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۹۲

عزوجل ثم بايعناك ولم نأل وقد خالفك من انت في انفسنا
خير منه وارضى فمنعنا بامرك صـ١٠٣ جلد اول

یعنی جب طلحہ وزبیر بغرض جنگ جناب امیرؑ سے روانہ بصرہ ہوئے تو ام الفضل بنت حارث نے ایک
خط حضرت کو لکھا جسمیں انکے خروج کی خبر درج تھی۔ تو اسپر جناب امیرؑ نے فرمایا تعجب ہے طلحہ وزبیر
سے تحقیق جسوقت رسول اللہ نے وفات پائی تو ہم لوگوں نے کہا ہم حضرت کے اہلبیت اور اولیا
سے ہیں کوئی شخص ہماری سلطنت میں منازعت نہ کریگا۔ مگر قوم نے انکار کیا اور دوسروں کو
والی خلافت بنایا۔ قسم خدا کی اگر اسکا خوف نہ ہوتا کہ فرقت ہوگی و اختلاف ہا ور پھر لوٹ آئیگا کفر
اور دین غیر دنگا ہو جائیگا (تو ہم جہاد کرتے) بس صبر کیا اوس تلخی پر جو گذری۔ پھر نہیں دیکھا
بحمد اللہ مگر خیر۔ اسکے بعد لوگوں نے عثمان کو قتل کیا اور ہماری بیعت کی اور مجھے کسیکو مجبور نہیں کیا
اور بیعت کی طلحہ وزبیر نے اور ایک مہینہ پورا بھی صبر کیا یہانتک کہ خروج کیا طرف عراق کے بیعت
توڑ کر۔ خداوندا تو اُن سے مواخذہ کر بسبب اسکے کہ فتنہ کیا مسلمانوں میں

رفاعہ بن رافع نے کہا جو راوی اس حدیث کے ہیں کہ جب خدا نے رسول اللہ کو وفات دی تو ہم لوگوں انصار
نے گمان کیا کہ ہم لوگ زیادہ مستحق ہیں بامر خلافت اس وجہ سے کہ نصرت رسول اللہ کی تھی اور دین جو ہے
ہمکو حاصل تھا۔ بس تم لوگوں نے کہا ہم مہاجرین اولین ہیں اور اولیاء رسول ہم جو سب سے زیادہ قریب
ہیں ہم تمکو خدا کو یاد دلاتے ہیں کہ رسول اللہ کے قائم مقامی میں ہمسے منازعت نہ کرو۔ لہذا ہمنے
چھوڑ دیا تمکو اور امر خلافت کو کہ تم جانو اور جو کچھ تم لوگوں میں تھا بجز اسکے کہ جب دیکھا حق پر عمل ہوتا ہے
کتاب خدا کی پیروی کیجاتی ہے سنت رسول اللہ قائم ہے راضی رہے اور بجز اسکے ہمارے اختیار میں
بھی نہ تھا جب دیکھا کہ حق تلفی ہوتی ہے انکار کیا بغرض رضائے خداوند عالم۔ پھر آپکی بیعت کی اور
کسیطرح تقصیر نہ کی۔ اور آپکی مخالفت کی اور لوگوں نے کہ آپ ان سب سے بہتر ہیں ہمارے نزدیک
ہیں۔ اور زیادہ تر مرضی لہذا اپنا حکم جاری کیجئے۔ اس حدیث سے ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ جب امیر
ان مصالح کو جس سے آپنے اسوقت جہاد نہیں کیا کس صفائی سے ظاہر کر رہے ہیں کہ آپ یہ فرماتے
ہیں ہماری حقیت ایسی مسلم اور ثابت تھی کہ دوسرے کسی کے خلافت کا امکان ہی نہ تھا یعنی
باعتبار حقیت نہ باعتبار واقعات۔

پھر فرماتے ہیں مگر [illegible] قوم نے انکار کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ قریش نے عمداً حضرت کو خلیفہ نہ ہونے دیا پھر فرماتے ہیں فولوا غیرنا کہ دوسروں کو اپنے خلیفہ بنایا جس سے [illegible] اسقدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ سب مخالف تھے پھر آپ کسکو اپنی حمایت میں لیتے اور جنگ کرتے۔

اسکے بعد آپ اس جنگ کو فرماتے ہیں کہ ممکن تھا آپ تن تنہا اُنسے مقابلہ کرتے اگرچہ [illegible] قتل ہی کیوں نہ ہو جاتے وہ قسم خدا کی اگر خوف افتراق نہ ہوتا کہ امت محمدیہ میں اختلاف ہوتا اور [illegible] اسکا خوف نہ ہوتا کہ کفر عود کرے۔ دین کفار رائج ہو تو لوگ دیکھتے جس سے صاف اشارہ ہے اسطرف کہ قریش کی متابعت حق سے تو مایوسی تھی۔ مگر یہ ممکن تھا کہ ان سے تنہا جہاد کرتے مگر اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ دین اسلام منقلب ہوتا اور کفر کو رواج ہوتا۔ اس مصلحت سے ساکت رہے۔

اس روایت میں رفاعہ بن رافع انصاری نے جو اکابر صحابہ سے تھے قبیلہ انصار کے خیالات کی بھی تصریح کر دی کہ پہلے تو اونکو اپنی قوم کے خلافت کا خیال تھا۔ مگر جب مہاجرین آمادہ ہوئے تو وہ لوگ ساکت ہو رہے اور چھوڑ دیا۔ اور جو خود مہاجرین میں اختلاف ہوا یعنی جناب امیرؑ اور خلفائے ثلثہ میں تو اسوجہ سے خاموش رہے کہ یہ انکے باخود ہا کا معاملہ ہے جس سے اور بھی جناب امیر کی مجبوری ظاہر ہے کہ قریش ادھر باخود ہا اتفاق کئے ہوئے ہیں۔ اور انصار ادھر روٹھے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت کا ساتھ دیتا تو کون جو آپ جہاد کرتے۔

مسلمانوں میں اگرچہ بھی حقانیت کی روح ہوتی تو جناب امیرؑ کے صرف اس سکوت کو ایسے موقع پر ایثار نفسی اور حقانیت کی ایک ایسی نظیر مانتے کہ تواریخ عالم میں کوئی نظیر اسکی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ بغرض ملک و مال جنگ و جدل کرنا تو ہر قوم میں مشاہدہ ہو خواہ حق پر ہو خواہ باطل پر مگر حقیت کے ساتھ شجاعت کے ساتھ بغرض بقائے دین باز آنا اور جنگ و جدل سے رکنا اُسی عالی ہمت خیرخواہ اسلام کا کام ہے جسکی خلقت اُس نور سے ہوئی ہو جو نور رسول اللہ تھا اسی نے تو نفس کشی کو جہاد اکبر کا خطاب ملا ہے۔

جب ان دلائل اور ایسی ہی ہزاروں دلائل سے بھی اہلسنت کی تسکین نہ ہوئی اور اپنے ضد پر اڑے رہے کہ اگر حضرت لائق ہوتا تو ضرور ہی جہاد کرتے چاہے اسلام برباد ہو جاتا یا خود ہی قتل ہو جاتے تو آخر میں یہ عرض کیا گیا کہ اچھا اس موقع کو جانے دیجئے آپ حضرت کے حقیت کو نہ مانئے جانے

حضرتؐ نے تلوار سے فیصلہ کیا وہیں آپ حضرت کے حقیت کو قبول فرمائی کیونکہ جنگ جمل میں تو
حضرتؐ نے تلوار سے کام لیا طلحہ زبیر اور ہزاروں صحابی مارے گئے بی بی عائشہ نے شکست کھائی
جنگ صفین میں تو حضرت نے بمقابلہ معاویہ تلوار سے فیصلہ کیا۔ انھیں لوگوں کے کفر و نفاق کا اقرار
کیجئے۔ قابل لعن قرار دیجئے۔ شیعوں سے اتفاق کیجئے۔

تو یہاں مسئلہ خطائی الاجتہاد کا ایجاد ہوا کہ اجتہاد میں غلطی ہوئی اس سے انکے ایمان یا مدارج میں
نہیں فرق آیا سب یکساں مومن تھے ایکساں جنتی کیونکہ یہ تو رائے کی غلطی تھی۔

خطائے اجتہاد کی سبب

یہ مسلک تو انہیں لوگوں کا ہے جو اہل سنت میں اعلیٰ درجہ کے محقق اور بڑے سرے کے مومن مانے جاتے ہیں
اگر ہم کسی کو برا بھلا نہیں کہتے سب کی محبت و تعظیم کرتے ہیں۔ ورنہ ہزاروں لاکھوں تو ایسے ہیں جو جناب
امیرؑ پر یہ الزام قائم کرتے ہیں کہ حضرت نے ہزارہا مسلمانوں کو قتل کیا اور مسلمانوں کا قتل جائز نہیں
جسکے مطلب یہ ہو کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ نے خطا کی۔

اسکے جواب میں جب اُن ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا نام لیا گیا جنھیں خلیفہ اول نے صرف اسی جرم
پر قتل کیا تھا کہ وہ انکی خلافت نہ مانتے تھے انکو خلیفہ جائز نہیں جانتے تھے اور کوئی اُن سے قصور
نہیں ہوا تھا سب مسلمان کہتے اور سب مسلمان تھے گر خود خلیفہ نے بعض کا خون جائز [illegible] سمجھ
دیا اور خلیفہ دوم نے خلافت پاتے ہی سب قیدیوں کو آزاد کیا اور خالد بن ولید کو جو خلیفہ اول کا
سپہ سالار تھا معزول کیا قید کیا تو ایسے جواب میں بجائے اسکے شرمندہ ہوتے سر گریبان ہوتے
یہ کہہ جاتے ہیں کہ وہ سب تو مرتد تھے حالانکہ خود مانتے تھے کہ سب مسلمان ارتداد وغیرہ کچھ نہ تھا صرف
زکوٰۃ کے نہ دینے پر نام ارتداد کا رکھا گیا تھا

یہ مضامین ایسے نہیں ہیں جنکے شواہد و دلائل کی ضرورت ہو خود اس کتاب میں بھی اور ہزارہا کتابوں میں
سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا۔
دلائل اسکے مرقوم ہیں جس

غرض جس طرح مخالفین اسلام اپنے کل اعتراضوں کو جو رسول اللہ پر کرتے ہیں باوجود بحث صرف کے
انکے جوابوں کو نہیں مانتے۔ اسی طرح مخالفین جناب امیرؑ بھی اپنے ہر اعتراض کو لاجواب اور نہایت قوی
سمجھتے ہیں مگر جس طرح ہم دلیل و برہان سے مخالفین اسلام کے اعتراضوں کو باطل کرتے ہیں ویسے ہی
مخالفین جناب امیرؑ کو بھی دلیل و برہان سے غلط ثابت کرتے ہیں نحن شاء علیہم و من

شاء فلیکفر

ہاں فرق ہے تو اسقدر کہ مخالفین اسلام۔ اسلامی باتوں پر بظاہر ایمان بھی نہیں لاتے اور علانیہ عداوت
رسول کا اقرار کرتے ہیں۔ بخلاف مخالفین جناب امیر کہ وہ بظاہر اسلامی باتوں کے قائل اور احادیث
صحیحہ کے معترف اقرار عداوت جناب امیر کے منکر اسلئے ہمیشہ منافقانہ چال چلتے ہیں کہ سب باتوں کا
زبانی اقرار بھی کرتے ہیں اور پھر ایسی تاویل کرتے ہیں کہ سارا مطلب خبط ہو جائے

صلح جناب امام حسن علیہ السلام | ان حالات سے جہاں آپنے بہت سے نتائج نکالے ہونگے وہاں یہ
نتیجہ بھی ضرور حاصل ہوا ہوگا کہ حکومت یا دنیوی اقتدار جسقدر خاندان رسالت سے دور اور علیحدہ
رہا اوسیقدر مسلمانوں کو خوشی ہوتی تھی اور انکی تابعداری و فرمان برداری ترقی کرتی جاتی۔ اور
جسقدر اس خلافت کو خاندان رسالت سے قربت ہوتی اوسیقدر انکا بغض و عناد ترقی کرتا جاتا
چنانچہ جناب امیر خلیفہ ہوئے جو سب سے اقرب برسول اللہ تھے اور حقیقی چچا زاد بھائی اور داماد رسول تھے
ہیں جنہیں نفس رسول اللہ بھی ہے اور عدل و انصاف ایسا کر رہے ہیں کہ دنیا میں کوئی نظیر اسکی نہیں
ملتی۔ مگر چونکہ حقدار اور اہلبیت رسول اللہ سے ہیں لہذا تمامی مسلمان مخالف ہیں جس سے چند روز
تک فتنہ آپکی خود حضرت کیلئے مصیبت عظمیٰ ہی اور آخر شہید کئے گئے۔

اسکے بعد نوبت جناب امام حسنؑ آئی جنکے نسبت تمام عالم کو معلوم تھا کہ آپ فرزند رسول اللہ ہیں اور
بجز آپکے یا جناب امام حسینؑ کے دوسرا شخص دنیا میں ایسا نہیں ہے جو فرزند رسول کہا جاسکے اس
قرابت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے ایک روز بھی آپکی خلافت کو نہ مانا اور آپکو اپنا امام و خلیفہ نہ جانا
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان مسلمانوں کو کسیطرح یہ گوارا نہ تھا کہ خاندان رسالت میں یا اوسکی
قرابت مندوں میں خلافت جانے پائے اور وہ آرام سے رہ سکیں کیونکہ جناب امیر ابن عم رسول
ہیں اور جناب امام حسنؑ فرزند رسول جنسے بڑھکر کوئی اقرب ہو نہیں سکتا انکے ساتھ یہ برتاؤ ہوا
بخلاف اسکے شیخین جو قرابت میں سب سے زیادہ بعید تھے انکی اطاعت سب سے زیادہ کی گئی۔ پھر معاویہ
یزید مروان عبدالملک وغیرہ جنکا کفر و نفاق سبکو معلوم تھا خلیفہ ہوئے اور ان سب کی اطاعت
ویسی ہی کی گئی جیسے شیخین کی خلافت بےتکرار تھی

غرض چونکہ امام حسنؑ ابتدائے عمر سے سب کو مشاہدہ فرما رہے تھے کہ ان مسلمانوں کی کیا حالت ہے اسلام

سے کسقدر دور ہیں کفر و نفاق سے انکے قلوب کسقدر مجبور ہیں۔ کسیطرح نہیں چاہتے کہ خاندان
رسالت میں خلافت کو استقرار ہو تو پھر کیونکر ممکن تھا جناب امام حسنؑ ان مسلمانوں پر اعتماد فرماتے
اور اسکی امید رکھتے کہ یہ حق کے ناصر و مددگار ہونگے۔

ہم علم امامت یا علم لدنی سے نہیں بحث کرتے جس پر نبی و امام اپنے تکالیف خاصہ پر مجبور ہوجاتا ہے
بلکہ ظاہر اسباب پر نظر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جناب امام حسنؑ اس صلح پر کن کن وجوہ سے
مجبور تھے (۱) آپ ابتدائے سن شعور سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ان مسلمانوں کا سلوک خود رسول اللہ
کے ساتھ مواقع جنگ و صلح میں کیا رہا ہے۔ (۲) آخری زمانہ نبوت میں جب آپنے جناب امیرؑ کو
بالاعلان خم غدیر میں خلیفہ کیا اسوقت سے الکفر والطغیان کسقدر بڑھ گیا کہ نہ لشکر اسامہ کے
ساتھ گئے نہ وصیت نامہ لکھنے دیا (۳) وفات رسول اللہ پر انکی کیا حالت تھی کہ نہ ایک شخص کفن
و دفن رسول اللہ میں شریک ہوا نہ نماز جنازہ میں اہلبیت رسولؐ اس مصیبت میں ہیں اور صحابہ
رسول مہاجرین و انصار تحصیل خلافت میں سرگرم ہیں یہانتک کہ حضرت دفن بھی ہوئے اور وہ
لوگ نہ شریک ہوئے (۴) طلب بیعت کیلئے جناب امیرؑ بلائے جاتے ہیں گھر میں آگ لگائی جاتی ہے
در گرایا جاتا ہے جس سے بضعۂ رسول قریب بہلاکت ہوجاتی یہانتک کہ حضرت محسن کا اسقاط ہوا
یہ سب کام اُن بعض سے ہوا جو مدعی اسلام ہیں اور خلیفہ رسول بن رہے ہیں (۵) جناب امیرؑ
اپنے دلائل اور حقوق خلافت پیش کرتے ہیں اور اودھر سے جواب ملتا ہے اگر نہ بیعت کروگے
قتل کیے جاؤگے (۶) خلیفہ اول نے مرتے وقت نہ اجماع کا خیال کیا نہ شورے کا نہ بیعت
کا حالانکہ خود اسی بیعت سے فائز بخلافت ہوئے تھے۔ بلکہ خلیفہ دوم کو اپنی ذاتی رائے سے
خلافت کے لئے نامزد کردیا اور وصیت نامہ لکھا حالانکہ رسول اللہ کا وصیت نامہ رد کردیا
گیا تھا (۷) خلیفہ دوم نے چلتے چلاتے وہ ترکیب کی کہ جناب امیرؑ خلافت سے محروم بھی رہیں
اور انپر وہ الزام نہ آسکے جو خلیفہ اول پر آیا تھا کہ اپنی رائے سے خلیفہ مقرر کردیا بلکہ ایک
ایسا فساد قائم ہوا کہ جو قیامت تک مٹنے والا نہیں (۸) انتخاب خلیفہ سوم کے وقت گو عام
مسلمانوں کی رائے جناب امیرؑ کے موافق تھی۔ مگر قریش سب کے سب خلاف تھے۔ یہ شرط متابعت
شیخین ایسی پیش کی گئی کہ جناب امیرؑ کو اس سے علیحدہ ہونا پڑا۔

(۹) خلیفہ سوم باوصفیکہ قریش کے حسب خواہ تھے۔ مگر چونکہ ذاتی اغراض کا انھوں نے زیادہ خیال کیا لہٰذا انھیں مسلمانوں اور صحابہ کی رائے سے واجب القتل قرار پائے جن کے اتفاق و سازش نے انھیں خلیفہ بنایا تھا۔

یہاں سے امید و بیم کی دھاریں پیدا ہوئیں۔ امید کی تو یہ وجہ تھی کہ اگر خلیفہ ما بعد عدل و انصاف سے پورا کام لے۔ اور حکومت و سیاست کا پورا سامان کرے تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ سوم اسی وجہ سے مارے گئے تھے کہ انھوں نے اپنے عزیز و اقربا کے ساتھ حد سے زیادہ سلوک کیا اور عام مسلمانوں پر جنہیں قریش بھی داخل تھے حد سے زیادہ سختی کیا جسکا لازمی نتیجہ وہی تھا جو ہوا۔

خوف کا یہ باعث تھا کہ جو خلیفہ فی نفسہ محبوب و مرغوب تھا۔ وہ جب اس ذلت سے مارا گیا تو دوسرا خلیفہ جسکے بعض و عناد نے پہلے ہی انکے دل پر قبضہ کیا ہے اُسکی کیا حالت ہو گی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ خلیفہ سوم کے تمام قرابت مند ملک پر حاوی اور حکمراں ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ جناب امیر خلافت اول و دوم و سوم میں تو مدعی خلافت رہے کہ بحکم خدا و رسول ہم خلیفہ ہیں مگر بعد خلیفہ سوم آپ انکار کرتے ہیں اور کسیطرح اسپر راضی نہیں ہوتے کہ آپ خلیفہ بنائے جائیں۔ مگر جو لوگ سچے مسلمان تھے وہ تو اول ہی روز سے آپکی خلافت کے خواہاں تھے۔ اور اب قریش کی عام رائے بھی اسیطرف ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں خون عثمان سے اگر کوئی بری ہے تو صرف جناب امیر ورنہ ہر شخص کسی نہ کسیطرح شریک ہے۔ اگر انمیں سے کوئی خلیفہ ہوتا ہے تو ایکروز بھی امن و امان سے نہیں رہ سکتا۔ اسلئے حضرت کو قبول خلافت پر مجبور کیا جسپر قسمیں دی گئیں اسلام کا واسطہ دیا گیا دھمکیاں دی گئیں۔

حضرت کو یہ خلافت اُسیطرح ملی جسطرح رسول اللہ خبر دے گئے تھے انا کا مؤمنین مستخلف کہ تم ضرور امیر اور خلیفہ بنائے جاؤ گے اسمیں نہ اسکا شائبہ ہے کہ خلفائے ثلثہ کے ذریعہ سے آپکو خلافت ملی۔ نہ اسکا شبہ کہ آپنے اسکے لئے کوئی سازش کی نہ اسکا کوئی خیال کر رعایا نے آپسے موافقت کی جیسا کہ اور وں کو ہوا تھا بلکہ منجانب اللہ ایسے سامان ہوئے کہ ہر شخص کو اپکی خلافت تسلیم کرنی پڑی اور اطاعت و انقیاد پر اسوقت مجبور ہوا اور نہ سارا شہر

مدینہ اسیوقت آتش جوالہ بن جاتا۔

یہ عنوان جناب امام حسن کے لئے بیشک ہمت افزا ہو سکتا تھا کہ آپ جب خلافت پر قابض ہوتے تو
اپنے پورے غرور سے کام لیتے۔ مگر واقعات مابعد نے پھر آپکے سابق خیال کو صحیح کر دیا کہ اسیطرح
یہ مسلمان اسپر راضی نہ ہونگے کہ خاندان رسالت میں خلافت آنے پائے کیونکہ جناب امیر نے بعد
حصول خلافت پہلا کام یہی کیا کہ جو بیت المال خلیفہ سوم کے عہد سے بند تھا اور سب کے
خزانے زر کے بھرے تھے حضرت نے اسے کھلوایا اور بالسویہ سبکو تقسیم کیا جسپر تمامی اہل اسلام
میں نعرہ تحسین و آفرین بلند ہوا اور ہر شخص راضی ہوا مگر وہ لوگ جو خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں
بڑے ہی مالدار تھے ہزاروں لاکھوں کا وارہ نیارہ کرتے قارون وقت بنے تھے انکو کہاں چین آتا وہ تو
سمجھ گئے کہ ہماری بزرگی ہم کوئی چیز نہ ہے

طلحہ زبیر نے تو مکہ کی راہ لی اور وہاں جا کر حضرت عائشہ کو لگا تھا جو اسیوقت سے بیچین تھیں
جبسے انھوں نے سنا تھا کہ جناب امیر کی بیعت کی گئی جسپر بے اختیار کہہ اٹھیں کاش آسمان زمین پر
پھٹ پڑتا اور یہ امر انجام نہ پاتا۔ ایک طولانی مشورہ کے بعد یہ جتھا بصرہ کو گیا اور خون عثمان
کا اتہام جناب امیر پر لگایا گیا حالانکہ خود عائشہ قتل عثمان کا فتوے دینے والی تھیں طلحہ زبیر
سب سے بڑھکر قتل میں ساعی۔ چنانچہ طلحہ کو خود مروان نے جو عثمان کا داماد تھا اور اسی لشکر میں تھا
جو جناب امیر سے لڑنے چلا تھا طلحہ کو تیر سے مارا جسپر یہی کہا کہ اب ہمکو خون عثمان کا کسی سے دعوے نہیں
یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عائشہ یا طلحہ زبیر کو عثمان سے کیا سروکار تھا نہ انکے وارث تھے
نہ انکے اولیا سے نہ انکے قبیلہ سے۔ کچھ نہیں بلکہ وجہ جناب امیر کی عداوت انکے دل میں تھی اسلئے
خون عثمان کا بہانہ کیا اور کیا ہو سکتا ہے یہی واقعہ جمل کہلاتا ہے جسمیں وہ سب باغیان
مارے گئے اور عائشہ کو جناب امیر نے با احترام مدینہ پہونچوا دیا

جناب امیر نے اس **پولیٹکل قیدی** کی ایک ایسی نظیر قائم کی کہ اگر اہل اسلام
اسلام اور صدق دل سے اسپر ایمان لائے ہوتے تو جناب امیر کے ہمیشہ شکر
گذار ہوتے کہ مدت العمر آپکی مدح و ثنا میں تر زبان رہتے کیونکہ کسی **باغی** و سرکش
کے ساتھ قبل اسلام یا بعد اسلام وہ سلوک نہیں کیا گیا جو جناب امیر نے اپنے ایک

ایسے جانی دشمن کے ساتھ سلوک کیا جسکا کوئی نظیر نہیں مل سکتی کہ اُسکا پردہ قائم رکھا اُسکی عزت کی حفاظت کی۔ اُسکو بآرام تمام جائے محفوظ میں رکھا۔ اور پھر بکمال احترام روانہ مدینہ منورہ کیا کہ جاکر قبر رسول کی مجاورت کرے۔ عرب بلکہ کسی مذہب وملت سابقہ میں عورتوں کا کوئی احترام نہ تھا۔ یہ صرف اسلام کا فیض ہے جسنے عورتوں کے حقوق کو تسلیم کیا اور مردوں کے مساوی انکے حقوق کا خیال کیا۔ مگر رسول اللہ کے عہد میں بھی جو عورتیں کفار کی قید میں آئیں کسی تاریخ سے اسکا پتہ نہیں چلتا کہ اونکی مثل عائشہ توقیر کی گئی ہو بلکہ سب لونڈیاں بنائی گئیں۔

خلیفہ اول کے زمانہ میں صدہا ہزارہا اشراف عرب کی بہو بیٹیاں جنگی قیدی بنکر آئیں مگر سب کے ساتھ یہی سلوک ہوا کہ لونڈیاں بنائی گئیں فروخت کی گئیں حالانکہ وہ مسلمان تھیں اور یہ برتاؤ اُنکے ساتھ جائز نہ تھا چنانچہ خلیفہ دوم نے بعد حصول خلافت سبکو آزاد کیا۔

خلیفہ دوم کے زمانہ میں کیسی کیسی شہزادیاں روم ایران کی قید ہو کر آئیں۔ مگر سب کے ساتھ وہی عام قاعدہ برتا گیا جو دستور تھا کہ جنگی قیدی لونڈی غلام بنائی جائیں۔ حالانکہ حضرت کے خاص احکام اس مادہ میں موجود تھے مگر وہی کیا جو انکے وحشت کا تقاضا تھا۔

مگر یہ نظیر صرف جناب امیر نے قائم کی کہ اُس عورت کو جو کسی کی صرف عیال نہیں ہے کہ عام طور پر وہ بے قصور ہوتی ہیں بلکہ خود باغی ہے اور باغیوں کی سرغنہ اور جسنے وفات رسول اللہ کے بعد سے آجتک حضرت کو چین نہ لینے دیا۔ وہ اسطرح شکست کھاکر حضرت کے قبضہ میں آتی ہے۔ اور آپ اُسکی اسطرح عزت وحرمت فرماتے ہیں۔

جناب امیر کا اس قانون کو جو تمدن اور اخلاق کا ایک بے نظیر قانون ہے مسلمانوں نے تو نہ قبول کیا مگر مخالفین اسلام نے اس قاعدہ کو اس نظر عزت و وقعت سے دیکھا کہ آج اُنکے تمامی اصول جنگ کا اسی پر عمل درآمد ہے۔ کہ زخمیوں کو نہیں قتل کرتے۔ علاج وتدبیر کرتے ہیں۔ عام اسیروں کو آرام دیتے ہیں جائے محفوظ میں رکھتے ہیں اُنکی حفاظت کرتے ہیں اُنکے آسائش و آرام کی فکر کرتے ہیں جس سے وہ تمام عالم میں ممدوح ہو رہے ہیں اور ہر جگہ انکا قبضہ ہو رہا ہے۔

مگر خدا سمجھے اُن مسلمانوں کے مجتہدوں نے جناب امیر کی اس تعلیم کو ایسا اُٹھا کر خود آپکے اہلبیت کو خود دختران رسول تھیں کس بیحیائی اور بے غیرتی سے اسیر کیا جسپر شاعر کہتا ہے۔

شامیاں بستند بازوی زینب و کلثوم را۔ اے فلک آں ابتدا ایں انتہاے اہلبیت غرض
جنگ جمل کے بعد معویہ نے وہی اہتمام جناب امیر پر لگایا اور خون عثمان کا حیلہ کرکے جنگ آزما
ہوا جس سے تمام عالم واقف ہے کہ اسکا نام جنگ صفین ہے۔

جناب امام حسنؑ ان تمام واقعات کو بنظر عبرت ابتداے وجود مبارک سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کا
دل کدھر ہے اسلام کا اون پر کسقدر اثر ہے خاندان رسالت سے وہ کسقدر علیحدگی پسند کرتے ہیں
دوسروں سے انکو کیا الفت ہے کسدرجہ اُسکی اطاعت و فرمان برداری کرتے ہیں اور خاندان
رسالت سے کسدرجہ اُنکے دل بھرے ہوے ہیں۔ جناب امام حسنؑ اسکے اسباب اور وجوہ سے
بھی مطلع ہیں کہ خاندان رسالت سے انکی برگشتگی کس قاعدہ پر ہے۔ کیوں انکی حکومت و
خلافت کو نہیں پسند کرتے۔ اسیوجہ سے کہ ان حضرات نے ان موجودہ مسلمانوں کے باپ دادا
بھائی۔ چچا۔ ماموں کو جو سب کافر تھے۔ بحکم خدا و رسول جہاد میں قتل کیا۔ اسوجہ سے اُن کے
دلوں میں خاندان رسالت کی عداوت بھری ہوئی ہے کبھی نہ چاہینگے کہ وہ شخص ہمپر حکمران ہو
جسنے ہمارے آبا و اجداد کو قتل کیا۔ حالانکہ اگر وہ مسلمان ہوتے سچے دل سے ایمان لاے ہوتے
تو سب سے زیادہ وہ انکے فدائی ہوتے کہ دین اسلام نے انکے قوت و شجاعت سے عروج پایا۔ مگر
وہ مسلمان کب تھے جو اسکی قدر کرتے۔

دوسری وجہ عداوت یہ تھی کہ دلوں میں انکے کفر اصلی اور نفاق بھرا ہوا تھا کیونکہ مذہب کی
محبت بھی مثل محبت وطن و اہل و قرابت فطری ہے لہذا وہ جانتے تھے کہ اگر خاندان رسالت
کا پورا تسلط ہوگا تو تمام دنیا میں اسلام صادق رواج پائیگا پس چونکہ وہ باطنی دشمن
اسلام تھے لہذا کسیطرح نہ چاہا کہ انکو ایسا تسلط ہو جس سے دین اسلام کی اشاعت ہو اور
کفر بالکل مٹجاے۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے اگر خاندان رسالت کے ہاتھوں خلافت آئی
تو پھر ہماری دال کسیطرح نہ گلے گی تخریب دین کا موقع نہ ملیگا بزرگوں کا انتقام نہ لے سکینگے
لہذا انہوں نے چند ایسے ہی اشخاص کو خلیفہ اور حاکم قبول کیا جنکی بدعتوں نے دین اسلام کو ہمیشہ
کے لیے ذلیل و خوار کیا اور ایسی باتیں داخل اسلام کیں جس سے اسلام ہمیشہ برباد ہوتا رہے
یہانتک کہ خود قرآن مجید کا کاتب اور ترتیب دینے والا ایسے شخصوں کو مقرر کیا جو نہ صرف تعلیم قرآن

سے محروم تھا بلکہ پکا دشمن قرآن تھا یعنی بنی امیہ۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ حضرات خلیفہ ہوے تو پھر نہ ہم ظلم کر سکینگے نہ ستم نہ مال ناجائز پر تصرف ہوگا نہ دولت ہاتھ آئیگی کیونکہ یہاں جو کچھ ہو عدل جو کچھ ہو انصاف۔ جو کچھ ہو شریعت کی پابندی۔ جس سے ہر طرح کے تصرفات ناجائز سے ہم محروم رہتے ہیں۔

پانچویں وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے اگر یہ خلافت خاندان رسالت میں مستقر ہوئی تو پھر قیامت تک انسے نہ نکل سکیگی جو ہم بھی کبھی اس شرف سے مشرف ہوں کیونکہ اس خاندان کا جو خلیفہ ہوگا وہ معصوم۔ عالم۔ عادل۔ پھر کیونکر اس خاندان سے خلافت نکل سکتی ہے چنانچہ خود جناب امیر نے اسکی تصریح بھی فرمائی ہے ملاحظہ ہو تاریخ کامل صـ۲۷ جلد ۳

قال عمرو بن میمون قال لی عبد اللہ بن عمر من ظن انه یعلم ما کلم به عبد الرحمن بن عوف علیا وعثمان فقد قال بغیر علم فوقع قضاء ربك علی عثمان فلما صلوا الصبح جمع الرهط وبعث الی من حضره من المهاجرین واهل السابقة والفضل من الانصار والی امراء الاجناد فاجتمعوا حتی التجم المسجد باهله فقال ایها الناس ان الناس قد اجمعوا ان یرجع اهل الامصار الی امصارهم فاشیروا علی فقال عمار ان اردت ان لا یختلف المسلمون فبایع علیا فقال المقداد بن الاسود صدق عمار ان بایعت علیا قلنا سمعنا واطعنا۔ وقال ابن ابی سرح ان اردت ان

یعنی عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر نے اون سے کہا جو شخص کہے کہ ہم جانتے ہیں اسکو جو کلام کیا عبد الرحمن بن عوف نے حضرت علیؑ و عثمان سے۔ وہ شخص بغیر علم دعوی کرتا ہے۔ نماز صبح کے بعد عبد الرحمن بن عوف نے سب لوگوں کو جمع کیا۔ مہاجرین سے اور اہل سابقہ و فضل قبیلہ انصار سے اور سرداران لشکر کو سب جمع کیا یہاں تک کہ مسجد رسول بھر گئی اسکے بعد عبد الرحمن نے کہا ایہا الناس دور دور ملکوں کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو جایا چاہتے ہیں لہذا مجھکو مشورہ دو عمار نے کہا اگر تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں سے کوئی شخص اختلاف نہ کرے تو حضرت علی کی بیعت کرو۔ مقداد بن اسود نے کہا سچ کہا عمار نے اگر تم علی کی بیعت کروگے تو سب مطیع و منقاد ہو جائینگے حضرت عمار و مقداد غیر قریشی ہیں مگر اعاظم صحابہ سے جنکے فضائل و مناقب

میں جو حدیث منقول ہے اخرج ابن شیبة فی المصنف والطبرانی فی الکبیر عن
عبد الملک قال قال معاویہ رض ماذلت اطمع فی الخلافة تک رد الجواب
میں نقل کیا گیا اور حضرت معاویہ رض اسی کو طامع خلافت قرار دیا گیا در صورت معنی فہمی
غلط اغلاط ہے کیونکہ باقی اسکا منہ قال لی رسول اللہ صلعم یا معاویہ رض اذا ملکت
فاحسن ہے ترجمہ جیسے کہا مجھکو رسول صلعم نے اے معاویہ رض جب ہو تو ملک پس احسان
کرنا دلالت کرتا ہے اور متعلق ہونے طمع معاویہ رض منہ قال پر یعنی جیسے کہا مجھکو حضرت
نے تب سے یہ طمع مجھکو لاحق ہوئی پس صراحۃ سمجھا گیا کہ طمع حضرت معاویہ رض مطابق
رضامندی رسول اللہ صلعم کے تھی تو کیا یہ طمع خلافت بے دینی ہے پس کیونکر حضرت معاویہ
کو اہل دنیا قرار دیا جاوے اور مثل میں شعر مولانا روم اہل دنیا کافران مطلق اند لاؤ غلط
ہے کیونکہ اس صورت میں بادشاہ اور سلطان ملک گیر زر طلب جو شرف اسلام سے مشرف
تھے کیا کافر ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان عم کہ دعا کیا اے پروردگار ہمارے ایسی بادشاہی
بعد میرے کسیکو نہ ملے۔ اور حضرت ذو القرنین نے کیسی دنیا جہانی لڑائیاں کیں حشمت و
دولت بڑھائی اور حضرت داؤد اور حضرت طالوت عم کیا یہ سب بے دین ہیں صحیح ہست ہ
عبارت مرقوم آئی نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ هدنی الا اھلوا الصراط المستقیم میں ضمیر
نحمدہ کا مرجع بتا نہیں سکتے اور رسولہ کے بعد لیہ کے صفت لانا مذمت رسول کا کرنا ہے کیونکہ
درجہ رسول کا بالاتر ہے درجہ سے ولی کے پس گویا کہ اسطرح کہتا ہے کہ رسول جواد نے درجہ
میں ہے درجہ ولی کے یا کہ معنی ولی کے مالک کہنے گا تب اسطرح مذمت نہیں ہوگی مگر ۔۔۔
ایسے وصف کے کفران آ جائیگا اور هدنی یا فعل مجہول ہے یا باب ثلاثی مزید سے ہے بر تقدیر
اول معنی یہ ہوگا کہ ہم بلائے جاتے ہیں اور ہونگے ۔۔۔ قصد سے صراط کیطرف ۔۔۔ بر تقدیر

لا يختلف قريش فبايع عثمان فقال
عبد الله بن ربيعه صدقت ان بايعت
عثمان قلنا سمعنا واطعنا فتبسم
ابن ابی السرح فقال عمار متى كنت
تنصح المسلمين فتكلم بنو هاشم
وبنو اميه فقال عمار ايها الناس
ان الله اكرمنا بنبيه واعزنا بدينه
فانى تصرفون هذا الامر عن اهل
بيت نبيكم فقال رجل من بنى
مخزوم لقد عدوت طورك يا ابن سمية
ما انت وتامير قريش لانفسها
فقال سعد بن ابی وقاص يا عبد الرحمن
افرغ قبل ان تفتتن الناس فقال
عبد الرحمن انى قد نظرت وشاورت
فلا تجعلن ايها الرهط على انفسكم
سبيلا ودعى عليا وقال عليك عهد الله
وميثاقه لتعملن بكتاب الله وسنت
رسوله وسيرة الخليفتين من بعده
قال ارجو ان افعل فاعمل مبلغ علمی
وطاقتی ودعی عثمان فقال له مثل
ما قال لعلی فقال نعم نعمل فرفع راسه
الى سقف المسجد ويده فى يد عثمان
فقال اللهم اسمع واشهد اللهم

کتب اہلسنت معلوم ہے ابن ابی سرح نے کہا اگر
تم یہ چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان
کی بیعت کرو عبداللہ بن ربیعہ نے کہا سچ کہا تو نے
اگر بیعت عثمان کی گئی تو ہم سب مطیع و منقاد ہونگے
(عبداللہ بن ابی سرح برادر رضاعی یا مادری
عثمان ہے جو حضرت کے زمانہ میں مرتد ہوا تھا اور
حضرت نے اُسکے قتل کا حکم دیا تھا مگر عثمان نے
فتح مکہ کے زمانہ میں بسبب اقرار رسالت اسکو معاف
کرا دیا اور وہی باعث قتل عثمان ہوا نہایت شریر
اور سفاک تھا) اسکے بعد ابن ابی سرح نے تبسم
کیا۔ عمار نے کہا تو کس زمانہ میں مسلمانوں کا خیر
خواہ تھا۔ اسکے بعد بنی ہاشم اور بنی امیہ میں گفتگو
ہونے لگی۔ حضرت عمار نے کہا ایہا الناس خدا
نے اکرام کیا بذریعہ اپنے نبی کے۔ اور عزت دی
ہمکو اپنے دین سے۔ پھر کہاں تک تم لوگ پھیروگے
اس امر خلافت کو اپنے نبی کے اہلبیت سے۔
اسپر ایک شخص نے بنی مخزوم سے کہا اے پسر سمیہ
تم نے اپنا طور بدل دیا تمکو قریش کے باختیار خود امیر
مقرر کرنے سے کیا سروکار۔ سعد بن ابی وقاص
نے عبدالرحمن سے کہا جلد فراغت کر قبل اسکے
کہ فتنہ پیدا ہو آدمیوں میں عبدالرحمن نے کہا میں نے
غور کیا اور مشورہ بھی لیا۔ اب تم لوگ اپنے نفسوں
پر الزام مخالفت کو راہ نہ دو بعد اسکے جناب امیر

انی قد جعلت ما فی رقبتی من ذلک
فی رقبتہ عثمان فبایعہ فقال علی لیس
ھذا اول یوم تظاہرتم فیہ
علینا فصبر جمیل واللہ المستعان
علی ما تصفون واللہ ما ولیت
عثمان الا لیرد الامر الیک واللہ کل
یوم فی شان فقال عبد الرحمن
یا علی لا تجعل علی نفسک حجۃ و سبیلا
فخرج علی وھو یقول سیبلغ الکتاب
اجلہ فقال المقداد یا عبد الرحمن
اما واللہ لقد ترکتہ وانہ من الذین
یقضون بالحق وبہ یعدلون فقال
یا مقداد واللہ لقد اجتہدت للمسلمین
قال ان کنت اردت اللہ فاثابک
اللہ ثواب المحسنین فقال المقداد
ما رایت مثل ما اوتی الی اھل ھذا
البیت بعد نبیہم انی لاعجب من قریش
انہم ترکوا رجلا ما اقول ولا اعلم
ان رجلا اقضی بالعدل ولا اعلم
منہ اما واللہ لو اجد اعوانا علیہ فقال
عبد الرحمن یا مقداد اتق اللہ فانی
خائف علیک الفتنۃ فقال رجل
للمقداد رحمک اللہ من اھل

علی کو اور کہا تم پر ہے عہد خدا و میثاق اُسکا کہ عمل
کروگے مطابق کتاب خدا و سنت رسول
و **سیرت خلیفتین** کے (ابوبکر و عمر)
حضرت علی نے کہا ہم امید کرتے ہیں کہ کریں
اور عمل کریں مطابق **اپنے علم و طاقت**
کے۔ اُسکے بعد بلایا عثمان کو اور کہا اُس سے
وہی جو حضرت علی سے کہا تھا عثمان نے
کہا ہاں عمل کرینگے۔ پس عبد الرحمن بن عوف
نے سر اپنا بلند کیا طرف سقف مسجد کے
اور اُسکے ہاتھ میں تھا ہاتھ عثمان کا۔ اور
کہا خداوندا گواہ رہنا کہ جو کچھ اس امر خلافت
کے متعلق ہمارے ذمہ تھا اُسکو ہمنے عثمان
کے گلے میں ڈالدیا۔ اسکے بعد عثمان کی بیعت
کی۔ پس کہا حضرت علی نے نہیں ہے یہ **پہلا**
روز کہ تمنے باہم مل سازش کرکے
ہماری حق تلفی کی ہو پس صبر جمیل ہے اور
خدا ہی سے طلب اعانت ہے۔
قسم خدا کی تونے عثمان کو صرف اس غرض
سے خلیفہ بنایا ہے کہ پھر پھیر دے تیری طرف
خلافت کو واللہ کل یوم ھو فی شان۔
عبد الرحمن نے کہا اے علی تم اپنے نفس پر
حجۃ (مخالفت کو) راہ نہ دو پس نکلے حضرت
علی اور کہتے تھے قریب ہے کہ پہونچے کتاب خدا

هذا البيت ومن هذا الرجل
قال اهل البيت بنو عبد المطلب
والرجل علی بن ابیطالب فقال
علی ان الناس ينظرون الی قريش
وقريش تنظر بينها فتقول ان ولی
عليكم بنی هاشم لم يخرج منهم
ابدا وما كانت فی غيرهم تداولتموه
بينكم صـ۲۸ جلد ۳

اپنی مدت کو۔ مقداد نے کہا ای عبد الرحمن تونے
بتحقیق چھوڑ دیا اُس شخص کو جو فیصلہ کرتا
ہی حق۔ اور عدل کرتا ہی۔ عبد الرحمان نے
کہا ای مقداد واللہ میںنے پوری کوشش کی مسلمین
کے لیے مقداد نے کہا اگر تمنے اس امر سے رضائے
خدا کا قصد کیا ہی تو خدا تمکو ثواب محسنین عطا
کریگا۔ پھر کہا مقداد نے میں نے نہیں دیکھیں
ایسی باتیں جو اس خاندان کو پیش آئیں
بعد اُنکے نبی کے۔ ہم تعجب کرتے ہیں قریش سے کہ اُنہوں نے ایک ایسے شخص کو ترک کیا جس سے
بڑھکر نہ کوئی بحق فیصلہ کرنیوالا ہی نہ اعلم۔ قسم خدا کی ای کاش ہمکو مددگار ملتے (یعنی جہاد کرتے)
عبد الرحمن نے کہا ای مقداد خوف کر خدا سے کہ ہمکو خوف ہی تیرے فتنہ کا۔ ایک شخص نے
مقداد سے پوچھا اہل بیت سے کون مراد ہی اور وہ کون شخص ہی (جسکے نسبت تمنے یہ کہا)
تو مقداد نے کہا اہل البیت سے مراد خاندان عبد المطلب ہی اور شخص سے مراد حضرت
علیؑ ہیں۔

حضرت علیؑ نے کہا کہ لوگ دیکھ رہے ہیں طرف قریش کے (کہ وہ کیا کرتے ہیں) اور قریش دیکھتے
ہیں طرف اپنی نفسوں کے اور کہتے ہیں کہ اگر تم پر بنی ہاشم خلیفہ ہوئے تو پھر اُن سے یہ خلافت
نہ نکلیگی کبھی۔ اور جبتک غیروں میں رہیگی تو باہم خود اُسے تقسیم کرتے رہینگے۔ اس عبارت کے دو
دو جملے بہت قابل غور ہیں جو حضرت عمار و مقداد نے کہا تھا کہ اگر مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتے
ہو کہ ابمیں اختلاف نہ ہو تو حضرت علیؑ کو خلیفہ کرو جس سے معلوم ہوا کہ اُنکے خیال میں خیر خواہی
اسلام اسی میں منحصر تھی کہ حضرت خلیفہ ہوں۔
اور اُسکے مقابلہ میں ابن ابی سرح وغیرہ کا یہ کہنا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو
تو عثمان کو خلیفہ کرو جس سے بداہۃً معلوم ہوا کہ مسلمانوں اور قریشیوں کے اغراض و مقاصد
میں فرق تھا قریش کے اغراض و مقاصد کے مطابق عثمان کی خلافت کی ضرورت تھی اور

مسلمانوں کے لئے جناب امیر کے خلافت کی۔ لیکن عبد الرحمٰن نے اغراض قریش کو مقدم کیا اغراض اہل اسلام پر۔

اسکے بعد حضرت مقداد کا افسوس کرنا کہ ہم جہانتک جانتے ہیں کسی پر ایسی مصیبت نہیں نازل ہوئی جو اس خاندان پر بعد رسول اللہ نازل ہوئی صاف بتا رہا ہو کہ وہ اسکو ظلم عظیم سمجھتے تھے جسپر کہتے ہیں کاش ہمکو اعوان و انصار ملتے تو ہم بھی قریش سے جہاد کرتے جسپر ابن عوف نے کہا اے مقداد ہمکو خوف ہو کہ تم مبتلاے فتنہ ہو۔

ہاں چونکہ اہل سنت کا مدار اقوال صحابہ پر ہو لہذا یہی سمجھ رکھنا چاہیے کہ ابن ابی شرح نے جو عثمان کے خلافت کا مشورہ دیا تو وہ کیسا شخص تھا کیونکہ حضرت عمار اُس سے فرماتے ہیں متی کنت تنصح المسلمین یعنی تو کس زمانہ میں اسلام کا خیر خواہ تھا یعنی ہمیشہ دشمن اسلام تھا جسکا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ خلافت عثمان۔ اسلام کی بدخواہی تھی اور واقعا وہی ہوا جو اُس صحابی معظم نے کہا تھا۔

بہر حال ہمارا مدعا صرف جناب امیر کے اس قول سے ہو کہ حضرت نے فرمایا لیس ھذا اول یوم تظاھر تم علینا فصبر جمیل یعنی یہ پہلا روز نہیں ہو کہ تم لوگوں نے ہمپر ظلم کیا بلکہ ہمیشہ یوں ہی ہوتا آیا پھر بجز صبر کیا چارہ ہو

اسکے بعد جناب امیر کا قسم فرمانا واللہ ما ولیت عثمان الا لیرد الامر الیک کہ قسم خدا کی تو نے عثمان کو صرف اسی لئے خلیفہ بنایا کہ پھر یام خلافت تیری طرف پھر آئے کیونکہ حضرت مشاہدہ فرما چکے تھے۔ عمر نے ابو بکر صاحب کو کسطرح خلیفہ بنایا پھر خود خلیفہ بنے اُسی کی طرف حضرت اشارہ فرماتے ہیں کہ جو ترکیب اُس روز چلی گئی تھی وہی آج بھی کیجاتی ہو مگر واللہ کل یوم فی شان

ان سب کے بعد جناب امیر کا یہ فرمانا کہ عرب قریش کا انتظار کرتے ہیں اور قریش اپنی غرض کو دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ اگر خلافت خاندان رسالت میں گئی تو پھر کبھی نکلیگی اور جبتک غیر وں میں رہیگی سب اُسکو ہاتھ کرتے رہینگے

اب اُس سے بڑھکر کیا تصریح ہو سکتی ہو ان لوگوں کے ظلم و تعدی کی کہ جناب امیر نے ان کے

اعراض نفسانی کی تصریح فرمائی؛ اور حضرت عمار و مقداد نے تو ان ظلموں پر اُن لوگوں کو
اس قابل سمجھا کہ اگر اعوان ملتے تو اُنسے جہاد کرتے۔

غرض ایسے صدہا بلکہ ہزارہا وجوہ تھے جس سے جناب امام حسنؑ کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ لوگ
جو مدعی اسلام ہیں کسیطرح ہماری خلافت کو چلنے نہ دینگے اور ہماری خلافت و امامت پر
راضی نہ ہونگے لہذا اب دو ہی صورت تھی یا امام حسن صلح کرتے۔ یا ان سے جنگ کر کے جام
شہادت نوش فرماتے کیونکہ حضرت دیکھ چکے تھے کہ جناب امیرؑ کی قوت و شجاعت و عدالت
عہد رسولؐ سے مسلم تھی جنکے قوت بازو نے اسلام کی بنیاد قائم کی اُنکے ساتھ یہ برتاو کیا گیا کہ
کل حقوق غصب کئے گئے تو پھر جناب امام حسنؑ اُن سے کس سلوک کی امید کرسکتے تھے۔

دوسری صورت اگرچہ اُن حضرات طیبات کے نزدیک آسان تھی چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے
وقت میں کر دکھایا مگر جناب امام حسن کے لئے عقلی طریقہ سے بھی جائز نہ تھی کیونکہ جناب امیرؑ پر
دو الزام لگائے گئے تھے ایک تو یہ کہ حضرت طالب خلافت تھے جسکی ابتدا عہد خلیفہ اول سے
ہوئی تھی کہ جب حضرت نے اپنے حق کا مطالبہ کیا اور اُنکے ظلم و غصب کو دلائل و براہین
واضحہ سے ثابت کیا تو کہا آپکو حکومت کی حرص ہے چنانچہ خلیفہ دوم نے آپکے خلیفہ مقرر
کرنے پر یہی عذر کیا تھا۔

دوسرا الزام جناب امیرؑ پر یہ قائم کیا گیا تھا کہ حضرت نے عثمان کو قتل کرایا اور اس خون کے بدلہ
میں حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر معرکہ آرا ہوئے۔ پھر معاویہ نے علم لشکری کی جسکا سلسلہ ابتک
باقی تھا۔ اب اگر جناب امام حسن سلسلۂ جنگ قائم رکھتے تو دو ہی صورت ہوتی ایک یہ کہ مظفر
و منصور ہوتے تو سارے اعتراضات خود بخود دفع ہوجاتے دین حق کی ترویج ہوتی
کل احکام شریعت درست ہوتے مگر حضرت کو بعلم الیقین معلوم تھا یہ صورت ہونے والی
نہیں کیونکہ علاوہ تقدیر کے بظاہر اسباب نہ لشکر موافق ہو نہ رعایا۔

لہذا ضرور تھا کہ دوسری صورت ہوتی کہ آپ اس جنگ میں شہید ہوتے کیونکہ فرار و گریز تو
اس خاندان میں ممکن نہیں پس جب آپ شہید ہوتے تو وہ دونوں الزام درست ثابت ہوجاتے
کہ سلطنت کی آپکو کس درجہ خواہش تھی

کہ اُسکے لیے جان کی بھی پروانہ کی۔ اُسکے ساتھ قتل عثمان کا الزام بھی مستحکم طور پر قائم ہوتا کہ چونکہ عثمان بے جرم وخطا مارے گئے تھے لہٰذا جناب امام حسنؑ سے اُسکا انتقام لیا جائے اور آپ مارے گئے کیونکہ خود قرآن میں ہے ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ الخ کہ جو شخص مظلوم مارا جاتا ہے ہم اُسکے ولی کی نصرت کرتے ہیں پس اگر یہ ہوتا تو آپ ہی خود مارے جاتے کہ پھر دین حق کا کہاں وجود رہتا۔

یہ مصلحت تھی کہ جناب امام حسنؑ نے حالت موجودہ میں جنگ کا قائم رکھنا ناجائز سمجھا کیونکہ ایک تو مخالفت آیۂ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تھی۔ لازم آتی ہے کہ دیدہ و دانستہ انسان اپنے کو معرض خطر میں ڈالدے دوسرے اس سے دین اسلام محو ہوتا ہے اور حقیت معٰویہ وخلفائے ثلٰثہ ثابت ہوتی ہے

صلح جناب امام حسنؑ پر اعتراض

یوں تو دنیا میں کوئی فعل ایسا نہیں ہوتا جسپر کچھ نہ کچھ اعتراض نہ ہو سکے یہانتک کہ خداوند عالم حکیم علی الاطلاق کے افعال و احکام پر بھی شب و روز اعتراض ہوتا رہتا ہے۔ اسیطرح جواب بھی ہر بات کا کسی نہ کسی طرح ضرور ہی دیا جاتا ہے اگرچہ وہ افعال سلطانی ہی کیوں نہ ہو مگر عقل کا کام حق و باطل میں تمیز کرنا ہے اور صواب وخطا میں فرق کر کے نتیجہ معقول اخذ کرنا ائمہ اطہار علیہم السلام کے نسبت جو اعتراض کئے جاتے ہیں اُسکے جواب میں ہمیشہ ہمارا یہ اصول ہے کہ جو فعل ائمہ اطہار کے قابل اعتراض بنائے جاتے ہیں اُسکا مثل یا اُس سے بڑھکر فعل رسول دکھا دینا ہمارے لئے کافی ہے کہ جو کام ان حضرات نے کیا یہ وہی کام ہے جو رسول اللہ نے کیا کیونکہ حضرت کی ذات مبارک ان مدعیان اسلام کے نزدیک بھی بظاہر خطا سے محفوظ ہے۔ مگر ہم اسقدر اور اضافہ کرتے ہیں کہ ہر فعل کے داعی اور مصلحت وقت کی بھی تشریح کر دینگے جس سے معلوم ہوگا کہ حضرات کو ان امور کی زیادہ ضرورت تھی بہ نسبت جناب رسالتمآب۔

جنگ کی حالت تو سب کو معلوم ہے کہ بہت سے ظاہر دار صحابہ مزاحم تھے کہ آنحضرت کفار سے نہ

جنگ کریں۔ چنانچہ جنگ بدر کا حال معلوم ہے کہ شیخین نے حضرت کو رائے دی تھی آپ مشرکین
قریش بدر سے جہاد نہ فرمائیں مگر حضرت نے بتقاضائے مصلحت نہ مانا اور جنگ کیا کیونکہ آپ
جانتے تھے یہ مشورہ منافقانہ ہے اسیطرح جناب امیر کے جنگ جمل و صفین میں بھی منافقین
صحابہ مزاحم ہوئے مگر حضرت نے حکم خدا و رسول کو مرجح سمجھا اور خواہش صحابہ پر نہ توجہ
کی کیونکہ آپ جانتے تھے یہ مشورہ منافقانہ ہے نہ خیر خواہانہ۔

صلح کے بارے میں بھی جناب رسالتماب کا طرز عمل دو طریق پر تھا۔ ایک قبل از جنگ
دوسرا بعد از جنگ۔ صلح قبل از جنگ تو وہ ہے جو حضرت نے زمانہ قیام مکہ میں فرمایا کہ اظہار
نبوت فرمایا دعوت اسلام کی۔ کفار کی ایذائیں جھیلیں ظلم و تشدد او نگا برداشت کیا۔ مگر
جہاد نہ فرمایا یہانتک کہ مدینہ کی طرف آپ نے ہجرت کی اور یہاں وہ اسباب جنگ فراہم ہوئے جو عقلاً ضروری تھے
اسی قسم کی مصالحت جناب امیر نے بھی کی تا زمانہ قیام مدینہ منورہ کہ اظہار حق فرمایا محبت
اہل تمام کی۔ منافقین کی ایذائیں جھیلیں ظلم و تشدد پر صبر کیا مگر جہاد نہ کیا اور آہستہ آہستہ
لوگوں پر حق واضح کرتے رہے یہانتک کہ کوفہ تشریف لائے جہاں اسباب جہاد فراہم ہوئے
جو عقلاً ضروری تھے۔

دوسری صلح آنحضرت کی وہ ہے جو بعد از قیام جنگ ہوئی کہ باوصفیکہ کفار قریش سے کئی معرکے
جہاد کے ہو چکے تھے اور حضرت کو وہ اسباب جنگ فراہم تھے جس سے آپ یقیناً مظفر و
منصور ہوتے۔ مگر آپ نے مصلحت وقت و خیر خواہی اسلام صلح کو مرجح سمجھا جیسے نسبت تمام
مورخین و مفسرین کا بیان ہے کہ اس صلح سے اسلام نے اسقدر ترقی کی کہ کبھی نہ ہوئی تھی
اسیطرح کی صلح امیر اور جناب امام حسنؑ مجتبے کو پیش آئی کہ باوصفیکہ معاویہ سے جنگ پہلے
سے قائم تھی۔ مگر جناب امیر کو چند روز کیلئے مصالحت کرنی پڑی اور جنگ موقوف کی گئی
اور پھر جب امام حسنؑ کو ویسی ہی صلح کرنی پڑی۔

اصوۃ تو دو [illegible] عمل میں آپ نے تطابق دیکھا۔ اب بعد وفات خلفاء کے کسقدر قلیل ہیں
جناب رسالتماب کے جو صلح فرمائی ہے۔ حالانکہ تمام مسلمان آپکے نبوت پر ایمان رکھتے تھے
مگر اس صلح سے انکی کیا حالت ہوئی تاریخ کامل میں ہے وکان اصحاب النبی

لا یشکون فی الفتح لرویا رسول اللہ فلما راوا الصلح دخلهم من ذالک امر عظیم حتی کادوا یہلکون ص۷ جلد ۲

یعنی صحابہ کو حضرت کے خواب سے یقین تھا کہ اس سال فتح ضرور ہو گی۔ جب دیکھا کہ صلح ہو رہی ہے تو اُنکے دلمیں بہت بڑا شک پیدا ہوا ایسا شک کہ قریب ہوا ہلاک ہو جائیں یعنی کافر ہو جائیں۔ پھر اگر جناب امام حسنؑ کے صلح سے حضرت کے صحابہ میں تردد پیدا ہو تو کیا جائے تعجب ہے حالانکہ دونو حضرات میں جو تفاوت ہے وہ سبکو معلوم ہے کہ نہ جناب امام حسنؑ نبی تھے جو تابع وحی ہوں نہ مسلمانوں نے حضرت کے امامت کا کبھی اعتقاد کیا جو بری عن الخطا سمجھے نہ حضرت کو وہ قوت و اقتدار حاصل تھا جو جناب رسالتماب کو حاصل تھا نہ حضرت کی فوج ذاتی طور پر جنگ کے لئے مستعد تھی مگر جو طرز عمل جناب رسالتماب کا تھا وہی طرز عمل جناب میں جناب امام حسنؑ کا تھا سو دونوں میں تفاوت نہیں ہوا

جناب رسالتماب پر سب سے بڑھکر معترض خلیفہ دوم تھے تاریخ خمیس میں ہے۔

وروی عن عمر انہ قال واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ فاتیت النبی ؐ فقلت الست نبی اللہ حقا قال بلی قال السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلی قلت الیس قتلانا فی الجنۃ و قتلاهم فی النار قال بلی قلت فلم نعطی الدنیۃ فی دیننا قال انی رسول اللہ ولست اعصیہ وھو ناصری قلت اولست کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف بہ قال بلی

یعنی روایت ہے عمر سے کہ کہا جب سے میں اسلام لایا کبھی شک نہیں ہوا مگر آج کے روز (دوسرے روایات میں ہے کہ کبھی ایسا شک نہیں ہوا جیسا کہ آج کے روز ہوا) پس آئے ہم نبی کے پاس اور کہا کیا آپ رسول خدا نہیں ہیں حضرت نے فرمایا ہاں ہیں عمر کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور دشمن ہمارے باطل پر نہیں ہیں حضرت۔ ہاں عمر کیا ہمارے مقتول جنت میں اور اُنکے مقتول جہنم میں نہیں ہیں حضرت ہاں عمر پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ایسی ذلت کو قبول کریں دین میں حضرت نے فرمایا ہم رسول خدا ہیں اُسکے خلاف نہیں کر سکتے اور وہ ہمارا ناصر

افاخبرتك انّا نأتيه العام قلت
لا قال فانك اتيه ومطوف به
قال فاتيت ابابكر فقلت يا ابابكر
اليس هذا نبي الله حقا قال بلى
قلت فلم نعطي الدنية في ديننا
قال ايها الرجل انه رسول الله
ولن يعصيه فاستمسك بغرزه فو الله
انه لعلى الحق المبين فكان عمر رض
يقول مازلت اتصدق واصوم
واصلي واعتق من الذي صنعت
يومئذ مخافة كلامي الذي تكلمت به
حين رجوت ان يكون خيرا كذا
في الاكتفاء وفي غيره قال عمر جعلت
كثيرا من الاعمال الصالحة من الصوم
والصلوة والصدقة والاعتاق
كفارة لتلك الجرءة التي صدرت
مني يومئذ وما في الاكتفاء مغائر
لما ذكرنا حيث قال فلما التام
الامر ولم يبق الا الكتاب وثب
عمر بن الخطاب فاتى ابابكر فقال له
يا ابابكر اليس هذا رسول الله ص
قال بلى قال اولسنا بالمسلمين
قال بلى قال اوليس هولاء

وعدہ دگار ہو۔ عمر کیا آپ ہمکو یہ خبر نہیں
دیتے تھے کہ بیت اللہ میں آئینگے اور طواف
کرینگے۔ حضرت ہاں مگر کیا اسکی بھی خبر دی
تھی کہ اس سال طواف کرینگے عمر
نہیں۔ حضرت پس تم آؤگے اور طواف
کروگے۔
عمر کہتے ہیں (اس کلام سے حضرت کے تسکین
نہیں ہوئی) پس ہم ابوبکر کے پاس آئے اور
کہا اے ابوبکر کیا یہ رسول خدا نہیں ہیں؟
ابوبکر۔ ہاں۔ عمر پھر کیونکر ہم اس ذلت کو
قبول کریں دین میں۔ ابوبکر اے مرد حضرت
رسولخدا ہیں اور خلاف حکم خدا نہیں کرتے
تو انکی رکاب تھامے رہو کہ قسم بخدا وہ حق
مبین پر ہیں۔ عمر کہتے ہیں کہ اسکے
بعد ہم ہمیشہ تصدق کرتے رہے اور نماز
روزہ بندہ آزاد کرتے رہے بعلو منہ
اس جرأت کے جو اس روز مجھ سے ہوگئی
کیا یہی مضمون ہے کتاب الاکتفا
میں۔ اور دوسری کتابوں میں یہ ہے
کہ عمر کہتے ہیں میں نے اسکے بدلے
میں بہت سے اعمال صالحہ کئے
روزہ و نماز۔ صدقہ۔ غلام آزاد کرنے
سے وغیرہ وغیرہ۔

بالمشركين قال بلى قال فلم نعطي
الدنية في ديننا قال انا عبد الله
واخو رسوله قال ابو بكر يا عمر الزم
غرزه فاني اشهد انه رسول الله
قال عمر وانا اشهد انه رسول الله
ثم اتى رسول الله فقال يا رسول
الله الست برسول الله قال بلى
قال اولسنا بالمسلمين قال بلى
قال اوليسوا بالمشركين قال بلى
قال فعلام نعطي الدنية في ديننا
قال انا عبد الله ورسوله لن
اخالف امره ولن يضيعني صـ۲ جلد ثانی۔

اور جو کچھ کتاب اکتفا میں ہے اسکے مغایر
ہے کہ جب صلح تمام ہوئی اور کوئی بات
باقی نہ رہی بجز اسکے کہ صلحنامہ لکھا جائے
تو عمر اُچھل کر ابوبکر کے پاس
آئے اور وہی تقریر کی جو پہلے
مذکور ہوئی۔ پھر رسول اللہ کے پاس
گئے۔ اور حضرت سے بھی
وہی گفتگو کی جو پہلے مذکور ہوئی اور حضرت
نے وہی جواب دیا جو مذکور ہوا کہ ہم رسول خدا
ہیں اُسکے خلاف حکم نہیں کر سکتے
وہ ہمکو ضائع نہ کریگا۔

میری غرض یہاں یہ نہیں ہے کہ عمر صاحب کے ایمان و نفاق کی بحث کروں کیونکہ یہ امر تو بخوبی
واضح ہو چکا ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ نے جو کفار سے صلح کی ہے تو باوصفیکہ تمام
اہل اسلام حضرت پر اسلام لا چکے تھے اور دل سے نہیں تو زبانی آپکو رسول خدا مان چکے
تھے۔ مگر جب حضرت نے کفار سے صلح کی تو اکثر مسلمانوں کے ایمان میں تزلزل آگیا اور
سب کی حالت یہ ہوئی کہ قریب تھا ہلاک ہو جائیں اور ایمان سے خارج ہوں عمر صاحب کا درجہ
سب سے بڑھا ہوا تھا۔

بخلاف جناب امام حسن کے کہ کوئی بھی اسکا قایل نہ تھا آپ پر وحی نازل ہوتی ہے آپ نبی ہیں
بلکہ اگر کچھ لوگ مانتے تھے تو صرف اسقدر کہ آپ امام معصوم ہیں خطا نہیں کر سکتے۔ مگر
ایسے لوگ شاذ و نادر تھے۔ اور وہ معترض بھی نہ تھے زیادہ تر وہی تھے جو مثل خلفا کے
بھی ایک خلیفہ جانتے تھے جس سے خطا و صواب دونو ہو سکتا ہے۔ پھر اگر انکو تزلزل ہو
اور معترض ہوں تو کون سے تعجب کی بات ہے۔

ثانی معنی یہ ہو کہ ہم دعوت کرتے ہیں دعوے سے اندھوں کی طرف راہ راست کے یعنی ہم ادعائے اندھے ہو حقیقت میں اندھے نہیں ۔ ختمت ھذہ النمیقۃ بعون رب البریہ والصلوۃ والسلام علی صاحب السنن السنیہ ۔ وعلی آلہ واصحابہ عدول العالیہ ۔ فقط

تمت

اظہر علی و محمد عاصم

اگر فرق ہو تو اس قدر کہ عمر ابن جناب امام حسن جنہیں اکثر وہی منافقین تھے جو حقیت
خلافت خلفاے ثلثہ کے بھی معتقد تھے صرف زبانی فتوحہ کرتے تھے بخلاف صحابہ رسول کہ وہ
چاہتے تھے کسیطرح ہو سکے یہ صلح برہم ہو جائے چنانچہ اسی تاریخ خمیس میں ہے۔

وفی روایۃ فقام سہیل ای سمرۃ و
اخذ غصناً وضرب بہ وجہ ابی
جندل ضرباً رق علیہ المسلمون
وبکوا فقال رسول اللہ ص یا ابا
جندل اصبر واحتسب فان اللہ
جاعل لک ولمن معک من المسلمین
فرجاً ومخرجاً انا قد عقدنا بیننا
وبین القوم عقداً واصطلحنا و
اعطیناہم علی ذلک واعطونا
عہد اللہ وانا لا نغدر بہم فوثب
عمر بن الخطاب یمشی الی جنب ابی
جندل ویقول اصبر یا ابا جندل
فانما ہم المشرکون وانما دم احدہم
دم کلب ویدنی عمر قائم السیف منہ
یقول رجوت ان
یاخذ السیف فیضرب بہ اباہ فضن
الرجل بابیہ وفی روایۃ قال ابو جندل
یا عمر ما انت باحری لطاعۃ رسول
اللہ منی صفحہ ۲۳ جلد ۲

کہ جب صلح ہو گئی تو سہیل (سفیر مکہ نشیں)
اٹھا اور درخت ببول کی ایک ڈال توڑی
جس سے ابوجندل (اپنے بیٹے کو جو مسلمان
تھا) اسطرح مارنے لگا کہ مسلمانوں کو رقت
آئی اور سب رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا
اے ابوجندل صبر کر خدا تیرے لئے اور ان
مسلمانوں کے لئے جو تیرے ساتھ ہیں عنقریب
کوئی راہ نکالے گا۔ جیسے اس قوم سے صلح
ہو چکی ہے اور معاہدہ مکمل ہو چکا جس کے خلاف
عہد سے ہم نہیں کر سکتے۔ پس یہ اچھلے عمر
اور چلے ابوجندل کے پہلو میں اور کہتے جاتے
تھے صبر کرو اے ابوجندل۔ یہ لوگ مشرک ہیں
ان کا خون کتے کے برابر ہے اور تلوار کا قبضہ
نزدیک کرتے جاتے تھے اس غرض سے کہ
ابوجندل تلوار لے لے اور اپنے باپ سہیل
کو مار ڈالے مگر ابوجندل نے نہ مارا۔ دوسری
روایت میں ہے کہ ابوجندل نے یہ جواب دیا
اے عمر تم مجھ سے زیادہ مستحق نہیں ہو کہ رسول
اللہ کی اطاعت کرو۔

دیکھئے یہاں حضرت عمر کسطرح چاہتے ہیں کہ صلح رسول برہم ہو کر ابوجندل کو ترغیب ...

دیے گئے ہیں۔ اپنے باپ کو قتل کر ڈال جو مشرکین کا سفیر بنکر آیا ہے کہ پھر خونریزی شروع
ہو جائے اور جنگ قائم ہو۔ صلح موقوف۔ مگر ابوجندل نے کسطرح صاف لفظوں میں
جواب دیا کہ یہ حکم رسول اللہ کی اطاعت کے خلاف ہے۔ حضرت کی مصلحت کے منافی ہے لہذا
کہہ دیا کہ رسول اللہ کی اطاعت کا حق جو ہم پر ہے وہ بڑھا ہوا ہے اُس حق سے جو تم پر ہے
(کیونکہ تم منافق ہو ہم مسلمان) کبھی ہم مخالفت حکم رسول اللہ نہیں کر سکتے۔

یہ امر بھی یہاں قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ جو مسلمانوں کا لشکر ہے اُنکا جوش
بڑھا ہوا ہے جو چودہ پندرہ سو آدمی ہیں جو نہایت جوش میں بھرے ہوئے ہیں کہ جسطرح
ہو سکے مشرکین سے لڑنا چاہیے مگر رسول اللہ صلعم کی مصلحت مقتضی نہیں ہے دب کر صلح
کر رہے ہیں بخلاف ہمراہیان جناب امام حسنؑ کے کہ وہ بعد جناب امیرؑ سے اس جنگ سے
پریشان ہیں کسیطرح نہیں چاہتے جنگ کریں۔ پھر آپ ہی بتائیں صلح جناب امام حسنؑ کی مصلحت
زیادہ کتنی ا صلح رسول اللہ کی۔

اب یہ بھی سمجھ رکھئے کہ صحابہ رسول اللہ اس صلح سے ایسا ناراض تھے کہ باوصفیکہ صلح ہو چکی
صلحنامہ لکھا جا چکا سبکی گواہیاں لکھوا دی گئیں مگر وہ ایسا ناراض ہیں کہ کسیطرح تعمیل حکم
رسول نہیں کرنا چاہتے تاریخ خمیس میں ہے۔

فلما فرغ الصلح قال لاصحابه قوموا
فانحروا ثم احلقوا فوالله ما قام
رجل منهم حتى قال ذلك ثلاث
مرات فلما لم يقم احد منهم قام
فدخل على ام سلمة فذكر لها ما لقي
من الناس فقالت ام سلمة يا رسول
الله اتحب ذلك اخرج ثم لا تكلم
احدا كلمة حتى تنحر بدنك وتدعو
حالقك فيحلق لك ص۲۵

کہ جب صلح سے فراغت ہوئی تو حضرت نے اصحا
ب سے کہا اُٹھو نحر کرو اور حلق کرو۔ مگر کوئی نہ اُٹھا
یہاں تک کہ حضرت نے تین مرتبہ فرمایا اور کوئی
نہ اُٹھا تب حضرت اُٹھکر ام سلمہ
کے پاس تشریف لائے اور بیان
کیا اصحاب کے سرکشی کو۔ حضرت
ام سلمہ نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں
کہ یہ ہو جائے تو آپ کسی سے کلام نہ کریں خود
جا کر اپنی قربانی ذبح کریں اور سر منڈا ڈالے

پس جب خود رسول اللہ کے ساتھ ان صحابہ کا یہ برتاؤ تھا کہ رسول اللہ کے بات بات پر اعتراض کرتے حضرت کی صلح کو برہم کرنا چاہتے تو اگر جناب امام حسنؑ کے ساتھ بھی سلوک کیا جایا اس سے زیادہ توہین کی جائے تو تعجب کیا مگر جو لوگ تابع احکام خدا ہوتے ہیں وہ ان اعتراضوں کو کب سنتے ہیں اور اس طرف کب توجہ کرتے ہیں دیکھئے رسول اللہ نے صلح کی کیا وجہ فرماتے ہیں تاریخ خمیس میں ہے

قال فواللہ ما شعر بھم خالد حتی اذا ھم بقترة الجیش فانطلق یرکض نذیرا لقریش وسار النبیؐ حتی اذا کان بثنیۃ ارمیاء الثنیۃ التی یھبط علیھم منھا برکت راحلتہ فقال الناس حل حل فالحت فقالوا خلات القصوی فقال النبیؐ ما خلات القصوی وما ذاک لھا بخلق ولکن حبسھا حابس الفیل ثم قال والذی نفسی بیدہ لا تدعونی قریش الیوم الی خطۃ یعظمون فیھا حرمات اللہ وفیھا صلۃ الرحم الا اعطیتھم ثم زجرھا فوثبت فعدل عنھم حتی نزل باقصی الحدیبیہ علی ثمد قلیل الماء صفحہ ۱۹ جلد ۲

یعنی حضرت تشریف لیجا رہے تھے بغرض عمرہ کہ حضرت کا ناقہ بمقام ثنیہ آ گیا جس سے لوگ اس وادی میں اترتے ہیں، بیٹھ گیا لوگوں نے کہا حل حل (یہ ناقہ کی اٹھانے والی آواز ہے) مگر اس ناقہ نے جنبش نہ کی۔ لوگوں نے کہا ناقہ قصویٰ بیٹھ گیا (یعنی جیسے چارپایہ اڑ جاتے ہیں)، حضرت نے فرمایا نہ ناقہ قصویٰ اڑا ہے نہ یہ اسکی عادت ہے بلکہ روک رکھا ہے اسکو جسنے روکا تھا فیل (ابرہہ) کو۔ پھر کہا قسم اسکی جسکی قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ آج کے روز قریش جس قسم کی شرط کریگی ہم اسے قبول کرینگے بشرطیکہ عظمت حرمت ہو۔ اور صلۂ رحم۔ اسکے بعد حضرت نے ناقہ کو تنبیہ کی وہ اٹھا اور آپ وہاں سے روانہ ہو کر آخری حصۂ حدیبیہ پر پہونچے جہاں پانی بہت کم تھا۔

حضرت چونکہ علم قضا و قدر سے مطلع تھے اور جانتے تھے کہ اس دفعہ فتح مکہ ہونا مقدر نہیں ہے اس غرض سے آپ تشریف لائے تھے جو صرف تنہا مقصود عمرہ تھا لہذا قبل اسکے کہ قریش کی جانب سے کوئی استدعا صلح کی پیش ہو حضرت نے بمجرد اسکے کہ آپکا ناقہ بیٹھ گیا فرمایا کہ جس قسم کی شرط قریش پیش کرینگے ہم قبول کرینگے۔

حضرت نے اپنے ناقہ کے رُکنے کی وجہ یہ فرمائی کہ اسکو اُس شخص نے روکا ہے جسنے ابرہہ کے ہاتھی کو روکا تھا حالانکہ سبکو معلوم ہے ابرہہ ایک کافر تھا جو اس غرض سے لشکر لیکر آیا تھا کہ خانۂ خدا کو گرا دے۔ اُسکے اس ارادہ فاسد اور نیت مشئوم سے رسول اللہ کے ارادہ اور نیت کو کیا علاقہ مگر حضرت نے ظاہر فرمایا کہ جسطرح اُسکا ارادہ موجب غضب پروردگار ہوا تھا۔ اُسیطرح اس دفعہ اُنلوگوں کا ارادہ جو جنگ کی نیت سے آنے ہیں موجب غضب پروردگار ہے جسنے ہمارے ناقہ کو بھی اُسیطرح روک لیا جسطرح فیل ابرہہ کو روک لیا تھا۔

لہٰذا اس تشبیہ سے معاذاللہ حضرت کی کوئی توہین نہیں ہوئی کیونکہ خود حضرت فرماتے ہیں ہمارے ناقہ کو اُسنے روکا جسنے ابرہہ کے ہاتھی کو روکا تھا جس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسطرح فعل مذموم کے مشابہت سے کافر و مومن میں مساوات نہیں ہو سکتی اُسیطرح کسی فعل ممدوح کے مشارکت سے کافر ممدوح نہیں ہو سکتا یعنی اُس سے ایمان اُسکا نہیں ثابت ہو سکتا۔

یہی جواب جناب امام حسنؑ کا ہے جب لوگوں نے حضرت پر دربارہ صلح اعتراض کیا ہے چنانچہ تاریخ کامل میں ہے

ولما سار الحسن من الکوفہ عرض له رجل فقال یا مسود وجوہ المسلمین فقال لا تعذلنی فان رسول اللہ صلعم رای فی المنام بنی امیہ ینزون علی منبرہ رجلا فرجلا فساءہ ذلک فانزل اللہ عز وجل انا اعطیناک الکوثر وھو نھر فی الجنۃ وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر الی قولہ تعالیٰ خیر من الف شھر یملکہا بعدک بنو امیہ صفحہ ۱۹۳ جلد ثالث

یعنی جب جناب امام حسنؑ نے کوفہ سے کوچ کر کے قصد مدینہ فرمایا ہے تو ایک شخص نے کہا اے سیاہ کرنے والے وجوہ مسلمین کے حضرت نے فرمایا تو ملامت نہ کر میری کہ رسول اللہ نے خواب میں دیکھا تھا بنی امیہ کو کہ وہ آپکے ممبر پر اُچھلتے ہیں ایک مرد کے بعد دوسرا مرد جس سے حضرت کو ملال ہوا تو خدا نے نازل کیا سورۂ انا اعطیناک الکوثر کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں اور نازل کیا سورۂ انا انزلنا آخر سورۂ خیر من الف شہر تک جس سے مراد زمانہ حکومت بنی امیہ ہے کہ ہزار مہینہ تک حکمراں رہینگے

اب دونوں اعتراضوں کو ملائیے جو رسول اللہ اور جناب امام حسنؑ پر کئے گئے تھے کہ حضرت نے اِس

صلح کو وہ لوگ ناجائز اور موجب ذلت سمجھتے تھے جناب رسول اللہ تو جواب میں فرماتے ہیں
ہمارے ناقہ کو اسی شخص نے روک لیا جسنے ابرہہ کے فیل کو روکا تھا۔ اور جناب امام حسن
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ خواب میں دیکھ چکے ہیں قضائے الٰہی یونہی جاری ہو چکی ہے اسکے
خلاف نہیں ہو سکتا۔

ہاں فرق ہے تو اسقدر کہ رسول اللہ چونکہ خدا کے رسول ہیں تو آپکا فرض ہے ہر امر میں وحدانیت
و عظمت خداوند عالم کا اظہار فرمائیں۔ اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا حبسہا حابس الفیل
جس سے اظہار کمال عظمت خداوند عالم مقصود ہے کہ اگرچہ ہم رسول خدا ہیں۔ مگر خدا کے مرضی کی
خلاف نہیں چل سکتے ورنہ مستحق غضب ہونگے۔

جناب امام حسن چونکہ خلیفہ و وصی رسول اللہ ہیں لہذا ہر امر میں آپکا فرض اظہار صدق و اعجاز
رسول اللہ ہے اسی لئے حضرت نے اسکی خبر دی کہ رسول اللہ ایسا خواب دیکھ چکے ہیں اسکی
خبر دے چکے ہیں جو ضرور ہو گا لہذا بجز اظہار حق ہمارا اور کوئی کام نہیں کہ تیر حق کو واضح کر دیں
دوسرا قول حضرت امام حسن کا بنا بر نقل علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں یہ ہے کہ فکان
اصحابہ یقولون لہ یا عار المومنین فیقول العار خیر من النار صفحہ ۱۳۲
یعنی حضرت کے اصحاب کہتے تھے ای عار مومنین تو حضرت جواب دیتے عار بہتر ہے نار سے۔ دیکھئے
یہ بھی وہی جواب ہے جو رسول اللہ نے فرمایا تھا حبسہا حابس الفیل کیونکہ یہ تو بدیہی
ہے کہ معویہ کو کوئی شخص بھی حقدار خلافت نہیں مانتا جس سے یہ کہا جا سکے کہ معویہ اس
سے جنگ کرنا موجب دخول نار ہے۔ پھر بجز اسکے کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ چونکہ اسباب جنگ
نہیں فراہم ہیں لہذا ایسی حالت میں جنگ کرنا دیدہ و دانستہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے
اسلئے حضرت نے فرمایا ہاں اس صلح میں عار و ننگ ہے مگر یہ عار بہتر ہے اس سے کہ بعوض
اسکے دخول نار قبول کیا جائے۔

دیکھئے جو خیال خلیفہ دوم نے بوقت صلح رسول اللہ ظاہر کیا تھا فلم نعطی الدنیة فی
دیننا پھر ہم ایسی ذلت کیوں گوارا کریں۔ وہی خیال یہ معترض بھی ظاہر کر رہا ہے
کہ اس صلح سے مومنین کو عار و ننگ حاصل ہو گا۔ پھر حضرت عمر کو جیسی [illegible] دے چکے ہیں

جو رسول اللہ نے دیا تھا لا نعصیہ ہم رسول خدا ہیں خلاف حکم خدا کچھ نہیں کر سکتے اسیطرح
جناب امام حسنؑ فرماتے ہیں العار خیر من النار۔ یعنی ننگ قبول کرنا بہتر ہے اس سے کہ
نار قبول کی جاے جو لوگ دنیادار ہوتے ہیں نام و نمود کے طالب وہ کسی حالت میں دنیا اور اپنے
کسی امر سے باز آنا اگرچہ وہ امر ناجائز ہی کیوں نہ ہو نہیں گوارا کرتے بلکہ وہ اپنی ضد اور ہٹ پر
قائم رہتے ہیں اگرچہ جان ہی کیوں نہ جاے۔ چنانچہ حضرت عثمان کا قصہ سبکو معلوم ہے کہ مصری
لوگ صرف اتنے یہ چاہتے تھے کہ مروان کو ہمارے حوالہ کریں مگر انھوں نے نہ مانا تب انھوں
نے خواہش کی کہ آپ خلافت سے علیحدہ ہو جائیں مگر انھوں نے نہ مانا آخر جو نتیجہ ہوا وہ معلوم
ہے مگر جو لوگ اولیاے خدا ہوتے ہیں حکم خدا و رسول کے مطیع انکی نظر ہمیشہ مصالح اخروی
پر رہتی ہے اُن باتوں کو قبول کرتے ہیں جس سے دین و آخرت کی اصلاح ہو اگرچہ اپنے نفس پر
کیسا ہی جبر ہو چنانچہ اسی بنیاد پر جناب امیر نے شیخین کے زمانہ میں جنگ نہیں کی۔ کیونکہ اگر ایسا
کرتے تو اسلام کو ضرر عظیم پہونچتا۔ اسیطرح جناب امام حسنؑ نے یہاں صلح فرمایا کہ اگر صلح نہ
ہوتی تو اب اسلام کو ضرر عظیم پہونچتا چنانچہ حضرت کا یہ فعل ایک حکم شرعی قرار پایا تاریخ الخلفا
میں ہے۔ وقد استدل البلقینی بنزوله عن الخلافة التی ھی اعظم المناصب
علی جواز النزول عن الوظائف صفحہ ۱۳۰ یعنی امام بلقینی نے جناب امام حسنؑ کے علیحدگی
خلافت سے جو اعظم مناصب سے ہے اسپر استدلال کیا ہے کہ جائز ہے نزول وظائف سے۔ یہی فرق ہے
امام معصوم و غیر معصوم میں کہ امام کا ہر فعل حجت ہے ہر کام سند ہے بہرحال چونکہ اہل دنیا کی
نظر امور دنیوی پر رہتی ہے لہذا اپنے کسی حق سے اونکو جدا ہونا اگرچہ وہ حق بطور ناجائز ہی
حاصل ہو کسیطرح گوارا نہیں ہوتا اگرچہ دین جاے یا آخرت مگر جو لوگ صاحب حق ہوتے
ہیں اُنکی نظر آخرت پر ہے۔ لہذا وہ وہی کرتے ہیں جس سے دین و دنیا کی اصلاح ہو اگرچہ بنظر
ظاہر وہ ناگوار ہو۔ صلح رسول کو ملاحظہ فرمایا۔ پھر اسکو بھی دیکھا کہ جب حضرت نے مکہ کو فتح کیا تو
اُنکے ساتھ کیا برتاؤ کیا حالانکہ وہ کفار تھے یہی دستور العمل جناب امیر کا تھا کہ عائشہ قیدی
ہو کر آئیں مگر حضرت نے انکا احترام کیا بخلاف خلیفہ اول کہ جب انکا مخالف گرفتار ہوتو کسیکو
آگ میں زندہ ڈلوایا کسیکو قتل کروا دیا تو کیا آپ کہ سکتے ہیں کہ جناب رسالتماب کا فعل ناجائز

تھا اور خلیفہ اول کا جائز۔

تیسرا قول حضرت کا وہی تاریخ الخلفاء میں یہ ہے۔ قال له رجل السلام علیك یا مذل المومنین فقال لست بمذل المومنین ولکنی کرهت ان اقتلکم علی الملك ثم ارتحل الحسن عن الکوفه الی المدینه فاقام بها صہ ۱۳

کہ حضرت نے فرمایا ہم مومنین کے ذلیل کرنیوالے نہیں ہیں مگر مجھے اس سے کراہت کی کہ تمکو ملک کے لئے قتل کریں۔ اسکے بعد حضرت نے کوفہ سے کوچ فرمایا طرف مدینہ کے اور وہیں قیام فرمایا۔ اگر اس قول پر بھی غور کیا جائے تو وہی مطلب ہے جو سابق اقوال میں حضرت نے ظاہر فرمایا کیونکہ شریعت اسلام نے کبھی اُس جنگ وجدال کو جائز نہیں سمجھا جسکی غرض ملک گیری ہو یا اپنی اطاعت قبول کروانا۔ بلکہ وہی شرعی جنگ ہے جو بقاعدہ شرع ہو اسی لئے مذہب شیعہ میں زمانہ غیبت امام میں جہاد ناجائز ہے اور بلا شرکت امام یا اذن خاص امام کے جہاد نہیں ہو سکتا حضرت اس حدیث میں تصریح فرماتے ہیں کہ ہماری غرض جنگ سے ملک گیری نہیں۔ بلکہ اقامت حدود شرع ہے اور اسوقت اگر ہم جنگ کریں تو اسکی علت یہی ہوگی کہ ملک گیری کے لئے جنگ کیجاے کیونکہ جناب امیر کے جہادوں نے حق کو واضح کر دیا تھا اب اُسمیں کسیطرح کا شک نہیں رہا کہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان سے جنگ کیجاے یا قتل کئے جائیں یہ لوگ برسر باطل ہیں جس سے تمام اہل اسلام سمجھ گئے تھے یہ لوگ کسیطرح صاحب حق نہیں۔

اب جناب امام حسنؑ کا جہاد بجز اسکے کس غرض سے ہو سکتا تھا کہ ممالک محروسہ پر بشرط فتح حضرت غلبہ حاصل ہو تو ہر صورت یہ ذاتی ملک گیری کے لئے ہوتی اور حضرت اُس سے کراہت فرماتے ہیں کہ ملک گیری کے لئے جنگ کیجاے۔

اس جملہ میں حضرت نے اسکی بھی تصریح فرمائی ہے کہ ان سب باتوں کے ساتھ نتیجہ حسب خواہ نہیں حاصل ہوگا کیونکہ حضرت کا خواب ضرور سچا ہوگا غلبہ اہل باطل کو ہوگا اسلئے فرمایا کرهت ان اقتلکم علی الملك کہ مجھے کراہت کی اس سے کہ تمکو تمکو ملک کے لئے قتل کریں جسکے صریحی مطلب یہی ہیں کہ اس جنگ کا نتیجہ یہی ہوتا کہ تم قتل کئے جاتے یعنی تمکو غلبہ نہ ہوتا کیونکہ اسکے اسباب نہیں فراہم ہیں۔ تو آخری نتیجہ اسکا کیا ہوگا یہی کہ بغرض ملکگیری اتنے

لوگ ہلاک کئے گئے۔ پھر اسکو امام معصوم کیونکر قبول فرماتے۔

اِس جملہ میں حضرت نے اُن تمامی کفار و منافقین کے قدیمی خیال کو باطل کیا جو خود جناب رسالتمآب اور جناب امیرؑ کے نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ نہ خدا کوئی چیز ہے نہ آپ خدا کے رسول ہیں بلکہ محض حکومت و تحصیل دنیا کے لئے اسکا سامان کیا گیا ہے کہ دین کا نام لیکر سلطنت قائم کی جاتی ہے۔

اِس اعتراض کا جواب پہلے تو جناب امیرؑ نے دیا کہ اگر حضرت کا مقصود دنیاوی سلطنت قائم کرنا ہوتا تو ہم کیوں سکوت کرتے اپنے حق کے طلب میں خون کا دریا بہا دیتے۔ بلکہ ہم لوگوں کا مقصود محض اجراے اسلام ہے اگرچہ ہم پر کچھ ہی گذرے چنانچہ خود حضرت نے اسکی تصریح بھی فرمادی جیسا کہ حدیث رفاعہ بن رافع میں اسکی تصریح بھی فرمادی کہ اگر اسکا خوف نہوتا کہ پھر کفر پلٹ آئے۔ اور دین پر غیروں کا قبضہ ہوجاے تو تم دیکھتے ہم کیا کرتے ہاں چونکہ جناب امیرؑ نے ہر موقع پر اپنی حقیت کا اظہار فرمایا اور خلفا کے ظلم و تعدی کو ثابت کیا۔ اسلئے منافقین نے حضرت پر بھی حرص خلافت کا الزام لگایا اور یہ کہ آپکا سکوت بغرض مجبوری ہے۔ اسلئے پہلے تو جناب امیرؑ نے اپنے طرز عمل سے جواب دیا کہ تجہیز و تکفین رسول اللہ میں مشغول رہے۔ وہ لوگ تحصیل خلافت میں سرگرم تھے اور آپ دفن و کفن رسول اللہ میں جس سے ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ حریص خلافت کون تھا۔ آیا وہ حقدار جو منصوص الخلافہ تھا اور ترک دفن و کفن رسول اللہ کو خلاف انسانیت بلکہ خلاف اسلام سمجھتا یا وہ لوگ جنھوں نے تحصیل خلافت کو سب پر مقدم کیا یہانتک کہ رسول اللہ کی نماز جنازہ سے بھی محروم رہے۔ دنیادار تو یہی فیصلہ کریگا کہ ایک رسول نہیں اگر پچاس رسول مرجائیں اور اُنکے دفن و کفن نہ ہونے سے اگر ایک چھوٹی سی بھی ریاست حاصل ہو تو بسر و چشم منظور ہے۔ مگر جو شخص دیندار اور خدا ترس ہو۔ وہ تو اِس تحصیل سعادت کو ہزاروں سلطنتوں پر راجح سمجھے گا۔

ہاں چونکہ اظہار حق و اتمام حجت فرائض انبیا و اوصیا سے ہے حضرت نے اُسکو بدرجہ اتم ثابت کیا جس سے خود فریق مخالف کو اقبال کرنا پڑا اور قائل ہوا یہانتک کہ قیلوفی

اقبلوں نسبت بجبر کہ مع علی قسکو کہنا پڑا مگر چونکہ دنیا ایسی چیز نہیں ہے کہ اس آسانی سے چھوڑ دی جاے لہذا باوصف اقرار خود اور دیگر مشرکوں کی صلاح و مشورہ سے دست بردار نہوا اب موقع تھا کہ حضرت اسکو بجبر علیحدہ کرتے مگر نہ یار تھے نہ یاور۔ اور اسطرح کی جنگ بلکہ کسی قسم کی جنگ اسوقت میں اسلام کے لئے نہایت خطرناک تھی لہذا حضرت نے جہاد کا نہ ارادہ کیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپکو اگر خلافت کی حرص ہوتی تو کم سے کم یہ کر سکتے تھے کہ تلوار لیکر آمادہ پیکار ہو جاتے جس سے گو آپ کی ہلاکت اقرب بہ قیاس تھی مگر یہ ضرور ہوتا کہ کم سے کم دو چار تو اُدھر کے ضرور مارے جاتے مگر چونکہ یہ کام مصلحت کے بالکل خلاف تھا۔ آپنے اِس سے بالکل علیحدگی اختیار کی۔ پھر کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ آپکو حرص تھی۔ ہاں حق کا مطالبہ ضرور تھا مگر جائز طریقہ سے کہ خونریزی نہ ہو۔

یہانتک تو آپنے اپنی عدم حرص کا ثبوت دیا جب ابوسفیان آیا ہے اور اُسنے کہا ہے کہ ہاتھ بڑھاؤ ہم بیعت کریں کہ تمام میدان ابھی سوار و پیادہ سے بھر دیتے ہیں تو حضرت نے یہ کہکر اُسکو جھڑکا کہ یہ فتنہ چاہتا ہے جس سے ہر شخص کہہ سکتا ہے حضرت نے محض مجبوری سے نہیں ترک جہاد کیا بلکہ مصالح اسلامی اسی کی مقتضی تھی پھر تیسری خلافت میں آپنے اسکو ثابت کر دیا کہ ہمکو صرف مجبوری ہی نہیں ہے کیونکہ جب عبدالرحمن بن عوف نے خلافت کو حضرت پر بشرط اتباع سیرت شیخین عرض کیا ہے تو آپنے بالکل انکار کر دیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب آپکو مجبوری نہیں تھی۔ ممکن تھا کہ آپ خلافت کو اسی شرط سے قبول کر لیتے پھر آپ جو چاہے کرتے جیسا کہ عثمان نے کیا کیونکہ بعد حصول خلافت کون کچھ کر سکتا ہے۔ مگر آپ تو نہ خلافت کے حریص تھے نہ کوئی ناجائز کام کر سکتے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ خلاف حکم خدا و رسول شرط اتباع شیخین کو قبول کرتے اور پھر بعد قبول کیونکر آپ خلاف معاہدہ کرتے جو ناممکن تھا اسکے بعد آپنے اس الزام کو اپنے عہد خلافت میں دفع کیا کہ تین روز تک تمامی مہاجرین و انصار کو یہی جواب دیتے رہے کہ تم سے ہماری خلافت نہ چلیگی تم دوسرے کو

خلیفہ بناؤ ہم بھی شریک ہیں جب کسی نے نہ مانا اور آپکو قبول کرنا پڑا تو صاف صاف فرمادیا
ہم مطابق اپنے علم کے عمل کرینگے۔

ان سب باتوں پر بھی جب منافقین اپنی ضد اور ہٹ سے نہ باز آئے اور یہی کہتے رہے کہ آپ
خلافت کے حریص تھے تو جناب امام حسنؑ نے نہ صرف قول سے بلکہ طرز عمل سے ایسا
جواب دندان شکن دیا کہ پھر کسیکو جائے دم زدن نہ رہی۔ چنانچہ جو تھا قول حضرت کا اُسی
تاریخ الخلفا میں ہے واخرج الحاکم عن جبیر بن نفیر قال قلت للحسن ان الناس
یقولون انک ترید الخلافۃ فقال قد کان جماجم العرب فی یدی یحاربون
من حاربت ویسالمون من سالمت فترکتھا ابتغاء وجہ اللہ و
حقن دماء امۃ محمدؐ ثم ابتزھا باتیاس اھل الحجاز ص ۱۳۰

اس کلام میں سائل کا وہی سوال ہے کہ لوگ کہتے ہیں آپ خلافت لیا چاہتے ہیں جس سے
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ سائل کا کیا مطلب ہے کیونکہ حضرت کی خلافت ہر قاعدہ سے
مسلم ہے آپ کا استحقاق خلافت ہر اصول سے ثابت۔ پھر یہ سوال کیسا مگر نہیں اُسکی
باطنی سب وہی تھی کہ حرص کا الزام لگائے۔ حضرت نے اُسکا جواب دیا کہ جب جماجم
(کاسۂ کھوپریاں) عرب ہمارے ہاتھ میں تھیں کہ جس سے چاہتے حرب کرتے اور جس سے
چاہتے صلح کرتے وہ سب ساتھ رہتے۔ اُسوقت تو محض رضائے خدا کیلئے اور اس
غرض سے کہ امت محمدیہ کی خونریزی موقوف ہو ہمنے ترک کیا۔ تو اب کیونکر ہم اسکا قصد کرینگے
کہ صرف اہل حجاز کے منہ بنانے سے اُسکو حاصل کریں۔

دیکھئے حضرت نے اپنی نیت اور ارادہ کو کسطرح اس کلام میں ظاہر کیا کہ ہمنے یہ کام
تو محض رضائے خدا کیلئے کیا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ ہم ایسی حالت میں اُسکا ارادہ کریں جب
اُس وقت چھوڑ دیا کہ اسکے اسباب سامان فراہم تھے۔

اور یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اس کلام سے حضرت کی قدرت جہاد پر ظاہر ہوتی ہے حالانکہ
موجودہ واقعات بھی گواہ ہیں کہ آپ فوج کے ہاتھوں مجبور تھے۔ مگر یہ شبہہ خلاف عقل
ہے کیونکہ عدم قدرت باعتبار فراہمی اسباب کامل ہے اور قدرت باعتبار

حصہ اول

الہاویۃ للمعاقبۃ

از رشحات اقلام سید اعلام الجہبذ القمقام البحر الطمطام شرف المتکلمین فخر المحدثین
المتعب نفسہ فی حمایۃ الدین فخر الحکما ظہیر العلما مولانا السید علی اظہر دامت برکاتہ
مادار السما۔ کہ ہنگام قیام پرتم با سا ضلع سلہٹ بعد از فرار مناظرین مخالفین
حسب فرمائش عمدۃ الاعیان زین الارکان منبع الجود و الاحسان الرئیس الاعظم
والامیر الاکرم نواب مولوی محمد علی امجد خان ادام اللہ بالعز و الاقبال
تصنیف فرمودند۔ حسب الحکم نواب صاحب ممدوح الالقاب

در مطبع اصلاح مقام کجھوہ ضلع سارن مطبوع گردید

سنہ ۱۳۲۱ھ

وجود اسباب ہیں یعنی اگرچہ فوج کافی نہ تھی لوگ پورے طور پر مطیع نہ تھے مگر یہ تو نہ تھا کہ بالکل ساتھی نہ ہوں دو چار تو ضرور ہی تھے اور ضرور ہی نکلتے جس سے حضرت جنگ کرسکتے تھے اگرچہ سب قتل ہو جاتے اُسی کی طرف حضرت اشارہ فرماتے ہیں کہ جاجر عرب ہمارے ہاتھ میں تھے مگر محض رضائے خدا کے لئے ہم نے اِس جنگ کو موقوف کیا کہ امت محمدیہ میں خونریزی نہو۔

حضرت کا یہ قول اور یہ طرز عمل بتا رہا ہے کہ ان حضرت میں نفسانیت خود غرضی کو کسی قسم کا دخل نہ تھا بلکہ جو کام تھا خواہ جنگ ہو یا صلح محض رضائے خدا کیلئے جس سے امت محمدیہ ہلاکت سے بچے اور اسلام تباہ نہ ہو ورنہ کس سے ممکن ہے کہ ایسا جبر شدید اپنے نفس پر باوصف قدرت و اختیار گوارا کرے۔

حضرت نے اس قول میں حالت اہل حجاز کا بھی نقشہ کھینچ دیا جس میں تمامی اہل مکہ و مدینہ داخل ہیں کہ انکا کام صرف شہ بنانا ہے اور اندوہگیں صورت بنانا ورنہ اگر یہی لوگ اِس قابل ہوتے تو کیوں جناب امیرؑ محروم رہتے اور کیوں جناب سیدہؑ انکے مغموم جاتیں۔ مگر ساری خرابیاں تو انہی صحابہ کی تھیں جنہیں مہاجرین کو اپنی فکر ہے اور انصار کو اسکا رنج کہ ہم سے خلافت کیوں چھینی گئی۔

پانچواں جواب حضرت کا حیوۃ الحیوان میں اسطرح مذکور ہے قال الشعبی شهدت خطبة الحسنؑ حين صالح معاوية وخلع نفسه من الخلافة فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فان اكيس الكيس التقى واحمق الحمق الفجور وان هذا الامر الذى اختلفت انا ومعاوية فيه ان كان لامرء احق منى به او ان كان لى فقد تركته له ارادة لاصلاح الامة وحقن دماء المسلمين وان ادرى لعله فتنة لكم ومتاع الى حين ثم رجع الى المدينة واقام بها فعوتب على ذلك فقال رضى الله عنه اخترت ثلاثا على ثلاث الجماعة على الفرقة وحقن الدماء على سفكها والعار على النار صفحه جلد اول یعنی شعبی کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا اسوقت کہ جناب امام حسنؑ نے بعد صلح معویہ خطبہ

پڑھا جس میں حضرت نے بعد حمد و ثنا فرمایا کہ سب عاقلوں سے عاقل وہ شخص ہے جو متقی ہے اور احمق سے احمق وہ شخص ہے جو صاحب فجور ہو اور یہ امر جس میں درمیان ہمارے اور معویہ کے اختلاف تھا۔ اگر وہ حق معاویہ تھا تو وہ ہم سے زیادہ مستحق ہے۔ اور اگر وہ حق میرا تھا تو میں نے اُسے چھوڑ دیا معویہ کے لئے اس غرض سے کہ امت کی اصلاح ہو اور مسلمانوں کی خونریزی موقوف ہو۔

(ترجمہ آیہ) اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمھاری آزمائش ہو اور تم اس سے فائدہ اُٹھاتے رہو ایک مدت تک پھر تشریف لائے طرف مدینہ کے اور قیام کیا وہاں پس عتاب کیا گیا اس بارے میں تو حضرت نے فرمایا میں نے اختیار کیا تین امر کو تین امر پر اتفاق کو اختیار کیا افتراق پر۔ اور خونریزی کے موقوف ہونے کو خونریزی کے ہونے پر۔ اور عار کو نار پر۔

پہلے اس خطبہ کے فقرات صدر کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیسا حکیمانہ قول ہے اور کیسا فلسفیانہ جو بجز خاندان رسالت کسی سے ادا نہیں ہو سکتا کہ حضرت نے عقل و حمق کا ایک ایسا معیار قائم کیا جس پر کسی قسم کا اضافہ محال ہے اصل عاقل وہی شخص ہے جو متقی ہو چنانچہ قرآن میں بھی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پھر حماقت کی ایک ایسی تعریف کی جس سے بہتر ممکن نہیں کہ سب سے زیادہ احمق وہ شخص ہے جو فاجر ہو تقی اور فاجر میں وہی نسبت ہے جو عاقل و احمق میں ہے۔ مگر وہ جاہل گنوار کیا سمجھ سکتے تھے جنکی خلاقت فجور سے ہوئی نطفہ اُنکا فسق و فجور سے قائم ہوا بجز دنیا پرستی اُنکی کوئی نہ غرض ہے نہ غایت۔ اسلئے حضرت نے اس مختصر کلام کے بعد اصل مطلب کو بیان فرمایا کہ اگر خلافت حق معویہ ہے تو وہ زیادہ مستحق ہے۔ جس سے حضرت کی جہاں کمالی حقانیت ظاہر ہوئی وہاں اُس اُفسرال بطالت کا بطلان بھی کہ دنیا میں ایک متنفس بھی اسکا قائل نہیں کہ بنسبت جناب امام حسنؑ وہ مستحق خلافت تھا۔ اسلئے حضرت نے فرمایا اگر وہ حقدار ہے تو پھر کوئی نزاع ہی نہیں کیونکہ نزاع تو اکثر احقاق حق کیلئے ہوتی ہے۔ اور اگر ہم حقدار خلافت ہیں جیسا کہ تمام عالم کو معلوم ہے تو ہم اپنے حق

باین غرض بازآتے ہیں کہ کسیطرح امۃ محمدیہ کی اصلاح ہو اور خونریزی موقوف ہو۔
اسکے بعد حضرت نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی جو سورہ انبیا میں ہے کہ خدا نے
خطاب کرکے حضرت سے فرمایا ہے کہ تو ان مشرکین قریش سے کہ میں نہیں جانتا
شائد وہ تمھارے لئے آزمایش ہو اور تم اس سے فائدہ اٹھاتے رہو ایک مدت تک
یعنی نزول عذاب کی تاخیر کی وجہ شائد یہی ہو کہ تم لوگوں کی آزمایش ہو اور تم لوگ
ایک مدت تک اس سے بہرہ مند ہو لو۔

پھر حضرت نے اپنے مصالحت کی وجہ کو کس توضیح سے ظاہر فرمایا کہ میں نے یہ
صلح صرف اس غرض سے کی کہ اسلام سے اختلاف دفع ہو جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ کسقدر آپکو اسلام کا خیال تھا۔ اور یہ وہی خیال ہے جسے جناب امیر نے عہد خلفا
ثلثہ میں اپنے سکوت کی وجہ بتائی تھی کہ لولا مخافتنا الفرقۃ کہ اگر اسلام میں اختلاف
ہونے کا خوف نہ ہوتا کہ اسلام مٹ جاتا تو پھر دیکھتے۔

دوسری وجہ آپنے خونریزی کی بتائی کہ میں نے اس غرض سے صلح کی کہ خونریزی موقوف ہو
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خود رسول اللہ اور جناب امیر و امام حسنؑ کو اس سے
کسقدر نفرت تھی کہ کسیطرح نہ چاہتے تھے خونریزی ہو مگر اسی وقت کہ شدید
ضرورت شرعی داعی ہو۔

تیسری وجہ وہی ہے جو سابقاً مذکور ہوئی کہ حضرت نے فرمایا میں نے عار کو نار پر مقدم
سمجھا یعنی اگرچہ یہ بات ننگ و عار کی تھی مگر چونکہ اب یہ نزاع خلاف مرضی باری
ہے بوجہ فقدان اسباب لہذا اس ننگ کو اسپر ترجیح دیا کہ وہ کام کریں جو خلاف
رضائے باری تھا

یہاں تک مختصر طور پر حضرت امام حسن علیہ السلام کے ان اقوال کا تذکرہ تھا جس میں حضرت
نے اپنی صلح کی وجہ ظاہر فرمائی کہ کیوں آپنے صلح فرمائی جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ بجز خیر خواہی اسلام آپکا اور کوئی مقصود نہ تھا جسکے لئے آپنے یہ ننگ و عار
گوارا فرمایا کہ معویہ ایسے افسق الفاسقین سے صلح کی کیونکہ آپ جانتے تھے

معویہ خلافت کا حریص ہے - دنیا دار ہے - مکار ہے غدار ہے - اسلام ہی کی نہ اسکو محبت ہے
نہ اُس سے مطلب بلکہ اُسکا اسلام جو کچھ تھا وہ دنیا جسکے لئے وہ ہر جائز و ناجائز
کے بجالانے کو تیار ہے - پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسنؑ اسلام کو تباہ ہونے دیتے
لہٰذا خود ہی خلافت سے دست بردار ہوئے کہ شاید یہی ذریعہ بقائے اسلام ہو -

معویہ کی دنیاداری اگرچہ کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے مگر جو خود اُسنے بیان کیا وہ
سب سے زیادہ واضح ہے عقد الفرید علامہ ابن عبد ربہ میں ہے العتبی قال
لما قدم معاویہ قال ایہا الناس ان ابابکرؓ لم یرد الدنیا و لم تردہ
واما عمر فاردہ الدنیا و لم تردھا واما عثمان فنال منہا ونالت منہ و
اما انا فمالت بی وملت بہا وانا ابنہا فہی امی وانا ابنہا فان لم تجدونی
خیر کم فانا خیر لکم ثم نزل صفحہ ۲۳ جلد اول

یعنی عتبی راوی ہے کہ جب معاویہ بعد صلح وارد مدینہ ہوا تو اُسنے کہا ایہا الناس ابوبکر نے نہ تو
دنیا کی خواہش کی نہ دنیا نے اُسکو چاہا - لیکن عمر - دنیا نے انکی خواہش کی مگر اُنھوں نے نہ چاہا
لیکن عثمان پس انھوں نے بھی دنیا کو لیا اور دنیا نے بھی اونکو لیا - اور ہم تو خود دنیا کی طرف
مائل ہیں اور وہ ہماری طرف مائل ہے - ہم اُسکا دودھ پیتے ہیں وہ ہماری ماں ہے ہم اُسکے
بیٹے ہیں اگر تم ہمکو اپنے سے بہتر نہیں جانتے تو ہم بہتر ہیں تملوگوں کے لئے پھر منبر سے اُتر آیا -
پس جو شخص تمامی صحابہ مہاجرین و انصار کے سامنے اسطرح اپنی دنیاداری ظاہر کرے کہ
دنیا ہماری ماں ہے ہم اُسکے فرزند ہیں اور اسکا دودھ پیتے ہیں - تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس
دنیا کے مقابلہ میں اسلام کا پاس کر سکتا - اسی لئے جناب امام حسنؑ نے اپنے طرز عمل سے
دکھا دیا کہ ہم اہل دنیا ہیں نہ دنیا کو چاہتے ہیں - بلکہ ہم تو مربی اسلام ہیں اگر اپنے حق سے نہیں
باز آتے ہیں تو اسلام تباہ ہوتا ہے -

اسی مصلحت کی رعایت جناب امیرؑ نے فرمائی کہ صاف صاف فرما دیا اگر ہم اسوقت جہاد کرتے تو اسلام
مٹ جاتا کیونکر لوگ اپنے دلی کفر کو ظاہر کرتے اور تمامی کفار کو اپنے ساتھ لیکر جنگ کرتے جس سے
اسلام مٹ جاتا

اب مسلمانوں کو اختیار ہے کہ وہ سمجھیں کون حق پر تھا کون باطل پر کیونکہ کل حالات آپ دیکھ چکے کس طرح ان حضرات نے اپنی حقیت کو دلیل و برہان سے ثابت کیا مگر جو لوگ کہ اہل باطل تھے وہ اپنی بطالت و جہالت پر اڑے رہے اور جب تک دنیا کو نہ حاصل کیا دم نہ لگایا۔

تاریخ خمیس میں ہے عن شرحبیل بن سعد قال مکث الحسن نحوا من ثمانیة اشهر لا یسلم الامر الی معاویه و فی حیاة الحیوان بویع له بالخلافة بعد موت والده ثم سار الی المدائن و استقر بها فبینما هو بالمدائن اذ نادی مناد ان قیسا قد قتل فانفروا و کان الحسن قد جعله علی مقدمة الجیش و هو قیس بن سعد بن عبادہ فلما خرج الحسن عدا علیه الجراح بن الاسد معه فوجاه بالخنجر فی فخذه لیقتله فقال الحسن قتلتم ابی بالامس و وثبتم علی الیوم تریدون قتلی زهدا فی العادلین و رغبة فی الفاسقین واللہ لتعلمن نباه بعد حین ثم کتب الی معویه بتسلیم الامر الیه صفحہ ۳۲۳ جلد دوم

شرحبیل بن سعد کہتے ہیں کہ آٹھ مہینہ تک جناب امام حسنؑ نے توقف کیا کہ امر خلافت کو معاویہ کے سپرد نہ کریں اور حیوۃ الحیوان میں ہے کہ بعد شہادت جناب امیرؑ لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کی بیعت کی۔ پھر آپنے مدائن کا قصد کیا اور وہیں قیام فرما تھے کہ ایک منادی نے ندا دی کہ قیس جنہیں امام حسنؑ نے مقدمہ لشکر مقرر کیا تھا قتل ہوئے کوچ کرو۔ جب حضرت باہر تشریف لائے تو جراح بن اسد نے آپکے ران پر خنجر ملا کہ قتل کر دیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا کل تم میرے باپ کو قتل کر چکے ہو اور آج ہمکو قتل کیا چاہتے ہو کہ دنیا عادلوں سے خالی ہو اور فاسقین و ظالمین کو غلبہ ہو (ترجمہ آہ) قسم خدا کی کہ اسکی خبر تمکو بعد اسکے معلوم ہوگی اسکے بعد حضرت نے معٰویہ کو دربارہ صلح لکھ بھیجا۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نے آٹھ مہینہ تک معٰویہ کی دعوت کو دربارہ صلح نہ قبول فرمایا اور اپنے ارادہ پر مستقل رہے۔ مگر جب ہر طرح ملک کا نا...

کر چکے اور دیکھ لیا کہ بجز غدر و مکر انکا کوئی کام نہیں کہ ایک طرف یہ جھوٹی خبر اُڑا دی کہ قیس مارے گئے جو حضرت کے مقدمہ لشکر کے سردار تھے۔ دوسری طرف حضرت پر خنجر چلایا گیا کہ وہ ران پر پڑا تو حضرت نے صلح کیا کہ کسی طرح یہ لوگ راہ حق پر نہ آئینگے چنانچہ بتصریح فرمایا تم چاہتے ہو دنیا عادلوں سے خالی ہو جائے اور ظالمین کو غلبہ ہو پھر اُسی تاریخ خمیس میں ہے و فی دول الاسلام لما استشہد علی عمد اہل العراق الی ابنہ الحسن فبایعوہ ثم اشاروا علیہ بالمسیر لیاخذ الشام من معاویہ وسار معاویہ بجیش الشام لقصدہ فلما تقارب الجیشان وتلاقی الجمعان بموضع یقال لہ مسکن بناحیۃ الانبار من ارض السواد علم الحسن ان لن یغلب احدی الفئتین حتی یذہب اکثر الاخری فرای ان المصلحۃ فی جمع الکلمۃ و ترک القتال فکتب الی معویہ مراسلہ ص ۳۱۳

یعنی دول الاسلام میں ہے کہ بعد شہادت جناب امیرؑ اہل عراق نے امام حسنؑ کی بیعت کی اور مشورہ دیا کہ معویہ کیطرف چلنا چاہیئے تاکہ ملک شام لیا جائے۔ اُدھر معاویہ بھی حضرت کے قصد سے روانہ ہوا جب دونوں لشکر نزدیک ہوئے بمقام مسکن جو اطراف انبار میں ہے ارض سواد سے تو جناب امام حسنؑ نے معلوم کیا کہ جب تک بہت سے لوگ مارے نہ جائینگے کسی فریق کو غلبہ نہ ہوگا لہذا آپ کی مصلحت قرار پائی کہ اتفاق کلمہ پیدا ہو اور قتال موقوف کیا جائے۔ بعدہ معویہ سے مراسلات شروع کی۔

غرض تمامی روایات و اقوال کے ملانے سے بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ حضرت کی غرض اس صلح سے محض خیر خواہی اسلام تھی کہ خلافت دفع ہو اور اسلام میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو جسکے لیے حضرت نے اسقدر اپنے نفس پر جبر کیا کہ کسی بشر سے ممکن نہیں مگر افسوس ہے اُن اشقیاے امت سے جنھوں نے اسلام کو بدنام کیا اور اپنے اغراض باطلہ کو دخل دیکر اسلام کو اتنا پارہ پارہ کیا کہ کسیطرح اتحاد و اتفاق ہو ممکن نہیں

بالجملہ حضرت نے اس صلح سے ایک طرف کفار کی زبان بند کی جو رسول اللہ صلعم کو طالب ملک و سلطنت جانتے کہ حضرت نے مذہب کو ذریعہ سلطنت و ملک گیری بنایا ہے۔ دوسری طرف منافقین کے اعتراضوں کا دفعیہ کیا جو جناب امیر پر حرص خلافت کا الزام لگاتے تیسری طرف اسلام کی روحانیت و حقانیت کو ثابت کیا کہ مخالف موافق سب نے سمجھ لیا اسلام کیا ہے جسکی غرض نہ قہر و غلبہ ہے نہ استیلا بلکہ دین حق کی دعوت کہ محض رضامندی خدا کے لئے آپنے تمام عالم کی شہنشاہی چھوڑ دی۔ اور اپنے حق سے باز آئے کہ کسیطرح اسلام باقی رہے۔ اُس میں اتفاق پیدا ہو اختلاف و خونریزی موقوف ہو۔

روایات شیعہ

اگرچہ روایات شیعہ کا ذکر کرنا خلاف ملتزمات سے ہے۔ مگر چونکہ اہل سنت کی حالت معلوم ہے کہ وہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے حالات میں کسقدر اکثر ہونت سے کام لیتے ہیں اور کہانتک اخفاے واقعات اصلیہ میں کوشش کرتے ہیں لہذا کچھ روایات شیعہ بھی یہاں لکھتا ہوں جس سے اس واقعہ صلح پر پوری روشنی پڑے مگر بخیال اختصار صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ مگر قبل اسکے کہ ان روایات کا خلاصہ لکھوں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بنا بر اعتقاد شیعہ ائمہ اثنی عشر علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں کوئی فعل اُن سے ایسا سرزد نہیں ہو سکتا کہ اُسپر اعتراض کیا جاسکے۔ بلکہ قول و فعل پر آمنا و صدقنا کہنا ہمارا فرض ہے خواہ جہاد ہو خواہ صلح خواہ کوئی امر۔

یہ روایات صرف اس غرض سے لکھی جاتی ہیں کہ معلوم ہوں اصلی حالات میں محدثین و مورخین اہلسنت نے کسقدر اخفا سے کام لیا ہے جسکی غرض مہنیم ودعوی اپنے خلفا کی ہے

(۱) ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ میں ہے کہ جب معویہ کو خبر شہادت جناب امیر صلوٰۃ اللہ علیہ کی پہونچی اُنہوں نے بطلب امام حسن کی تو طویہ نے دو شخص کو جاسوس مقرر کیا ایک قبیلہ حمیر سے تھا اُسے کوفہ روانہ کیا دوسرا بنی القین سے تھا جسے بصرہ میں مقرر کیا کہ حالات امام حسن سے خبر دیا رہے اور اسیں کوشاں رہے کہ حضرت کے

خلافت میں رخنہ پڑے حضرت کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپنے اُن دونو جاسوسوں کو کوفہ وبصرہ سے نکلوا دیا اور معویہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تو نے جاسوس مقرر کئے ہیں کہ فساد کریں معلوم ہوتا ہے کہ تو پھر حرب وضرب پر آمادہ ہے تو ہمکو بھی آمادہ سمجھ جناب صدوق علیہ الرحمہ کی روایت ہے کہ معویہ نے عمر بن حریث۔ اشعث بن قیس حجر بن حجر۔ شبث بن ربعی کو اس مضمون کا پیغام دیا اور ہر شخص کے لئے ایک خاص جاسوس بھی مقرر کیا کہ جو شخص تم سے امام حسنؑ کو قتل کریگا اُسکو دو لاکھ درہم دینگے اور ملک شام کی سپہ سالاری۔ اور معویہ اپنی ایک بیٹی کا اُس سے عقد کریگا۔ جناب امام حسنؑ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس روز سے حضرت نے یہ التزام کیا کہ ہر وقت زرہ پہنے رہتے مگر پوشیدہ طور سے لباس کے اندر۔ اور احتیاط زیادہ کرتے یہانتک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لئے بھی کمتر تشریف لاتے۔ چنانچہ حضرت ایکروز نماز جماعت پڑھا رہے تھے کہ ان اشقیا سے ایک شخص نے حضرت پر تیر چلایا مگر چونکہ حضرت زیر لباس زرہ پہنے ہوئے تھے کوئی اثر نہ ہوا

ابن ابی الحدید کی روایت ہے کہ جب حضرت کو معویہ کے کوچ کی خبر ملی تو حضرت نے حجر بن عدی کو اپنے عمال کے پاس بھیجا کہ فوج جمع کریں اور منادی نے ندا دی الصّلوٰۃ جامعۃ چنانچہ اہل کوفہ مسجد میں جمع ہوئے۔ حضرت نے حجر بن عدی کو حکم دیا تھا کہ لوگ جب سب جمع ہو جائیں تو ہمکو خبر دینا چنانچہ بعد اطلاع حضرت تشریف لائے اور بالائے منبر تشریف لیگئے خطبہ میں بعد حمد ثنا فرمایا کہ خدا نے جہاد کو واجب کیا ہے اپنے خلق پر اور اسکو کرہ سے تعبیر کیا ہے چنانچہ اہل جہاد کے لئے مومنین سے فرمایا ہے اصبروا ان اللہ مع الصابرین۔ پس جب تک تم لوگ صبر نہ کروگے ہر تکلیف پر کبھی کامیاب نہ ہوگے۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ معویہ نے جب تمہارے کوچ کا ارادہ سُنا تو خود اُسنے کوچ کر دیا لہذا تم لوگوں پر بھی لازم ہے کہ اپنے لشکرگاہ کیطرف چلو خدا تمپر رحم کرے نخیلہ ہمارا جائے لشکر ہے وہاں سب کے سب حاضر ہوں۔ پھر وہاں جو رائے ہوگی اُس پر عمل کیا جائیگا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت یہ خطبہ فرما رہے تھے۔ مگر آپ خائف تھے اپنی فوج سے کہ آیا
وہ لوگ ساتھ دینگے یا نہیں۔ چنانچہ جب حضرت نے یہ خطبہ فرمایا تو سب کے سب خاموش
رہے اور کسی نے ایک حرف کا بھی جواب نہ دیا۔

عدی بن حاتم نے جب یہ حال دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں فرزند حاتم ہوں
سبحان اللہ یہ کیسا بدتر مقام ہے کہ تم اپنے امام کا جواب نہیں دیتے حالانکہ جانتے ہو یہ
فرزند ہیں تمہارے نبی کے۔ کہاں گئے وہ خطباء مصر جنکی زبانیں تو مثل جوالدوزوں
کے تیز ہیں اور وقت جنگ لومڑیوں کیطرح فرار کرنے والے ہیں۔ کیا خدا کے غضب کا
تمکو خوف نہیں ہے نہ عار و ننگ کا پاس۔

پھر جناب امام حسنؑ کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا خدا آپ کو رشد و صواب عطا کرے
اور ہر طرح کے مکروہات سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور توفیق نیک عطا فرمائے۔
ہم لوگوں نے آپکا کلام سنا تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں۔ ہم لشکرگاہ کیطرف چلتے ہیں
ہمیں جو شخص چاہے ہماری رفاقت کرے۔ یہ کہکر مسجد سے باہر نکلے سواری تیار تھی اسپر
سوار ہوکر جانب نخیلہ روانہ ہوئے اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ سامان سفر لیکر حاضر ہوں
یہ پہلا شخص تھا جو لشکرگاہ کیطرف روانہ ہوا اور پھر اُنکے قبیلے کے لوگ جمع ہوئے
پھر قیس بن سعد بن عبادہ انصاری۔ معقل بن قیس ریاحی۔ زیاد بن صعصعہ (یا
حفصہ) تیمی نے بھی اسی قسم کا کلام کیا جسطرح عدی بن حاتم نے تقریر کی تھی اور
سب کو ملامت کیا ترک جواب پر اور آمادہ کیا جہاد پر۔

جناب امام حسنؑ نے اُن لوگوں سے فرمایا خدا تمپر رحم کرے کہ ہم ہمیشہ سے تمہارے
صدق نیت و حسن وفا کو جانتے ہیں کہ تم لوگوں کے دلوں میں صدق و صفا ہے خدا تمکو جزائے
خیر دے۔ پھر حضرت حجرے سے نیچے تشریف لائے اور سب جانب لشکر روانہ ہوئے
حضرت نے مغیرہ بن نوفل بن حرث بن عبد المطلب کو کوفہ میں اپنا خلیفہ کیا اور
حضرت روانہ ہوئے اور بمقام دیر عبد الرحمان نزول اجلال فرمایا کہ لشکر وہاں جمع ہو
علامہ قطب راوندی خرائج میں لکھتے ہیں کہ حرث ہمدانی بیان کرتے ہیں جب حضرت

کوفہ سے روانہ ہوئے تو جو لوگ آمادۂ جہاد تھے وہ تو ساتھ گئے۔ مگر بہت سے لوگوں
نے عذر کیا اور اپنے وعدہ کا ایفا نہ کیا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے جسپر پھر جناب
امام حسنؑ نے خطبہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمکو بھی اُسیطرح دھوکھا دیا جس طرح
ہمارے قبل (پدر بزرگوار کو) فریب دیا تھا۔ اب نہ معلوم تم بعد ہمارے کس امام
کی معیت میں جہاد کروگے؟

کیا اُس امام کافر وظالم کا ساتھ دوگے جو نہ خدا کے ساتھ ایمان رکھتا ہے نہ اُسکے
رسول پر ہرگز۔ اُسنے نہ اقرار کیا اسلام کا۔ کسی نے کہا بنی امیہ سے مگر بخوف تلوار
اگر نہ باقی رہے بنی امیہ میں مگر صرف ایک بڑھیا پیرہ زال تو وہ ضرور دین خدا کو
کج کریگی۔ ایسی ہی خبر دے گئے ہیں رسول خداؐ

اسکے بعد حضرت نے ایک شخص کو قبیلہ کندہ سے چار ہزار فوج کا سردار بنا کر
روانہ کیا اور حکم دیا کہ اپنا لشکر انبار میں قائم رکھے جب تک ہمارا حکم نہ پہونچے
کوئی کام نہ کرنا۔ جب وہ سردار جانب انبار روانہ ہوا اور معویہ کو اُسکے ورود کی
خبر معلوم ہوئی تو پانچ لاکھ درہم اُسکے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر تم ہمارے
پاس چلے آؤ تو ہم ملک شام کے ایک حصہ کی حکومت دینگے جسمیں کوئی تیرا شریک
نہ ہوگا۔ اُس کندی سردار نے وہ روپیہ لے لیا اور اپنے قبیلہ کے دوسو سواروں
کے ساتھ معویہ سے مل گیا۔

جناب امام حسنؑ نے اس خبر کو بھی لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا کہ یہ کندی مل گیا
معویہ سے اور غدر کیا ہمارے اور تمہارے ساتھ اور ہم چند مرتبہ خبر دے چکے ہیں
کہ تم لوگ کبھی وفا نہ کروگے تم سب بندۂ درہم و دینار ہو۔ اب ہم دوسرے شخص کو
سردار مقرر کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ بھی وہی کریگا جو اُسنے کیا خدا کا خوف
اسکو بھی مطلق نہ ہوگا۔ بعدہ حضرت نے ایک شخص کو قبیلہ مراد سے بلایا اور چار
ہزار فوج کا سردار بنایا اور سب کے سامنے اُس سے عہد و میثاق لیا کہ اُس
طرح کی بیوفائی نہ کریگا جیسا کہ پہلے کندی نے کیا تھا اُسنے ہزاروں قسمیں کھائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد یہ جواب ہی منجانب بندہ محمد علی امجد خان بحکم احقر بندگان محمد الیاس علی خان عفی عنہ
بر طبق اعتقاد مذہب شیعہ اثنا عشریہ جو بجواب اُس تحریر کے لکھا گیا جو مولوی اظہر علی و محمد عاصم
صاحبان اہل سنت والجماعت نے بجواب میرے پہلے جواب کے لکھا جسکو میں نے استفتا
اہل سنت کے جواب میں لکھا تھا۔ غرض یہ دوسرا جواب مہر شہود کی طرف سے بروز دوشنبہ
یازدہم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ ہجری مولوی صاحبان اہل سنت کے سامنے بمقابلہ محمد عبد الغفور
حنفی ملازم ریاست پیش کیا جاتا ہے۔ خدا کرے باعث ہدایت ہو۔ کیونکہ کل مطالب و جواز جات
اسکے کتب معتبرہ اہل سنت سے ماخوذ ہیں جنکے قبول کرنے میں عذر نہ ہونا چاہیے۔

مقدمہ

میں نے جہانتک غور کیا یہ اصرار مولوی صاحب کا اس وجہ سے ہی کہ معٰویہ و یزید بھی خلافت
میں ویسا ہی حق رکھتے ہیں جیسا خلفائے ثلثہ۔ پھر انکو کیوں چھوڑیں اور انکی بیعت وولا سے
کس طرح منہ موڑیں۔ کیونکہ جو حدیثیں خلفا کی خلافت کے بارے میں وارد ہیں اُن میں کل خلفاء کا
درجہ مساوی ہی کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہی پھر ایک خلیفہ کو برا کہنا اور دوسرے کو اچھا سمجھنا کیونکر
درست ہو سکتا ہی دیکھیے ان خلیفہ لوگوں کی خلافت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے

مگر جناب امام حسنؑ نے فرمایا کہ ضرور تو بھی غدر کریگا۔ جب وہ داخل انبار ہوا تو معٰویہ نے اُسکو بھی پانچ لاکھ درہم بھیجا اور اُسی قسم کا خط لکھا جیسا کہ کندی کو لکھا تھا۔ یہ بھی اُسیطرح معٰویہ کی سازش میں آگیا اور اپنے کل عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدیا۔ حضرت نے پھر خطبہ فرمایا اور اِس مرادی نامرادی کی حرکت سے بھی لوگوں کو مطلع کیا اور فرمایا کہ ہم برابر کہہ رہے ہیں تم لوگوں میں وفا نہیں ہے تم لوگ برابر غدر کرتے ہو"

اِن روایات سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السّلام کسطرح صلح پر مجبور تھے کہ اُدھر معٰویہ اپنے کید و مکر سے چاہتا ہے کہ جسطرح بن پڑے حضرت کو قتل کرائے۔ یہانتک کہ اپنی بیٹی دے رہا ہے اُسے جو حضرت کو قتل کرے۔ اِدھر اہل کوفہ یہ غدر کر رہے ہیں کہ پہلے تو حضرت کی دعوت جہادی کو نہیں قبول کرتے ہیں تو اسطرح کی بیوفائی کرتے ہیں کہ لشکر میں نہیں حاضر ہوتے۔ جو حاضر ہوتے ہیں اُنکی یہ حالت ہوتی ہے کہ بطمع مال حضرت کی رفاقت ترک کرکے معٰویہ کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ پھر حضرت کیا کر سکتے ہیں بجز اسکے کہ صلح کریں کیونکہ مقابلہ اُس سے ہے جو آج تیس برس سے اسلام کے لئے طیار کیا گیا ہے۔ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ اسکے بعد حضرت نے عبیداللہ بن عباس کو سردار لشکر بناکر بھیجا اور بہت کچھ اُنکی خواہش کی حقوق قرابت بھی ظاہر کیا اُنھوں نے بھی وہی کیا جو کندی اور مرادی کر چکے تھے کہ پانچ لاکھ درہم لیکر معٰویہ کی سازش میں آگئے شب ہی کو جانب لشکر معٰویہ روانہ ہوے۔ صبح کو نماز کیلئے ڈھونڈھے جاتے ہیں تو کہیں پتہ نہیں آخر قیس بن سعد بن عبادہ نے نماز پڑھائی اور سرداری لشکر اپنے ہاتھ میں لی۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جناب امام حسن کے لشکر کے بڑے بڑے سرداروں نے معٰویہ کو لکھا تھا کہ ہم تمھاری اطاعت کو حاضر ہیں جہانتک جلد ہو سکے ادھر کا قصد کرو۔ بلکہ یہ بھی لکھا تھا کہ جب تم قریب ہو جاؤ گے تو ہم امام حسن کو گرفتار کرکے تمھارے حوالہ کر دینگے نہیں تو قتل کر دینگے۔ یہ خبریں بھی حضرت کو معلوم ہوئیں۔

شیخ قطب راوندی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کندی و مرادی سردار نے حضرت سے بیوفائی کی تو معٰویہ نے حضرت کو لکھا کہ اے ابن عم اُس رشتہ قرابت کو نہ قطع کرو جو ہمارے اور

آپکے درمیان میں ہے کیونکہ لوگوں نے آپسے بھی غدر کیا اور آپ کے پدر بزرگوار سے بھی
جب یہ خط پڑھا گیا تو اہل کوفہ نے کہا اگر اُن دونوں شخصوں نے غدر کیا تو ہم لوگ
خیر خواہی و جان نثاری کو حاضر ہیں۔ حضرت نے فرمایا اچھا اس مرتبہ بھی ہم تملوگونکا
امتحان لیتے ہیں مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ تم پھر غدر کروگے۔ ہمارا لشکرگاہ بمقام نخیلہ
ہے جلد وہاں پہونچنا چاہیے اور قسم بخدا تم لوگ ہرگز اپنے عہد کو پورا نہ کروگے۔ اسکے
بعد حضرت جانب نخیلہ روانہ ہوئے اور دس روز وہاں قیام فرمایا۔ مگر بجز چار ہزار
آدمی کے کوئی نہ آیا جسپر پھر حضرت کوفہ تشریف لائے اور فرمایا تعجب ہے اس
قوم سے جسکو مطلق حیا نہیں۔ نہ دین ہے۔ قسم خدا کی اگر ہم امر خلافت کو اُسکے (معویہ) حوالہ
کردیں تو پھر کبھی بنی امیہ کی ہمراہی میں خوشی نہ دیکھوگے۔ اور قسم خدا کی وہ لوگ تمپر سخت
سخت قسم کا عذاب کرینگے یہانتک کہ تم اسکی تمنا کروگے کہ کوئی حبشی تمپر حکمران ہوتا۔ اگر مجھے
مددگار ملے تو ہرگز میں امر خلافت کو تسلیم نہ کرتا کیونکہ بنی امیہ پر خلافت حرام ہے اف ہے تمپر
اے بندگان دنیا۔ اور اکثر اہل کوفہ نے بھی معویہ کو لکھا تھا کہ اگر تو چاہے تو ہم امام حسن
علیہ السلام کو گرفتار کرکے تیرے حوالہ کردیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ معویہ نے حضرت کو دربارہ صلح خط لکھا اور اُن لوگوں
کے خطوط بھی حضرت کے پاس بھیجدے جنھوں نے معویہ کو لکھا تھا کہ ہم امام حسنؑ کو
گرفتار کرکے تیرے حوالہ کرینگے۔ تب حضرت نے اُسکے استدعاے مصالحہ کو قبول کیا اور
شرائط صلح طے ہوئی اور صلح ہوئی۔

صدوق علیہ الرحمہ علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ ابی سعید نے جناب امام حسنؑ سے
عرض کیا یا حضرت آپنے کیوں صلح کیا معویہ سے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ حق آپ کا ہے
نہ معویہ کا اور معویہ باغی و ضال ہے۔ تو حضرت نے فرمایا اے ابو سعید کیا میں حجت خدا نہیں ہوں
اُسکے خلق پر کیا رسول اللہ نے میرے اور بھائی حسین کے حق میں یہ نہیں فرمایا الامامان
قاما او قعدا یہ دونوں امام ہیں خواہ قیام کریں یا قعود۔ ابو سعید بیشک آپ حجت خدا
ہیں اور رسول اللہ نے آپکے حق میں یہ فرمایا ہے۔ تب حضرت نے فرمایا پس میں امام ہوں

خواہ قیام کروں (بجہاد) یا قعود کروں (بصلح) ای ابوسعید میری صلح معویہ کی وہی وجہ ہی جو صلح رسول اللہ کی وجہ تھی کہ حضرت نے بنی ضمرہ و بنی اشجع و اہل مکہ سے صلح فرمائی حدیبیہ میں حالانکہ وہ کافر تھے بہ تنزیل (کافر ظاہری و باطنی) بخلاف معویہ اور اُسکے اصحاب کے کہ وہ کافر بتاویل ہیں۔ ای ابوسعید ہم جب منجانب اللہ امام ہیں تو ہماری رائے کی تسفیہ نہ کرنی چاہیے خواہ میں صلح کروں یا جہاد۔ میری صلح کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہی جیسا کہ حضرت خضر و حضرت موسےٰ کا معاملہ تھا کہ حضرت موسےٰ نے خضر کی کشتی میں سوراخ کرنے اور ایک لڑکے کے بے قصور مارنے اور دیوار قائم کرنے پر اعتراض کیا تھا جب تک اُسکی مصلحت نہ معلوم ہوئی تھی۔ جب وجہ معلوم ہوئی تو وہ راضی ہو گئے۔ اسیطرح تم لوگونکو چونکہ حکمت اسکی نہیں معلوم اس وجہ سے اعتراض کرتے ہو۔ مگر یہ سمجھ رکھو کہ اگر ہم آج صلح نہ کرتے تو پھر روے زمین پر ایک شیعہ نہ باقی رہتا سب کے سب قتل کئے جاتے۔

دوسری روایت اسی قسم کی جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ہی کہ حضرت نے فرمایا جو رہو حضرت زیادہ علم تھے اُن امور کے ساتھ جسکو حضرت نے کیا۔ اگر حضرت ایسا نہ کرتے تو اور بھی امر عظیم ہوتا۔

احتجاج طبرسی میں زید بن وہب سے روایت ہی کہ جب امام حسنؑ بمقام مدائن زخمی کئے گئے تو ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مینے عرض کیا یا حضرت آپکی کیا رائے ہی۔ حضرت نے فرمایا ہم دیکھتے ہیں کہ معویہ ہمارے لئے اِنسے بہتر ہی کہ یہ لوگ ہمارے قتل پر آمادہ ہیں مال و متاع ہمارا لوٹ لیا اگر میں معویہ سے صلح کر لوں جس سے میں اپنے قتل و غارت سے محفوظ رہوں۔ کیونکہ یہ بہتر ہی اس سے کہ یہ لوگ ہمکو قتل کریں اور ہمارے اہل و عیال ضائع ہوں قسم خدا کی اگر میں معویہ سے جنگ کروں تو یہ لوگ میری گردن پکڑ کر معویہ کے حوالہ کر دیں ایسے حال میں یا تو وہ مجھے قتل کرے گا یا احسان کر کے چھوڑ دیگا جس سے تمامی بنی ہاشم پر دھبہ رہیگا تا قیامت اور معویہ ہمیشہ یہ احسان ہمپر رکھے گا اور ہمارے تمامی خاندان پر۔ تو اس سے

بہتر یہی ہے کہ ہم اس حالت میں اس سے صلح کریں کہ ہم باعزت و با اقتدار رہیں"

ان روایات میں غور کرنے سے بلکہ بدیہی طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب امام حسن ع نے کس مجبوری کے عالم میں یہ صلح کی جسکو خود حضرت فرماتے ہیں اگر ہمکو اعوان و انصار ملتے تو ہرگز ہم صلح نہ کرتے۔ کیونکہ بنی امیہ پر خلافت حرام ہے مگر کیا کرتے جب سارا لشکر اسطرح مخالف تھا کہ سب معویہ کی سازش میں تھے۔ یہانتک کہ عبید اللہ بن عباس نے بھی بیوفائی کی جن سے بڑھکر کوئی قرابت مند اور محل اعتماد نہیں ہو سکتا۔ حضرت کو یہ حالات اگرچہ ابتدا سے معلوم تھے کیونکہ ہر بات کی خبر رسول اللہ دے گئے تھے اور بچشم خود ۳۰ برس تک جناب امیر کے ساتھ ہر ہر واقعہ کو دیکھا اور تجربہ کیا اور خود جناب امیر نے بھی کل امور سے جو آئندہ پیش آنے والے تھے مطلع کیا۔ مگر چونکہ نبی و امام کا کام اتمام حجت ہے لہذا حضرت نے اس حجت کو بھی تمام کیا کہ صف آراستہ کیا آمادہ جہاد ہوئے۔ مگر نتیجہ وہی ہوا جو حضرت کو معلوم تھا کہ یہ لوگ بندہ زر ہیں بجز مکر و خدع کوئی امر نہ ہوگا۔

حق یہ ہے کہ جو احسان رسول اللہ نے صلح حدیبیہ میں مسلمانوں پر کیا جس سے اسلام کو ایسی ترقی ہوئی کہ جہاد میں بھی وہ بات نہ ہوئی تھی اس سے کسیطرح یہ احسان جناب امام حسن کا کم نہیں ہے بلکہ ایک نوع سے زیادہ ہے کیونکہ وہاں مسلمان فاتح تھے اور ہر طرح غالب۔ بخلاف اس زمانہ کے کہ اہل ایمان ہر طرح مغلوب ہو رہے تھے اگر صلح کرکے یہ قوم زندہ نہ کیجاتی تو دوا تھا ایک متنفس بھی اہل اسلام سے زندہ نہ رہتا اسلئے کہ آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں سنیوں کو جو قلبی عداوت شیعوں سے ہے وہ کسی فرقہ سے نہیں حالانکہ اسوقت انکی حالت بھی وہی ہے جو شیعوں کی ہے کہ حکومت غیر کے ماتحت ہیں وائے بر حال اس زمانہ کے جبکہ ان کا تمام ملک میں دور دورہ تھا انہیں کی ہر جگہ حکومت تھی۔ پھر کیا کچھ نہ کرتے۔

اب بھی آپ تواریخ میں ملاحظہ کریں تو معلوم ہو اس واقعہ کے بعد شیعوں پر کسقدر ظلم کیا گیا کہ اگر پھر جناب امام حسین ع شہادت نہ قبول فرماتے تو اسلام مٹ چکا تھا۔

حق یہ ہے کہ جسطرح جناب امام حسنؑ کا صلح کرنا اسوقت ضروری تھا۔ اسیطرح جناب امام حسینؑ کا جنگ کرنا ایسا ضروری تھا کہ اگر نہ ہوتا تو پھر اسلام محو ہی ہو جاتا۔

زیادہ تر تعجب تو اُن لوگوں پر ہے جو نہ تواریخ دیکھتے ہیں نہ احادیث اور پھر یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ جناب امام حسنؑ نے کیوں صلح کی حالانکہ آپ اپنے صلح کے مصالح کو کن واضح الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ اُسپر غور کرنے سے پھر کوئی عذر ہی نہیں رہتا کہ ایسی حالت میں صلح کرنا کسقدر ضروری تھا۔

مگر یہ تعجب اُسوقت رفع ہوجاتا ہے جب دیکھا جاتا ہے کہ جسوقت کے یہ واقعات ہیں اُسی وقت کے یہ اعتراضات بھی ہیں چنانچہ مسیب بن نجبہ فزاری اور سلیمان بن صرد خزاعی نے بھی حضرت پر یہی اعتراض کیا تھا کہ کیوں آپنے صلح کرلی حالانکہ آپکے ساتھ چالیس ہزار فوج موجود ہے جو مرنے اور مارنے پر تیار ہیں جسپر حضرت نے فرمایا پھر اب کیا کرنا چاہئے تو مسیب نے کہا بہتر ہے کہ صلح توڑ دیجائے۔ حضرت نے فرمایا غدر تو جائز نہیں حجر بن عدی نے کہا کاش اگر ہم سب آج ہی مرجاتے تو بہتر تھا کہ یہ روز بد نہ دیکھتے کہ ہم لوگ اسطرح مغموم و محزون واپس ہوں۔ اور مخالفین اسطرح مسرور و خوش یہاں سے جائیں۔

جب مجمع خالی ہوا تو امام حسنؑ نے فرمایا کہ اے حجر مجلس معٰویہ میں تیرا کلام میں نے سنا مگر یہ ضرور نہیں کہ جس بات کو تم پسند کرو سب اُسکو پسند کریں اور نہ سب کی رائے تمھاری رائے کیطرح ہوسکتی ہے۔ مینے یہ صلح محض اسلئے کی ہے کہ تملوگ زندہ و باقی رہو واللہ کلیوم فی شان"

اس اعتراض سے ہر شخص خیال کرسکتا ہے کہ یہ لوگ جو حاضر صحبت تھے وہ بھی یہی خیال کرتے کہ چالیس ہزار فوج جاں نثار موجود ہے۔ حالانکہ اُس فوج کی جو حالت [illegible] وہ سب دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح بیوفائی پر کمر بستہ ہے کہ حضرت کی اس قدر [illegible] اور نصیحت پر کل چار ہزار فوج تیار ہوئی وہ بھی اسطرح کہ تین سردار [illegible] بعد دیگرے معٰویہ کی سازش میں آگئے۔

جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی تقریریں آپ روایات سابقہ میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت نے کس درجہ اپنی مجبوری و ناچاری ظاہر فرمائی کہ فرمایا میں نے عار کو اختیار کیا نار پر جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت اس صلح کو کس درجہ موجب ننگ و عار سمجھ رہے ہیں پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسینؑ اس سے راضی ہوتے۔

خود جناب امام حسنؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے انا واللہ مایثینا عن اهل الشام شك ولاندم پھر فرماتے ہیں الاوان معویه دعانا لامر لیس فیه عز ولا نصفه تاریخ کامل صـ ۱۶۲ جلد ۳۔

یعنی ہم اہل شام کے قتل سے بوجہ کسی شک یا ندامت کے نہیں باز آئے۔ اور معویہ نے جس امر کی دعوت دی ہے اس میں نہ عزت ہے نہ انصاف۔ فان اردتم الموت رددناه الیه وحاکمناه الی اللہ عزوجل لظبا السیوف یعنی تم لوگ اگر مارنے اور مرنے پر طیار ہو تو ہم اس صلح کو نامنظور کر کے تلوار سے فیصلہ کر سکتے ہیں جس پر ہر طرف سے آواز بلند ہوئی البقیه البقیه وامض الصلح یعنی جان بچائیے صلح پوری کیجیے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خود جناب امام حسنؑ اس صلح سے ناراض تھے اور بدرجہ مجبوری صلح فرماتے ہیں۔

بیانتک کہ حضرت نے بعد صلح بھی خود معویہ کو لکھا و کتب الی معویه لو اثرت ان اقاتل احدا من اهل القبله لبدءت لقتالك فانی ترکتك لصلاح الامة وحقن دمائها صـ ۱۶۳ کامل جلد ۳۔ یعنی اگر ہم اسکو پسند کرتے کہ کسی اہل قبلہ سے قتال کریں تو سب سے پہلے تجھسے جہاد کرتے۔ مگر میں نے تو تجھکو اسلئے چھوڑا ہے کہ امت کی صلاح ہو اور خونریزی موقوف ہو پھر کون شخص گمان کر سکتا ہے کہ حضرت اس صلح سے راضی یا خوشنود تھے۔ تو جناب امام حسینؑ کب اس سے راضی ہوتے۔ رہا یہ امر کہ جناب امام حسینؑ کہانتک اس صلح سے ناراض تھے اور کہانتک اسپر معترض۔ اسکی تشفی اس سے ملتی ہے کہ کتب اہل سنت میں صرف ایک قول جناب امام حسینؑ کا تاریخ کامل میں مرقوم ہے فلما اراد الحسن تفرق الامر عنه کتب الی معویه وذکر شروطا وقال

له ان اعطیتنی هذا فانا سمیع مطیع وعلیك ان تفی لی به وقال لاخیه الحسین وعبد الله بن جعفر انی قد راسلت معویه فی الصلح فقال له الحسین انشدك الله ان لا تصدق احدوثه معاویه وتکذب احدوثه ابیك فقال له الحسن اسکت انا اعلم بالامر منك ص ۱۶۱

یعنی جب جناب امام حسنؑ نے تفرق امر کو ملاحظہ کیا تو معویہ کو نامہ لکھا جس میں چند شرطیں تھیں اسکے بعد حضرت نے امام حسینؑ اور عبد اللہ بن جعفر سے فرمایا کہ ہمنے معویہ کو درباره صلح لکھدیا ہے اسپر امام حسینؑ نے فرمایا ہم آپکو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ احدوثہ معویہ کی تصدیق نہ کیجئے اور اپنے پدر بزرگوار کے احدوثہ کی تکذیب نہ فرمائی جناب امام حسنؑ نے فرمایا

چپ رہو کہ ہم تم سے زیادہ عالم ہیں اس امر کے ساتھ۔

اس روایت میں تو نہ کوئی اعتراض ہے نہ کوئی الزام بلکہ جناب امام حسنؑ نے بمقام مشوره اس امر کو پیش کیا اور جناب امام حسینؑ نے اپنی راے ظاہر کی جس سے نہ کوئی الزام متصور ہے نہ کوئی اعتراض۔

دوسری روایت بحار الانوار میں ہے جو کتب معتبرہ شیعہ سے ہے عن المناقب روی انه قال صلوات الله علیه یا اهل العراق انما سخی علیکم بنفسی ثلث قتلکم ابی وطعنکم ایای وانتهاب متاعی ودخل الحسین علی اخیه باکیا ثم خرج ضاحکا فقال له موالیه ما هذا قال العجب من دخولی علی امام ارید ان اعلمه فقلت ما دعاك الی تسلیم الخلافه فقال الذی دعا اباك فیما تقدم قال فطلب المعویه من الحسین فقال الحسن یا معویه لا تکرهه فانه لا یبایع ابدا او تقتل ولن یقتل حتی تقتل اهلبیته ولن یقتل اهلبیته حتی یقتل اهل الشام

یعنی حضرت امام حسنؑ نے فرمایا اے اہل عراق ہمکو تمہاری تین باتوں سے نفرت ہوئی ایک تو یہ کہ ہمارے والد کو تمنے قتل کیا۔ دوسرے یہ کہ ہمکو زخمی کیا۔ تیسرے یہ کہ ہمارا مال متاع لوٹ لیا اسکے بعد جناب امام حسینؑ روتے ہوئے داخل خدمت بابرکت ہوئے اور ہنستے ہوے باہر تشریف لائے حضرت کے موالی نے عرض کیا اسکا کیا سبب ہے۔ حضرت نے

فرمایا تعجب ہو اِس سے کہ میں داخل ہوا اپنے امام پر کہ تعلیم دوں اُنکو۔ پس کہا میں نے کیا باعث ہوا کہ اپنے سپرد کر دیا خلافت کو حضرت نے فرمایا جو وجہ داعی ہوئی تمھارے پدر بزرگوار کو ابتدا میں۔ پھر معٰویہ نے حضرت سے بیعت کی خواہش کی۔ امام حسنؑ نے فرمایا اے معٰویہ اُنکو اسپر مجبور نہ کر کہ وہ کبھی بیعت نہ کرینگے جب تک قتل نہ ہوں۔ اور وہ نہ قتل ہونگے جب تک اُنکا سارا خاندان قتل نہ ہو۔ اور اُنکا خاندان اُسوقت قتل ہوگا جب اہل شام قتل ہوں۔

ان روایتوں پر غور کیجیے تو آپکو معلوم ہوگا کہ جناب امام حسینؑ کو فعل جناب امام حسنؑ پر اعتراض تھا نہ اُسکی حقیت میں کلام۔ بلکہ ایک دفعہ تمام مشورہ فرمایا ایسا نہ کیجیے۔ دوسری دفعہ وجہ دریافت فرمائی تو جناب امام حسنؑ نے تشفی بخش جواب دیا جس سے حضرت نے بھی رضامندی ظاہر کی۔

ہم اسکو بتفصیل لکھ چکے ہیں کہ ہر طالبِ حق کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہم اپنے حق میں کامیاب ہوں کہ نہ خونریزی ہو نہ فساد نہ حق تلفی اسکے خلاف جب ہوتا ہے تو طبیعت کو تکدر و انقباض ہوتا ہے۔ اسیوجہ سے نہ خوشی سے جناب رسالتمآبؐ نے جنگ کو اختیار کیا نہ صلح کو اسیطرح جناب امیرؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ نے بھی صلح کیا یا جنگ۔ کیونکہ اصلی مقصود رسول و امام ہدایت خلق ہے نہ حکمرانی و فرماں روائی جب دیکھا کہ ہدایت خلق بدون تلوار ناممکن ہے جہاد کیا۔ اور جب دیکھا کہ موقع جہاد نہیں ہے صلح فرمایا۔ اسی اصول پر کل انبیا و اوصیا کا عمل رہا۔

اگر جناب رسالتمآب بمقام حدیبیہ صلح نہ فرماتے تو اسلام کو ضرر عظیم پہونچتا۔ اسی طرح اگر جناب امیرؑ و امام حسنؑ صلح نہ فرماتے تو اسلام نیست و نابود ہو جاتا۔ لہذا یہاں صلح ضروری تھا۔ اور جن مواقع میں رسول خدا یا جناب امیر و حسنین علیہم السّلام نے جہاد فرمایا وہ ایسا موقع تھا کہ اسلام کی حفاظت بغیر جنگ ناممکن تھی۔

اسیواسطے جناب امام حسنؑ نے فرمایا کہ جب تمنے ہمکو حجتِ خدا تسلیم کر لیا تو پھر تمکو کسیطرح اعتراض کا حق نہیں رہا نہ ہماری رائے کی تحمیق کر سکتے ہو کیونکہ

حجت خدا کا کام خلاف مصلحت نہیں ہو سکتا۔

غرض جتنے جوابات جناب امام حسنؑ کے اس رسالہ میں مذکور ہوئے اُنپر غور کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقصد اصلی حفاظت دین ہے اور صیانت اسلام کہ دین محمدی نہ ضائع ہو اُمت محمدی نہ تباہ ہو جسکو آپنے مختلف طرزوں میں ادا فرمایا۔

جہاد جناب امام حسین علیہ السّلام

یہاں بے اختیار یہ سوال ہوتا ہے کہ پھر جناب امام حسین نے اسکے خلاف کیوں رفتار کیا جو آپ شہید ہوئے اور کیسے مصائب سے سامنا ہوا۔

مگر جن لوگوں نے اس رسالہ کو بغور ملاحظہ کیا ہے اُنکو شاید اب کوئی تردد نہ رہے کیونکہ مقصود اصلی نبی و امام کا اتمام حجت ہے کہ خلائق پر حجت خدا تمام ہو اسکے لیے جو زحمتیں پیش آئیں سب گوارا ہے۔ اسی اصول پر جہاد ہوتا ہے اسی اصول پر صلح۔

رسول کا کام توحید خدا کی اشاعت ہے جسکے ساتھ اقرار رسالت ضروری ہے۔ اسلیئے حضرت نے صرف اُن کفار سے جہاد کیا جو منکر توحید و مخالف اسلام تھے۔ کافر مشرک بت پرست مگر اُنلوگوں سے تعرض کیا جو حضرت کی نبوت میں شک کرنے والے تھے دل سے نہ مانتے تھے صرف زبان سے اقرار کرتے تھے کیونکہ یہ کام امام کا ہے جو رسول اللہ کا نائب اور قائم مقام ہے کہ نہ صرف مشرکونکو قتل کرے بلکہ جو لوگ منافق تھے اُن سے بھی جہاد کرے

اسلیئے جناب امیر کا جہاد جامع ہے کہ عہد رسول اللہ تک مشرکونکو قتل کیا۔ اور اپنے زمانہ خلافت میں منافقونکو جو دراصل توحید و رسالت دونوں میں شک رکھتے۔

جناب امیرؑ نے ابتداے زمانہ میں پہلے اُس الزام کو دفع کیا جو رسول اللہ پر طلب ملک و سلطنت کا قائم کیا جاتا تھا کہ تمام عالم کو دکھا دیا ہم یا ہمارے رسول صرف خواہان ہدایت ہیں نہ خواہان ملک و سلطنت چنانچہ اسیوجہ سے بجز اتمام حجت حضرت نے اسکا خیال تو ارے نہیں کیا حالانکہ ابو سفیان سا شخص آپکو مدد دینے کو تیار تھا اور میدان کے سوار و پیادہ سے مجمع دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر اسی خیال سے کہ وہ الزام دفع نہ ہوگا اور مقصد اسکا تخریب اسلام ہے

حضرت نے نہایت حقارت سے اُسکو چھوڑ کا

مگر چونکہ آخر میں حضرت کو بکمال ضرورت و مجبوری خلافت بھی قبول کرنا پڑا لہذا منافقین کا پھر اعتراض شروع ہوا کہ آپ ایسے حریص خلافت تھے کہ آخر اسکو حاصل ہی کیا۔ اس الزام کو جناب امام حسنؑ نے اپنے طرز عمل سے باطل کیا کہ دیکھو خلافت بھی کی بیعت بھی ہوئی فوج بھی ساتھ ہے مگر محض رضائے خدا کیلئے اس خلافت کو چھوڑ دیتے ہیں۔

یہاں سے اب دوسرا الزام شروع ہوا کہ اگر خلافت آپکا حق تھا تو اس سے دست بردار کیوں ہوئے جنگ کیوں نہ کیا جو کچھ فیصلہ ہوتا تلوار سے چنانچہ آجتک ہزارہا اہل سنت یہی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت کا حق ہوتا تو اوسیوقت تلوار سے فیصلہ کرتے خود جناب امیر کے روبرو جنگ صفین میں کہا گیا جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا کہ اپنی تلوار سے کیوں نہ فیصلہ کر لیا جناب امام حسنؑ کی صلح سے تو اس اعتراض نے ایسی تقویت بہم پہونچائی کہ عامہ مسلمین کے دلمیں تذبذب پیدا ہوا اور ایک ایسا شک پھیل چلا کہ بالکل اسلام سے انحراف ہوجاتا کیونکہ شیخین اگرچہ منافق تھے مگر پھر بھی اسلام کا پردہ قائم رکھے۔ حضرت عثمان کے زمانہ سے عام بیدینی کا رواج ہوچلا کیونکہ قرآن جلایا گیا جناب امیر کو شہر بدر ہونیکا حکم دیا گیا صحابہ قتل ہوئے جس سے وہ قتل کئے گئے اور جناب امیر خلیفہ بنائے گئے کیونکہ جو صحابہ خلفائے ثلثہ کے حامی تھے اُنکو بھی اپنی غلط کاریوں کا تجربہ ہوچکا تھا جو لوگ کچھ بھی محبت اسلام رکھتے تھے وہ سمجھ گئے کہ اسلام کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے۔ مگر جو لوگ اسلام کے باطنی معاند تھے اُنھوں نے نہ چلنے دیا یہانتک کہ طلحہ زبیر مارے گئے عائشہ قید ہوئیں۔ معویہ نے صف آرائی کی اور اسکے کچھ عرصہ بعد جناب امیر شہید ہوگئے۔

معویہ کی اب مسئلہ خلافت نے پھر اُس فور پر پردہ ڈالنا شروع کیا جو جناب امیر کے جہاد سے منجلی ہوچلا تھا کیونکہ معویہ کے اعمال و افعال ایسے نہ تھے جو اسلام سے تعلق رکھتے۔

جو صحیح بخاری صحیح مسلم ترمذی سنن ابو داؤد مسند امام احمد مسند امام بزار اور کل حدیث کی کتابوں میں منقول ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا اسلام اُسوقت تک عزیز و بلند رہیگا جب تک بارہ خلیفہ ہوں کہ سب قریش سے ہونگے۔ اور ابن ابی داؤد نے اس حدیث میں یہ بھی روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا انپر امت کا اجماع ہوگا اور اسکے بعد ہرج ہوگا قتل و فتنہ و قیامت۔ اور احمد و بزار کی روایت میں ہے کہ انکی تعداد بارہ ہوگی مطابق تعداد نقباء بنی اسرائیل کے۔ اور مسند امام مسدد میں ہے کہ یہ سب خلیفہ عمل کرینگے ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے جسمیں دو آدمی ہونگے اہل بیت محمد سے دیکھو تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صفحہ ۵۵۔

ان حدیثوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہوں خلیفہ ایک درجہ ایک تبہ کے ہونگے جنکی تعریف آخری روایت میں یہ ہے کہ سب عمل کرینگے ہدایت اور دین حق پر۔

یہ حدیث فرقہ اہل سنت میں ایسی صحیح و متواتر ہے کہ کسیطرح نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں نہ اسکے معنی درست کر سکتے ہیں۔ کیونکہ **پہلا سوال** تو اسپر یہ ہوتا ہے کہ صحابہ کیسے مسلمان تھے جنہوں نے رسول اللہ سے نہ پوچھا کہ وہ بارہ خلیفہ کون ہونگے؟ اُنکے کیا نام ہیں کیونکہ رسول اللہ نے جب تعداد اُنکی بتائی تھی تو ضرور نام بھی اُنکے بتا دیتے۔ شانِ رسالت بلکہ عقل سے بہت دور تھا کہ حضرت اسکو نہ بتاتے۔ حالانکہ ہم حدیثوں میں دیکھتے ہیں کہ حضرت نے پائخانہ پیشاب مسواک خلال تک کے آداب و قواعد بتائے ہیں پھر خلافت ایسے عظیم امر کو کیسے مہمل چھوڑ دیا۔ آیا رسول اللہ نے مہمل چھوڑا ہو یا صحابہ نے۔

دوسرے یہ کہ قریش لفظ عام ہے جس سے ہر شخص کو مساوی حق پیدا ہوتا ہے۔ تو گویا حضرت نے اس جملہ سے تمامی قریش کو باخود ہا جنگ جدال پر آمادہ کر دیا جیسا کہ معٰویہ صاحب نے کہا امت محمدی میں اختلاف ڈالنے والے حضرت عمر ہیں جنہوں نے بذریعہ شوریٰ ہر قبیلہ کو تحصیل خلافت پر آمادہ کیا اگر مثل ابوبکر کسیکو خلیفہ کر جاتے تو کوئی خرابی نہ ہوتی عقد الفرید۔

اب دیکھئے یہی پورا الزام رسول اللہ پر آتا ہے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت نے کسیکو خلیفہ نہیں

یزید کی خلافت نے تو اور بھی رہا سہا پردہ اسلام کا فاش کر دیا کہ سب کچھ چلے یہی اسلام ہے یہی شریعت لہذا ضرور ہوا کہ جسطرح جناب امام حسنؑ نے صلح کر کے اسلام کو باقی رکھا۔ اُسیطرح جناب امام حسینؑ جہاد فرما کر اسلام کی حفاظت کریں۔ تاکہ اُن لوگوں کی بھی زبان بند ہو جائے جو جناب امیرؑ اور امام حسنؑ پر یہ الزام دیتے تھے کہ اگر آپکا حق تھا تو تلوار سے کیوں نہ فیصل کیا۔

جناب امام حسینؑ نے اپنی اِس مخالفت سے اُن کل امور کو سلجھا دیا جس سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوئے اور بتا دیا کہ جناب امیرؑ نے کیوں ابتدا میں سکوت کیا تھا اور جناب امام حسنؑ نے کیوں صلح کر لیا۔ اسیوجہ سے کہ مسلمان صرف نام کے مسلمان ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان سے تو کہتے ہیں۔ مگر دل اِن اعتقادات سے خالی ہیں کیونکہ اب اس سے بڑھکر کون بیدینی اور بڑا ظلم ہو سکتا ہے کہ فرزند رسول حمایت اسلام کے لئے ایک ایسے کافر فاسق فاجر کے مقابلہ میں کھڑے ہیں جسکی شراب خواری و زناکاری و فسق و فجور سے دنیا باخبر ہے۔ مگر مسلمانوں کی جمعیت اُدھر ہی ہے۔ اور دیدہ و دانستہ فرزند رسول کو قتل کر رہے ہیں جسکی حقیقت و صحت دعویٰ میں کسیکو عذر بھی نہیں حضرت نے اپنے اس جہاد سے جو درحقیقت دفاع تھا۔ اسلام کے اُس الزام کو دفع کر دیا جو کفار کہتے تھے اسلام بزور شمشیر پھیلایا کیونکہ آپ نے ثابت کر دیا اسلام اسکا نام ہے جو ہمارا طرز عمل ہے نہ اُن منافقوں کا جو باوصف ظلم دین و دانستہ قتل کر رہے ہیں۔ پھر اگر اِن لوگوں نے ملک گیری کے لئے اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا تو اصل اسلام پر کیا الزام آسکتا ہے جو محض روحانیت و حقانیت سے وابستہ ہے

حضرت نے اپنے اس جہاد سے اُن کل صحابہ مہاجرین و انصار کے اسلام کی حقیقت کھول کر دیا جنکی حقیقت پر لوگوں کا اعتقاد جم چکا تھا اور انکو مرجع اسلام مانتے تھے۔ کہ اگر وہ لوگ حقیقۃً مسلمان ہوتے تو کبھی آپکی اعانت و نصرت سے دستکش نہ کرتے لہذا معلوم ہوا کہ نہ درحقیقت وہ اسلام لائے تھے نہ مومن تھے۔ بلکہ محض دنیادار تھے جسکے لئے ظاہری اسلام قبول کیا ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی مسلمان اسکو گوارا کرے کہ فرزند رسول اللہ

وگرسنہ شہید ہوئے اور یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے گھروںمیں آرام کریں۔

روایت صحیح بخاری

اب صلح جناب امام حسنؑ وجہاد جناب امام حسین علیہما السلام کے متعلق تقریر اجمالی تو ختم ہو چکی۔ مگر یہاں روایت صحیح بخاری سے تعرض کرنا ضروری ہے جسمیں حضرت کی صلح کو ایک خاص انداز سے لکھا ہے اور اُسی سے اہل سنت نے یہ اخذ کیا ہے کہ حضرت کی صلح مجبوری نہ تھی بخاری نے اس حدیث کو دو مقام پر لکھا ہے ایک کتاب الصلح میں جو صفحہ جلد ۲ مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے۔ دوسرے کتاب الفتن میں جو صفحہ ۱۲۱ جلد چہارم بخاری میں مرقوم ہے پہلی حدیث یہ ہے کہ کتاب الصلح میں باب قول النبیؐ للحسن بن علی ان ابنی ہذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین وقولہ جل ذکرہ فاصلحوا بینہما حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنا سفیان عن ابی موسیٰ قال سمعت الحسن یقول استقبل واللہ الحسن بن علی معویہ بکتائب امثال الجبال فقال عمرو بن العاص انی لاری کتائب لا تولی حتی تقتل اقرانہا فقال لہ معویہ وکان واللہ خیر الرجلین ای عمرو ان قتل ہولاء ہولاء وہولاء ہولاء من لی بامور المسلمین من لی بنسائہم من لی بضیعتہم فبعث الیہ رجلین من قریش من بنی عبد الشمس عبد الرحمٰن بن سمرہ وعبد اللہ بن عامر بن کریز فقال اذہبا الی ہذا الرجل فاعرضا علیہ وقولا لہ واطلبا الیہ فاتیاہ فدخلا علیہ فتکلما وقالا لہ فطلبا الیہ فقال لہما الحسن بن علی انا بنو عبد المطلب قد اصبنا من ہذا المال وان ہذہ الامۃ قد عاثت فی دمائہا قالا فانہ یعرض علیک کذا وکذا ویطلب الیک ویسئلک قال فمن لی بہذا قالا نحن لک بہ فما سألہما شیئا الا قالا نحن لک بہ فصالحہ فقال الحسن ولقد سمعت ابا بکرۃ یقول رایت رسول اللہ صلعم علی المنبر والحسن ابن علی الی جنبہ وہو یقبل علی الناس

سمرۃ وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین قال قال لی علی بن عبد اللہ انما ثبت لنا سماع الحسن من ابی بکرہ بھذا الحدیث صفحہ ۵۳۰ جلد ۱

اور دوسری حدیث اسطرح ہے کتاب الفتن میں باب قول النبی للحسن بن علی ان ابنی ھذا السید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا سفیان حدثنا اسرائیل ابو موسی ولقیتہ بالکوفہ جاء الی شبرمہ فقال ادخلنی علی عیسے فاعظہ فکان ابن شبرمہ خاف علیہ فلم یفعل قال حدثنا الحسن قال لما سار الحسن بن علی الی معویہ بالکتائب قال عمرو بن العاص لمعویہ اری کتیبۃ لاتولی حتی تدبر اخراھا قال معویہ من لذراری المسلمین فقال انا فقال عبد اللہ بن عامر وعبد الرحمن بن سمرۃ تلقاہ فتقول لہ الصلح قال الحسن ولقد سمعت ابا بکرہ قال بینا النبی یخطب جاء الحسن فقال النبی ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین صفحہ ۱۰۵۰ جلد ۲

دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جناب امام حسنؑ نے معویہ کا قصد کیا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے جو بوجہ کثرت پہاڑ کی طرح تھا تو عمرو عاص نے معویہ سے کہا کہ ہم ایسے لشکر کو دیکھتے ہیں جو کبھی نہ پھرینگے جب تک اپنے ہمسروں کو قتل نہ کرلیں تو معویہ نے کہا کہ اگر یہ لوگ مارے گئے اشارہ کیا لوگوں کی طرف تو پھر امور مسلمین کی کون نگرانی کریگا کون انکی عورتوں کی خبر لیگا۔ کون انکے اراضی کو آباد کریگا تب معویہ نے دو آدمیوں کو بغرض مصالحت روانہ کیا جنمیں سے ایک عبد الرحمن بن سمرہ تھا اور دوسرا عبد اللہ بن عامر تھا کہ صلح کی بات چیت کی جسپر جناب امام حسنؑ نے فرمایا کہ ہم خاندان عبد المطلب نے بہت سا مال اسمیں خرچ کیا ہے اور بہت سے مسلمان خونریزی میں شریک رہے ہیں تو ان دونوں نے منجانب معویہ بیان کیا کہ وہ شرطیں کرتا ہے حضرت نے فرمایا اسکا ضامن کون ہے ان دونوں نے کہا ہم ضامن ہوتے ہیں تب جاکر صلح ہوا۔ یہ حدیث

بیان کرکے حسن بصری کہتے ہیں کہ ہمنے ابوبکرہ (صحابی) سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے
ہمنے ایکدفعہ منبر پر رسول خدا کو دیکھا کہ آپکے پہلو میں امام حسن ؑ بیٹھے تھے حضرت
ایکدفعہ آدمیوں کی طرف مخاطب ہوئے اور ایکدفعہ امام حسن ؑ کیطرف۔ پھر فرمایا
فرزند میرا سید ہے اور شاید اسکے ذریعہ سے خدا صلح کرادے
مسلمانوں کے دو گروہ عظیم کے درمیان میں۔

اِس حدیث کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ ابتدا جنگ کو جناب امام حسن ؑ کیطرف منسوب کریں
کہ خود حضرت نے پہلے جنگ کا قصد کیا حالانکہ خود ابن حجر عسقلانی راوی ہیں وکان
معویہ لما بلغہ قتل علی جمع عساکر الشام وخرج الحسن بن علی حتے نزل
المدائن فوصل معویہ الی مسکن وقال ابن بطال ذکر اھل العلم بالاخبار
ان علیاً لما قتل سار معویہ یرید العراق وسار الحسن یرید الشام
یعنی معویہ کو جب خبر شہادت جناب امیر معلوم ہوئی تو اُسیوقت اُسنے لشکر شام کے ساتھ
قصد کوفہ کیا اور جناب امام حسن ؑ نے شام کا قصد کیا کہا ابن بطال نے کہ اہل علم کا
بیان ہے کہ جب معویہ نے خبر شہادت جناب امیر سنی تو اُسیوقت اُسنے قصد ملک عراق کیا۔
اصل واقعہ تو اسطرح تھا کہ خود معویہ نے ابتداے جنگ کا ارادہ کیا کہ خبر شہادت
شہادت جناب امیر سنتے ہی قصد کوفہ کیا۔ مگر بخاری نے اسکے خلاف بیان کیا کہ خود امام
حسن ؑ نے معویہ کا قصد کیا جسکا مطلب یہ ہے کہ ابتداے جنگ کو حضرت کیطرف منسوب کریں
حالانکہ بالفرض اگر ایسا ہو بھی تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ مدافعہ کفار و منافقین
فرائض نبی و امام ہے جسکا شاہد قصہ بدر ہے۔ مگر ہماری غرض یہاں صرف بخاری کی خوش
نیتی کا اظہار ہے کہ کس انداز سے وہ حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

دوسرا مقصد اس حدیث کا یہ ہے کہ صلح جناب امام حسن ؑ کو ظاہر کریں کہ بدرجہ مجبوری
نہ تھا بلکہ اِس خیال سے تھا کہ وہ معویہ کو اسکا اہل اور لائق جانتے تھے۔ اسی لئے
لشکر امام حسن ؑ کے نسبت کہا مثل کالجبال کہا جسکی شرح میں عسقلانی لکھتے ہیں
وقولہ امثال الجبال ای لا یری لہا طرف لکثرتہا کما لا یری من

قابل الجبل طرفہ دیعل ان یراذمنبدہ الباس صد ۵۵

یعنی مانند پہار سے یہ مراد ہے کہ جسطرح پہاڑ کا کنارہ نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں تک ہے اسیطرح اس فوج کا کنارہ بوجہ کثرت نہ معلوم ہوتا تھا۔ یا یہ کہ مراد اس تمثیل سے انکی قوت و شجاعت کہ مانند کوہ مستقل المزاج تھے۔

اس جملہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حسن بصری حضرت کی فوجی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ اس کثرت سے آپکی فوج تھی جسکا ظاہری مطلب یہی ہے کہ حضرت بوجہ کمی فوج مجبور نہیں تھے نہ بوجہ عاجزی یہ صلح ہوئی۔ حالانکہ تحقیقات صدر سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت کو فوج نے کسقدر پریشان کیا تھا اور کیسی کیسی اذیتیں پہونچی ہیں کہ آپنے اس صلح کو اختیار کیا۔

تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ بخاری نے اس حدیث کو اس انداز پر نہیں ڈھالا جس سے حضرت کی غیر مجبوری ظاہر ہو۔ بلکہ یہ معلوم ہو کہ حضرت نے قصداً یہ صلح کیا۔

اب اسپر ترقی سنئے کہ ابن بطال نے تو اور ہی غضب کیا کہ طالب صلح خود جناب امام حسنؑ کو قرار دیتے ہیں چنانچہ فتح الباری میں ہے قال ابن بطال ذکر اھل العلم بالاخبار ان علیا لما قتل سار معویہ یومیا العراق وسار الحسن یرید الشام فالتقیا بمنزل من ارض الکوفہ فنظر الحسن الی کثرۃ من معہ فنادی یا معویہ انی اخترت ما عند اللّٰہ فان یکن ھذا الامر لک فلا ینبغی ان انازعک فیہ وان یکن لی فقد ترکتہ لک فکبر اصحاب معویہ وقال المغیرۃ عند ذلک اشھد انی سمعت النبی یقول ان ابنی ھذا فذکر الحدیث وقال فی اخرہ فجزاک اللّٰہ من المسلمین خیرا انتھی صد ۵۵۱

یعنی بعد شہادت جناب امیر معویہ نے کوفہ کا قصد کیا اور امام حسنؑ نے شام کا دونوں ہیں ایک مقام پر کوفہ میں ملاقات ہوئی امام حسنؑ نے جب کثرت فوج معویہ مشاہدہ کیا تو پکار کر کہا اے معویہ میں نے اختیار کیا اس چیز کو جو خدا کے نزدیک ہے اگر یہ امر

تیرے سے ہی ہمکو جائز نہیں کہ منازعت کریں اور اگر حق ہمارا ہی تو نے چھوڑ دیا اُسکو تیرے لیے پس اصحاب معویہ نے تکبیر کہی اور مغیرہ نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ سے سنا تھا ان ابنی ھذا سید اور آخر میں کہا کہ خدا آپکو جزائے خیر دے مسلمانوں کی طرف سے

اِس حدیث سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ واضع حدیث نے طالب صلح جناب امام حسنؑ کو قرار دیا کہ اور بھی حقیت معویہ مسلم ہو۔

اب اِس حدیث کو ملائیے اور صحیح بخاری والی حدیث کو کہ حضرت کی فوج مثل مارکے تھی تو معلوم ہو سکتا ہی کہ بخاری کی غرض اس جملہ سے کیا ہی؟ یہی کہ کسیطرح مجبوری امام حسنؑ نہ ثابت ہو۔ مگر خیریت یہ ہوئی کہ اسقدر جرات نہ کر سکے کہ طالب صلح بھی امام حسنؑ کو قرار دیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ابن حجر کو اِس حدیث ابن بطال کا رد کرنا پڑا چنانچہ لکھتے ہیں وفی صحۃ ھذا نظر من وجوہ الاول ان المحفوظ ان معویہ ھوالذی بدء بطلب الصلح کما فی حدیث الباب الثانی ان الحسن ومعویہ لم یلتقیا بالعسکرین حتی یمکن ان یخاطبہ وانما تراسلا فیحمل قولہ فنادی یا معویہ علی المراسلۃ ویجمع بان الحسن راسل معویۃ بذلک سرا و راسلہ معویہ جہرا والمحفوظ ان کلام الحسن الاخیر انما وقع بعد الصلح والاجتماع

یعنی اِس حدیث ابن بطال کی صحت میں بچند وجہ کلام ہی اوّل یہ کہ صحیح یہ ہی کہ معویہ نے خود ابتدا کی بطلب صلح جیسا کہ صحیح بخاری کے اس باب میں ہی (تو قول ابن بطال غلط ہی) دوسرے یہ کہ امام حسنؑ اور معویہ میں لشکروں سمیت کبھی ملاقات نہیں ہوئی کہ جو دونوں میں تخاطب ہو سکے (جیسا کہ قول ابن بطال ہی) بلکہ دونوں میں مراسلات ہی ہوتی رہی۔ مگر ممکن ہی کہ نادی یا معویہ کو ہم محمول کریں مراسلات پر اور جمع کیا جلے دونوں حدیثوں میں اسطرح کہ امام حسن نے پوشیدہ طور پر پیغام دیا تھا۔ اور معویہ نے ظاہر بظاہر۔ اور محفوظ یہ ہے کہ کلام امام حسن بعد صلح و اجتماع ہوا جیسا کہ سعید بن منصور و بیہقی نے دلائل النبوۃ

میں لکھا ہی
مگر تعجب ہی کہ ابن حجر نے یہاں بھی ایک تاویل نکالی ہی: ی جس سے کسیطرح یہ حدیث بھی درست
ہوجاے حالانکہ کسیطرح ممکن نہیں کیونکہ روایت ابن بطال میں فالتقیا بمنزل من ارض الکوفہ
فنظر الحسن الی کثرہ من معہ فنادی یا معویہ ہی کہ دونوں میں ملاقات ہوئی اور امام حسنؑ
نے آواز دی کہ ای معویہ۔ تو اب اس جملہ سے بجز ابن حجر کون عاقل سمجھ سکتا ہی کہ مراد اس
سے مراسلہ ہی کہ بذریعہ خط وکتابت یہ باتیں ہوئیں۔

خدا رحم کرے ان محدثین اہل سنت پر کہ کیسی کیسی وضعی حدیثیں خود بناتے ہیں اور
پھر ایسی ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ خواہی نخواہی مضحکہ کیا جاے پھر تیسرا اعتراض یہ
کرتے ہیں کہ اس حدیث ای ھذا سید کے راوی تو ابوبکرہ ہیں مگر روایت ابن بطال
میں مغیرہ کا نام ہی لہذا یہ روایت غلط ہی پھر اسکی بھی تاویل کی ہی سے ہمکو یہاں
بحث نہیں کیونکہ اصل مطلب اظہار حقیقت روایت بخاری ہی الغرض جس پہلو سے
دیکھا جاے صحیح بخاری کا یہ جملہ بکتائب امثال الجبال غلط ہی کیونکہ اگر ایسی فوج حضرت
کے ساتھ ہوتی تو صلح ہی کیوں ہوتی۔ ہاں اگر یہ کہا جاے کہ عمرو عاص نے یہ جملہ بغرض
اشتعال طبع اپنی فوج کے کہا ہو تو ممکن ہی کہ اس سے انکو آمادہ کرنا منظور تھا کہ قوی دل
ہوکر اس لشکر کا مقابلہ کریں کیونکہ اہل شام کو بعہد جناب امیر۔ اہل کوفہ سے مقابلہ پڑ
چکا تھا جسکی ہیبت انکے دلوں سے بھولی نہ تھی۔

بہرحال چونکہ اس حدیث میں لشکر امام حسنؑ کو مثل پہاڑ بتایا گیا ہی اسلئے اسکی ضرورت ہے
کہ ظاہر کیا جاے کہ حضرت کے ساتھ فوج کسقدر رہتی کیونکہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں
بعد واقعہ تحکیم سنہ ۳۸ھ میں جناب امیر نے ارادہ کیا جہاد اہل شام کا مگر چونکہ خوارج نہروان
سے جنگ کی نوبت آئی لہذا وہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ پھر سنہ ۳۹ھ میں حضرت نے قصد کیا۔
مگر اہل کوفہ کا اختلاف راے اس دفعہ بھی ملتوی کرنا پڑا سنہ ۴۰ھ میں پھر آپنے قصد کیا اور
چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی موت پر کہ فرار نہ کرینگے اگرچہ سب مارے جائیں۔
مگر اسکے بعد خود حضرت شہید ہوے اور لوگوں نے جناب امام حسنؑ کی بیعت کی

اور حضرت نے بارہ ہزار فوج کا سردار بنا کر قیس بن سعد کو روانہ کیا صـ ۵۵۲ جلد ۶
جس سے معلوم ہوا کہ انتہائی تعداد یہی تھی۔ حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت کے ساتھ
کل چار ہزار آدمی تھے وہ بھی اُس نیت و ارادہ کے جسکی تفصیل مذکور ہو چکی۔ پھر کیونکر
ممکن ہے کہ عمرو عاص بارہ ہزار آدمیوں کے نسبت یہ کہیں کتائب کامثال الجبال۔

تیسرا مقصد بخاری کا اس روایت سے یہ ہے کہ معٰویہ کی کسیطرح فضیلت ثابت کریں
کیونکہ بقول حسن بصری وکان واللہ خیر الرجلین لکھا کہ حسن بصری نے کہا معٰویہ واللہ
بہتر تھا اُن دونو آدمیوں میں یعنی عمرو عاص سے بہتر تھا جس سے ظاہر ہے کہ بڑی فضیلت معویہ نکلتی ہے
حالانکہ باتفاق اہل سنت ثابت ہے کہ عمرو عاص کا اسلام قدیم ہے بہ نسبت معویہ کے۔
زمانہ صحبت اُسکو زیادہ ملا احادیث بھی اُسکی زیادہ ہیں۔ معویہ قدیم منافق و مولفۃ القلوب سے
تھا۔ عمرو عاص کو کسی عالم نے علمائے اہل سنت سے نہ منافق لکھا ہے نہ مولفۃ القلوب سے
پھر معویہ اُس سے کیونکر بہتر ہو سکتا ہے عمرو عاص کی فضیلت کو یہی کافی ہے کہ وہ چند مرتبہ شیخین
کا سردار مقرر ہوا کہ ابوبکر عمر کو باتحتی عمرو عاص لشکر کے ساتھ جانا پڑا بخلاف معویہ
کے کہ کبھی اُسکو عہد رسول اللہ میں سرداری ملی نہ وہ شیخین پر حاکم ہوا۔ عمرو عاص
پر پھر اس حجاب کی غرض بجز اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ کسیطرح فضیلت معویہ ظاہر کیجای
حالانکہ حسن بصری وہ بزرگ ہیں کہ معویہ سے وہ خوش نہ تھے بلکہ برے الفاظ سے
یاد کرتے پھر کیونکر ممکن ہے کہ حسن بصری اُسکو خیر الرجلین کہیں۔ چنانچہ تاریخ الخلفا
علامہ سیوطی میں ہے قال الحسن البصری افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص
یوم اشار علی معویہ برفع المصاحف فحملت فقال این القراء فحکم الخوارج
فلا یزال ھذا التحکیم الی یوم القیمۃ والمغیرۃ بن شعبہ فانہ کان عامل
معویہ علی الکوفۃ فکتب الیہ معویہ اذا قرأت کتابی فاقبل معزولا فابطاء
عنہ فلما ورد علیہ قال ما ابطأ بک قال امر کنت اوطیہ واھیئہ قال
وما ھو قال البیعۃ لیزید من بعدک قال او قد فعلت قال نعم قال
ارجع الی عملک فلما خرج قال لہ اصحابہ ما وراءک قال وضعت

رجلٍ معویہ فی عمرو علی لایزال فیہ الی یوم القیمۃ قال الحسن فمن اجل
ذالک جاء بالامر ہولاء لابناءہم ولولا ذالک لکانت شوریٰ الی یوم القیمۃ
یعنی مسلمانوں کے کام کو دو آدمیوں نے فاسد کیا ایک عمرو عاص جسنے بروز صفین معویہ کو
رائے دی کہ قرآن نیزوں پر بلند کیا جاوے۔ کہا ابن قرا نے اس سے خوارج کا مسئلہ تحکیم
جاری ہوا جو قیامت تک جاری رہیگا دوسرے مغیرہ بن شعبہ جسکو معویہ نے حاکم کوفہ مقرر
کیا تھا ایک دفعہ معزول کرکے اپنے پاس طلب کیا مگر اُسنے جانے میں تاخیر کی کچھ دنوں
کے بعد گیا تو معویہ نے وجہ تاخیر پوچھا تو کہا ہم بیعت یزید کا سامان کر رہے تھے۔
معویہ نے کہا پھر کیا ہوا تو کہا ہو گیا۔ معویہ نے کہا کہ اچھا تو تم اپنے عمل پر چلے جاؤ۔
جب وہاں سے مغیرہ نکلا تو لوگوں نے پوچھا تو کہا ہمنے معویہ کو گمراہی کے ایسے رکاب میں
میں پھنسایا ہے کہ قیامت تک اُس سے نہ نکلے حسن بصری کہتے ہیں جب ہی سے
جاری ہوا کہ خلیفہ لوگ اپنے بیٹوں کی بیعت لینے لگے ورنہ تا بہ قیامت شوری جاری رہتا
جو بھی غرض اس حدیث کی یہ ہے کہ بخاری صاحب نے معویہ کی خدا ترسی اور اسلامی
ہمدردی اس ذریعہ سے دکھانی چاہی کیونکہ جب عمرو عاص نے یہ کہا ہے کہ یہ فوج بغیر
مارے مرے نہ ہٹے گی تو معویہ نے یہ تقریر کی کہ پھر ان مسلمانوں کا کیا نتیجہ ہوگا انکی
عورتوں اور بچوں کی کون پرستاری کریگا مگر یہ خیال معویہ کے نسبت ایسا لغو
اور بے بنیاد ہے کہ ایک منٹ کے لیے بھی کوئی عاقل معویہ کے نسبت نہیں قبول کر سکتا
کیونکہ اگر یہ خیال ہوتا تو وہ جناب امیرؑ سے کیوں جنگ کرتا جسمیں کسقدر خونریزی
ہوئی تھی اور کسقدر صحابہ نے آمد رفت کی اور سمجھایا کہ جنگ ناجائز ہے
کسیطرح کا جھگڑے استحقاق نہیں ہے۔ مگر ملک دنیا کا حرص ایسا غالب تھا کہ نہ
خونریزی کا خیال ہوا نہ حق حسین کا جس سے کسقدر خونریزی ہوئی اور کیسے کیسے
صحابہ مارے گئے پھر کیونکر ممکن ہے کہ بخاری کی اس روایت سے وہ امر ثابت
ہو سکے جو خلاف بدیہیات سے ہے۔
اگر آپکو اسمیں تامل ہو تو کلام ابن حجر عسقلانی ملاحظہ فرمائے جس سے میرے

کلام کی تصدیق ظاہر ہو کر بخاری نے انھیں اغراض کو مد نظر رکھکر یہ حدیث اس ترکیب سے لکھی چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں

وفی هذا القصه من الفوائد علم من اعلام النبوه ومنقبه للحسن بن علی فانه ترك الملك لا لقلة ولا ذلة ولا لعلة بل رغبة لما عند الله لما راٰه من حقن دماء المسلمین فراعی امر الدین ومصلحه الامه وفیها رد علی الخوارج الذین كانوا یكفرون علیاً ومن معه ومعویه ومن معه لشهادة النبی للطائفتین بانهم من المسلمین ومن ثم كان سفیان بن عیینه یقول عقب هذا الحدیث قوله من المسلمین یعجبنا جدا اخرجه یعقوب بن سفیان فی تاریخه عن الحمیدی وسعید بن منصور - وفیه فضیلة الاصلاح بین الناس ولاسیما فی حقن دماء المسلمین ودلالة علی رافة معاویه بالرعیه وشفقته علی المسلمین وقوة نظره فی

ترجمہ جسپر خط کھینچا ہے مع شرح جو بالائے خط میں ہے - یہ ہے کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد ہیں جسمیں علم ہے اعلام نبوۃ سے اور فضیلت ہے امام حسنؑ کی کہ ترک کیا اپنے طلب ملک کو نہ بوجہ قلت نہ بوجہ ذلہ نہ بوجہ علت بلکہ محض رضاے خدا کے لئے جسے اپنے مناسب سمجھا موقوفی خونریزی سے پس رعایت کی امر دین کی اور مصلحت امت کی علم نبوت کے اظہار میں تو کوئی عذر ہی نہیں مگر تعجب ہے صحابہ سے جنھوں نے اس حدیث کو سنا اور حقیقت حال کو نہ دریافت کیا جس سے انکو معلوم ہوتا حق کیا ہے جسکی پیروی کرتے باطل کیا ہے جس سے پرہیز کرتے پس جہاں معجزہ رسول اللہ ظاہر ہوا وہاں صحابہ کی بے پروائی بھی نمایاں ہوئی حدیث میں تو اسکا کوئی ذکر ہی نہیں کہ حضرت کی صلح مجبوری ہوگی یا بخوشی مگر تاریخی واقعات روایتیں بحد تواتر موجود ہیں جنسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امام حسن نے کن مجبوریوں سے صلح کیا - ورنہ اگر اسکا اقرار کیا جائے

مقرر کیا اور نام بارہ خلیفہ کے نہیں بتائے ؟ (نعوذ باللہ من ہذہ العقیدہ) تیسرے یہ کہ اس حدیث سے وہ حدیثیں باطل ہوجاتی ہیں جو اہل سنت الخلافۃ ثلثون سنۃ روایت کرتے ہیں کیونکہ اگر دونوں حدیثیں ساتھ قبول کیجائیں تو تناقض لازم آتا ہے جو کلام رسول ہو بلکہ کسی عاقل کے شایان نہیں۔ بہرکیف اس روایت نے مذہب اہل سنت میں ایسا رخنہ ڈالا ہو کہ کسیطرح اُسکا انسداد نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہو کہ آجتک اسکی تحقیق نہ کرسکے اور نہ جبتک امر حق کیطرف رجوع کرینگے اسکی تصدیق ہوسکتی ہو۔ کیونکہ پہلی تحقیق اسکی روایات اہل سنت سے یہ ہو

علامہ سیوطی عبداللہ ابن عمر سے دربارہ بارہ خلفاء روایت کرتے ہیں کہا ابوبکر کا نام تو تمنے پالیا عمر تو بہ کی شاخ ہیں انکا نام بھی پایا۔ ابن عفان ذی النورین جو مظلوم قتل ہوئے اور دو حصہ رحمت کا انکو ملیگا معویہ اُسکا بیٹا یزید جو مالک ہوئے ارض مقدس شام کے، سفاح سلام جابر مہدی امین امیر الغضب جو سب بنی کعب بن لوی سے ہونگے اور سب صالح ہونگے جنکا مثل نہ پایا جائیگا دیکھئے اس روایت سے جناب امیر و امام حسن کا نام خارج کردیا گیا ہو اور معویہ و یزید کا نام نہایت عظمت سے لیا گیا ہو اور انکو خلیفہ برحق فرمایا ہو۔ یہی سبب ہے کہ عبداللہ بن عمر نے باوصف بیعت کرنے مہاجرین و انصار کے نہ جناب امیر کی بیعت کی نہ امام حسن کی بلکہ برعکس اسکے نہایت خوشی و رضا کے ساتھ معویہ کے بعد لاکھ درہم لیکر یزید کی بیعت کی۔ اُسکے بعد عبدالملک کی بیعت حجاج ثقفی کے پیر و نیر جاکر کی جسکے بعد اسی حجاج نے انکو قتل بھی کیا۔ بیحد تعجب ہو اہل سنت سے کہ بعض حضرات انمیں ایسے ہیں کہ نہ حضرت ابن عمر کی روایت مانتے ہیں نہ اُنکا طرز عمل جو یزید کی خلافت سے انکار کئے جاتے ہیں۔

دوسری تحقیق علامہ سیوطی اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد اس بارہ خلیفہ سے وہ لوگ ہیں جنکے عزت خلافت و قوت اسلام و استقامت امور میں ہونگے جنکی خلافت پر اجماع ہوگا چنانچہ یہ باتیں پائی گئیں اُن لوگوں میں جنپر اجماع ہوا یہانتک کہ امر بنی امیہ مضطرب ہوا اور فتنہ قائم ہوا بیفاصلہ ولید بن یزید۔ یہانتک کہ دولت بنی عباسیہ قائم ہوئی شیخ الاسلام

تدبیر الملک ونظرہ فی العواقب
وفیہ ولایۃ المفضول الخلافۃ مع
وجود الافضل لان الحسن ومعویۃ
ولی کل منہما الخلافۃ وسعد بن
ابی وقاص وسعید بن زید فی
الحیاۃ وہما بدریان قال ابن
التین وفیہ جواز خلع الخلیفۃ
نفسہ اذا رای فی ذلک مصلحۃ
للمسلمین والنزول عن الوظائف
الدینیۃ والدنیویۃ بالمال و
جواز اخذ المال علی ذلک
واعطائہ بعد استیفاء شرائطہ
بان یکون المنزول لہ اولی من النازل
وان یکون المبذول من مال
الباذل فان کان فی ولایۃ
عامۃ وکان المبذول من بیت
المال اشترط ان تکون المصلحۃ
فی ذلک عامۃ اشار الی ذلک
ابن بطال قال یشترط ان
یکون لکل من الباذل والمبذول
لہ سبب فی الولایۃ یستند الیہ
وعقد من الامور یعول علیہ
وفیہ ان السیادۃ لا تختص

کہ حضرت نے بخوشی خاطر صلح کی تو اولاً
مخالفت آیات قرآنی لازم آتی ہے جسمیں
بشرط قدرت اقامت حدود و احکام
شرعی کی تاکید ہے ثانیاً جناب امیر بلکہ خود
رسول اللہ پر الزام آتا ہے جنھوں نے اپنی
اغراض سے جنگ کی اور خونریزی عظیم
ہوئی کیونکہ جب ترک جہاد ممدوح
ہو فعل جہاد یقیناً مذموم ہوگا حالانکہ کوئی
مسلمان اسکا قائل نہیں ہو سکتا پس
جو لوگ کہ اسکا ادعا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ
جناب امام حسن نے بلا کسی مجبوری کے صلح
کیا وہ حضرت امام پر نہ صرف مخالفت احکام
خدا و رسول کا الزام لگاتے ہیں بلکہ امیر
علیہ بر بیہ کے مخالفت کا بھی الزام لگاتے
ہیں کہ حضرت نے معاذ اللہ صریح مخالفت
احکام خداوند عالم کیا کہ جاہد الکفار و المنافقین
نص صریح موجود ہے پس اگر خونریزی
ممدوح مذموم ہے تو سب سے پہلے اسکا الزام
رسول اللہ پر آتا ہے جو بانی اسلام تھے اور
بانی جہاد جسپر جنگ کفار فرض ہی ابتدا
کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلق خونریزی
مذموم ہے بلکہ بعض مواقع پر واجب ہے جیسا کہ
موقع رسول اللہ و جناب امیر کو پیش آیا

بالافضل بل ھو الرئیس
علی القوم والجمع سادة وھو
مشتق من السودد وقیل من
السواد لکونہ یراس علی السواد
العظیم من الناس ای الاشخاص
الکثیرة وقال المھلب الحدیث
دال علی ان السیادة انما یستحقھا
من ینتفع بہ الناس لکونہ علق
السیادة بالاصلاح ۔ وفیہ اطلاق
الابن علی ابن البنت وقد انعقد
الاجماع علی ان امرءة الجد والد
الام محرمة علی ابن بنتہ وان امرءة
ابن البنت محرمة علی جدہ ۔
وان اختلفوا فی التوارث ۔
واستدل بہ علی تصویب رای
من قعد عن القتال مع معویة و
علی وان کان علی احق بالخلافة
واقرب الی الحق وھو قول سعد
بن ابی وقاص وابن عمر ومحمد بن
مسلمة وسائر من اعتزل تلک
الحروب وذھب جمھور اھل
السنة الی تصویب من قاتل
مع علی لامتثال قولہ تعالی وان

اور بعض مواقع پر مذموم جو امام حسن ع کو
پیش آیا اور بعض مواقع پر راشد و واجب
جیسا کہ جناب امام حسین ع کو پیش آیا ۔
غرض یہ دعوت کہ حضرت نے بلا کسی
مجبوری کے صلح کیا ایسا غلط دعوی ہے
جسکی تکذیب کے لئے دنیا کی ساری شہادتیں
موجود ہیں اور اسکا دعوے کرنا حضرت کو
مورد اعتراض بناتا ہے نہ یہ کہ حضرت کی
مدح وثنا کرنا ۔ پھر دوسرا مقصد ہے جسکی
طرف مینے اشارہ کیا تھا کہ بخاری نے
اس ترکیب سے اس حدیث کو اس لئے
لکھا (ترجمہ) اور اس حدیث میں
رد ہے خوارج کی جو تکفیر کرتے ہیں جناب
امیر اور معویہ کی کیونکہ خود رسول اللہ
نے اسمیں شہادت دی کہ دونوں گروہ
مسلمانوں کا ہوگا ۔ اسیوجہ سے سفیان
بن عیینہ اس حدیث کو بیان کرکے
کہتے ہیں کہ ہمکو زیادہ تعجب میں ڈالتا
ہے یہ فقرہ جیسا کہ یعقوب بن سفیان
وغیرہ نے روایت کی ہے ۔ ۱۵
اگر ہمکو تعجب ہے کہ ابھی تک علمای اہل سنت
کو اسکی ضرورت باقی ہے کہ خوارج کی رد
کریں حالانکہ نہ خارجی کا کوئی مذہب ہے

طائفتان من المومنین اقتتلوا
الآیۃ ففیہا الامر بقتال الفئۃ
الباغیۃ وقد ثبت ان من قاتل
علیا کانوا بغاۃ وھولاء مع
ھذ التصویب متفقون علی انہ
لایذم واحد من ھولاء بل
یقولون اجتہدوا فاخطؤا۔
وذھب طائفۃ قلیلۃ من اھل السنۃ
وھو قول کثیر من المعتزلۃ الی
ان کلا من الطائفتین مصیب
وطائفۃ الی ان المصیب طائفۃ
لابعینہا صد۲۲ ۵۵ جلد ۲

زکوٰۃ کی کتاب صرف اہل سنت کی عزت
افزائی ہے جو انکو بھی صاحب مذہب کہتے ہیں
حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے خارجی وسنی
ایک ہی ہیں فرق صرف شدت اور نرمی
کا ہے کہ خارجی شدید العداوہ ہیں بسنی
بہ نسبت انکے ضعیف۔ کیونکہ اصول
وفروع دونو فرقہ کے ایک ہی ہیں کتاب
دونوں کی ایک ہزار ہا خارجی کی روایت
خود صحیح بخاری میں موجود ہے۔
باایں ہمہ اس حدیث سے اسلام معاویہ وغیرہ
مباشرین قتال نہیں ثابت ہو سکتا
کیونکہ خود صحیح بخاری میں طرق متعدد
سے وارد ہے قال النبی سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر اور لاترجعوا
بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض ص۳۳ ۵۲ شرح فتح الباری جلد ۲
کہ حضرت نے فرمایا مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور قتال کرنا انسے کفر ہے اور دوسری
حدیث میں فرمایا کہ تم ہمارے بعد کافر ہو جاؤ کہ بعض تمہارے بعض کی گردنیں ماریں
جس سے معلوم ہوا کہ معاویہ یقیناً کافر تھا کیونکہ انکے مقابلہ میں مسلمین کے ساتھ کسیکو
عذر ہی نہیں ہو سکتا۔ بخلاف ان لوگوں کے جنسے جناب امیر نے مقابلہ کیا کہ وہ کافر
تھے۔ پس جو اصل مطلب تھا کہ اس حدیث سے اسلام معاویہ ثابت کریں وہ کسیطرح
نہ حاصل ہوا کیونکہ یہ حدیثیں اسکی معارض ہیں۔
پھر اس باب کی یہ حدیث جو صحیح بخاری میں ہے عن النبی قال من حمل علینا
السلاح فلیس منا جو دو طریق سے خود صحیح بخاری میں موجود ہے صفحہ ۲۳۱
جلد ۴ فتح الباری یقینی طور پر کفر معاویہ کو ثابت کرتی ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا

جسنے اُٹھایا ہم پر سلاح وہ ہمسے نہیں ہے جسکی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں حمل السلاح علی المسلمین لقتالھم بہ بغیر حق کہ معنی حدیث یہ ہے کہ اُٹھانا تلوار کا مسلمانوں پر بغرض قتال اُنکے ساتھ بغیر حق کے پس اس معنی سے بھی کفر معویہ بدیہی ہے کیونکہ جناب امیر نہ صرف مومن تھے بلکہ امیر المومنین اور نفس رسول بنص قرآن و حدیث "آمنا حرب لمن حاربکم" سے بھی کفر معویہ یقیناً ثابت ہے تو پھر اس حدیث سے اسلام معویہ پر استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

حالانکہ بخاری نے جو کتاب الصلح میں باب قائم کیا ہے تو اُس میں صرف اسیقدر ہے باب قول النبی للحسن ابن علی ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین وقولہ اصلحوا بینھما جس سے معلوم ہوا کہ باب میں من المسلمین نہیں ہے تو اب ممکن ہے کہ یہ کلمہ الحاقی ہو کہ کسی نے بعد کو بڑھا دیا جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یعجبنا جدا کہ یہ کلمہ ہم کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ رسول اللہ کی اس کرامت سے تو نا انکو سرور ہوا جو حضرت نے ایک غیب کی خبر دی اور مطابق اُسکے واقع ہوا۔ بلکہ اس سے خوش ہوتے ہیں کہ اس سے اسلام معویہ وغیرہ ثابت ہوا۔ لہذا قرینہ کہہ رہا ہے کہ یہ جملہ اصل حدیث سے خارج ہے۔ حالانکہ اگر نفس حدیث میں بھی یہ داخل ہو تو کسیطرح مفید نہیں کیونکہ من تبعیضیہ موجود ہے جس سے بعض کا اسلام ثابت ہوتا ہے نہ کل کا اور اگر اس سے بھی قطع نظر کریں تو اسلام ظاہری مراد ہوگا نہ حقیقی۔

ترجمہ اور اس حدیث میں فضیلت ہے اصلاح بین الناس کی اور اسکی کہ مسلمانوں کی خونریزی موقوف کیجائے اور اس حدیث میں دلالت ہے رأفت و شفقت معویہ پر جو رعایا اور مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ اور نیز اُسکی قوت نظر کی دلیل ہے تدبیر ملک و عواقب میں۔

اس غرض کو میں نے جو تھی غرض اس حدیث کی قرار دی تھی کہ بخاری نے اس غرض سے اس حدیث کو لکھا۔ مگر افسوس کہ جو لوگ تاریخ و احادیث کے دیکھنے والے ہیں

وہ کیونکر اسکو باور کر سکتے ہیں کہ معٰویہ کے دل میں ذرہ برابر بھی اسلامی ہمدردی تھی یا
پر پشہ برابر بھی اُنکو اسکا خیال تھا کہ مسلمانوں میں خونریزی نہو۔ کیونکہ تمام عالم کو
معلوم کسی قاعدہ سے جو قواعد اہل سنت ہیں نہ وہ خلیفہ تھا نہ خلافت کا استحقاق
تھا۔ پھر جو اتنے عرصہ تک وہ جناب امیر سے لڑتا رہا جسمیں ہزاروں مسلمان بلکہ
صحابہ مارے گئے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ اُسکے دلمیں مسلمانوں پر رافت تھی یا شفقت
کیا جناب امیرؑ نے اتمام حجت نہیں کیا؟ کیا صدہا صحابہ نے نہیں فہمایش کی تھی۔ ایسے وقت
اُسکو نہ مسلمانوں کا خیال آیا نہ جنگ سے باز آیا۔
کیا خوب انصاف ہے آپکا کہ جناب امام حسنؑ تو رفع نزاع کے لئے اپنے حق سے باز آئیں
مگر وہ کسیطرح ان الفاظ کے مستحق نہوں اور معٰویہ جو از راہ کیادی و مکاری اپنا کام
نکالے تو وہ مسلمانوں پر شفیق و رؤف قرار دیا جائے۔ خدا رحم کرے ایسے بھولے بھالے محدثین
پر جو تمام واقعات دیکھ رہے ہیں اور اُس سے آنکھ بند کر رہے ہیں۔ مگر بخاری نے جو
ایسے کلمات دلسوزی اُسکی طرف منسوب کر دی تو اُسپر ایمان لا بیٹھے کہ معٰویہ بڑا
رؤف و شفیق تھا مسلمانوں پر۔ حالانکہ بنص رسول بعضو جنی یعنی درندہ تھا
اور جسقدر مسلمانوں کا خون اُسکے بدولت ہوا کسیکی بدولت نہیں ہوا۔
اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے کہ جب معٰویہ نے یہ کلمہ کہا ہے کہ پھر ان مسلمانوں کے امور
کو کون انجام دیگا فقال انا تو عمرو عاص نے کہا ہم۔ اس فقرہ کی شرح میں
ابن حجر لکھتے ہیں بظاهره يوهم ان المجيب بذلك هو عمرو بن العاص
ولما ار في طرق الخبر ما يدل على ذلك فان كانت محفوظة فلعلها
كانت فقال اني بتشديد النون المفتوحة قالها عمرو على سبيل
الاستبعاد صفحہ ۵۵ جلد ۲
کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ جواب عمرو عاص کا ہے مگر ہمنے جہانتک اس حدیث کیطرق
کو دیکھا کسی میں اسکو نہیں پایا۔ اگر یہ کلمہ محفوظ ہے تو اصل میں انی تھا بتشدید
نون مفتوحہ کہ کہاں ہو سکتا ہے جو بطریق استبعاد کہا گیا۔

اچھی پہلا فائدہ تو صحت بخاری کا حاصل ہوا کہ سند رہا اُسمیں تحریف ہوئی ہے کہ آگی کو اُنا لکھا جس سے دونوں کے معنی میں آسمان و زمین کا فرق ہوگیا۔ دوسری یہ تاویل اسکی خلاف ہے اُس حدیث کے جیسے خود ابن حجر نے اسکے بعد لکھا ہے فقال لہ عمرو بن العاص بل نقاتل کہ عمرو عاص نے کہا تھا ہم صلح نہیں کرینگے بلکہ جنگ کرینگے پھر ایسی تاویل لغو نہیں تو اور کیا ہے حالانکہ مقصود عمرو عاص یہ تھا کہ تم کیوں گھبراتے ہو۔ ہم اپنے کید و مکر سے اسکا انتظام کرلینگے جیسا کہ جنگ صفین میں کیا تھا کہ قرآن کو نیزہ پر بلند کیا۔

غرض اگر صحیح بخاری کی حدیث صحیح مانی جاوے تو یہ کلام معویہ نہ از راہ خیرخواہی مسلمین تھا نہ از راہ شفقت و رافت بلکہ چونکہ معرکہ صفین میں سپاہ کوفہ کی شجاعت و بہادری دیکھ چکا تھا اسلئے یہ کلمہ کہا کہ جب پھر انھیں سے مقابلہ ہے تو کیا نتیجہ ہوگا اُسپر عمرو عاص نے کہا ہم تو موجود ہی ہیں۔ مگر ابن حجر نے اس واضح مطلب کو چھوڑکر وہ تاویل کی جو کسیطرح صحیح نہیں۔

دوسری خرابی اس روایت بخاری میں یہ ہے کہ ابن حجر لکھتے ہیں قیل فقال عبد اللہ بن عامر و عبد الرحمن بن سمرہ نلقاہ فنقول لہ الصلح، ای نشیر علیہ بالصلح وھذا ظاھرہ انھما بدا بذالک والذی تقدم فی کتاب الصلح ان معویہ ھو الذی بعثھما فیمکن الجمع بانھما عرضا انفسھما فوافقھما۔ یعنی حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن عامر و عبد الرحمن بن سمرہ نے کہا کہ ہم امام حسنؑ سے ملاقات کریں اور پیغام صلح کے بارے میں اُنکی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دونوں نے ابتدا کی گویہی دونوں بادی ہوئی اور جو حدیث بخاری نے کتاب الصلح میں لکھی ہے اُس میں یہ ہے کہ خود معویہ نے ان دونوں آدمیوں کو بھیجا جس سے صریحی تناقض دونوں روایتوں کا حال معلوم ہوتا ہے ابن حجر یہ تاویل کرنے ہیں کہ ممکن ہے ان دونوں نے عرض کیا ہو اپنے نفس کو جسکی موافقت کی معویہ نے۔ پھر بتائے یہ کتاب کس کام کی ہے کیونکہ ایک ہی واقعہ کو کس قدر اختلاف سے بیان کیا ہے جس سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ بخاری کی غرض

اصلی کچھ اور ہی جسکے لئے یہ اینچ پینچ کرتے ہیں۔ بہرحال پھر رجوع کرتے ہیں طرف ترجمہ کے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیفہ ہونا مفضول کا باوجود فاضل جائز ہی کیونکہ امام حسنؑ اور معویہ دونوں خلیفہ بنے حالانکہ اُسوقت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید دونوں زندہ تھے جو بدری تھے۔

اب تو تمام عالم کو معلوم ہوگیا کہ اہل سنت عموماً اور ابن حجر خصوصاً جیسے مسلمان ہیں کہ یہ عقیدہ ظاہر کر رہے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید افضل تھے جناب امام حسنؑ سے حالانکہ اگر کسی حدیث پر نہ غور کرتے صرف اسی حدیث کو دیکھتے جسکی وہ شرح کر رہے ہیں تو اُنکا عقیدہ درست ہوتا مگر عداوتِ اہل بیت طاہرین انکے دلوں میں ایسی راسخ ہی کہ ہر خونا مشخص کو ان حضرات سے یہ لوگ افضل جانتے ہیں حالانکہ احادیث کثیر متواترہ انکے یہاں موجود ہیں کہ اہل بیت طاہرین سے کسیکو افضل نہیں جان سکتے۔ مگر یہ مذہب تو سلطانی مذہب ہی جو بادشاہ ہوا اُسپر ایمان لائے یہانتک کہ جو شخص نہیں بھی بادشاہ ہوا کسی وقت میں کبھی نامزد ہوا تو اُسپر ایمان لانا ضروری ہی۔ حالانکہ ایک نہیں ہزارہا حدیثیں موجود ہیں کہ بنی ہاشم افضل قبائل ہی اور اہل بیت طاہرین افضل ناس ہیں پایا امر کہ معویہ سے وہ دونوں افضل تھے۔ پس مسلم ہی۔ مگر اس سے ازدیاد مفضول کیونکر ثابت ہوا۔ کیونکہ جواز تو اُسوقت ثابت ہوتا کہ وہ خلیفہ جائز ہوتا بلکہ تمام عالم کو معلوم ہی نہ وہ بطور جائز خلیفہ تھے نہ خلفا ثلثہ بطور جائز خلیفہ تھے۔ بلکہ سب کی خلافت بطور ظلم و عداوت تھی پھر اُس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مفضول کی خلافت جائز ہی باوجود فاضل از خرافات ہے۔

ترجمہ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہی یہ امر کہ خلیفہ اپنے نفس کو خلع کرے خلافت سے جس وقت دیکھے اس میں مصلحت مسلمین۔ اور جائز ہی نزول خلافت دینیہ و دنیویہ سے ساتھ مال کے اور جائز ہی لینا مال کا اسپر اور دینا اُسکا بعد استیفاء و سپرد ہٰذا اسطرح کہ منزول لہٗ دے ہو نازل کو اور جو کچھ

دیا جاے وہ دینے والے کے مال سے دیا جاے۔ پس اگر ولایت عامہ میں ہو اور جو
رقم دیجاتی ہے وہ بیت المال سے ہو تو ضرور ہے کہ مصلحت اسمیں عام ہو۔
اسکے طرف اشارہ کیا ہے ابن بطال نے کہ کہا شرط یہ ہے کہ ہر شخص کو دینے والے
اور لینے والے ایک سبب ہو ولایت میں کہ استناد کی جاے اُسکی طرف اور اعتماد
کیا جاے اُسپر۔

اس تقریر کی اصلیت یہ ہے کہ مذہب اہلسنۃ نہ کسی قول خدا کا تابع ہو نہ کسی قول رسول
کا بلکہ جو کچھ صحابہ کریں وہی انکا مذہب ہے وہی انکا دین۔

چونکہ اس واقعہ صلح میں کچھ مال کا بھی معاملہ درمیان میں آیا ہے کہ اسقدر مال معقول
دے اور اسقدر سالانہ دیا کرے۔ اسلئے یہ بات بنانی پڑی حالانکہ اگر تمام قرآن ڈھونڈھا
جاے اور تمام حدیثیں تو کوئی سند اسکی نہیں مل سکتی کہ اسطرح کا مال دینا یا لینا جائز
خلافت و امامت جو منجانب اللہ ہوتی ہے اسمیں تو کسیکی بیعت کی ضرورت ہے نہ
کسی انتخاب کی بلکہ بحکم خدا و رسول وہ شخص خلیفہ ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔
رہی وہ خلافت و سلطنت جو دنیوی ہے اوسمیں قوم جسکو چاہتی ہے بادشاہ بنا ہی دیتی ہے
پھر اس قسم کی خلافت و سلطنت سے کسی مسئلہ دینی کا ثابت کرنا طرفہ حماقت ہے
کیونکہ مذہب و دین کے بانی تو خدا و رسول ہیں صحابہ وغیرہ کو اُس سے کیا سروکار
مگر خدا رحم کرے ان پر جو خلفا کو بھی اپنا دینی و دنیوی پیشوا بناتے ہیں۔

کیوں صاحب اگر خلیفہ کو خلع کرنا جائز نہ تھا تو خلیفہ اول نے اپنے نفس کو کیوں نہ
خلع کیا جب جناب امیر اپنے حق کے طالب ہوئے اور خلیفہ اول نے کہا اقیلونی
اقیلونی ولست بخیرکم وعلی فیکم کہ تم لوگ معاف کرو۔ اسمیں رعایا کے
معاف کرنے کی کیا ضرورت تھی جب انکو معلوم ہو گیا کہ ہم خلیفہ ناجائز ہیں۔ تو
علحدہ کیوں نہ ہو گئے۔ اور اگر نہیں معلوم ہوا تھا تو پھر اقیلونی اقیلونی
کا نعرہ کیوں بلند کیا۔

اسی جلد کی ایک غرض تو یہ تھی کہ آپکی مجبوری لوگوں کو معلوم ہو کہ ہم تو خلافت سے

علیحدہ ہوئے ہیں چاہتے ہیں کہ خلافت سے جدا ہوں مگر لوگ نہیں مانتے۔
دوسری غرض یہ تھی کہ اپنے ہواخواہوں کو ہمدردی پر آمادہ کریں کہ اب ہماری علیحدگی کا سامان ہو رہا ہے تم بھی مستعد ہو جاؤ۔ چنانچہ وہی ہوا۔ مگر گفتگو اس میں ہے کہ جب جائز تھا کہ خلیفہ اپنے نفس کو خلافت سے علیحدہ کرلے تو پھر علیحدہ کیوں نہیں ہو گئے۔
اگر یہاں قوم کے اصرار کا عذر کیجئے گا تو خلیفۂ سوم کی نسبت کیا ارشاد ہوگا جنسے تمام قوم نے بکمال منت و سماجت استدعا کی کہ آپ خلافت سے علیحدہ ہو جائیں۔ پھر یہ تشدد کیا کہ تم خلافت سے علیحدہ ہو جاؤ مگر وہ یہی کہتے رہے لا انزع قمیصا البسنیہا اللہ کہ ہم وہ قمیص نہ اتارینگے جو خدا نے ہمکو پہنایا ہے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس قمیص کے پہنانے والے تو عبدالرحمن بن عوف تھے۔ نہ خداوند عالم۔
اگر اہل فہم انھیں واقعات پر غور کریں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام کا مربی کون ہے اور اسلام کا سچا خیرخواہ کون۔ کیونکہ خلیفۂ اول نے اس خلافت سے علیحدگی کی حالانکہ انکو معلوم تھا کہ ہمنے یہ کام ناجائز کیا ہے۔ نہ خلیفۂ سوم نے حالانکہ اسی کی بدولت وہ مارے گئے۔ نہ معویہ جو اسپر اڑا رہا کہ جسطرح ہو خلافت حاصل ہو۔ بخلاف اسکے جناب امیر نے نہ بجز اظہار حقیت کبھی تلوار سے فیصلہ کرنا چاہا۔ حضرت عباس کہہ رہے ہیں کہ لاؤ ہم سے بیعت لے لو کہ کہنے کو ہو جائے۔ ابوسفیان کہہ رہا ہے کہ ہاتھ بڑھاؤ ہم ابھی اس میدان کو سوار و پیادہ سے بھر دیتے ہیں مگر جناب امیرؑ نے اس ناجائز طریق سے خلافت نہ لینا چاہا جس سے اسلام میں خونریزی ہو اور لوگ کافر ہو جائیں کیونکہ یہ یقین تھا اگر اسوقت میں جناب امیرؑ خلافت کے لئے تلوار نکالتے تو خلیفۂ اول کفار سے سازش کر کے اسلام کا خاتمہ کرتے چنانچہ فوراً ہی انھوں نے ابوسفیان کو بلا لیا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امیر محض اسلئے کہ ہم خلیفہ ہوں اسلام کو تباہ ہونے دیں۔

جناب امام حسنؑ تو اور بھی کمال کیا کہ خلافت حاصل ہونے پر بھی محض اسلام کی خیر خواہی کے لئے ترک خلافت کیا اور کنارہ کش ہو گئے۔

اگر صرف انھیں امور پر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمدرد اسلام کون تھا اور مخرب دین کون کیونکہ جسکا عاشق ہوتا ہے وہ اسی کو قبول کرتا ہے یہ حضرات عاشق اسلام تھے۔ لہٰذا اسلام کے لئے یہ جبر گوارا کیا۔ وہ لوگ عاشق حکومت وخلافت تھے جسکے لئے دین کو ترک کیا اور دنیا کو حاصل کیا۔

مگر خدا رحم کرے اُن مسلمانوں پر جو اس احسان پر یہ احسان کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کا حق ہی نہ تھا ورنہ تلوار سے اُسیوقت فیصلہ کرتے۔ مگر معاملہ جناب امام حسنؑ نے اُنکی بھی زبان بند کر دی کیونکہ آجتک کوئی متنفس اسکا قائل نہیں ہوا کہ معٰویہ افضل تھا جناب امام حسنؑ سے یا زیادہ مستحق تھا۔ پس جسطرح یہاں قبول کرتے ہیں کہ خلافت ہر طرح حق جناب امام حسنؑ تھا مگر اپنی امت کی خیر خواہی کے لئے ترک کیا اُسیطرح چاہئے کہ جناب امیر کے بارے میں بھی قبول کریں کہ اصلی خلیفہ آپ ہی تھے مگر ظلم شیخین سے مجبور رہے

رہی وہ تقریر جو دربارہ اخذ واعطاے مال لکھی ہیں اُس میں بحث طولانی ہے جسکی یہاں گنجایش نہیں انشاءاللہ تنقید بخاری میں مفصل بحث کی جائے گی۔

ترجمہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سیادہ مخصوص با فضل نہیں بلکہ سید رئیس قوم ہو جمع اسکی سیادہ ہے اور وہ مشتق ہے سود دسے اور کہا گیا ہے کہ سواد سے مشتق ہے کیونکہ یہی سرداری کرتا ہے جماعت عظیم پر انسانکے یعنی بہت سے لوگوں پر کہا مہلب نے کہ یہ حدیث اسپر دال ہے کہ سیادہ کا مستحق وہ شخص ہے جس سے لوگوں کو نفع پہونچے کیونکہ حضرت نے سیادہ کو معلق کیا ہے ساتھ اصلاح کے۔"

یہ حدیث بقول ابن حجر دو صحابی سے مروی ہے ایک ابو بکرہ جسکی سند سے صحیح بخاری میں مروی ہے دوسری حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے جنسے طبرانی وبیہقی

ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں اس کلام کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ بہت عمدہ ہے یہ کلام کیونکہ اسکی تائید بھی ہوتی ہے بہت سی احادیث سے جن میں یہ بیان ہے کہ انپر اجماع بھی ہوگا۔ دیکھو پہلے اجماع ہوا ابوبکر عمر عثمان علی پر یہاں تک کہ امر حکمین واقع ہوا صفین میں تب سے معٰویہ نام زد ہوا بخلافت جسپر پورا اجماع ہوا بعد صلح امام حسن کے اسکے بعد معٰویہ کے بیٹے یزید پر سب کا اجماع ہوا اور نہ منتظم ہوا امر حسینؑ کا بلکہ وہ قبل انتظام قتل ہوئے۔ بعد موت یزید پھر اختلاف ہوا یہانتک کہ بعد قتل ابن الزبیر عبد الملک پر اور اسکے چار و بیٹوں۔ ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام پر اجماع ہوا جسکے درمیان میں آگیا عمر بن عبد العزیز بس یہ سات خلیفہ ہیں بعد خلفاء راشدین کے بارہواں خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک ہے جو چار برس خلیفہ رہا اُسکے قتل کے بعد انتشار فتن پیدا ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک یہی بارہ خلیفہ برحق ہیں جن میں نہ مروان کا نام ہے نہ عبد اللہ بن زبیر کا نہ جناب امام حسنؑ کا وجود ہے نہ خود عمر بن عبد العزیز کا جو اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشدین سے ہیں اور خلیفہ دوم سے افضل۔ اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری لکھتے ہیں

وکان الامر کما قال النبی۔ قال اثنا عشر هم الخلفاء الراشدون الاربعه ومعویة وابنه یزید وعبد الملک بن مروان واولاده الاربعة وبینهم عمر بن عبد العزیز

جس سے معلوم ہوا کہ بارہ خلیفہ امام اہل سنت یہی ہیں جسمیں یزید بھی ہے اور کتاب ملل ونحل وحاشیہ ابو شکور سلمی پر شرح عقائد نسفی وصواعق محرقہ بلکہ خود شرح فقہ اکبر میں موجود ہے کہ علمائے اہل سنت نے یزید کو بھی خلیفہ برحق قبول کیا ہے۔

تیسری تحقیق علامہ سیوطی کی یہ ہے کہ اس حدیث میں بارہ خلیفہ سے مراد یہ ہے کہ جمیع مدت اسلام میں تا قیامت بارہ خلیفہ ہونگے جو عمل کرینگے حق پر اگرچہ انکے زمانہ میں اتصال نہ ہو بنابریں معنے کے بارہ خلیفہ سے آٹھ خلیفہ ہو چکے خلفائے اربعہ امام حسن معٰویہ ابن الزبیر عمر بن عبد العزیز یہ آٹھ خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے کہ ان لوگوں میں ملادے جائیں خلیفہ مہتدی باللہ جو خلفائے بنی عباس سے تھے اسیطرح ظاہر خلیفہ بھی اسمیں ملسکتے ہیں (جو جعفر کے خلفا

نے بسند صحیح روایت کیا ہی تیسرے راوی مغیرہ بن شعبہ بھی ہیں جیسا کہ ذریت
ابن بطال مذکور ہو ئی۔

اس حدیث اور اس شرح ابن حجر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرات اہل سنت
نے قسم کھائی ہی کہ کسیطرح حدیث رسول کو دربارہ اہل بیت طاہرین علیہم
السلام نہ قبول کرینگے کیونکہ یہ روایت دو طریق سے صحیح بخاری میں وارد ہی
جس سے یہ عذر تو کر ہی نہیں سکتے کہ حدیث صحیح نہیں لہذا در پے تاویل ہوئے
کہ کسیطرح اسکے معنی کو بدلیں حالانکہ یہ لفظ سید ایسا ہی جو بنز لہ نص بر خلافت
ہی۔ کیونکہ حضرت فرماتے ہیں بہ تحقیق میرا یہ فرزند سید ہی جسکے بعد پھر کسیطرح کا
شبہہ نہیں رہتا کہ حضرت سید ہیں اور سید کے معنی حسب سردار قوم کے ہیں
تو حضرت کی ریاست عامہ ثابت ہوئی کیونکہ امامت وخلافت کی یہی تعریف ہے
ریاست عامہ امور دنیا و دین میں بہ نیابت رسول تو اب اسمیں کیا شبہہ ہو سکتا ہی
کہ حضرت نے نص کیا ہی خلافت جناب امام حسن پر کہ یہ سید ہی یعنی سب کا سردار ہی
کیونکہ بتصریح اہل لغت سید رئیس قوم کو کہتے ہیں۔ تو اب جو شخص کہ منجانب اللہ و رسول سردار
مقرر ہوا اُسکی ریاست سے انکار اور دوسرے کی خلافت کا اقرار بغیر کفار کے کب
ممکن ہی۔ اور اگر یہ معنی مراد نہ لئے جائیں تو حدیث ہی لغو ہوتی ہی کیونکہ نہ حضرت امام حسن
کو کسی قبیلہ کی سرداری ملی تھی نہ کسی جماعت کے آپ رئیس تھے کہ آپکا حکم نافذ ہو
لوگ آپ کی اطاعت کریں جسطرح لشکر اپنے سردار کی اطاعت کرتا ہی یا قبیلہ اپنے
سردار کا ماتحت ہوتا ہی کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہی جب حضرت خلافت سے علیحدہ
ہو گئے اور معویہ کی خلافت میں آگئے تو جسطرح خلیفہ کے احکام اور رعایا پر نافذ
ہوتے حضرت پر بھی جاری ہوتے۔ پھر اس حدیث سے بڑھکر کونسی حدیث لغو ہو سکتی
ہی کہ حضرت تو فرماتے ہیں تمکو سرداری ملے گی اور ملتی ہی آپکو ماتحتی۔ وہ بھی افسق
الفاسقین کی۔

پس اگر اس حدیث کو صحیح مانیں جیسا کہ فی الواقع صحیح ہی تو بغیر اسکے کہ نص بر خلافت

جناب ا

لیکن کسیطرح اسکی تصدیق نہیں ممکن کیونکہ اسوقت میں معنی و مطلب حدیث کے نہایت واضح اور صحیح ہونگے کہ یہ فرزند میرا سید ہے۔ تمام عالم کا رئیس اور سردار ہے امام ہے میرا خلیفہ ہے۔ مگر لوگ نہ مانینگے اس سے صلح ہو جاے گی درمیان دو گروہ کے جس سے پیشینگوئی ہے اسکے طرف بھی کہ حضرت اپنے حق سے محروم ہونگے اور اسکا بھی اظہار ہے کہ ہر حال میں یہ سید ہے یعنی امام ہے جسکی تصدیق احادیث کتب شیعہ سے بھی ہوتی ہے ھما اماماں قاما او قعدا کہ یہ دونوں امام ہیں خواہ قیام کریں یا اقامت یا قعود کریں۔ تو اس صورت میں معنی حدیث بھی واضح ہوتے ہیں اور تصدیق بھی ظاہر ہوتی ہے۔

ابن حجر نے اس شرح سے بہت کچھ اخفاے حق چاہا ہے۔ مگر یہ حدیث بقول اُسکے حضرت کے اعلام نبوت سے ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ اُسکا اخفا ہو سکے دیکھیے علامہ محمد طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں صفحہ ۱۳۵ جلد ۲۔

فیہ قیل انت سید قریش فقال السید ھو اللہ ای ھو الذی یحق لہ السیادۃ کانہ کرہ ان یحمد فی وجھہ واحب التواضع ومنہ لما قالوا انت سیدنا قال قولوا بقولکم ای ادعونی نبیا ورسولا کما سمانی اللہ ولا تسمونی سیدکم کما تسمون رؤساءکم فانی لست کاحد لم من یسودکم فی اسباب الدنیا فانی اسود کم بالرسالۃ وقولوا قولکم او بعضہ ای قولوا ھذا القول واقل

کسی نے حضرت کو کہا آپ سید قریش ہیں تو آپ نے کہا سید اللہ ہے جسکو طرح حق سیادت ہے گویا کہ حضرت نے کراہت کی اس سے کہ آپ کے منہ پر تعریف کیجاے اور تواضع کو پسند کیا دوسری حدیث ہے کہ لوگوں نے حضرت کو کہا انت سیدنا تو حضرت نے کہا کہو تم جو کہتے تھے۔ یعنی ہمکو نبی اور رسول کہو۔ جیسا کہ خدا نے یہ نام رکھا۔ اور سید نہ کہو جیسا کہ اپنے سرداروں کو سید کہتے ہو کیونکہ ہم تمہارے امثال سے نہیں ہیں کہ اسباب دنیا سے سرداری کریں۔

ولا تتبا لغوا فی مدحی بما یلیق بالخالق
وقیل ای قولوا بقول اهل دینکم
وهو النبی والرسول تنوفانهما
المنزلة التی لا منزلة وراءها
لاحد من البشر وهم سلکوا معه
مسلک القبائل فکرهه وحول
الامر الی الحقیقة فقال السید
هو الذی یملک نواصی الخلق
اقول ففیه توریة اراد القوم
معنی السید القریب المتعارف فلما
کرهه حمله علی المعنی البعید زجرا لهم
کما اذا قیل لعالم متبحر ملک
الصدور ومحمود دون مرتبة لانه
یستعمل فی العظماء فیکرهه ویحول
الامر الی الحقیقة قائلا لا ملک الصدور
هو الله۔ ویحتمل ان یراد بالقول
قول جئتم له وقصدتموه ای دعوا
هذا المدح واتوا بمقصود کم
نحو انا سید ولد آدم قاله اخبارا
عما اکرمه الله وتحدثا بنعمة الله
عنده وإعلاما للامة لیکون
ایمانهم به علی حسبه لذا اتبعه بلا
فخر ای هذه الفضیلة کرامة من

یعنی مشکوۃ طیبی میں ہے کہ ہم تمھارے
سرداری بذریعہ رسالت کرتے ہیں۔
تم اپنا قول کہو اور مبالغہ نہ کرو ہماری
مدح میں جو شانِ خالق ہے ہو بعض
نے یہ کہا ہے کہ کہو وہ قول جو تمھارے اہل
دین کا قول ہے یعنی نبی و رسول کہو۔
توسط شرح سنن میں ہے کہ نبوت ایسا مرتبہ
ہے کہ ایسے مافوق بشر کیلئے ممکن نہیں۔
چونکہ اُن لوگوں نے لفظ سید سے اسکا اشارہ
کیا کہ جسطرح سرداران قبائل کو بہ لفظ
سید یاد کرتے۔ اسلئے حضرت نے کراہت
کی۔ ملا علی متقی کہتے ہیں کہ حضرت نے
یہاں توریہ کیا کیونکہ قوم نے تو لفظ سید
کہکر معنی قریب مراد لیا تھا (سردار)
جسے حضرت نے نکو سمجھا لہذا حضرت نے
اُسی معنی بعید پر حمل کیا (خدا) واسطے
ممانعت کی (یعنی حضرت یہ نہ کہے کہ
لفظ سید میں ہماری تحقیر ہے کیونکہ ہر قبیلہ
کا سردار سید کہلاتا ہے لہذا حضرت نے
سید کو بمعنی خدا قرار دیکر انکو منع کیا کہ
سید تو خدا ہے۔ اور رسول اللہ کا تو سید (نفسی)
بھی ثابت ہوا) جسطرح اگر کوئی عالم
متبحر کو کہے کہ تم دلوں کے بادشاہ ہو

الله لم انلها من قبل نفسي كلا
قتموها ش وفيه في بعضها يوم
القيمة وهو سيدهم في الدارين
لظهوره يومئذ ببعث المقام
المحمود او لانتفاء المنازع المعاند
كقوله تعالى لمن الملك اليوم لله
الواحد نه وفيه قالوا من السيد
قال يوسف بن يعقوب بن
اسحق بن ابراهيم قالوا فما
في امتك من سيد قال بلى
من اتاه الله مالا ورزق سماحة
فادى شكره وقلت شكايته في
الناس و ح الحسن ان ابني هذا
سيد قيل اي حليم لقوله يصلح
بين فئتين عظيمتين وفي ح سعد
بن عبادة انظروا الى سيدنا
ما يقول اي الى من سودناه
على قومه ورأسناه عليهم
كقول السلطان فلان اميرنا
اي من امرناه على الناس وفي
الى سيدكم اي مقدمكم في ح
عمر تفقهوا قبل ان تسودوا اي
تعلموا العلم ما دمتم صغارا

پس اب چونکہ یہ کلمہ اُن کی شان کر بھی ... بلکہ مگر
یہ کلمہ تو معمولی بزرگوں کو کہا جاتا ہے اور زیادہ
اس سے معنی بعید مراد لیکر منع کرے کہ
یہ شان تو خدا کی ہے۔ اسیطرح حضرت نے
یہاں منع فرمایا) اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت
نے کہا ہو جس مطلب کو آئے ہو اُسے
بیان کرو خوشامد کی کیا ضرورت۔
نہایہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا انا سید
ولد آدم ولا فخر یعنی ہم سردار ہیں تمامی
بنی آدم کے اور کوئی فخر نہیں۔
حضرت کا یہ قول بغرض اظہار نعمت خدا ہے
اسی سے ولا فخر اسکے بعد کہا کہ یہ شرف
ہمکو عطیہ خدا ہے نہ یہ کہ ہمنے خود حاصل کیا
ہو جسپر فخر کریں اور بعض حدیثوں میں
یہ قید بھی ہے یوم القیمہ حالانکہ حضرت
دونوں جہان میں سید ہیں مگر چونکہ بروز قیامت
مقام محمود سے آپکی عظمت بلا نزاع ظاہر
ہوگی اسلئے یوم القیمہ کی قید لگائی۔ نہایہ
میں ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا سید
کون ہے تو فرمایا یوسف بن یعقوب بن اسحق
بن ابراہیم تو کہا کیا آپکی امت میں
کوئی سید نہیں ہے۔ کہا ہے جسے خدا مال دے
وہ وہ سخاوت کرے اور شکر خدا بجا لائے

...سیر واسادة منظو
...وا النعلم فتفهموا جهالا
وقیل ان قبل ان تتزوجوا
وتشتغلوا بالازواج عن العلم
من استاد الرجل اذا تزوج
فی سادة زفی ح ابن عمر ما رایت
بعد رسول اللّٰہ صلعم اسود من معوٰیۃ
قیل ولا عمر قال کان عمر خیرا
منہ وکان ھو اسود من عمر قیل
اراد اسخی واعطی للمال وقیل احلم
منہ والسید یطلق علی الرب
والملک والشریف والفاضل
والکریم والحلیم ومتحمل اذی قومہ
والزوج والرئیس والمقدم وفیہ
لا تقولوا للمنافق سید فانہ
ان کان سیدکم وھو منافق فحالکم
دون حالہ واللّٰہ لا یرضی لکم
ذلک ط فانہ ان یکن سیدکم
یجب علیکم طاعتہ فاذا اطعتموہ
فقد اسخطتم ربکم والغنی ع
ان قلتم ذلک فقد سخطتم
فوضع الکون موضع القول
وفیہا انہ یدخل قول الناس

اور اُسکی شکایت کم ہو۔ حدیث میں ہے
کہ امام حسنؓ کو فرمایا ابنی ھذا سید
یعنی حلیم کیونکہ اسکے بعد یصلح بین فئتین
عظیمتین فرمایا۔ اور حدیث سعد بن عبادہ
میں ہے دیکھو ہمارے سید کو یعنی اُس
شخص کو جسے ہمنے اُسے قوم کا سردار بنایا؟
اور حدیث عمر میں ہے کہ علم حاصل کرو قبل
اسکے کہ سردار ہو یعنی بچپنے میں علم حاصل کرو
قبل اسکے کہ گھر سے ہو کر بوجہ حیا علم کے حاصل
کرنے سے محروم رہو اور حدیث ابن عمر
میں ہے کہ کہا ابن عمر نے ہمنے بعد رسول
اللہ کسی شخص کو معویہ سے بڑھکر سردار
نہیں دیکھا کسی نے کہا کہ اور عمر سے بھی
بڑھکر بڑی سردار نہیں ہوا۔ تو کہا عمر
اس سے افضل تھے مگر معویہ عمر سے
بھی بڑھکر سردار تھا۔ یعنی مال کا بخشنے
والا (یہ ہے خوشامد ابن عمر کہ معویہ کو اپنے
باپ سے بھی بڑھا رہے ہیں) اور بعض
نے کہا کہ ابن عمر معویہ کو عمر سے بھی زیادہ
حلیم کہتے ہیں۔
سید کا اطلاق خدا پر بھی ہوتا ہے
بادشاہ پر بھی۔ شریف۔ فاضل۔ کریم۔
حلیم۔ متحمل ایذائے قوم پر۔ اور شوہر پر

لغیر الملیہ کالحکماء والاطباء
مولانا فہذا الوعید بل ھو
اشد مقتا ان لم یکن سیدا
فقد کذب بہ وان کان سیدا
ای مالک عبید واموال فقد
اغض [illegible] عظمتم
کا قراہ سید القوم خادمھم
ای ینبغی للسید خدمتھم
لما وجب علیہا قامۃ مصالحھم
ورعایۃ احوالھم او اراد من
خدمھم وان کان ادناھم
فھو سیدھم لانہ تاب
بہ مالا یثابون بالاعمال وفیہ
سیدا شباب اھل الجنۃ ای
افضل من مات شابا فی سبیل
اللہ من اصحاب الجنۃ اذ لم
یرد بہ سن الشباب لانہما ماتا و
قد کھلا بل ما یفعلہ الشبان
من المروۃ نحو فلان فتی وان کان
شیخا یشیر الی مروتہ وفتوتہ
او انہما سیدا اھل الجنۃ
سوی الانبیاء والخلفاء فان
اھل الجنۃ کلھم شبان اقول

اور رئیس و مقدم قوم پر بھی۔
حدیث میں ہے کہ منافق کو سید نہ کہو مگر
ابوبکر عمر۔ ابوسفیان کو سید و شیخ
قریش کہتے تھے صحیح مسلم) کیونکہ اگر وہ سید
ہے اور منافق ہے تو تمھارا حال اُس سے بدتر
ہوگا جس سے خدا راضی نہیں۔
طیبی کہتے ہیں کہ اگر منافق تمھارا سید ہوگا تو
اُسکی اطاعت تم پر واجب ہوگی اور جب
اُسکی اطاعت کروگے تو خدا ناراض ہوگا
کیونکہ وہ منافق ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ اگر تم اسکے
اقرار کروگے تو موجب غضب خدا ہوگا
کون کو بجائے قول رکھا۔ اسی قبیل سے
ہے یہ قول جو غیر مذہب والے انکو حکما و اطبا
مولانا کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی قضیہ میں
داخل ہے بلکہ شدید
مفاتیح میں ہے کہ منافق اگر سید نہیں ہے
تو تم جھوٹے ہوئے اور اگر وہ تمھارا
مالک ہے جسطرح لونڈی غلام کا مالک ہوتا ہے
تو خدا کو تم نے ناراض کیا جو ایک کافر کی تعظیم
کی۔ طیبی کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے سید
القوم خادمھم یعنی سردار پر خدمت
قوم لازم ہے کیونکہ انکے مصالح کا قیام
اس پر واجب ہے۔

الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة من شباب هذا الزمان صفحہ ۱۵۲ جلد ۲	حدیث میں ہے سیدا شباب اهل الجنة یعنی حسن وحسین افضل ہیں اُن جوانوں سے جو راہ خدا میں مارے گئے اہل جنت سے

کیونکہ اس سے اُن حضرات کا سن نہیں مراد ہے جنہوں نے حالت پیرانہ سالی میں وفات پائی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو کام جوان کرتے ہیں مروت وغیرہ سے جیسے کہ کہا جاتا ہے فلاں بڑا جوان مرد ہے حالانکہ وہ بوڑھا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ وہ دونوں حضرات سردار ہیں اہل جنت کے سوا استثنار انبیاء وخلفا کیونکہ اہل جنت تو سب جوان ہیں مصنف کتاب کہتا ہے کہ معنی یہ ہے کہ وہ حضرات اسوقت بھی سردار ہیں اور وہ اہل جنت سے ہیں اس زمانہ کے جوانوں سے

اس لغوی تحقیق سے کئی فائدہ معلوم ہوا ایک یہ کہ سید اصل میں صفت خداوند عالم ہے جس سے حضرت نے انکار کیا کہ تم ہم کو سید نہ کہو کیونکہ سید تو خدا ہے۔

دوسرے یہ کہ خود حضرت نے اپنے لئے اس لفظ کا استعمال کیا کہ ہم تمامی بنی آدم کے سید ہیں

تیسرے یہ کہ حضرت یوسف کو سید کہا۔ تو اب جو حضرت نے جناب امام حسن کیلئے فرمایا ان ابنی هذا سید صریحی مطلب اسکے وہی سیادت ہے جو تالی مرتبہ نبوت ہے۔ یعنی بعد نبوت کا جو درجہ ہے اُسکو حضرت نے امام حسنؑ کے لئے قائم کیا کہ وہ امامت وخلافت ہے تو اسکے بعد ابن حجر کا یہ کہنا السیادة لا یختص بالافضل کہ سیادہ مخصوص بہ افضل نہیں ہے کسقدر بیجا لغو ہے کیونکہ جب حضرت نے نص فرما دیا ان ابنی هذا سید تو اب یہ احتمال کہ ممکن ہے اور لوگ حضرت سے افضل ہوں صریحی تکذیب رسول ہے کیونکہ سیادت بغیر افضلیت کیونکر ممکن ہے۔

افسوس ہے کہ رسول اللہ تو ایسے صریحی واضح الفاظ سے ان حضرات کی امامت وخلافت وسیادت کو ثابت کریں اور یہ لوگ اُسمیں ایسی تاویل کریں جس سے حضرت کا مقصود ہی باطل ہو جائے اصطلاح خدا ورسول میں ولایت (انما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوا) اور سیادت کی خاص عظمت ہے کہ یا خدا پر اُسکا استعمال ہوتا ہے یا رسول پر یا خلیفہ رسول پر۔ مگر اہل سنت اُسکو نہیں مانتے۔ اور جن الفاظ میں کسیطرح کی تعظیم نہیں ہوتی

یعنی خلافت اُسکی انکے یہاں بڑی عظمت ہے پھر کیونکر دعوے ایمان کر سکتے ہیں خاص
تمامی بنی ہاشم تمامی قبائل عرب پر مسلمات اہل سنت سے ہے اور افضلیت اہل بیت اطہار میں کوئی عذر
ہی نہیں۔ مگر افضلیت جناب امام حسنؑ میں انکو یہ تردد ہے کہ ایسی حدیث صحیح وصریح پر بھی ایمان
نہیں لاتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سیادہ کو افضلیت نہیں لازم ہے حالانکہ تفسیر غرائب القرآن میں
ہے السید الذی یفوق فی الخیر قومہ صفحہ ۱۳۱ یعنی سید وہ ہے جو امور خیر میں اپنی قوم پر
فائق ہو۔ پھر افضلیت میں کیا شبہہ ہو سکتا ہے۔

زبان عرب ہو یا دوسری زبان عام قاعدہ ہے کہ ایک لفظ کے بہت سے معانی ہوتے ہیں اور بقرائن
حالیہ و مقالیہ سے اور بھی اُسمیں تفاوت ہوتا ہے۔ مگر جو صاحب عقل ہوتا ہے وہ اُن مواقع استعمال
سے سمجھتا ہے کہ متکلم کی نیت کیا ہے مثلاً اسی لفظ سید کو لو کہ ایکدفعہ تو حضرت عرب کو اس کے
استعمال سے اپنے حق میں منع فرماتے ہیں دوسری دفعہ خود فرماتے ہیں انا سید ولد آدم
ولا فخر تیسری دفعہ فرماتے ہیں کہ سید حضرت یوسف تھے چوتھی دفعہ سعد بن عبادہ کے نسبت
فرماتے ہیں قوموا الی سیدکم جسمیں اضافت ہے طرف قوم کے کہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے
مگر حسنین علیہم السلام کی شان میں فرماتے ہیں سید شباب اہل الجنۃ اور جناب امام
حسنؑ کے لئے بلا کسی قید و اضافت کے فرماتے ہیں ان ابنی ھذا سید کہ تحقیق یہ میرا
فرزند سید ہے جسکی ابتدا لفظ انّ۔ پھر ابنی۔ پھر ھذا سید صاف بتا رہا ہے کہ حضرت
کی غرض خاص طور کی افضلیت و اولویت کا اظہار ہے جو نص ہے امامت و خلافت پر کیونکہ
اسکے بعد حضرت نے یصلح بہ بین فئتین عظیمتین فرمایا جو اس حیثیت سے واقع ہوا
کہ آپکے زمانہ خلافت میں یہ مصالحہ واقع ہو لہذا بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت نے اس جملہ
سے نص فرمایا خلافت پر کیونکہ عام خیال یہی ہے کہ جو شخص کسی عہدہ سے علحدہ ہو جاتا
ہے تو پھر وہ معمولی آدمیوں میں داخل ہو جاتا ہے لہذا اسکے دفعیہ کے لئے حضرت نے ان ابنی
ھذا سید فرمایا کہ یہ سمجھنا امام حسنؑ کے مصالحہ اور علحدہ گی خلافت سے آپکی افضلیت
میں کوئی نقص آئیگا۔ بلکہ یہ میرا فرزند ہر حال میں سید و امام و خلیفہ
ہے خواہ لوگ اُسکے اطاعت و انقیاد پر باقی رہیں یا نہ رہیں بہر دانہ مانیں یا نہ مانیں

ورنہ تکذیب رسول لازم آتی ہے کیونکہ حضرت خبر دیتے ہیں آپکو سیادت کی اور واقع میں
اسیطرح کی سیادت نہیں حاصل ہوئی بلکہ بخیال اہل سنت آپ کا معاویہ سے صلح
فرمانا ہی پس اگر سیادت سے مراد سرداری قبیلہ لیجائے یا سرداری کسی خاص قوم کی تو اسکی
کو ثابت کرنا چاہیے کہ حضرت کو کسی قوم و قبیلہ کی سرداری ملی تھی جو حدیث رسول کی تصدیق ہو سکے
مہلب نے تو اور بھی کمال کیا جو کہتے ہیں کہ سیادہ کو متعلق کیا ہے ساتھ اصلاح کے حالانکہ
حدیث میں نہ تعلیق ہے نہ تفریع بلکہ اثبات سیادہ مطلقہ ہے اور اخبار ہے آیندہ لعل اللہ
یصلح بہ بین فئتین۔ پھر رجوع کرتے ہیں طرف ترجمہ کے ترجمہ اور اس حدیث
میں اطلاق ہے ابن کا ابن بنت پر (فرزند دختر پر) اور قائم ہوا ہے اجماع سپر
کہ نانا کی زوجہ حرام ہے نواسہ پر۔ اور اسپر بھی اجماع ہے کہ نواسہ کی زوجہ حرام ہے
نانا پر اگرچہ اختلاف کیا گیا ہے توارث میں۔

مطلب اسکا یہ ہے کہ اس میں کوئی خصوصیت جناب امام حسنؑ کی نہیں ہے کہ حضرت نے
آنکو ابنی فرمایا بلکہ ہر نواسہ کو ابن کہہ سکتے ہیں کیونکہ اجماع ہے اسپر کہ نانا کی زوجہ
حرام ہے نواسہ پر اور نواسہ کی زوجہ حرام ہے نانا پر۔ حالانکہ نص صریح قرآن میں موجود ہے
حرمت علیکم امہاتکم جس سے دادی نانی کی حرمت ظاہر ہے اور ازواج اجداد
مادری و پدری کی حرمت کے لیے ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم من النساء
موجود ہے مگر یہ مسئلہ انکو بذریعہ اجماع معلوم ہوا نہ بذریعہ نص قرآنی۔
اسیطرح نواسہ یا پوتے کے ازواج کا حرام ہونا دادا نانا پر وحلائل ابنائکم
الذین من اصلابکم نص صریح ہے مگر ابن حجر کو اسکا علم اجماع سے ہوا کہ نواسہ کی
زوجہ نانا پر حرام ہے۔

خدا رحم کرے ان لوگوں پر جو مدعی علم ہیں اور صحیح بخاری کی شرح کرنے بیٹھے ہیں مگر جناب امام
حسنؑ کے ابن رسول اللہ ہونے کے لئے نہ قرآن سے انکو معلوم ہو سکا حالانکہ ابنائنا
و ابنائکم موجود ہے نہ حدیث رسول اللہ سے معلوم ہوا حالانکہ حضرت بتصریح صریح
فرماتے ہیں ان ابنی ھذا سید۔ بلکہ رسول اللہ کے کلام کو صحیح بنانے کے لئے

بنی عباسیہ میں داخل ہیں) باقی رہے دو امام منتظر جن میں سے ایک تو امام مہدی ہونگے کیونکہ وہ اہل بیت محمدؐ سے ہیں۔ دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۹

اس حساب میں یہ خرابی ہے کہ بہت سے خلیفہ درمیانی نکل جاتے ہیں مثل یزید مروان۔ عبد الملک ولید ہشام سلیمان یزید مروان ابراہیم حمارہ غیرہ خلفاے مروانیہ اور نیز خلفاے عباسیہ سابق ولاحق مہتدی باللہ۔ اور پھر کوئی سلسلہ باقی نہیں رہتا باایں ہمہ ابھی تک دو خلیفہ کا وجود نہیں ہوا ان سب سے بڑھکر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث مستدلہ سیوطی میں وہی خلیفہ کا ذکر ہے جو اہل بیت رسالت سے ہونگے اور اس تحقیق سے علامہ سیوطی کے تین ہوئے جاتے ہیں جناب امیرؑ امام حسنؑ حضرت مہدیؑ

چوتھی تحقیق یہاں پر جو حاشیہ چڑھایا گیا ہے اُس میں کتاب دانیال سے مرقوم ہے کہ بارہ خلیفہ بعد حضرت مہدی موعود ہونگے پانچ آدمی اولاد امام حسنؑ سے پانچ آدمی اولاد امام حسینؑ سے پھر دو آدمی اولاد امام حسینؑ سے بنابراں یہ حدیث پیشنگوئی ہوگی قریب قیامت سے جسکا تحقق ابھی تک نہیں ہوا۔ اس سے اہل سنتہ کے کل خلفا اس حدیث سے خارج ہوئے۔ اور کسی خلیفہ کی خلافت اس حدیث میں داخل نہیں رہتی۔

پانچویں تحقیق جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے تحقیقات میں ابن حجر اور سیوطی کی کچھ ترمیم کرکے اپنے لئے ان دوازدہ امام کو منتخب کیا ہے ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؑ معاویہ عبد الملک ولید سلیمان عمر بن عبد العزیز یزید ہشام ولید بن یزید اس تحقیق سے بارہ امام کی تعداد تو پوری ہوجاتی ہے مگر تسلسل نہیں رہتا اور جناب امام حسنؑ بالکل علحدہ ہوجاتے ہیں جنکی علحدگی سے معٰویہ کی خلافت سے بھی دست برداری لازم آتی ہے کیونکہ بالاتفاق اہل سنتہ قائل ہیں معٰویہ کی خلافت اسوقت سے صحیح ہے جب سے کہ امام حسن علیہ السلام نے تفویض فرمائی پس جب بنابر تحقیق شاہ صاحب حضرت امام حسن خلیفہ نہوئے تو معٰویہ کی خلافت کیونکر درست ہوگی اور ان سب سے بڑھکر یہ خرابی لازم آتی ہے کہ حدیث مذکور میں خاندان رسالت سے دو خلیفہ ہونا مذکور ہے اور یہاں ایک ہی

انکو اسکی ضرورت ہوئی کہ صحابہ کا اجماع دکھائیں کہ نانا کی زوجہ نواسہ پر اور نواسہ کی زوجہ نانا پر حرام ہے۔

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ابن حجر ایسے جاہل تھے کہ انکو رسول اللہ کی حدیثیں نہیں معلوم تھیں مگر یہ ضرور تھا کہ یہ ایسے سنگدل تھے کہ کسیطرح رسول اللہ کو ان احادیث میں صادق نہ سمجھتے تھے جو حضرت نے فرمایا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں ہے

الایہ التاسعہ قولہ تعالیٰ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال فی الکشاف لادلیل اقوی من ہذہ علی فضل اصحاب الکساء

وہم علی فاطمہ والحسنان لانہا لما نزلت دعاہم واحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمہ خلفہ وعلی خلفہا فعلم انہم المراد من الایہ وان اولاد فاطمہ وذریتہم یسمون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحہ نافعۃ فی الدنیا والاخرہ واخرج الدارقطنی ان علیا یوم الشوریٰ احتج علی اہلہا فقال انشدکم باللہ ہل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ فی الرحم منی ومن جعلہ نفسہ وابناءہ ابناءہ ونساءہ نساءہ غیری قالوا اللہم لا

کہا صاحب کشاف نے کہ اس سے بڑھکر کوئی دلیل نہیں فضیلت اصحاب کسا کیلئے کہ وہ علی فاطمہ حسن حسین ہیں کیونکہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو رسول اللہ نے لیا امام حسینؑ کو اور ہاتھ پکڑا امام حسنؑ کا اور پیچھے چلیں جناب فاطمہ انکے پیچھے جناب امیرؑ جس سے معلوم ہوا کہ یہی لوگ مراد ہیں اس آیہ سے اور یہ کہ اولاد فاطمہ کہے جاتے ہیں ابناء رسول اور منسوب ہوتے ہیں حضرت کیطرف یہ نسب صحیح جو نافع ہے دنیا و آخرت میں۔ دار قطنی نے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے بروز شوریٰ فرمایا ہم تم لوگوں کو قسم دیتے ہیں کہ بتاؤ کوئی تم میں ایسا ہے جو رسول اللہ سے قرابت میں ہمسے زیادہ قریب ہو

واخرج الطبرانی ان اللہ عز وجل
جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وان اللہ تعالیٰ
جعل ذریتی فی صلب علی بن ابیطالب۔
واخرج ابو الخیر الحاکمی وصاحب
کنوز المطالب فی بنی ابی طالب
ان علیا دخل علی النبیؐ وعندہ العباس
فسلم فرد علیہ ؐ وقام فعانقہ
وقبل ما بین عینیہ واجلسہ عن
یمینہ فقال لہ العباس تحبہ قال
یا عم واللہ للہ اشد حبا لہ منی
ان اللہ عز وجل جعل ذریۃ کل
نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب
ھذا زاد الثانی فی روایتہ انہ اذا
کان یوم القیمۃ دعی الناس
باسماء امہاتہم سترا علیہم
الا ھذا وذریتہ فانہم یدعون
باسمائہم لصحۃ ولادتہم
ابو یعلی والطبرانی انہ قال نبی ام
ینتمون الی عصبۃ الا ولد فاطمہ
فانا ولیہم وانا عصبتہم ولہ
طرق یقوی بعضہا بعضہ وقول
ابن الجوزی بعد ان اورد ذلک
فی العلل المتناہیۃ انہ لا یصح غیر صحیح

اور جیسے حضرت نے اپنا نفس بنایا ہو اور
اُسکی اولاد کو اپنی اولاد اور اُسکی عورتوں
کو اپنی عورتیں۔ غیر سے سب نے کہا ہیں
طبرانی نے روایت کی ہے کہ خدا نے ہر نبی
کی ذریۃ و اولاد کو اُسکی صلب میں قرار دیا
ہے۔ مگر خدا نے ہماری اولاد کو صلب علی بن
ابیطالب میں قرار دیا۔
ابو الخیر حاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے
روایت کی ہے کہ ایکدفعہ حضرت علی خدمت
رسول اللہ میں حاضر ہوے۔ اُس وقت
حضرت عباس بیٹھے تھے تو رسول اللہ نے
اُٹھکر جناب امیر سے معانقہ کیا اور اپنے
داہنے طرف بٹھلایا اور درمیان دونو
آنکھ کے بوسہ دیا تو حضرت عباس نے
کہا کیا آپ انکو دوست رکھتے ہیں۔ حضرت
نے فرمایا خدا انکو ہمسے زیادہ دوست
رکھتا ہے۔ خدا نے ہر نبی کی ذریت اسکے صلب
میں قرار دی ہے۔ مگر ہماری ذریۃ کو ان کے
صلب میں صاحب کنوز المطالب نے
بھی اس روایت میں بڑھایا ہے کہ بروز
قیامت ہر شخص کو خدا اُسکے ماں کے نام سے
پکاریگا تاکہ اُسکا پردہ رہے مگر ذریۃ علی کی
پکار باپ کے نام سے ہوگی کیونکہ انکی ولادت

کیف وکثرۃ طرقہ ربما توصلہ الی درجۃ الحسن صـ۹۳ صحیح ہوگی۔ ابو یعلیٰ طبرانی نے روایت کی ہی کہ ماں کی اولاد اپنے باپ دادا کیطرف منسوب ہوتی ہو۔ مگر اولاد فاطمہ کہ ہم ہی اُنکے اجداد پدری بھی ہیں۔ اس حدیث کے طرق بہت ہیں جنسے ایک دوسرے کی تائید ہوتی ہو تو ابن جوزی کا علل متناہیہ میں اسکو۔ داخل کرنا نامناسب ہی جبکہ کثرت طرق سے یہ حدیث درجہ حسن تک پہونچی ہو۔

ان روایتونکو دیکھکر کون شخص کہہ سکتا ہی کہ ابن حجر اس سے ناواقف تھے مگر خدا بُرا کرے تعصب کا جو انسان کو اندھا بہرا کر دیتا ہے۔

ابن حجر مکی ان حدیثوں کے بعد لکھتے ہیں

خاتمہ علم من الاحادیث السابقۃ انجاہ قول صاحب التلخیص من اصحابنا من خصایصہ ان اولاد بناتہ ینسبون الیہ واولاد غیرہ لا ینسبون الی جدہم من الکفاءۃ وغیرہا وانکر ذلک القفال وقال لا خصوصیۃ بل کل احد ینسب الیہ اولاد بناتہ ویردہ الخبر السابق کل بنی ام ینتمون الی عصبۃ الی اخرہ ثم فی الانتساب الیہ الذی ہو من خصوصیاتہ انہ یطلق علیہ انہ اب لہم وانہم بنوہ حتی یعتبر ذلک فی الکفاءۃ فلا یکافی شریفۃ ہاشمی غیر شریف وقولہم ان بنی ہاشم والمطلب

خاتمہ احادیث مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ قول صاحب تلخیص بہت درست ہی جو اسکے قائل ہیں کہ حضرت کے خصائص سے ہی کہ آپکی بیٹی کی اولاد حضرت کیطرف منسوب ہوتی ہیں اور حضرت کے سوا اور لوگونکی اولاد اپنے جد کی طرف منسوب ہوتی ہیں کفاءت وغیرہ میں مگر قفال اس سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہے حضرت کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ ہر شخص کی بیٹی کی اولاد منسوب ہوتی ہی۔ مگر اس قول کو رد کرتی ہی وہ حدیث کہ حضرت نے فرمایا ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ کیطرف منسوب ہوتی ہے اور معنی انتساب حضرت کیطرف یہ ہی جو آپکے خصوصیات سے ہی کہ حضرت پر اطلاق کیا جاتا ہی کہ آپ باپ ہیں اُن لوگونکے۔ اور وہ لوگ آپکے بیٹے ہیں۔ یہانتک کہ مسئلہ کفاءۃ میں اسکا اعتبار

الکفاءة محله فيما عدا هذه الصورة
كما يشعر بما فيه فإفتاء طويل
مسطر في الفتاوى وحتى يدخلون
في الوقف على اولاده والوصية لهم
واما اولاد بنات غيره فلا يجرى احكام
فيهم مع جدهم لامهم هذه الا
نعم يستوى الجد للاب والام في
الانتساب اليهما من حيث تطلق
الذرية والنسل والعقب عليهم
فاراد صاحب التلخيص بالخصوصية
ما اراد القفال بعدمها هذا
وحينئذ فلا خلاف بينهما في الحقيقة
ومن فوائد ذلك انه يجوز ان
يقال للحسنين ابناء رسول الله
وهو اب لهما اتفاقا ولا يجرى فيه
القول الصحيح لانه لا يجوز ان
يقال له صلعم ابو المومنين ولا غيره
بمن منع ذلك حتى في الحسنين
من الامويين للخبر الصحيح الاتي
في الحسن ان ابني هذا سيد
ومعوية وان نقل عنه ذلك لكن
نقل عنه ما يقتضي انه رجع عن
ذلك وغير معوية من بقية

کیا جاتا ہے کہ شریفہ ہاشمی کا کفو غیر شریف
نہیں ہو سکتا رہا یہ کہ علامہ نے جیسا کہ ہی ہم
وہی مطلب یا فہو ہا کفو ہیں تو اسکا قول
دوسری جگہ ہے جیسا کہ بڑے فتاوے میں بیان
کیا ہے تو اس رو سے یہ لوگ داخل ہونگے
مسئلہ وقف علی الاولاد میں اور مسئلہ
وصیت میں (کہ مثلاً اگر رسول اللہ ص
فرمائیں علیہ السلام کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر
یا وصیت فرمائیں کہ یہ چیزیں میری اولاد کو
ملیں تو یہی حضرات آپکے مستحق ہونگے
رہی وہ اولاد دختری جو غیر آنحضرت کی ہے
تو ان میں یہ احکام نہیں جاری ہونگے
ہاں نسبت میں مساوی ہیں جد جدی و
مادری کہ کہا جائیگا یہ فلاں کی ذریت و
نسل سے ہیں یا انکے اعقاب سے ہے
پس مقصد صاحب تلخیص خصوصیت
سے یہی ہے اور قفال کا مقصود یہ ہے
انتساب) پس دونوں میں کچھ خلاف
نہیں ہے فی الحقیقۃ۔
اور اس تخصیص کے فوائد سے یہ ہے
کہ کہا جاتا ہے حسنین کے لئے کہ وہ
فرزند رسول ہیں اور آنحضرت آپ کے
باپ ہیں اتفاقاً۔ اور یہاں جاری

الاموبين المانع لذلك لايعتدبه
وعلى الاصح فقوله تعم ما كان محمد
ابا احد من رجالكم انما سبق
لانقطاع حكم النبى لالمنع هذا
الاطلاق المراد به انه ابو المومنين
فى الاحترام والاكرام صـ ۹۵

یہ قول ضعیف کہ حضرت کو باپ انکا نہیں
کہہ سکتے کیونکہ نہیں جائز ہی کہ کہا جاے آپ
ابو المومنین ہیں۔ اور اُن لوگونکا بھی کچھ
اعتبار نہیں جو بنی امیہ سے اسکے قایل ہیں
کیونکہ حدیث صحیح میں ہی کہ حضرت نے فرمایا
امام حسن ع کو ان ابنی ھذا سید

معٰویہ بھی اگرچہ اسکا قائل تھا۔ مگر آخر میں اُسنے اِس قول سے رجوع کیا۔ مگر باقی بنی امیہ اس اطلاق سے مانع رہے تو انکا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس قول خدا ما کان محمد ابا احد من رجالکم مخصوص ہی دربارہ انقطاع حکم نبی۔ اور اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ حضرت کو ابو المومنین نہ کہیں ازراہ احترام و اکرام تمام ہوا ترجمہ ابن حجر کی تو اب معلوم ہوا کہ ابن حجر عسقلانی نے جو یہ سب توجیہ کی ہی محض خاطرداری بنی امیہ میں جو اس سے مانع تھے کہ حضرت کو آنحضرت کا باپ کہہ سکیں یا انحضرات کو فرزند رسول کہہ سکیں۔ لہذا بجز افسوس کیا کہا جا سکتا ہی کہ ابن حجر عسقلانی سا محقق شارح بخاری جو نہ معلوم کتنی حدیثونکو گھونٹے ہوئے بیٹھا ہی وہ بنی امیہ کی اسطرح اندھی تقلید کر رہا ہی کہ نہ آیات قرآنی کا خیال ہی نہ احادیث صحیحہ رسول ع کا بلکہ ایسی تاویلیں کر رہا ہے جس سے خواہی نخواہی نفرت ہو۔

اس تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی امیہ نے صرف یہی ظلم نہیں کیا کہ انحضرات سے ہمیشہ لڑتے رہے۔ یہانتک کہ قتل کیا قید کیا دربدر تشہیر کیا۔ بلکہ اُن حقوق و فضائل کے مٹانے میں بھی ساعی رہے جو منجانب خدا و رسول انکو حاصل تھا کہ یہ فرزند رسول تھے کیونکہ آپنے ملاحظہ کیا بانی اوّل اس انکار کا معٰویہ ہی جسکے نسبت ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ مگر اُسنے اس قول سے رجوع کیا۔

یہ لفظ رجوع و عدول اُن مجتہدین کے نسبت کہا جاتا ہی جو ایک مسئلہ سے یا ایک حکم سے عدول کر کے دوسرا حکم دیں۔ بھلا اس جملہ کو اس جگہ کیا مناسبت کیونکہ تمام

عالم کو معلوم ہو بنی امیہ جاہل تھے اور دشمن خاندان رسالت مگر ان علمائے اہل سنت
نے اُن سب اقوال کو بھی جو از راہ عداوت و بغض و عناد کیا تھا داخل حدیث کر دیا اس
سے بڑھکر کیا عزت افزائی ہو سکتی ہے

یہاں آپکو وہ حدیثیں اور روایتیں از خود یاد پڑتی ہونگی کہ سنی شیعہ بھی جسمیں ابوحنیفہ
و سفیان ثوری و شعبہ و دیگر ائمہ اعظام اہل سنت داخل ہیں جب خدمت ائمہ اطہار
میں حاضر ہوتے تو یا ابن رسول اللہ کہتے اور جعلت فداک یا ابن رسول کہتے مگر کتابوں
میں اُن کی یہ تحقیقات ہے۔

یہ قصہ تو آپکو یاد ہوگا کہ جب ہارون رشید زیارت رسول اللہ کو حاضر ہوا تو اُسنے
از راہ فخر کہا السلام علیک یا ابن العم جسکے بعد جناب امام موسے کاظم علیہ السلام
تشریف لائے تو فرمایا السلام علیک یا ابۃ [illegible] جسپر بے اختیار ہارون
رشید کہہ پڑا واللہ ھذا الفخر۔ مگر ابن حجر ایسا سنگدل شخص ہے کہ اُن واقعات
و حالات نے اسکے دل پر کوئی اثر نہ کیا اور حضرت کے ان ابنی ھذا سید کے فرمانے
کو عام طور پر ابن کہنا قرار دیا اگر نانا اپنے نواسہ کو یہ کہہ سکتا ہے کیونکہ اجماع ہو چکا ہے اسکی
زوجہ اسپر اُسکی زوجہ اسپر حرام ہے۔

(بقیہ ترجمہ) اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے اسپر کہ جن لوگوں نے جنگ
جناب امیر و معویہ میں قعود کیا یعنی ترک جہاد انکی رائے صائب تھی اگرچہ تھے حضرت علی
مستحق بہ خلافت اور اقرب بحق۔ یہ قول (یعنی ترک قیام) ہے سعد بن ابی وقاص۔
ابن عمر۔ محمد بن مسلمہ کا اور کل اُن لوگوں کا جو کنارہ کش رہے ان دونوں سے
مگر مذہب جمہور اہل سنت یہ ہے جن لوگوں نے حضرت کی نصرت میں جلد کیا وہ سب
برصواب تھے کیونکہ اس میں تعمیل تھا حکم خدا وان طائفتان من المومنین اقتتلوا
کیونکہ اس میں حکم ہے قتال کا ساتھ فئتہ باغیہ کے۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ جو لڑے
حضرت علی سے وہ سب باغی تھے۔ یہ لوگ اہل سنت سے اگرچہ ہیں حضرت علی
کے قائل ہیں مگر انکی اسطرح مذمت نہیں کرتے جنھوں نے ان سے قتال کیا بلکہ

کہتے ہیں اُنھوں نے اجتہاد کیا لیکن خطا کیا اجتہاد میں۔ دوسرا گروہ قلیل اہل سنت سے قائل ہی کہ دونوں گروہ حق پر تھے یہی قول ہی اکثر معتزلہ کا۔ اور ایک گروہ اسکا قائل ہی کہ دونو طائفہ سے ایک حق پر تھا مگر معلوم نہیں وہ کون طائفہ ہی، تمام ہوا ترجمہ یہ ہیں تحقیقات ابن حجر جسپر کسقدر اہل سنت کو ناز ہی کہ اس حدیث سے اُن لوگونکی رائے کی اصابت معلوم ہوئی جنھوں نے جناب امیر کا ساتھ اس جہاد میں چھوڑ دیا تھا اور خانہ نشیں ہو گئے تھے۔ تو اب تو بالیقین معلوم ہوا کہ بخاری کی غرض اس حدیث سے یہی تھی کہ کسیطرح جناب امیر پر اعتراض کریں۔ کیونکہ جناب امام حسنؑ نے صلح کر کے خلافت کو معویہ کے حوالہ کیا لہذا بخاری حضرت سے راضی ہیں۔ اور جناب امیر نے چونکہ صلح نہیں کیا لڑتے رہے لہذا قابل عتاب ہوئے:

مگر افسوس یہ عتاب نہ ابوبکر پر وارد کیا جو اُن قبائل عرب سے لڑتے رہے جنھوں نے انکی خلافت سے انکار کیا تھا۔ اور اجماع صحابہ ہو چکا تھا کہ یہ اہل قبلہ ہیں انسے نہ لڑنا چاہیے اور سب صحابہ تھے نہ عثمان پر انکا عتاب ہے جنسے صحابہ خلع خلافت کی خواہاں تھے مگر اُنھوں نے عمداً خود کشی کرائی اور ہمیشہ کیلئے آتش فساد مشتعل کر گئے۔ طرہ یہ ہی کہ ابن حجر کو معلوم ہی جناب امیر نے بعہد رسالت مآب سعد بن ابی وقاص کے ماموں کو قتل کیا تھا جسسے اوسکو حضرت سے عداوت ہو گئی۔ اسیطرح محمد بن مسلمہ کے بھائی چچازاد مرحب کو حضرت نے قتل کیا تھا جس سے محمد بن مسلمہ کو حضرت سے عداوت ہوئی اور ابن عمر کی عداوت کیوجہ تو ظاہر ہی کہ وہ خلیفۂ دوم کے فرزند تھے۔ ان سب حالات کو ابن حجر جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو معیت جہاد جناب امیر سے علحدہ ہوئے تو اُسکے یہ وجوہ تھے کہ ہر شخص کے دل میں ایسی خاص وجہیں سے کینہ تھا۔ مگر ان سب کے ساتھ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ازراہ احتیاط ایسا کیا تھا حالانکہ انھیں لوگوں میں ابن عمر ہیں جنکے بارے میں خود اسی صحیح بخاری میں اسی حدیث کے ایک بعد یہ حدیث ہی لما خلع اهل المدینہ یزید بن معویہ جمع ابن عمر حشمہ و ولدہ فقال انی سمعت النبی صم یقول ینصب لکل

غادر لواء یوم القیمہ وانا قد بایعنا ھذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم عذرا اعظم من یبایع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ھذا لامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ ص۵۲۶ جلد ۶ فتح الباری۔

یعنی جب اہل مدینہ نے یزید کو خلع کیا خلافت سے تو ابن عمرؓ نے اپنے حشم خدم اولاد کو جمع کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہؐ سے کہ فرماتے تھے ہر غدر کرنے والے کے لئے بروز قیامت ایک علم قائم کیا جائیگا۔ اور ہمنے اس شخص یزید کی بیعت کی ہے اوپر بیعت خدا و رسول کے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی غدر ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کی بیعت کریں بیعت خدا و رسول پر پھر اس سے قتال کریں۔ ہم نہیں جانتے کہ تمسے کوئی بھی خلع کرے خلافت یزید سے یا اس امر میں متابعت کرے مگر یہ کہ نہیں اُس سے جدائی ہوجائیگی۔

پس جب ابن عمر کی یہ رائے ہو کہ وہ یزید کو تو خلیفہ برحق جانتا ہو اور اُسکے مخالفونکو غادر۔ اُس سے کب ممکن تھا کہ خلافت جناب امیر پر راضی ہو۔ پس ایسے دشمنان دین کے اقوال و افعال سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُنکا یہ کام از راہ احتیاط تھا خود دلیل جہالت ہے

اسپر طرہ یہ ہے کہ خود ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں وفی ھذا الحدیث وجوب طاعۃ الامام الذی انعقدت لہ البیعۃ والمنع من الخروج علیہ ولو جار فی حکمہ وانہ لا ینخلع بالفسق وقد وقع فی نسخۃ حبیب بن ابی حمزۃ عن الزھری عن حمزۃ بن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ فی قصۃ الرجل الذی سالہ عن قول اللہ تعالیٰ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیہ ان ابن عمر قال ما وجدت فی نفسی فی شیٔ من امر ھذہ الامۃ ما وجدت فی نفسی انی لم اقاتل ھذہ الفئۃ الباغیۃ کما امر اللہ تعالیٰ زاد یعقوب بن سفیان فی تاریخہ من وجہ اخر عن الزھری قال حمزۃ فقلنا لہ ومن تری الفئۃ الباغیۃ قال ابن الزبیر بغی علی ھولاء القوم یعنی بنی امیہ

خلیفہ ہوتے ہیں یعنی جناب امیر المومنین ع

چھٹی تحقیق شاہ عبد العزیز صاحب یہ لکھتے ہیں کہ حدیث کے متعلق۔ مراد ازاں خلفاء اثنا عشر مقسطین کہ مروج و مقیم دین مبین و منفذ احکام شریعت غرآ و صاحب بسط تام در اطراف غبرا و والی خلافت نبوت باستحقاق والاتفاق لا علیٰ سبیل التغلب و الشقاق ہستند و بروے کار آمدن ایں خلفاء بر سبیل اتصال بیکدیگر لازم نیست بلکہ از وقت ظہور خلافت راشدہ تا قریب قیام ساعت ایں عدد تمام خواہد شد۔ پس از جملہ ایں خلفا بعضے مثل خلفاء اربعہ و حضرت امام حسن ع و عمر بن عبد العزیز بروے کار آمدہ اند و اتمام ایں عدد تا قریب قیامت صورت خواہد بست صفحہ ۱۳۸ تحفہ ہی دیکھئے یہ تحقیق روایت ابن عمر ہی کی مخالف نہیں ہے بلکہ قاضی عیاض و ابن حجر و سیوطی کی رائے کے بھی مخالف ہے بلکہ خود شاہ ولی اللہ صاحب کی تحقیق کے بھی خلاف ہے اور ایسا خلاف کہ بارہ کو چند کر دیا۔ اور جسکا خاتمہ دوسو برس کے اندر تھا اُسکو قیامت تک پہونچا دیا کیونکہ شاہ صاحب فرماتے ہیں ان بارہ خلفاء کو باستحقاق خلیفہ ہونا چاہیے نہ بروے تغلب اور ان میں اتصال نہ مانی بھی درکار نہیں۔ اور ابھی تک ان بارہ خلیفہ میں چند ہوئے۔ خلفائے اربعہ امام حسن ع عمر بن عبد العزیز جو صریح خلاف عقیدہ شاہ ولی اللہ صاحب ہے کہ اس حدیث کو احادیث فتن سے قرار دیکر مہمل ٹھہرا دیا جسکے کوئی مطلب نہیں۔

مسلمانو! غور کرو ان علماء کی تحقیقات سے تمکو کیا نتیجہ ملا کس عالم کو انہیں سچا جانتے ہو کسکو جھوٹا تم اپنے لئے کس بارہ خلیفہ کو منتخب کرتے ہو اور کس فرقہ سے۔ کیونکہ قاضی عیاض ابن حجر عسقلانی اور ملا علی قاری تو صاف صاف بلا عذر یزید کی خلافت کو برحق مانتے ہیں اور اسیطرح ابن عمر صاحب نے حدیث ہی بیان کر دی اور بخوشی بیعت بھی جا کر کر لی بلکہ جب مدینہ والوں نے یزید سے مخالفت کرنی چاہی تو ابن عمر نے یہ حدیث بیان کر کے کہ عذر کرنے والے کے لئے قیامت کے روز ایک علم کھڑا کیا جائیگا فرمایا اور اس سے بڑھکر کیا عذر ہوگا کہ ہم لوگ اسکی (یزید) بیعت کریں اور پھر اُسکی خلافت سے علٰحدہ کریں۔ اسکے بعد کہا اب

فاخرجهم من ديارهم ونكث عهدهم ص٥٥٦ جلد ٦ فتح الباري
یعنی اس حدیث ابن عمر سے معلوم ہوا کہ طاعت ہر اُس امام کی جسکی بیعت ہو چکی واجب ہے
اور خروج اُسپر ناجائز ہے اگرچہ وہ ظلم وجور کرتے اپنے حکم میں۔ کیونکہ امام کا خلع نہیں
ہو سکتا فسق سے نسو شیب میں ابن عمر سے وارد ہے کہ کسی نے اُنسے آیہ وان طائفتان
من المومنین اقتتلوا کی تفسیر پوچھی تو کہا ہمکو اس آیۃ کہ کسی امر میں یہ رنج نہیں ہوا
جو ہمارے نفس کو اس بارے میں رنج ہوا کہ ہمنے فئہ باغیہ سے قتال نہیں کیا حمزہ سے روایت ہے
کہ پوچھا فئہ باغیہ آپ کسکو سمجھتے ہیں تو فرمایا ابن الزبیر کو جسنے بغاوت کی اس قوم
بنی امیہ سے اور نکال دیا اُنکو دیار سے اور نکث عہد کیا اُنسے۔

مگر تعجب ہے حضرات اہل سنت سے جو اس راے اور اس عقیدہ میں ابن عمر کی تقلید نہیں کرتے
کہ ابن الزبیر کو فئہ باغیہ سے سمجھتے بلکہ برعکس اسکے اُسکو خلیفہ بحق سمجھتے ہیں اور یزید و عبد
الملک وغیرہ کو باغی قرار دیتے ہیں۔ اور فئہ باغیہ سے معٰویہ وغیرہ کو مراد لیتے ہیں جیسا
کہ خود ابن حجر نے بھی اقرار کیا۔ تو ایسے باغی دشمن خدا و رسول کے تخلف عن الجہاد
پر مدح و ثنا کرنا یا اُسکی راے کی تصویب بجز جہالت یا معاندت خدا و رسول کیا
ہو سکتا ہے۔

زیادہ تر تعجب تو یہ ہے کہ مذہب جمہور اہل سنت بھی لکھتے ہیں کہ یہی ہے کہ ان لڑائیوں میں
جناب امیر حق پر تھے اور آپکا مخالف بر سر باطل مگر پھر بھی اُس تقریر باطل کو لکھدیتے
ہیں جس سے تصویب ابن عمر وغیرہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ بلکہ اُن اختلافات کو بھی لکھ
دیا جو اس بارے میں اہل سنت میں پیدا ہے حالانکہ یہ اختلافات بجاے خود اُنکے شرم کو کافی ہے
کہ آیہ صریح قرآن کو بھی لکھتے ہیں وان طائفتان من المومنین اقتتلوا اور
اسکے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے حکم وجوب قتال ظاہر ہے مگر پھر اُنکو شرم نہیں آتی جو ان اختلافات
کو اہل سنت کے لکھ رہے ہیں۔

مگر وہ کیا کریں محبت معٰویہ و دیگر بنی امیہ سے ایسا مخمور ہو رہے ہیں کہ کسیطرح
نہیں چاہتے اُسکی طرفداری و حمایت سے دست بردار ہوں لہذا وہ اس پیرایہ سے

لکھتے ہیں کہ جسطرح ہو سکے جناب امیرؑ پر الزام آئے حالانکہ محض خیال خام ہے کیونکہ
جب خود اسکے قائل ہیں کہ جب امام کی بیعت منعقد ہو جاوے تو اُسکی اطاعت واجب ہے
اور اُس پر خروج حرام ہے تو پھر کیونکر جناب امیرؑ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے کیونکہ حضرتؑ
کی بیعت بھی اُنھیں صحابہ و مہاجرین و انصار نے کی جنکی بیعت سے خلافت ثابت ہوتی
ہے۔ تو اب سعد بن ابی وقاص و محمد بن مسلمہ و ابن عمر کی مخالفت اطاعت امام سے
خود حرام ہوئی۔ پھر اُنکے عمل کی تصویب کیسی۔ اور معویہ کا خروج خود ناجائز و حرام
ہوا تو اُس سے جہاد کا ترک کرنا باوصف تمرد و سرکشی اُسکے کیونکر جائز ہوا جو آپ کو
تصویب ابن عمر وغیرہ کی ضرورت پڑی یا ان اختلافات کے لکھنے کی ضرورت داعی ہوئی
اِس بحث کو چونکہ خود علماء اہل سنت نے طے کر دیا ہے لہذا ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں

علامہ محمد بن اسمعیل امیر روضہ ندیہ فی شرح التحفۃ العلویہ میں تنبیہ قلت

واشتملت هذه القصص
على معجزات نبوية وكرامات علوية
واخلاق عند الله مرضية فنذكر
شيئا من ذلك اما المعجزات فمنها
اخباره صلعم بان وصيه عليه السلام
يقاتل الثلاث الطوائف وامره له
بذلك فانه اخبار بالغيب الذي
هو احد المعجزات ووصف كل
طائفة بصفتها التي قوتلت عليه
من النكث والقسط والمروق وقد
مضى في قتال الناكثين من معجزات
وكرامات ومن المعجزات في قتال
القاسطين ما تواتر عند ائمة

اور یہ قصہ بہت سے معجزات نبیؐ پر مشتمل ہیں
اور کرامات جناب امیرؑ ظاہر ہیں اور حضرتؑ
کے اخلاق مرضیہ واضح ہیں۔ معجزات رسولؐ
تو یہ کہ حضرت نے خبر دی میرا وصی جہاد کریگا
تینوں فرقے قاسطین۔ مارقین۔
ناکثین اور حکم دیا اسکا۔ پس یہ خبر
غیب ہے جو حضرت کے معجزات سے ہے اور
صفت کی ہر فرقہ کی ساتھ صفات مخصوصہ
کے جنپر وہ قتل کیے گئے ایک صفت
نکث ہے دوسری صفت قسط۔ تیسری مروق
قتال ناکثین کے بارے میں جو معجزات ظاہر
ہوئے اُسکو تو ہم بیان کر چکے۔ رہے وہ
معجزات جو قتال ناکثین (اصحاب معویہ

النقل من ان عمارا يقتله الفئة الباغية
وانه يدعوهم الى الجنة ويدعونه
الى النار وهذا الحديث متواتر
متفق عليه بين الطوائف حتى ان
راس الفئة الباغية ورئيسها معاوية بن
ابي سفيان مقر به فانه تاوله با
التاويل الباطل ولم ينكره بل
قال قتله من جاء به فالزم ان
رسول الله صلعم هو القاتل لحمزة
وهذا الحديث من اعلام النبوة
فانه قاله صلعم اول قدومه المدينة
عند بنائه مسجده صلعم كما هو
معروف في كتب السير والحديث
ولم يحضرنا منه شي فنقل لفظه
ومعناه انه قال عمار رضي الله عنه
وقد حملوه احجارا عند بنائه صلعم
المسجد قتلوني يا رسول الله يحملون
فوق ما اطيق او قال كما يحمل
رجلان فنفض صلعم الغبار عنه
وقال ليسوا بقاتليك انما يقتلك
الفئة الباغية تكلم صلعم بهذا
قبل وقعة بدر وقبل فتح مكة و
قبل اسلام راس الفئة الباغية

میں ظاہر ہو وے۔ وہ یہ ہے کہ ائمہ نقل کے نزدیک
متواتر طور پر ثابت ہے کہ عمار کو فئہ
باغیہ قتل کریگا اور عمار انکو بلائیں گے
طرف جنت کے اور وہ لوگ انھیں بلائینگے
طرف جہنم کے۔ یہ حدیث متواتر متفق
علیہ ہے سب کے نزدیک یہانتک کہ خود
رئیس فئہ باغیہ معویہ بن ابو سفیان نے
بھی اسکا اقرار کیا۔ کیونکہ اسنے اس کی
تاویل کی بتاویل باطل (جس سے تسلیم
صحت روایت ظاہر ہے) اور نہ انکار
کیا بلکہ یہ کہا کہ قتل کیا انکو اس شخص نے
جو لایا انکو جس سے اسنے رسول اللہ کے
یہ الزام دیا کہ حضرت ہی نے حضرت حمزہ کو
قتل کیا۔ یہ حدیث اعلام نبوت سے ہے کیونکہ
جب حضرت پہلے پہل مدینہ منورہ میں
تشریف لائے ہیں اور مسجد کی بنا ڈالی
تھی اسیوقت حضرت نے یہ حدیث فرمایا
جیسا کہ کتب سیر و احادیث میں مشہور ہے
جسکا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ نے حضرت عمار
پر بہت سی اینٹیں بوجھ دی تھیں جس پر
عمار نے کہا یا رسول اللہ یہ لوگ ہمکو قتل
کیا چاہتے ہیں کہ ہماری طاقت سے زیادہ
بوجھ ڈالتے ہیں حضرت نے انکا غبار پاک

وقبل ان يفتح من البلاد شبر
واحد وتكرر منه صلعم ذكر ان
عمار رضي الله عنه يقتله الفئة الباغية
في عدة مواقف وقد كان عمار رض
من اعيان اصحاب رسول الله صلعم
قال العامري كان مخصوصاً من
الرسول ع بالبشارة والترحيب
والبشاشة والتطييب واخبر
الرسول صلعم انه احد الاربعة الذين
تشتاق اليهم الجنة. وقال له
مرحبا بالطيب المطيب وقال ع عمار جلدة
ما بين عيني وانفي وقال اهتدوا
بهدي عمار وقال من عادى
عمارا عاداه الله ومن ابغض عمارا
ابغضه الله ذكر هذه الاحاديث
في فضائله الفقيه العلامة الشافعي
المحدث يحيى بن ابي بكر العامري
في كتاب الرياض المستطابة في
ترجمة عمار رض قال العامري كان من
اصحاب علي عليه السلام وقتله
اصحاب معوية وبقتله استدل اهل
السنة على تصحيح امامة علي عليه السلام
وان النبي قد كان قال ويح ابن سمية

کیا اور فرمایا ہمارے اصحاب تمکو نہیں قتل کرینگے
بلکہ فئہ باغیہ تمکو قتل کریگا۔ حضرت کا یہ کلام
واقعہ بدر کے قبل کا ہے اور قبل فتح مکہ اور قبل
اسکے کہ سردار فئہ باغیہ (معویہ) اسلام
لائے اور قبل اسکے کہ روے زمین سے
ایک بالشت بھی حضرت کے لیے فتح ہو
حضرت نے اس مضمون کو چند مرتبہ بیان
کیا اور چند موقع پر کہ عمار کو فئہ باغیہ
قتل کریگا (اس سے بڑھ کر کیا معجزہ
ہو سکتا ہے)
عمار حضرت کے اعیان صحابہ سے تھے کہا
عامری نے کہ حضرت نے خاص طور پر
انکو بشارت دی تھی جنت کی اور مرحبا
فرمایا تھا اور انکو دیکھکر اظہار بشاشت و
تطییب فرماتے۔ اور خبر دی تھی رسول اللہ
نے کہ ان چار آدمیوں میں ہیں جنکی طرف جنت
مشتاق ہے اور فرمایا مرحبا ہو طیب مطیب
کو۔ اور کہا کہ عمار ہماری آنکھ اور ناک کے درمیان
کے پوست ہیں۔ اور فرمایا ہدایت لو ساتھ
ہدایت عمار کے اور فرمایا کہ جو شخص دشمنی رکھے
عمار سے خدا اسکو دشمن رکھے اور جو بغض
رکھے عمار سے خدا اس سے بغض رکھے ہیں یہ احادیث
کو فضائل عمار میں علامہ فقیہ محدث

يقتله الفئة الباغية وقال ويح عمار
يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار
انتهى كلامه قلت واخرج ابن عساكر
وابن سعيد ان عليا عليه السلام
قال حين قتل عمار ان امرء من المسلمين
لم يعظم عليه قتل عمار بن ياسر و
تدخل عليه المصيبة الموجعة لغير
رشيد رحم الله عمارا يوم اسلم
ورحم الله عمارا يوم قتل ورحم الله
عمارا يوم يبعث حيا لقد رايت
عمارا وما يذكر من اصحاب رسول
الله صلى الله عليه واله وسلم
اربعة الا كان رابعا ولا خمسة الا
كان خامسا ولا كان احد من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه واله وسلم
يشك ان عمارا قد وجبت له الجنة
في غير موطن ولا اثنين فهنيئا لعمار
بالجنة ولقد قيل ان عمار مع الحق
والحق معه يدور عمار مع الحق حيث
دار وقاتل عمار في النار انتهى
قلت وبقتله استدل ان معوية
في حربه وقتاله باغ ظالم غير مجتهد
كما يقوله بعض السنية انه

شافعی یحیی ابن ابوبکر عامری نے کتاب ریاض مستطابہ
میں لکھا ہے کہا عامری نے کہ حضرت عمار اصحاب
جناب امیر سے تھے جنکو قتل کیا اصحاب معویہ
نے۔ اور انکے قتل سے استدلال کیا
ہے اہل سنت نے صحت امامت جناب امیر پر
اور فرماتے تھے رسول اللہ کہ ہاے ابن
سمیہ تجھے فئہ باغیہ قتل کریگا ہاے عمار
تو انکو جنت کیطرف بلائیگا اور وہ لوگ
طرف جہنم کے مصنف کتاب کہتا ہے کہ
ابن عساکر و ابن سعید نے روایت کی ہے
کہ جب حضرت عمار شہید ہوے تو حضرت علی نے
فرمایا جس مسلمان کو قتل عمار عظیم نہ معلوم ہو
اور مصیبت موجعہ اس پر داخل ہو تو وہ غیر
رشید ہے خدا رحم کرے عمار پر جس روز اسلام
لائے۔ اور جس روز وہ شہید ہوے اور جس روز
وہ زندہ کئے جائینگے ہم دیکھتے تھے کہ عمار
ان صحابہ رسول سے تھے کہ اگر صحابہ سے چار
آدمیوں کا کبھی ذکر ہوتا تو انمیں چوتھے یہی
ہوتے اگر پانچ کا ذکر ہوتا تو پانچویں یہی ہوتے
گوارا ہے عمار کو جنت۔ قتل کئے گئے عمار
حالانکہ عمار حق کے ساتھ تھے اور حق
انکے ساتھ تھا جہاں وہ گھومتے تھے حق
انکے ساتھ گھومتا تھا قاتل انکا جہنم

مجتهد مخط وانه غير آثم كما قال لعا
ايضاً واما المخالفون له فكانوا متاولين
وكان لهم شبهة ادّاهم اجتهادهم
اليها انتهى ذكره في ترجمة الزبير
فنقول انه لا يشك من تعرف
حال معوية انه ليس من الاجتهاد
في ورد ولا صدر وانما الرجل
متحيل على الملك فنفق شبهة
الطلب بدم عثمان ليضل اهل
الشام بها واي اجتهاد مع النص
انه باغ واي اجتهاد مع اخبار رسول
الله صلعم لعلي عليه السلام بانه
يقاتل القاسطين وسمعت صحة
الحديث عند امام المتاخرين من
اهل السنة الحافظ بن حجر فانه قال
وثبت عند النسائي ونقله وفسره
ولم يقدح فيه وقد ثبت من طرق
عدة واي اجتهاد مع نص عمار و
نص القرآن ان الفئة الباغية تقاتل
حتى تفئ الى امر الله وحديث عمار
نص ان معوية الفئة الباغية واحسن
من قال مشيرا الى الرد على من زعم
اجتهاد معوية سه قال النواصب

میں ہے۔
مصنف کہتا ہے کہ انھیں کی شہادت سے
استدلال کیا گیا ہے اسپر کہ معویہ ان لڑائیوں
میں باغی. ظالم تھا۔ نہ مجتہد جیسا کہ بعض
سنی سمجھتے ہیں کہ وہ مجتہد خاطی تھا نہ گنہگار
چنانچہ عامر نے بھی یہی کہا ہے۔ اور کہا کہ مخالفین بھی
بھی مجتہد تھے جنکو شبہہ تھا اور انکا اجتہاد
ادھر ہادی ہوا جیسا کہ تذکرہ زبیر میں کہا۔ ہم
کہتے ہیں مصنف نہیں شک ہے اسمیں کہ جسنے حال
معویہ کی معرفت حاصل کی ہے اسکو بخوبی معلوم
ہے کہ معویہ صاحبان اجتہاد سے نہ تھا کسی حالت
میں کسی زمانہ میں بلکہ وہ ایک مرد حیلہ ور تھا
طالب ملک ومال کا از راہ حیلہ اسنے انتقام
خون عثمان کا شبہہ پھیلایا جس سے گمراہ
کیا اہل شام کو۔ اور اجتہاد کب ہو سکتا ہے ساتھ
نص اس امر کے کہ وہ باغی ہے اور اجتہاد کب
ہو سکتا ہے۔ ایکے ساتھ کہ رسول اللہ نے خبر
دی حضرت علی کو کہ وہ قتال کرینگے قاسطین
سے۔ ہمنے اس حدیث کی صحت سنی ہے امام
المتاخرین اہل سنت حافظ ابن حجر کے پاس
کہ وہ کہتے تھے یہ حدیث ثابت ہے نزدیک امام
نسائی کے کہ مصنف نے اسکو نقل بھی کیا اور
شرح بھی کی اور کسیطرح جرح نہیں کی اور

فقد اخطا معاویة فی الاجتهاد
واخطی فیه صاحبه۔ والعفو فی ذا
مرجو لفاعله وفی اعالی جنان الخلد
راکبه۔ قلنا کذبتم فلم قال النبی
لنا فی النار قاتل عمار وسالبه۔
وما دعوی الاجتهاد لمعاویة فی قتاله
الا کدعوی بن حزم ان ابن ملجم
اشقی الآخرین مجتهد فی قتله لعلی علیه
السلام کما حکاه عنه الحافظ بن
حجر فی تلخیصه واذا کان من ارتکب
هواه ولفق باطلا یروج به ما یراه
اجتهاد الیرتی فی الدنیا مبطل اذ
لا یاتی احد منکرا الا وقد اهب
له عذرا وهو لاء عبدة الاوثان
قالوا ما نعبدهم الا لیقربونا
الی الله زلفی وکم من محتج حجته
داحضة عند ربه وعلیه غضب ص ۲۴۲

ثابت ہے یہ حدیث بہت سے طرق سے۔
کہاں ہو سکتا ہے اجتہاد اسکے ساتھ کہ نص کیا
رسول نے عمار کو فیہ باغیہ قتل کریگا۔ اور کہاں
اجتہاد ہو سکتا ہے نص قرآن کے ساتھ کہ فیۂ
باغیہ سے قتال کرنا چاہیے یہاں تک کہ رجوع
کرے طرف امر خدا کے اور حدیث عمار نص ہے
اسپر کہ معٰویہ فیہ باغیہ سے ہے۔ کیا خوب کہا ہے
اس شاعر نے جو رد کرتا ہے اجتہاد معٰویہ کا ترجمہ
تو کہا ناصبیوں نے کہ معٰویہ نے خطا کیا اجتہاد
میں۔ اور خطا کیا انکے ساتھی نے یا ورہ کار
خطا کے لیے عفو کی امید ہے۔ اور یہ کہ وہ عالی
خلد جناں میں داخل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تم جھوٹے
ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ یہ کیوں کہتے
کہ قاتل عمار اور سالب انکا جہنمی ہے۔
دعوے اجتہاد معٰویہ ایسا ہے کہ ابن حزم نے
اسکا دعوے کیا کہ ابن ملجم اشقی الآخرین مجتہد
تھا قتل جناب امیر میں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے
اپنی تلخیص میں روایت کیا۔ اگر ہر شخص جو اپنی خواہش پر عمل کرے اور حیلہ بہانے باطل
نکالے جس سے ان باتوں کو رواج دے جسے وہ اپنا اجتہاد سمجھتا ہو تو پھر دنیا میں کوئی شخص
صاحب باطل نہیں ہے کیونکہ کوئی نہ کوئی عذر نکال ہی لیتا ہے یہاں تک کہ یہ لوگ جو بت پرست
ہیں وہ بھی تو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ہم اس وجہ سے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں
کہ یہ خدا سے ہمکو قریب کرتے ہیں اور کسقدر لوگ ہیں جو حجت کرتے ہیں حالانکہ حجتیں انکی
خدا کے نزدیک باطل ہیں صفحہ ۲۴۲

بہرحال جس نیت سے بخاری نے اس حدیث کو ایسے عنوان سے لکھا ہو اسکا حال تو آپ کے
بخوبی معلوم ہوا کہ اصلی مقصود یہی ہے معویہ کی طرفداری کی جاے چنانچہ روایت اولے کی
شرح میں پھر ابن حجر یہاں لکھتے ہیں فقال معویہ اذهبا الی هذا الرجل فاعرضا
علیہ ای ما شاء من المال وقولا له ای فی حقن دماء المسلمین بالصلح
واطلبا الیه ای اطلبا منه خلع نفسه من الخلافة وتسلیم الامر لمعاویه وابذلا
فی مقابلة ذلك ما شاء قال فقال لهما الحسن بن علی انا بنو عبد المطلب قد اصبنا
من هذا المال وان هذه الامة قد عاثت فی دمائها قالا فانه یعرض علیك
كذا وكذا ویطلب الیك ویسالك قال فمن لی بهذا قالا نحن لك به فما سالهما
شیئا الا قالا نحن لك به فصالحه قال ابن بطال هذا یدل علی ان معویه
كان هو الراغب فی الصلح وانه عرض علی الحسن المال فرغبه وحثه علی رفع
السیف وذكره ما وعده به جده من سیادته فی الاصلاح به فقال له الحسن
انا بنو عبد المطلب اصبنا من هذا المال ای انا جبلنا علی الكرم والتوسعة علی
اتباعنا من الاهل والموالی وكنا نتمكن من ذلك بالخلافة حتی صار ذلك لنا
عادة وقوله ان هذه الامة ای العسكرین الشامی والعراقی قد عاثت بالقتل
ای قتل بعضها بعضا فلا یكفون عن ذلك الا بالصفح عما مضی منهم والتالف
بالمال فاراد الحسن بذلك كله تسكین الفتنة وتفرقة المال علی من لا یرضیه
الا المال فوافقاه علی ما شرط من جمیع ذلك والتزما له من المال فی كل عام و
الثیاب والاقوات ما یحتاج الیه لكل من ذكر۔ یعنی بخاری میں جو یہ ہے کہ تم
دونوں جا کر امام حسن سے عرض کرو تو مراد اس سے یہ ہے کہ جو چاہیں مال حضور سے جو کہو
اون سے تو مراد اس سے یہ ہے کہ خونریزی کے موقوف کرنے کے بارے میں اور صلح کے بارے
میں اور یہ جو عبارت ہے کہ انسے طلب کرو تو مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت اپنے نفس کو خلافت سے
خلع کریں اور خلافت کو معویہ کے حوالہ کریں اور اسکے مقابلہ میں جو کچھ چاہیں مال دو۔
بخاری کی غرض اس روایت سے یہ ہے کہ جناب امام حسن کا صلح کرنا بغرض غیرہ اہانت نہیں تھا

بلکہ بطمع مالی تھا کہ حضرت کو لالچ دیکر صلح کی اسی تمہید سے اس روایت کو لکھنا شروع کیا جسکا آخر جملہ کھول بھی دیا مگر چونکہ عام قاعدہ ہے کہ ہر وضعی حدیث میں کچھ نہ کچھ علامت وضع ضرور ظاہر ہو جاتی ہے۔ اُسیطرح اس حدیث کا ابتدائی فقرہ اسکی وضعیت کو کافی ہے کیونکہ اس حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن کا لشکر مثل پہاڑ کے تھا جسکا ابتدا انتہا نہ معلوم ہوتا تھا جس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت کا لشکر معویہ کے لشکر سے زیادہ تھا۔ پھر ایسی حالت میں صلح کا پیغام دینا اور حضرت کا بطمع مال خلع خلافت قبول کرنا کون سا عاقل قبول کرسکتا ہے کیونکہ عادۃً قاعدہ ہے طالب صلح مغلوب ہوتا ہے نہ غالب یہاں امام حسنؑ کو ہر طرحکا غلبہ ہے ایک حقیقت کا جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دوسری فوجی قوت کا کہ ایسا لشکر حضرت کے پاس تھا جو مثل پہاڑ تھا۔ پھر ایسی حالت میں کیونکر ممکن تھا کہ معویہ اسکا خواستگار ہوتا کہ آپ خلافت سے علیحدہ ہو جائیں اور ملک ہمارے حوالہ کردیں جو صریح سفیہانہ سوال ہے۔

اگر انھیں دونوں جملوں کو ابتدا و انتہا سے ملا لیجئے تو معلوم ہو جائے یہ حدیث کیسی وضعی ہے۔ حالانکہ اصلیت اسکی معلوم ہو چکی ہے کہ جناب امام حسنؑ کس مصیبت میں مبتلا تھے اور کن مجبوریوں سے حضرت نے صلح کی اُسی کے چھپانے کو بخاری نے یہ ترکیب کی مگر کیا کریں کہ خود فضیحت ہوئے

(ترجمہ شرح) ابن بطال کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معویہ ہی راغب تھا صلح میں اور اُسنے عوض کیا مال کو امام حسنؑ پر اور آمادہ کیا اسپر کہ لڑائی موقوف کیجائے اور یاد دلایا انکو حدیث انکے جد رسول اللہ کی کہ حضرت بسبب صلح کے سید ہونگے،،

اب تو واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقصود بخاری کیا ہے کہ یہ شرف بھی امام حسنؑ کے لئے نہ باقی رکھے کہ حضرت نے محض خیر خواہی امت کے لئے صلح کیا بلکہ یہ شرف بھی معویہ کو ملے کہ اُسنے صلح کی خواہش کی اور وہی طالب صلح ہوا جس سے وہ حدیث رسول اللہ غلط ہوئی جاتی ہے جو حضرت نے فرمایا ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین کیونکہ جب صلح کا طالب اور خواہان معویہ ہوا تو جناب امام حسنؑ کی طرف اسکی نسبت کہ شاید خدا انکے سبب سے صلح کرا دے کیونکر درست ہوگی۔ کیونکہ یہ صفت تو معویہ کی ہوئی جو طالب صلح ہوا اور اسکے عوض میں مال کثیر دیا۔ حالانکہ ہر با فہم سمجھ سکتا ہے کہ اگر معویہ کے دل میں ذرہ برابر بھی اصلاح کی

ہمدردی ہوتی اور اسلام کی خیرخواہی تو اس کی نوبت ہی کیوں آتی نہ کوئی مدعی نشانہ کشی
جنگ ہوئی تھی سب تو معویہ کی شرارت سے ہوا مگر افسوس کہ بخاری کی یہ تمنا بھی نہ ورکی کیونکہ
خود اُنکے ہم مذہب علمانے اس بیان کو غلط سمجھا چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے
ہیں ذکر بیعۃ الحسن بن علی وفی ہذہ السنۃ اعنی سنۃ اربعین بویع الحسن بن علی
بعد قتل ابیہ واول من بایعہ قیس بن سعد الانصاری وقال ابسط یدک
ابایعک علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وقتال المحلین فقال الحسن علی کتاب اللہ
وسنۃ رسولہ فانہما یاتیان علی کل شرط فبایعہ الناس وکان الحسن یشترط
علیہم انکم تطیعون تسالمون من سالمت وتحاربون من حاربت فارتابوا
بذلک وقالوا ما ہذا لکم بصاحب وما یرید ہذا القتال ص ۱۶۰ جلد ۳
یعنی سنہ ۴۰ ھ میں بعد شہادت جناب امیر لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کی سب سے پہلے قیس بن
سعد انصاری نے بیعت کی اور کہا ہاتھ پھیلائے کہ ہم بیعت کریں اس شرط پر کہ مطابق کتاب
و سنت عمل کیجئے اور قتال فرمائے ان محلین سے (معویہ وغیرہ) حضرت نے فرمایا کتاب و سنت
پر بیعت کرو کہ یہی حاوی ہے ہر شرط کو سب نے حضرت کی بیعت کی اور حضرت اُنسے شرط کرتے
جاتے تھے کہ ہم اطاعت کرینگے جس سے آپ صلح کریں ہم صلح کرینگے جس سے آپ جنگ کرینگے اُس سے
ہم جنگ کرینگے۔ اس قول سے اُن لوگوں میں شک ہوا اور کہا کہ یہ صاحب جنگ نہیں ہیں
اس جملے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس وقت حضرت نے بیعت لی ہے اُسیوقت فرمایا کہ جس سے
ہم صلح کریں اس سے تم بھی صلح کرو جس سے ہم جنگ کریں تم بھی جنگ کرو۔ پھر کون کہہ سکتا ہے
کہ بخاری نے اس واقعہ کو ایک ایسے عنوان سے نہیں لکھا جس سے جناب امام حسن پر الزام آئے
اصل یہ ہے کہ حضرات اہلبیت اطہار صلح و جنگ دونوں بغرض رضاے خدا کرتے ہیں
نہ بغرض ملک و مال بلکہ تابع رضاے خدا ہیں اسیلئے جناب رسالتمآب و جناب امیرؑ نے کبھی اقدام
بجنگ نہ کیا جب تک مجبور نہ ہوئے اسیطرح جناب امام حسن نے اول ہی روز ظاہر فرمایا
کہ بیعت جنگ پر نہیں ہوتی بلکہ اطاعت پر ہوتی ہے کہ جیسا ہم مصلحت دیکھینگے ویسا حکم دینگے
کیونکہ ان مصالح کو غیر امام جان نہیں سکتا۔ اور یہی فرق ہے درمیان امام منجانب اللہ اور

جو نہ مانیگا اُسکا فیصلہ تلوار سے کرینگے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر یزید کو حضرت عثمان سے بھی افضل سمجھتے تھے۔ کیونکہ اسوقت نہ کبھی آپنے تلوار نکالی نہ اسکا ارادہ کیا۔ غرض جو لوگ خلافت خلفاء ثلثہ کو قبول کرتے ہیں وہ اگر معٰویہ سے دست بردار بھی ہوں تو خلافت یزید سے دست بردار نہیں ہو سکتے جس میں چاروں ذریعہ خلافت پایا گیا۔ کیونکہ معٰویہ کا تسلط خلافت پر صرف بزور شمشیر تھا نہ بذریعہ بیعت و اجماع کہ صحابہ نے پہلے اجماع کیا ہو نہ بذریعہ استخلاف کہ کسی خلیفہ سابق نے خلیفہ اپنا مقرر کیا ہو۔ نہ بذریعہ شوریٰ کہ چھ آدمیوں نے بیعت کی ہو بخلاف یزید کے جسکی خلافت کے لئے شوریٰ بھی ہوا کہ معٰویہ نے کوفہ و بصرہ کے لوگوں کو بلا کر سب سے غور رائے لیا پھر مکہ مدینہ جا کر مشورہ لیا تو شوریٰ بھی ہوا اور اجماع بھی کہ ابن عمر ایسے بزرگ صحابی نے انکی بیعت کی اور علاوہ انکے کل صحابہ نے باستثنا رجناب امام حسینؑ کہ جو بحکم یزید آخر شہید ہوئے اور باستثناء ابن الزبیر جو مکہ میں پناہ گیر ہوئے اور یزید نے اُنپر لشکر کشی کی مگر معٰویہ نے روبروان حضرات کے سب سے پکار کر کہدیا کہ یہ لوگ بیعت کر چکے جس سے وہ حضرات انکار نہ کرسکے کیونکہ اہل شام تلوار تولے تھے اور استخلاف بھی ہوا کہ خود معٰویہ نے اُسکو اپنا خلیفہ بنایا اسیوجہ سے ابو شکور سلمی حاشیہ شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۰۲ میں لکھتا ہے فاما یزید بن معویۃ قال بعض الناس بان خلافتہ کانت باستخلاف معویۃ وبیعۃ المسلمین من الصحابۃ وغیرھم فمن طریق القیاس ان طاعتہ کانت واجبۃ علی الحسینؑ وجمیع المسلمین۔ یعنی یزید کی خلافت بذریعہ استخلاف تھی کہ معٰویہ نے خلیفہ بنایا اور نیز بذریعہ بیعت مسلمین صحابہ وغیرہ پس قیاس کے رو سے طاعت یزید کی واجب تھی حسینؑ پر اور کل مسلمانوں پر۔ پھر حضرات اہل سنت کیوں اُسکی خلافت سے انکار کرتے ہیں اور اُسکو اپنا مقتدائے دین نہیں مانتے۔

یہ سب خرابی اسیوجہ سے ہے کہ اس حدیث میں تاویل خلافت مقصود رسول اللہ کرتے ہیں ورنہ اگر حضرت کے ارشاد فیض بنیاد پر عمل کرتے تو نہ دین میں رخنہ پڑتا نہ دنیا میں نہ اسلامی

خلیفہ خود ساختہ کے کہ خلیفہ مصنوعی تابع قوم ہوتا ہے صاحبان اقتدار کی جو خواہش ہوتی ہے اُسکو وہ انجام دیتا ہے۔ اور جو شخص کہ منجانب اللہ امام ہوتا ہے وہ امرا و سرداران لشکر کا نہیں تابع ہوتا بلکہ اُن مصالح کا جو اُسکے پیش نظر ہوتا ہے چنانچہ رسول اللہ کے حالات میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ نہ قریش نے صلح کی استدعا کی تھی نہ وہ خواہاں ہوئے تھے۔ مگر خود رسول اللہ نے فرمایا کہ آج قریش جس امر کی خواہش کرینگے ہم قبول کرینگے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۵ کتاب ہذا

جناب امام حسنؑ کے پیش نظر وہ سب واقعات تھے جو عہد جناب امیرؑ میں گذر چکے تھے جسکی نسبت ابن حجر لکھتے ہیں وکان علی لما انقضام التحکیم ورجع الی الکوفۃ تجہز لقتال اھل الشام فشغلہ امر الخوارج بالنھروان کما تقدم وذلک فی سنۃ ثمان و ثلاثین ثم تجہز فی سنۃ تسع وثلاثین فلم یتھیأ ذلک لاختلاف آراء اھل العراق علیہ ثم وقع الجد منہ فی ذالک سنۃ اربعین یعنی حضرت نے تین مرتبہ قصد کیا کہ اہل شام سے جنگ کو تشریف لیجائیں ۳۸ھ میں معرکہ خوارج ہوا ۳۹ھ میں اہل کوفہ کی رایوں میں اتفاق نہوا ۴۰ھ میں آمادہ ہوئے تو حضرت کی شہادت ہوئی۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ جناب امام حسن ان حالات سے بے خبر رہتے کہ جانتے تھے یہ لوگ کبھی مدد نہ کریں گے لہٰذا بیعت میں صلح و جنگ دونوں کو شامل کیا اور یہی معنی بیعت و اطاعت ہے کہ جو حکم اولی الامر ہو بجا لائیں۔ رہا یہ امر کہ ابتداے صلح کدھر سے ہوئی۔ رفتار اہل کوفہ کا تقاضا یہ تھا کہ خود حضرت ابتدا بصلح فرماتے۔

اور مکر و حیلہ معٰویہ کا تقاضا یہ تھا کہ وہ طالب صلح ہوتا۔ کیونکہ جنگ صفین کی معرکہ آرائیاں یاد تھیں جانتا تھا کہ اگر جنگ ہوگی تو پہلے دامون فتح نہ نصیب ہوگی۔ اور پھر اُسنے جاسوس بھی مقرر کر رکھے تھے کہ حضرت کا انتظام درست نہ ہونے پائے اسیوجہ سے خود معٰویہ نے حضرت کو خط لکھا جس میں مصائب جناب امیرؑ کو بھی یاد دلایا اور اہل کوفہ کی بیوفائیاں بھی دکھائیں جسپر حضرت نے رضامندی ظاہر کی۔

اسی لئے ابن حجر کو یہ فیصلہ کرنا پڑا وجمع بان الحسن راسل معٰویۃ بذلک سرا فراسلہ معٰویۃ جہرا کہ دونوں روایتوں میں جمع یوں ہو سکتا ہے کہ امام حسنؑ نے پوشیدہ طور پر مراسلہ

کی اور معویہ نے ظاہر نظاہر

مگر باوصفیکہ حضرت ایسے مجبوریوں میں مبتلا تھے کہ کسیطرح بجز صلح چارہ نہ تھا جسکو حضرت نے ظاہر بھی فرمایا لیکن چونکہ فسق و فجور معاویہ تمام عالم پر ظاہر تھا اسلیے حضرت کو اس درجہ تامل رہا کہ آپکے بھیتک یہ مرحلہ طول کھینچا جیسا کہ تاریخ خمیس سے مذکور ہوا فمکث الحسن نحوا من ثمانیہ اشہر لا یسلم الامر الی معویہ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳ کتاب ہذا

پھر بخاری کا اس واقعہ کو اسقدر مختصر کر دینا کہ معویہ نے دو آدمیونکو بھیجا اور صلح ہو گئی کسقدر حجشان واقعہ نگاری کے خلاف ہے۔

ابن بطال کا یہ لکھنا کہ معویہ نے حضرت کو حدیث رسول اللہ یاد دلائی اسقدر خلاف واقع جسکی کوئی حد نہیں کیونکہ سابقاً مذکور ہوا کہ اس حدیث کو ابوبکرہ نے بعد اس واقعہ کے بیان کیا اور ایک روایت میں مغیرہ کا نام ہے جسے ابن حجر غلط کہتے ہیں

بہر حال معویہ کی مکاری اسی سے ظاہر ہے اگرچہ بقول ابن بطال وہ طالب صلح ہوا مگر اس طور پر کہ جناب امام حسنؑ خلافت سے علحدہ ہو جائیں اور خلافت کو معویہ کے حوالہ کریں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ کیسا دیندار تھا اور اسکا نام صلح ہے یا جبر۔

رہا یہ امر جسے بخاری نے یہاں ذکر کیا کہ مال دیکر حضرت کو صلح پر راضی کرو۔ پس اسکی تکذیب خود اس روایت سے ہوتی ہے کیونکہ معویہ نے پہلے ہی ان دونوں آدمیوں سے کہا تھا کہ جو کچھ حضرت طلب کریں وہ دینا پھر جناب امام حسنؑ کیطرف اسکی نسبت کرنا کہ حضرت نے فرمایا ہم خاندان عبدالمطلب سے ہیں مال سے خرچ کیا۔ کسقدر بے موقع ہے کیونکہ مال تو وہ خود ہی دے رہا ہے پھر اسکا مطالبہ کیسا اور اسکی معذرت کیسی

(ترجمہ) پس کہا امام حسنؑ نے کہ ہم فرزندان عبدالمطلب سے ہیں اس مال سے پایا یعنی ہماری خلقت ہوئی ہے کہ ہم توسعہ پر کر اپنے اتباع و موالی کو مال سے بخشش کریں اور بوجہ خلافت اسپر تمکن رہا یہانتک کہ یہ عادت ہماری ہو گئی تھی،، جسکا مطلب یہ ہے کہ ہم سے اس مال کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ حالانکہ جب خود معویہ صلح کر رہا ہے اور مال دے رہا ہے تو یہ کلام کسقدر بے

بے موقع ہے۔ مگر مقصود بخاری وغیرہ انس سے یہ ہے کہ دکھائیں یہ حضرات اس مال پر تصرف بیجا
کرتے تھے اپنے دوستوں و موالی کو مثل خلفا مال وافر دیتے تھے۔ حالانکہ اگر یہی ہوتا کہ
یہ حضرات اسطرح بخشش بیجا کرتے تو اسکی نوبت کیوں آتی۔ یہاں تو بجز عدل و انصاف کوئی
بات ہی نہ تھی۔ پھر ایسی نسبت ان حضرات کیطرف اگر ظلم و افترا نہیں ہے تو کیا ہے۔
اصل یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنے طرز عمل سے ہر طرح دکھا دیا کہ یہ لوگ کسیطرح اہل بیت
رسول سے راضی نہیں ہو سکتے نہ صلح سے نہ جنگ سے کیونکہ جناب امیرؑ نے جو پہلے سکوت کیا تو
اُسپر یہ کہا گیا کہ اگر حضرت کا حق ہوتا تو بزور شمشیر لے لیتے۔ جب حضرت نے ان لوگوں سے
جنگ کرنا شروع کیا تو یہ الزام لگایا کہ اہل قبلہ سے لڑتے ہیں۔ جب امام حسنؑ نے صلح کی تو یہ
کہا کہ بطمع مال صلح کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسیطرح انکے ہاتھوں سے امان نہیں۔
سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں فارسل الیہ الحسن یبذل لہ تسلیم الامر الیہ
علی ان یکون لہ الخلافۃ من بعدہ وعلی ان لا یطلب احدا من اہل المدینۃ
والحجاز والعراق بشئ مما کان ایام ابیہ وعلی ان یقضی عنہ دیونہ فاجاب
معویہ الی ما طلب فاصطلحا علی ذلک صفحہ ۱۳۰
کہ امام حسنؑ نے کہلا بھیجا معویہ کو کہ ہم خلافت تیرے حوالہ کرتے ہیں باس شرط کہ بعد تیرے
ہم خلیفہ ہوں اور یہ کہ کسی شخص سے مواخذہ نہ کرے اہل مدینہ و حجاز و اہل کوفہ سے ان باتوں کا
جو عہد جناب امیرؑ میں ہوا تھا اور یہ کہ ہمارے قرضوں کو ادا کرے معویہ نے ان سب باتوں کو قبول کیا
اب اس عبارت کو ابن حجر کی تحریر سابق سے ملائیے تو خود معلوم ہو جائے کہ حضرت کو زمانہ
خلافت میں کسقدر توسع حاصل تھا کیونکہ انکا بیان تو یہ ہے کہ جیسے اپنی خواہش کے مطابق
مال صرف کیا۔ اور یہاں یہ بیان ہے کہ حضرت فرماتے ہیں ہم مقروض ہیں ادائے دیون کا معویہ
وعدہ کرے۔
اس شرط کو ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ حضرت نے یہ شرط کیا تھا کہ بعد معویہ آپ خلیفہ ہوں انہ
سمع الحسن بن علی یقول فی خطبۃ عند معویہ انی اشترطت علی معویۃ لنفسی
الخلافۃ بعدہ کہ حضرت نے خطبہ میں فرمایا جو روبروئے معویہ فرمایا تھا کہ ہم نے معویہ سے

اسکی بھی شرط کی ہو کہ اُسکے بعد ہم خلیفہ ہوں۔ مگر یہ بھی انھیں افتراؤں سے ہو جو حضرت پر کیا گیا کیونکہ کشف الغمہ میں تصریح تمام مذکور ہو کہ حضرت نے یہ شرط کی تھی کہ معویہ کسیکو اپنا خلیفہ نہ کرے بلکہ مسلمانوں کے شورے سے خلیفہ ہو جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

بہرحال اصلی بحث صلح جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام تھی جسکو ہر شخص نے دیکھ لیا کہ کس درجہ اس صلح پر مجبور تھے مگر بخاری وغیرہ علمائے اہل سنت کی غرض چونکہ ہمہ تن یہ رہتی ہو کہ جسطرح بن پڑے اپنے خلفا کی حقیت کو ثابت کریں لہذا صرف غصب حقوق ہی پر نہیں اکتفا کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ جو مظالم ہوئے وہ سب حق و صحیح قرار پائیں۔ اسلئے ایسی روایتیں بناتے ہیں اور تاویلیں کرتے ہیں کہ حق مخفی ہو۔ آپکے مزید تشفی کے لئے ایک ایسی روایت بیان کرتا ہوں کہ پھر دوسری روایتوں کی ضرورت نہ رہے۔

تاریخ خمیس میں ہو ویقال انہ باعہ ایاہا بخمسۃ الاف الف درہم یدفعہا الیہ کل سنۃ صفحہ ۳۲۳ جلد ۲

یعنی کہا جاتا ہو کہ جناب امام حسنؑ نے خلافت کو معویہ کے ہاتھ بیچ ڈالا پانچ لاکھ درہم پر کہ حضرت کو وہ ہر سال دیا کرے۔

اب اس روایت کو ملاحظہ فرمائے اور جناب رسالت مآب کی اُس حدیث کو۔ اور پھر جناب امام حسنؑ کے اقوال کو۔ اور پھر اُن واقعات کو جو پیش آئے پھر کہئے کہ یہ روایت کس شان کی ہو۔

آہ آہ دنیا میں بہت سے مظالم ہوئے اور ہوتے ہیں۔ مگر اہل بیت رسولؐ کیلئے یہ دنیا ایسی تھی کہ آنکی کسی بات سے یہ لوگ جو خلفا پرست ہیں کسیطرح راضی نہیں ہوتے جنگ کریں تو مورد الزام صلح کریں تو مورد الزام۔ پھر بتائیے کیا کیا جاے۔

بہرحال ہمارا کلام اظہار حق ہو جسکو یہی طور پر دکھا دیا ان حضرات کا کلام ازراہ خود غرضی نفسانیت رہتا بلکہ محض رضائے حق ہوتا اسلام کیلئے اگرچہ اپنے نفس پر یا اہل خاندان پر کیسے ہی مصائب گذریں۔ چنانچہ جس مال کے نسبت یہ کہا جاتا ہو کہ حضرت نے خلافت بیچی بالآن شرائط پر صلح ہوئی اُسکا نتیجہ آخری یہ ہوا کہ تاریخ کامل میں ہو

وکان الذی طلب الحسن من معویۃ ان یعطیہ مافی بیت مال الکوفۃ ومبلغہ

خمسة آلاف الف وخراج دارابجرد من فارس وان لایشتم علیا فلم یجبه الی الکف عن شتم علی فطلب ان لایشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذلک ثم لم یف بہ ایضا واما خراج دارابجرد فان اھل البصرۃ منعوہ منہ وقالوا ھو فیئنا لا نعطیہ احدا وکان منعھم بامر معویہ ایضا صـ۲۶۲ جلد ۲۔

یعنی جناب امام حسنؑ نے معویہ سے خواہش کی تھی کہ کوفہ کے بیت المال میں جو کچھ مال ہے یعنی پانچ لاکھ اُسکا مطالبہ نہ کرے اور خراج دارابجرد جو ملک فارس میں ہے دیا کرے۔ اور یہ کہ جناب امیرؑ کو گالی دینا موقوف کرے۔ معویہ نے پہلی دو شرطیں منظور کیں۔ مگر موقوفی سب و شتم جناب امیرؑ کو منظور نہ کیا جب امام حسنؑ نے فرمایا کہ اچھا ایسے مقام پر نہ گالی دیجاے جہاں ہم سنیں۔ معویہ نے اسکو منظور کیا۔ مگر اسکو بھی پورا نہ کیا۔ اور خراج دارابجرد کی نسبت اہل بصرہ نے کہا کہ یہ ہمارا فی ہے ہم کسیکو نہ دینگے۔ یہ بھی معویہ کے حکم سے ہوا کہ اسنے انکو سکھا دیا۔

یہی وہ پانچ لاکھ درہم تھا جو بیت المال کوفہ میں جمع تھا اور حضرت نے اُسکو ضروریات لشکر میں خرچ کیا تھا جسکو آپنے چاہا کہ معویہ اسکا مطالبہ نہ کرے۔ اُسکے نسبت اہل سنت نے یہ مشہور کیا کہ حضرت نے اس مقدار پر خلافت کو بیچ ڈالا دوسری شرط خراج دارابجرد کی تھی جس سے اسطرح معویہ نے محروم کیا تیسری شرط یہ تھی کہ سب و شتم جناب امیرؑ کو موقوف کرے جسے کسیطرح معویہ نے منظور ہی نہیں کیا تب حضرت نے یہ شرط کی کہ اچھا ہمارے سامنے تو سب و شتم نہ کیا جائے جسکو معویہ نے اسوقت منظور تو کیا مگر ایفا نہ کیا۔ اسپر بھی اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ حضرت نے یہ صلح بخوشی منظور کیا یعنی معویہ کو لائق خلافت سمجھکر اُسکے حوالہ کیا پھر بتائیے انکو کیونکر سمجھایا جاے۔

تاریخ عالم پر اگر نظر کیجاے تو کسی ملک و ملت میں یہ دستور نہ دیکھئے گا کہ ایک بادشاہ نے دوسرے بادشاہ کے سب و شتم کو اپنے ملک میں رائج کیا ہو۔ مگر معویہ نے اسطرح سب و شتم جناب امیرؑ کو رائج کیا تھا کہ صلح سے دست بردار ہونا منظور تھا مگر یہ نہ منظور ہوا کہ سب و شتم جناب امیرؑ موقوف کیا جائے اسپر بھی جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جناب امام حسنؑ نے صلح برضا و رغبت کیا خدا ہی اُن کی ہدایت کرے۔ کونسا بیٹا ہو سکتا ہے جو اپنے باپ کے سب و شتم کو کسی طرح گوارا کرے۔ مگر مصیبت بھی جناب امام حسنؑ ہی کو گوارا کرنی پڑی جس سے بخوبی ظاہر ہوا کہ

حضرت کس درجہ مجبور تھے مگر یہ بھی عجب مصلحت خدا ہے کہ خدا نے اسکا ایسا انتقام لیا کہ آج دنیا
میں جہاں آنحضرت کا ذکر خیر آتا ہے ہر شخص درود و سلام بھی بھیجتا ہے اگرچہ کیسا ہی دشمن ہو
اور بمقابل اسکے دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں خلفا پر لعنت نہ کیجاتی ہو فصدق
قولہ تعو فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقا علینا نصر المومنین

ابن حجر نے یہاں بھی ایک نئی توجیہ نکالی ہے کہ لکھتے ہیں واخرج یعقوب بن سفیان بسند
صحیح الی الزہری قال کاتب الحسن بن علی علے معاویہ واشترط لنفسہ
فوصلت الصحیفہ لمعاویہ وقد ارسل الی الحسن یسالہ الصلح مع الرسول
صحیفہ بیضاء مختوم علی اسفلہا وکتب الیہ ان اشترط ما شئت فہو لک
فاشترط الحسن اضعاف ما کان سال اولا فلما التقیا و بایعہ الحسن
سالہ ان یعطیہ ما اشترط فی السجل الذی ختم معویہ فی اسفلہ فتمسک
معاویہ الا ما کان الحسن سالہ اولا وحتج بانہ اجاب سوالہ اول ما وقف
علیہ فاختلفا فی ذلک فلم ینفذ للحسن من الشرطین شئی منتہے ملخصا

یعنی زہری بسند صحیح راوی ہے کہ امام حسنؑ نے معاویہ کو چند شرائط لکھے اور معویہ نے سادہ کاغذ مہر
کر کے دیا کہ جو شرائط چاہیں امام حسنؑ لکھیں سب منظور ہے جب یہ سادہ کاغذ مہری معویہ امام حسنؑ
کے پاس پہنچا تو حضرت نے بہت سے شرائط بڑھادئے جب بیعت ہوگئی تو امام حسنؑ نے ان شرائط
کا مطالبہ کیا جو مہری معویہ پر لکھا تھا اور معویہ نے ان شرائط کے ایفا کا وعدہ کیا جو پہلے امام
حسنؑ نے لکھا تھا آخر اسمیں اختلاف ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کی کسی شرط کو اُسنے پورا نہ کیا۔

اس روایت کی غرض بھی وہی برات معویہ ہے کہ اُسپر غدر و بیوفائی کا الزام نہ آئے جو کچھ
الزام ہے جناب امام حسنؑ پر ہے کہ حضرت نے اپنے سابق شرائط کو بڑھا دیا۔ حالانکہ یہ بھی بالکل خلاف
واقع ہے کیونکہ تاریخ خمیس میں ہے فلما تقارب الجیشان وتراای الجمعان بموضع
یقال لہ مسکن بناحیۃ الانبار من ارض السواد علم الحسن ان لن تغلب احد
الفئتین حتی یذہب اکثر الاخری فرای ان للصلح فی جمع الکلمۃ وترک
القتال فکتب الی معویہ واسلہ یخبر بانہ یصیر الامر الیہ و یتزل لہ علی ان

يشترط عليه ان لا يطلب احدا من اهل المدينة والحجاز والعراق بشئ مما كان في ايام ابيه وان يكون ولي العهد من بعده وان يمكنه من بيت المال ليأخذ حاجته منه فقر معاويه واجاب الى ذلك الا انه قال عشرة انفس لا اومنهم فراجعه الحسن فيهم فكتب اليه معويه اني قد اليت انني متى ظفرت بقيس بن عباده ان اقطع لسانه ويده فراجعه الحسن اني لا ابايعك ابداً وانت تطلب قيساً وغيره بتبعة قلت او كثرت فبعث اليه معويه حينئذٍ برق ابيض وقال له اكتب ما شئت فيه فانا التزمه فاصطلحا على ذلك صـ ۳۲۳ جلد ۲

خلاصہ یہ کہ امام حسنؑ نے معویہ کو یہ شرائط لکھے تھے کہ معویہ اہل مدینہ وحجاز وعراق سے مواخذہ نہ کرے اور یہ کہ حضرت ولیعہد ہوں بعد اُسکے اور یہ کہ بیت المال میں اختیار دے کہ اپنی حاجت پوری کریں۔ معویہ نے ان شرائط کو قبول کیا مگر کہا کہ دس آدمیوں کو امان نہ دینگے۔ امام حسنؑ نے پھر لکھا معویہ نے جواب دیا کہ ہمنے قسم کھائی ہے کہ جب قیس بن سعد بن عبادہ پر ظفریاب ہونگے تو اُس کی زبان اور ہاتھ کاٹیں گے جناب امام حسن نے لکھا کہ جب تک تو سب کی معافی کا اقرار نہ کریگا کبھی بیعت نہ کرینگے۔ حالانکہ قیس ابن سعد سے مواخذہ کرنا چاہتا ہے تب معویہ نے سادہ کاغذ پر مہر کرکے بھیجا کہ اچھا آپ جو چاہیں لکھیں ہمکو سب منظور ہے اسوقت جاکر صلح ہوئی

اب اس واقعہ کو اُس روایت ابن حجر سے ملائیے تو نتیجہ ظاہر ہے کیونکہ ابن حجر کا بیان ہے کہ معویہ نے قبل آنے تحریر جناب امام حسنؑ کے سادہ کاغذ پر مہر کیا تھا۔ اور یہاں یہ ہے کہ چند مرتبہ مراسلت کی نوبت آئی۔ وہ بھی مال کے متعلق نہیں بلکہ معویہ چاہتا تھا کہ جن سرداروں نے بعہد جناب امیرؑ اسکے لشکر کو زیادہ زک دیا تھا بعد صلح انکو قتل کرے جنہیں قیس بن سعد سے خاص کر اسکو عداوت تھی اور امام حسنؑ کا مطالبہ یہ تھا کہ جب تک سبکے امان کا وعدہ نہ ہوگا تب تک صلح نہیں ہوسکتی پھر بتائیے کہ اس سے بڑھکر کیا طرفداری ہوسکتی ہے کہ اخفاے عذر معویہ کے لئے یہ سب ترکیبیں کیجاتی ہیں۔

روایت ابن حجر وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت نے شرائط صلح میں یہ بھی لکھا تھا کہ آپ ولیعہد معویہ ہوں

حالانکہ یہ بھی انکے معتبرات سے ہے۔ کیونکہ کشف الغمہ میں عبارت صلحنامہ اسطرح مرقوم ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابیطالب معویہ
بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایہ امر المسلمین علی ان یعمل
فیھم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین ولیس لمعویہ
بن ابی سفیان ان یعہد الی احد من بعدہ عہدا بل یکون الامر من
بعدہ شوریٰ بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کانوا من
ارض اللہ فی شامھم وعراقھم ویمنھم وعلی ان اصحاب علی وشیعتہ
امنون علی انفسھم واموالھم ونسائھم واولادھم وعلی معویہ بن
ابی سفیان بذلک عہد اللہ ومیثاقہ وما اخذ اللہ علی احد من خلقہ
بالوفاء وبما اعطے اللہ من نفسہ وعلی ان لا یبغی للحسن بن علی ولا لاخیہ
الحسین ولا لاحد من اھل بیت رسول اللہ صلعم غائلۃ سرا ولا جھرا ولا یخیف
احدا منھم فی افق من الافاق وان یوصل الی کل ذی حق حقہ وان
یعطی الحسن ع فی کل سنۃ من الخراج خمسین الف درھم واشترط علیھم
ترک سب امیر المومنین والعدول عن القنوت علیہ فی الصلوات وعلی
شیعتہ واللہ ورسولہ شاھدان علی ذلک فاجابہ معویہ الی ذلک کلہ
وعاہد علیہ وحلف لہ بالوفاء وشھد بذلک عبد اللہ بن الحارث
وعمرو بن ابی سلمہ وعبد اللہ بن عامر بن کریز وعبد الرحمن بن ابی سلم وغیرھم
یعنی یہ صلحنامہ ہے جو درمیان حسن بن علی و معویہ ہوا کہ تسلیم کریں امر خلافت کو اُسکے طرف
اس شرط پر کہ وہ عمل کرے مطابق کتاب خدا و سنت رسول و سیرۃ خلفاے صالحین اور معویہ
کو اسکا حق نہیں ہے کہ کسیکو اپنا خلیفہ کرے بلکہ خلافت بذریعہ شورے مسلمین ہوگی اور یہ شرط
ہے کہ تمامی مسلمین کو اماں ہے خواہ وہ شام کے رہنے والے ہوں یا عراق و یمن کا اور یہ شرط ہو کہ
اصحاب علی اور شیعہ اُنکے ہر جگہ امان سے رہیں اپنے جانوں میں مال میں اولاد میں اور یہ کہ
معویہ پر عہد خدا ہے کہ ان شرائط کا ایفا کرے اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھ غدر

مگر ذکر سے خواہ بظاہر ہو یا پوشیدہ اور کسیکو خوف نہ دے کسیطرح اور ہر شخص کا حق ادا کرے اور
ہر سال پچاس ہزار درہم دیا کرے اور سب و شتم جناب امیرؑ کو موقوف کرے نماز سے قنوت
سے خدا و رسول اسکے بتاتے ہیں۔ معویہ نے سب کو قبول کیا اور بہت سے لوگونکی گواہی ہوئی
پھر نہ معلوم کہاں سے یہ اختراع کیا گیا کہ امام حسنؑ نے یہ شرط کی تھی کہ بعد معویہ آپ
خلیفہ ہوں گے۔

اب ہم اس مضمون کو اسپر ختم کرتے ہیں کہ آخری خطبہ جناب امام حسنؑ کا اس صلح کے موقع پر
کیا تھا فتح الباری میں ہے لما صالح الحسن بن علی معاویہ قال لہ معویہ قم
فتکلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فان اکیس الکیس التقی وان
اعجز العجز الفجور الا وان ھذا م اختلفت فیہ انا و معویہ حق لامری
کان احق بہ منی او حق لی ترکتہ لارادۃ اصلاح المسلمین وحقن دمائہم
وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین ثم استغفر ونزل واخرج
یعقوب بن سفیان ومن طریقہا ایضا البیہقی فی الدلایل من طریق
الزہری فذکر القصۃ وفیہا فخطب معویہ ثم قال قم یا حسن فکلم
الناس فتشہد ثم قال ایہا الناس ان اللہ ھداکم باولنا وحقن
دماءکم باخرنا وان لھذا الامر مدۃ والدنیا دول و ذکر بقیۃ الحدیث صفحہ ۵۲

ترجمہ اسکا سابقاً مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت نے بعد حمد و ثنا فرمایا عاقل سب سے
اور سب سے زیادہ عاجز وہ شخص ہے جو فاجر ہے جس امر میں ہمارے معویہ میں اختلاف تھا اگر وہ
اسکا حق تھا تو پھر نزاع ہی نہیں اور اگر ہمارا حق تھا تو بخیال اصلاح مسلمین ہمنے اسکو ترک کیا
پھر آیہ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین کی تلاوت فرمائی اور ممبر سے اتر آئے۔ یعقوب
بن سفیان کی روایت ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا ایہا الناس خدا نے تمہاری ہدایت کی بسبب
ہمارے اول کے۔ اور تمہاری خونریزی کو موقوف کیا بسبب ہمارے آخر کے سمجھ رکھو کہ اس امر کے لئے
ایک مدت ہے اور دنیا دست بدست پھرنے والی چیز ہے پھر ذکر کیا بقیہ حدیث کو
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نے کیسے حکیمانہ اقوال فرمائے ہیں اور حقیقت امر کو

کسطرح ظاہر فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ یہی سمجھتے تھے کہ معویہ بڑا چالاک ہے جو اسطرح کامیاب ہوا۔ حضرت نے فرمایا چالاک وہ ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔ وہ لوگ حضرت کی اس صلح کو عاجزی پر محمول کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا اصلی عاجز وہ شخص ہے جو فاسق و فاجر ہو۔ کیونکہ آنحضرت کا مقصود تو ہدایت راہ نجات ہے نہ راہ دنیا۔ حضرت نے اپنے تمام حقوق کو ان دو کلموں میں ظاہر کر دیا کہ ہمارا اول شخص کے سبب سے تمنے ہدایت پائی اور آخر شخص کے بدولت تمھاری جان بچی۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا دین و دنیا جو کچھ ہے بطفیل اہل بیت طاہرین خواہ قبول کریں یا نہ۔

یہ خطبہ اثنائے جامع دمان ۔ ۔ فصیح و بلیغ تھا کہ گو اسکا اثر اہل سنت پر نہو مگر معویہ پر ایسا سخت گذرا کہ تاریخ کامل میں ہے قال له معویہ اجلس وحقدها علی عمرو وقال هذا من رایك ص ۱۶۳ جلد ۳۔ کہ معویہ نے کہا بس بیٹھ جاے اور عمرو عاص سے معویہ کو کینہ ہوا کیونکہ عمرو عاص ہی کے اصرار سے معویہ نے حضرت سے خطبہ کہلوایا تھا۔ اور کہا اے عمرو عاص یہ تیری راے کا نتیجہ ہے۔

اس خطبہ میں جو حضرت نے آیہ کریمہ ان ادری کی تلاوت فرمائی جو بروایت تاریخ خمیس آپنے اسطرح فرمایا وان هذا الامر مدة والدنیا دول وان الله عز وجل یقول قل ان ادری اقریب ام بعید ما توعدون انه یعلم الجهر من القول ویعلم ما تکتمون وان ادری لعله فتنة لکم ومتاع الی حین ثم قال قال له معویه اجلس ص ۲۳۶

یہ آیہ سورہ انبیا میں ہے کہ خدا فرماتا ہے اے محمد ہمنے تمکو تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا ہے۔ کہدو کہ ہمپر یہی وحی آتی ہے کہ تم سبکا اللہ۔ خدائے واحد ہے۔ پس کیا تم اسلام لاؤ گے پس اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو کہو کہ مینے تم سبکو یکساں آگاہ کر دیا (حکم خدا سے) اور میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے (عذاب) وہ قریب ہے یا دور ضرور وہ جانتا ہے اس بات کو جو پکار کر کہی جاے اور وہ جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو۔ اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمھارے لئے فتنہ (بلا ہو) اور ایک مدت تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہو کہا (حضرت نے)

سلطنت جاتی نہ بدعت کو رواج ہوتا نہ مسلمانوں کی بیعزتی اور ذلت ہوئی چنانچہ خود محققین اہل سنت نے اسکی تصریح کی ہے۔

تحقیق حق دوازدہ امامؑ علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی شیخ تکیہ شیخ مراد بخاری واقع شہر قسطنطنیہ اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں جو بحکم سلطان عبدالعزیز خاں لکھی گئی ہے تحقیق کی ہے بعض محققوں نے کہ یہ حدیثیں جو بارہ خلیفہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں بہت سے طریقوں سے مشہور ہیں پس بشرح زمان و تعریف کون و مکان معلوم ہوا کہ مراد رسول اللہ اس حدیث سے یہی دوازدہ امام ہیں جو حضرت کے اہل بیت و عترت سے ہیں کیونکہ اس حدیث سے خلفاے اربعہ کا مراد لینا ممکن نہیں ہے بسبب قلت عدد کے کہ چار ہیں اور حدیث مذکورہ میں بارہ اسیطرح سلاطین بنی امیہ بھی نہیں مراد ہو سکتے جنکی تعداد بارہ سے بڑھی ہے اور ظلم و فجور انکا مشہور ہے بہ استثنار عمر بن عبدالعزیز اور نیز وہ لوگ بنی ہاشم نہ تھے اور حضرت نے قید لگائی ہے بنی ہاشم کی جیسا کہ روایت عبدالملک عن جابر میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث زیادہ مرجح ہے کیونکہ اخفاے بنی ہاشم اسکی دلیل واضح ہے جسکو وہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے اور خلفاے بنی عباس بھی نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ انکی تعداد بھی بارہ سے کہیں زیادہ ہے اور آیہ مودت و حدیث کسا کی ان لوگوں نے رعایت نہ کی تو ضرور ہوا اس حدیث سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہوں جو اعلم زمانہ تھے اور اجل و اورع و اتقا و اعلے از روے نسب کے اور افضل از روے حسب کے تھے اور علوم انکے متصل ہیں بذریعہ آبا کرام کے رسول اللہ سے اور نیز بذریعہ علوم لدنیہ کے انکو وراثت پہونچی اسی وجہ سے اہل علم و تحقیق و کشف و توفیق نے اس حدیث سے انھیں حضرات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کو مراد لیا ہے اور مؤید اسکی وہ سب حدیثیں ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہوئیں مثل حدیث ثقلین وغیرہ کے انتہےٰ

علامہ مذکور نے اسی کتاب ینابیع المودۃ کے باب ۷۶ صفحہ ۴۴۹ میں کتاب فرائد السمطین سے ایک بڑی طولانی حدیث نقل کی ہے جس میں ایک یہودی نے حضرت سے گفتگو کی ہے جسکا آخری

خدایا فیصلہ کر دے ساتھ حق کے اور رب ہمارا رحمان ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے ان باتوں پر کہ تم بیان کرتے ہو۔"

دیکھئے یہ وہی آیہ کریمہ ہے جو خدا نے اپنے رسول کے لئے نازل کیا کہ تم ان باتوں کو مشرکین قریش سے بغرض اتمام حجت کہہ دو جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امام حسن ع نے معاویہ اور اصحاب معاویہ کو قابل خطاب ان آیات کے سمجھا۔

تفسیر طبری میں ہے فان ادبر ھولاء المشرکون یا محمد عن الاقرار بالایمان بان لا الہ لھم الا الہ واحد فاعرضوا عنہ وابوا الاجابۃ الیہ فقل لھم قد آذنتکم علی سواء یقول اعلمتھم انک وھم علی علم من ان بعضکم لبعض حرب لا صلح بینکم ولا سلم وانما عنی بذلک قوم رسول اللہ من قریش کما حدثنا القاسم قال ثنا الحسن قال ثنی حجاج عن ابن جریج قولہ فان تولوا فقل آذنتکم علی سواء فان تولوا یعنی قریشا وقولہ وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون یقول تعالیٰ ذکرہ لنبیہ قل وما ادری متی الوقت الذی یحل لکم عقاب اللہ الذی وعدکم فینتقم بہ منکم اقریب نزولہ لکم ام بعید القول فی تاویل قولہ تعالیٰ انہ یعلم الجھر۔
یقول تعالیٰ ذکرہ لنبیہ محمد ص قل لھولاء المشرکین ان اللہ یعلم الجھر الذی تجھرون بہ من القول ویعلم ما تخفونہ فلا تجھرون بہ سواء عندہ خفیہ وظاہرہ وسرہ وعلانیتہ۔ انہ لا یخفی علیہ منہ شی فان اخرہ عنکم عقابہ علی ما تخفون من الشرک بہ او تجھرون بہ فما ادری ما السبب الذی من اجلہ یوخر ذلک عنکم لعل تاخرہ ذلک عنکم مع وعدہ ایاکم لفتنۃ یریدھا بکم ولتستمتعوا بحیاتکم الی اجل قد جعلہ لکم تبلغونہ ثم تنزل بکم من نقمتہ صفحہ جلد ۱۷

یعنی اگر یہ مشرکین اقرار وحدانیت خدا سے منہ پھیر لیں ایمان نہ لائیں تو کہہ دو کہ ہم نے سب کو یہ بھی جتا دیا یعنی بتا دو کہ تم اور وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں کہ دونوں فریق میں ہمیشہ لڑائی ہے کسیطرح صلح نہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو حضرت کی قوم سے قریش سے تھے۔ ابن جریح کہتے ہیں

کر اب فان تولوا سے قریش ہیں اور مراد اس سے کہ قریب ہے یا بعید یہ ہے کہ خدا کہتا ہے اپنے نبی
سے کہدے کہ ہم نہیں جانتے کس وقت وہ عذاب تم پر نازل ہوگا جسکا خدا نے وعدہ کیا ہے
کہ تم سے انتقام لیگا آیا زمانہ اُسکا قریب ہے یا بعید۔

آیہ ان ادری لعلہ فتنۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وہ خدا تمھارے پکار کر کہنا اور دلیں
چھپانے کو سبکو جانتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کس سبب سے وہ اپنا عذاب نہیں نازل کرتا جسکا اپنے
وعدہ کیا ہے آیا یہ مقصود ہے کہ تم لوگونکا امتحان لے اور آزمائش کر ایک زمانہ تک تم اس
دنیا سے فائدہ اٹھالو۔ پھر تم پر عذاب خدا نازل ہو۔

پس اب وہ لوگ جو طرفداران معویہ ہیں اور اس صلح کو حضرت کی رضا و رغبت سے مانتے ہیں
نہ ظلم و جور سے وہ سمجھیں لیکن جناب امام حسنؑ نے اُن لوگونکو کس آیہ الہی کا مصداق قرار دیا ہے
اور کیا اسکے بعد بھی وہ دعوئے اسلام اپنے لیے یا معویہ کیلیے کرسکتے ہیں حالانکہ جناب امام حسنؑ
اُنکے حق میں اُس آیہ کی تلاوت کرتے ہیں جنکی تلاوت کا حکم رسول اللہؐ کو ہوا تھا کہ قریش
پر اس آیہ کو پڑھیں۔

حضرت نے اس آیہ کریمہ کی تلاوت میں اسکے طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ خدا نے خود معویہ وغیرہ کو
فتنہ اور شجرۂ ملعونہ فرمایا ہے چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔

واذ قلنا لك ان ربك احاط بالناس وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا
فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القران ونخوفهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیرا۔

یعنی اور جب ہمنے کہا تمسے کہ پروردگار تمھارا لوگونکو احاطہ کیے ہوئے ہے اور نہیں کیا ہمنے اُس
خواب کو جو دکھایا تمکو۔ مگر فتنہ واسطے آدمیونکے اور شجرۂ ملعونہ (درخت لعنت کیا گیا) قرآن میں
اور ہم ڈراتے ہیں انکو۔ تو انکو اس سے بڑی سخت سرکشی پیدا ہوتی ہے۔

اب اس فتنہ اور شجرۂ ملعونہ کی تفسیر ملاحظہ ہو تفسیر کبیر فخر الدین رازی میں ہے والقول الثالث
قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ بنی امیه ینزون علی منبره نزو القردة
فساءه ذلك وهذا قول ابن عباس فی روایة عطاء والاشكال المذکور عائد علیه
لان هذه الایة مکیة وما کان لرسول اللہ بمکة منبر ویمکن ان یجاب عنه بانه لا

یبعد ان یری بمکہ ان لہ بالمدینہ منبرا یتداولہ بنو امیہ صہ ۶۰۹ جلد ۵

یعنی میسر اقول یہ ہے کہ سعید بن مسیب بذریعہ عطا حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے خواب دیکھا تھا کہ بنی امیہ حضرت کے ممبر پر اسطرح اچھلتے ہیں جیسے بندر جس سے حضرت کو بہت رنج ہوا۔ اس قول میں یہ اشکال ہے کہ اسوقت تو حضرت کے منبر نہ تھا جسکا جواب خود فخر رازی دیتے ہیں کہ ممکن ہے حضرت نے یہ بھی خواب دیکھا ہو کہ مدینہ میں آپکے ممبر بھی ہوگا جس پر بنی امیہ تسلط پائینگے

مگر حق یہ ہے کہ اشکال ہی بالکل مہمل ہے کیونکہ خواب میں صرف اشیاء موجودہ الحال ہی نہیں دیکھے جاتے بلکہ غیر موجودہ الحال ہر طرح کا خواب دیکھا جاتا ہے۔ اور جواب فخر رازی تو نہایت ہی متین ہے کیونکہ جہاں وہ خواب دیکھا تھا یہ بھی دیکھا کہ ہمارے منبر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ

(۲) علامہ نیشاپوری نے اس اعتراض اور اسکے جواب کو مہمل سمجھکر غائب کر دیا اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں الثالث قول سعید ابن المسیب و ابن عباس فی روایہ عطا ان رسول اللہ رای بنی امیہ ینزون علی منبرہ نزو القردہ فساءہ ذلک صفحہ ۵۸

حاشیہ تفسیر طبری جلد ۱۵

(۳) تفسیر بیضاوی میں ہے وقیل رای قوما من بنی امیہ یرقون منبرہ وینزون علیہ نزو القردۃ فقال ھذا حظھم من الدنیا یعطونہ باسلامہم وعلی ھذا کان المراد بقولہ الا فتنۃ للناس ماحدث فی ایامہم صفحہ ۲۸۶ جلد اول

(۴) تفسیر خازن میں ہے وقیل ان النبی صلعم رای فی المنام ان ولد الحکم بن امیہ یتداولون منبرہ کما یتداول الصبیان الکرہ فساءہ ذلک فان اعترض معترض علی ھذا التفسیر وقال السورۃ مکیہ وھاتان الواقعتان کانتا بالمدینہ اجیب بانہ لا اشکال فیہ فانہ لا یبعد ان النبی صلعم رای ذالک بمکہ ثم کان ذلک حقیقۃ بالمدینہ صہ ۱۲۹ جلد دوم

یعنی حضرت نے خواب میں دیکھا کہ اولاد حکم بن مروان حضرت کے منبر پر اسطرح کھیلتے ہیں جسطرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں اس خواب سے حضرت کو ملال ہوا اب اگر یہاں کوئی یہ

اعتراض کرے کہ یہ سورہ مکی ہے اور یہ دونوں واقعہ مدینہ کے ہیں تو اسکا یہ جواب ہے کہ اس میں کوئی
استبعاد نہیں کیونکہ ممکن ہے حضرت نے یہ خواب دیکھا ہو مکہ میں اور واقع ہو مدینہ میں۔

(۵) تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے اخرج ابن جریر عن سہل بن سعد رض قال رای
رسول اللہ بنی فلان ینزون علی منبرہ نزو القردہ فساءہ ذلک فما استجمع ضاحکا
حتی مات وانزل اللہ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عمر ان النبی صلعم قال رایت الحکم بن ابی العاص علی
المنابر کانہم القردہ وانزل اللہ فی ذلک وما جعلنا الرویا التی اریناک
الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ یعنی الحکم وولدہ۔

واخرج ابن ابی حاتم عن یعلی بن مرہ رض قال قال رایت رسول اللہ صلعم
بنی امیہ علی منابر الارض وسیملکونکم فتجدونہم ارباب سوء واہتم
رسول اللہ لذلک فانزل اللہ وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس

واخرج ابن مردویہ عن الحسن بن علی رض ان رسول اللہ اصبح وھو مہموم
فقیل مالک یا رسول اللہ فقال انی رایت فی المنام کان بنی امیہ یتعاورون
منبری ھذا فقیل یا رسول اللہ لا تہتم فانہا دنیا تنالہم فانزل اللہ
وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر
عن سعید بن المسیب قال رای رسول اللہ بنی امیہ علی المنابر فساءہ ذلک
فاوحی اللہ الیہ انما ھی دنیا اعطوھا فقرت عینہ وھی قولہ تعالیٰ وما جعلنا
الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی بلاء للناس۔

واخرج ابن مردویہ عن عائشہ رض انہا قالت لمروان بن الحکم سمعت رسول
اللہ یقول لابیک وجدک انکم الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن صلواۃ اللہ علیہ
ظاہر ہیں سب روایتوں کا یہ ہے کہ امام محمد بن جریر طبری۔ ابن ابی حاتم ابن عمر اور یعلی بن
مرہ سے اور ابن مردویہ جناب امام حسن اور ابن ابی حاتم ابن مردویہ سہل بن سعید سے

بیہقی۔ ابن عساکر سعید بن المسیب سے اور ابن مردویہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ
آیہ در بارہ بنی امیہ نازل ہوا جنکو حضرتؐ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ آپکے منبر پر مثل
بندروں کے اچھلتے ہیں جس سے آپکو ایسا رنج ہوا کہ پھر مرتے وقت تک کسی نے حضرت
کو ہنستے نہ دیکھا۔

ان روایات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیسی بلا مسلمانوں پر نازل ہوئی کہ حضرت نے
قبل از وقوع واقعہ عالم خواب میں اسے دیکھا تھا جس سے حضرتؐ کو مدۃ العمر رنج رہا۔ پھر
حیف ہے اُن مسلمانوں پر جو ان کی خلافت سے خوش ور انکے طرفدار ہوں۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں قال الترمذی حدثنا محمد بن غیلان
حدثنا ابو داود الطیالسی حدثنا القسم بن الفضل الحدانی عن یوسف
بن سعد قال قام رجل الی الحسن بن علی بعد ما بایع معویہ فقال سودت
وجوہ المومنین فقال لا تونبنی رحمک اللہ فان النبیؐ رای بنی امیہ
علی منبرہ فساءہ ذلک فنزلت انا اعطیناک الکوثر و نزلت انا انزلنا فی
لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر
یملکہا بعدک بنو امیہ یا محمد قال القاسم فعددنا فاذا ھی الف شہر
لا یزید ولا ینقص۔

یعنی جب امام حسنؑ نے معویہ کی بیعت کی تو ایک شخص نے اُٹھکر کہا کہ آپ نے مومنوں کا منہ سیاہ کر دیا
حضرت نے فرمایا میری ملامت نہ کر خدا تجھ پر رحم کرے کہ خود رسول اللہ نے خواب میں دیکھا تھا
بنی امیہ کو کہ آپکے ممبر پر مثل بندروں کے اُچھلتے ہیں جس سے حضرت کو بہت رنج ہوا تو نازل
ہوا سورہ انا اعطینا اور انا انزلنا جس میں ہے کہ ایک رات شب قدر کی بہتر ہے اُس ہزار
مہینہ سے جسکے مالک ہونگے بنی امیہ کہا قاسم نے کہ میں نے گنا اُن مہینوں کو تو وہ ہزار مہینے تھے
جن میں نہ ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر علامہ ابی الولید محمد بن شحنہ میں ہے وصحح ان
المفسرین اتفقوا علی ان المراد بالشجرۃ الملعونۃ فی القرآن بنو امیہ ص۲۳۱
برحاشیہ کامل جلد ۱۱

یعنی اور تصحیح کی اسکی کہ مفسرین کا اتفاق ہو اسپر کہ مراد شجرہ ملعونہ فی القرآن سے بنی امیہ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ اجماعیات و اتفاقیات اہل سنت سے ہے کہ شجرۂ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں مگر حضرات اہل سنت کی سرپرستی قابل دید ہے کہ خدا و رسول سے انکو ایسا بغض ہے کہ اس آیہ کو بھی ایسا اختلافی بنا دیا کہ پھر کسیکو معلوم ہی نہ ہوسکے مقصود باری کیا ہے کیونکہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ قول خدا وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس میں چار قول ہیں پہلے یہ کہ خدا نے حضرت کو خواب میں جنگ بدر کا نقشہ دکھایا تھا جب حضرت موقع جنگ پر پہونچے تو آپنے اصحاب کو بتایا کہ یہاں فلاں فلاں شخص مارا جائیگا جب کفار نے اسکو سُنا تو ہنسنے لگے اور مسخرا پن کرنے لگے۔

دوسرا قول یہ لکھا ہے کہ حضرت نے خواب دیکھا کہ ہم داخل مکہ ہوئے ہیں حضرت نے اس خواب کو بیان کیا جب جنگ حدیبیہ میں داخلہ مکہ سے حضرت روکے گئے تو اس سے صحابہ میں فتنہ ہوا کیونکہ عمر نے ابو بکر سے کہا رسول اللہ نے کیا اسکی خبر نہیں دی تھی کہ ہم داخل خانہ کعبہ ہونگے اور طواف کرینگے۔ ابو بکر نے کہا حضرت نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہوگا بلکہ کسیوقت میں ہوگا جب دوسرے سال مکہ فتح ہوا اور حضرت داخل خانہ کعبہ ہوئے تو آیہ لقد صدق اللہ الرویا نازل ہوا۔

فخر رازی لکھتے ہیں کہ ان دونوں قولوں پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ سورہ تو مکی ہے۔ اور یہ دونوں واقعہ مدینہ کا ہے پھر کیونکر ممکن ہے۔ مگر جواب دیتے ہیں کہ بیشک سورہ مکی ہے اور یہ واقعہ مدینہ کا ہے مگر خواب میں دیکھنا اس سے مانع نہیں کہ حصول اسکا مکہ میں ہو۔

میں کہتا ہوں مگر حصول فتنہ تو ضروری ہے کہ تصدیق قول خدا ہو یہاں تو نہ کوئی فتنہ ہوا نہ فساد اگر کفار نے تمسخر کیا یا عمر نے ایسا سمجھا تو اس سے کونسا فتنہ ہوا وہ کافر تھے یہ منافق۔ مفسر ابو سعود لکھتے ہیں وانت خبیر بانہ یلزم منہا ان یکون افتتان الناس بذلک واقعا بعد الہجرہ وان یکون ازدیاد ہم طغیانا متوقعا غیر واقع تمہ

نزول الآیہ صـ ۲۱۰

نہ رہینگے مگر تھوڑا مطابق سنت اُن رسولوں کے جنکو قبل تمھارے ہمنے بھیجا اور نہ پاؤگے تم ہمارے طریق میں تبدیل و تغیر۔ کے تفسیر میں۔

واخرج ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر عن عبد الرحمٰن بن غنم رضی ان الیہود اتوا النبیؐ فقالوا ان کنت نبیا فالحق بالشام فان الشام ارض المحشر وارض الانبیاء علیہم السلام فصدق رسول اللہ ما قالوا فغزا غزوۃ تبوک لایرید الا الشام فلما بلغ تبوک انزل اللہ علیہ ایات من سورہ بنی اسرائیل بعد ما ختمت السورہ وان کادوا لیستفزونک من الارض الی قولہ تحویلا فامرہ بالرجوع الی المدینہ وقال فیہا محیاک وفیہا مماتک وفیہا تبعث وقال لہ جبرئیل سل ربک فان لکل نبی مسئلہ فقال ما تامرنی ان اسال قال قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا فہولاء نزلن علیہ فی رجعتہ من تبوک صـ۱۹۵ جلد ۴

یعنی ابن حاتم۔ بیہقی۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ یہود لوگ حاضر خدمت رسول اللہ ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ملکِ شام میں جاکر قیام فرمائیے کیونکہ شام کی زمین۔ زمین حشر ہے اور وہی زمین انبیا ہے۔ حضرت نے اُنکے کلام کی تصدیق کی اور اس غرض سے غزوۂ تبوک کو روانہ ہوئے کہ مقصود حضرت کا اس سفر سے ملک شام تھا جب حضرت بمقام تبوک پہونچے تو خدا نے یہ آیہ نازل کیا اور حکم دیا کہ مدینہ پھر آئیں اسی میں آپکی زندگی ہے اور اسی میں آپ کی موت ہے اور وہیں سے آپ اُٹھائے جائینگے بروز قیامت حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ خدا سے سوال کریں کہ ہر پیغمبر کی دعا مستجاب ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ کیا حکم دیتے ہو تو کہا کہو رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ پس یہ آیتیں بوقت معاودت تبوک سے حضرت پر نازل ہوئیں۔

تو اب واحدی کا وہ قول کیا ہوا جو کہتے ہیں کہ کوئی اسکا قائل نہیں ہے کہ یہ آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔ کیونکہ اس سے بصراحت تمام نزول آیات مذکورہ مدینہ میں ظاہر ہوا اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب نے جو اس سفر میں جناب امیر کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا تھا اور

انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ فرمایا تھا اسکی کیا غرض تھی کیونکہ حضرت نے تو اب ارادہ کیا تھا کہ ملک شام میں جاکر سکونت پذیر ہوں۔ تو بدیہی طور پر معلوم ہوا حضرت کی غرض یہی تھی کہ آپ مدینہ میں رہ کر میری خلافت کریں۔

افسوس کہ ہم اپنی اصل بحث سے کچھ دور چلے آئے کیونکہ غرض اصلی تو اس سے تھی کہ جناب امام حسنؑ کے صلح و مصالحہ کے کیا وجوہ تھے اور کن مجبوریوں سے حضرت نے صلح کیا جسکی حقیقت تمام اہل فہم پر ظاہر ہوئی کہ حضرت کا صلح مطابق اُس صلح کے تھا جو رسول اللہؐ نے حدیبیہ میں کیا تھا۔ اور مطابق اسکے جو جناب امیرؑ نے قبل زمانہ خلافت کیا کہ محض بقاے امت و حفظ خونریزی کے لئے سارے شدائد و مصائب گوارا فرمائے۔ ورنہ یہ لوگ نہ کسیطرح مستحق خلافت تھے اور نہ کسیطرح اُنکی خلافت جائز تھی کیونکہ خدا نے شجرۂ ملعونہ انھیں بنایا ہے۔

ہمکو یا کسیکو اُن لوگوں پر تو تعجب ہوتا نہیں جنھوں نے ملک کے لئے دیدہ و دانستہ ایسی کیں اور ایک عالم کو تباہ کیا کیونکہ دنیا ایسی چیز ہی ہے مگر تعجب ہے علمائے اہل سنت سے جنھوں نے خوشامد بنی امیہ میں کسطرح حدیث کو بلکہ قرآن کو تباہ کیا ہے کہ اخفاے حق کیلئے کیسی کیسی تاویلیں لکھ گئیں پھر تلبیس حق کر گئے مگر پہر جال اس روایت کا یہ فقرہ بہت ہی قابل قدر ہے واتھم عمر فی افشاء سرہ رسول اللہ نے عمر کو کہ اتہام دیا کہ اُنہوں نے حضرت کے راز کو فاش کیا۔ کیونکہ یہ خیال کہ رسول خدا کسی پر اتہام لگائیں یا دروغ خیال ہے کسی مسلمان کا وہ تو خیال رسول کو بھی صادق و مطابق واقع جانتے ہیں۔

اس سے آیہ واذ اسر النبی الیٰ بعض ازواجہ کی حقیقت بھی ظاہر ہوئی جسپر گویا فریقین و مورخین کا اتفاق ہے کہ مراد اس حفصہ ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کا راز فاش کیا تھا تو اب معلوم ہوا یہ نطفہ کا اثر تھا۔

اگرچہ اس تفصیلی تشریح کے بعد بقیہ اقوال مخاطب کے رد کی ضرورت نہ تھی مگر اجمالاً ان اقوال پر بھی نظر ہو جاتی ہے تاکہ حجت تمام ہو۔

قولہ۔ اور دوسری حدیث میں صریح اسلام فریق ثانی معلوم ہوتا ہے کسواسطے کہ صلح کرنا کفار اور مرتدوں سے بخوف فتنہ جائز نہیں بلکہ لڑائی چھوڑ دینا کہ انکا غلبہ ہو جائے جس فتنہ دو

لقولہ تعالیٰ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للّٰہ صـ ۱۲۱ مناظرہ بحرین

اقول اسلام کا حال تو معلوم ہو چکا کہ وہ کیسے مسلمان تھے کیونکہ جناب امام حسن ع نے انکا مصداق ان آیات کا قرار دیا جو کفار و مشرکین قریش کے بارے میں نازل ہوا۔ پھر وہ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔

اور شرح روایت بخاری میں یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری نے جو باب قرار دیا ہے اُس میں لفظ مسلمین نہیں ہے اور باوصف تسلیم روایت کوئی نفع بھی آپکو نہیں ملتا کیونکہ بحث تو اثبات ایمان شیخین و معویہ وغیرہ میں ہے نہ اثبات اسلام میں جو تمامی منافقین کے لئے ثابت ہے کہ سب مسلمان تھے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا ہے اذ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنی اعراب جب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ کہو کہ اسلام لائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور ہے اور اسلام اور ہے۔ اسلام مشترک ہے درمیان منافقین مسلمین کے اور ایمان مخصوص ہے مومنین سے جس سے شیخین معویہ وغیرہ خارج ہیں باقی رہا صلح کا ناجائز ہونا۔ یہ عقیدہ آپکا موروثی ہے جو خلیفہ دوم سے بمخالفت رسول نسلاً بعد نسل چلا آتا ہے چنانچہ اسی خیال نے حضرت عمر کو بروز حدیبیہ مبتلاے شک نبوت حضرت رسالت پناہ کیا جسکی مدتوں تلافی کرتے رہے۔

حضرت اگر صلح کرنا کفار سے ناجایز ہے تو صلح حدیبیہ کو کس حکم میں داخل فرمائیگا غور کیجئے۔ اور اگر صلح کرنا مرتد سے کسیطرح جائز نہ تھا تو اشعث بن قیس سے جو مرتد ہو گیا تھا خلیفہ اول نے کیوں صلح کیا جسکے بعد اپنی بہن ام فروہ کو بھی اُسکے نکاح میں دیا۔ ایا مطابق آپ کے فتوے کے زنا ہوا یا نہیں؟

پھر حضرت عمر نے کیوں کافروں سے برابر صلح کی کیونکہ جتنی لڑائیاں اُنکے زمانہ میں ہوئیں اور فتوحات ہوئے اکثر بذریعہ مصالحہ ہی تھے کہ خالد بن ولید سے بہادر کو اسی بنیاد پر منصب سپہ سالاری سے بوجہ عداوت قدیمہ معزول کیا کہ اُسکے فتوحات اکثر عنوہ ہوتے تھے۔

اور آپکا استدلال ایہ قاتلوھم سے دلیل کمال علمی ہے۔ کیونکہ حکم متعلق بہ قدرت و اختیار و فراہمی اسباب ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ آپ رسول اللہ کو تا مدت قیام مکہ کہ بارہ

یا تیرہ برس تھا نخالفین اس آیہ سے تصور کریں جو ابن زمانہ قیام میں اہل مکہ فتنے حضرت نے
جنگ نہیں فرمائی حالانکہ صدہا صحابی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور صلح حدیبیہ کو تو ضرور
مخالفین اس آیہ کے تصور کرتے ہونگے بتقلید حضرت عمر۔ اگرچہ اُنکے عقیدہ کی ترشتگی
دوسرے وجوہ سے تھی۔ پھر ابوبکر وعمر کو بھی ضرور داخل کرنا ہوگا اس مخالفت آیہ میں
کہ انکو کوئی مجبوری نہ تھی کسی مصالحہ میں۔

افسوس یہ ہے کہ آپ حضرات کو عداوت اہلبیت طاہرین نے کچھ ایسا مدہوش کر دیا ہے
کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر تو تفسیر کبیر فخر رازی میں
ملاحظہ فرمائیے قال عروة بن الزبير كان المؤمنون في مبتدء الدعوة يفتنون
عن دين الله فافتتن من المسلمين بعضهم وامر رسول الله المسلمين
ان يخرجوا الى الحبشة وفتنة ثانية وهو انه لما بايعت الانصار رسول
الله بيعة العقبة توامرت قريش ان يفتنوا المؤمنين بمكة عن دينهم فاصاب
المؤمنين جهد شديد فهذا المراد من الفتنة فامر الله تعالى بقتالهم حتى
تزول هذه الفتنة ص ۳۲۲ جلد ۴

کہا عروہ بن الزبیر نے کہ ابتدائے اسلام میں مومنین پر سخت تکلیف تھی کہ دین خدا سے بہکائے
جاتے تھے یہانتک کہ بعض مسلمان مبتلائے فتنہ ہوئے اور رسول اللہ نے کچھ لوگوں کو حبشہ جانیکا حکم دیا
دوسرا فتنہ اُس وقت ہوا کہ جب انصار نے حضرت کی بیعت کی تو مشرکین قریش نے مسلمانوں پر
نہایت سختی کی بس یہی فتنہ مراد ہے جسمیں حکم قتال دیا کہ یہ فتنہ بالکل زائل ہو جائے۔
پھر آگے امام رازی لکھتے ہیں اما ان یکون المراد من الایہ وقاتلوهم لاجل ان یحصل
هذا المعنى او يكون المراد وقاتلوهم لغرض ان يحصل هذا المعنى فان
كان المراد من الاية هو الاول وجب ان يحصل هذا المعنى من القتال فوجب
ان يكون المراد ويكون الدين كله لله في ارض مكة وما حواليها لان المقصود
حصل هناك قال عليه السلام لا يجتمع دينان في جزيرة العرب ولا يمكن حمله على جميع البلاد
اذ لو كان ذلك مراداً لما بقي الكفر فيها مع حصول القتال الذي امر الله به فيعلم المراد من

حصہ یہ ہے۔

فاخبرنی عن وصیک من ھو فما من نبی
الا وله وصی وان نبینا موسیٰ بن عمران
اوصی یوشع بن نون فقال ان وصیی
علی بن ابیطالبؑ بعده سبطای الحسن
والحسین تتلوه تسعة ائمة من صلب
الحسین قال یا محمد فسمهم لی قال اذا
مضی الحسین فابنه علی فاذا مضی علی فابنه محمد
فاذا مضی محمد فابنه جعفر فاذا مضی جعفر
فابنه موسیٰ فاذا مضی موسی فابنه
علی فاذا مضی علی فابنه محمد فاذا مضی محمد
فابنه علی فاذا مضی علی فابنه الحسن فاذا
مضی الحسن فابنه الحجة محمد المهدی فهولاء
اثنا عشر۔ قال اخبرنی کیفیة موت
علیؑ الحسن والحسین قال صلی الله علیه
وسلم یقتل علی بضربة علی قرنه والحسن یقتل
بالسم والحسین بالذبح قال فاین مکانهم
قال فی الجنة فی درجتی قال اشهد
ان لا اله الا الله وانک رسول
الله واشهد انهم الاوصیاء
بعدک ولقد وجدت فی کتب الانبیاء

ترجمہ

کہا یہودی نے کہ خبر دو تم ای محمد اپنے وصی
سے کون ہے کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا ہے
جسکا وصی نہو چنانچہ حضرت موسےٰ کا وصی
یوشع بن نون تھا۔ فرمایا رسول اللہؐ
نے کہ میرا وصی علی ابن ابیطالب ہے اور دو نو
نواسے میرے حسن اور حسین جنکے بعد نو
امام ہونگے اولاد حسین سے۔ کہا یہودی نے
ای محمد اُن لوگونکے نام بتاؤ۔ فرمایا رسول اللہ
نے جب وفات کرینگے حسین تو اُنکے فرزند
علی زین العابدین امام ہونگے اور اُن کے
بعد بیٹے اُنکے محمد باقر اُنکے بعد حضرت
جعفر صادق بیٹے اُنکے پھر حضرت موسیٰ کاظم
اُنکے بیٹے پھر علی رضا پھر اُنکے بیٹے محمد تقی
اُنکے بعد علی نقی بیٹے اُنکے بعدہ حسن عسکری
اُنکے بیٹے پھر بیٹے اُنکے محمد مہدی جو حجہ ہیں
پس یہ بارہ امام ہیں۔ کہا یہودی نے بتاؤ
کیفیت وفات علی و حسن و حسین کو کہا
حضرت نے علی قتل کیے جائینگے تلوار سے
اور حسن قتل ہونگے زہر سے اور حسین
ذبح کیے جائینگے۔ کہا یہودی نے ان

آیت سے یا تو یہ ہے کہ قتال کرو تاکہ حاصل ہو یہ غرض یا یہ مراد ہے کہ قتال کرو واسطے حصول اس غرض کے
پس اگر معنی اول مراد ہو تو ضرور ہوا کہ حاصل ہو یہ معنی قتال سے لہذا مراد یکون الدین کلہ
سے ارض مکہ ہے اور اطراف اسکے کیونکہ یہ مطلب ہی حاصل ہوا کہ حضرت نے فرمایا جزیرہ عرب میں دو دین
نہیں جمع ہو سکتے۔ ورنہ نہیں ممکن ہے حصول اسکا تمامی بلاد پر کیونکہ اگر یہ مراد ہوتا تو کفر کا کہیں وجود نہ رہتا
حالانکہ قتال ہوا جسکا حکم خدا نے دیا ہے۔

ہاں جناب قرآن میں صرف یہی ایک حکم نہیں ہے کہ قاتلوھم بلکہ یہ حکم بھی تو اسی قرآن میں ہے
وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم سورہ انفال
یعنی اگر وہ لوگ مائل ہوں طرف صلح کے تو تم بھی اس طرف مائل ہو جاؤ اور توکل کرو خدا پر کہ وہ
سمیع علیم ہے۔ یہ دونو آیہ ایک ہی سورہ ایک ہی پارہ میں ہے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جناب امام
حسنؑ بحکم قرآن مجبور تھے صلح پر کیونکہ جب عموم کفار کیلئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ مائل بصلح ہوں تو مدعیان
اسلام کے مقابلہ میں کیونکر ممکن ہے کہ صلح سے عدول کیا جاوے۔
اب تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے حدیبیہ میں کیوں صلح کیا اور جناب امام حسنؑ
نے کیوں صلح کیا خدا کا حکم ہی ایسا تھا۔
پھر آیہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ بھی تو جناب امام حسنؑ کے پیش نظر تھا
کیونکہ بلا تہیہ اسباب جنگ کرنا کب جائز ہے
ہاں اس تقریر سے آپ نے یہ بھی ظاہر کیا کہ اگر معویہ مرتد تھا تو معاذ اللہ جناب امام حسنؑ بھی
مرتد تھے۔ جیسا کہ سابقاً جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ معویہ کو لفظ امیرین میں داخل
کرکے قابل علیہ السلام ظاہر کیا جسکے لئے ہم کو بجز دعا کرنے کے اور کیا چارہ ہے کہ خدا آپکی ہدایت کرے
ہمارا تو یہ خیال تھا کہ اہل سنت کا اسلام جو کچھ ہے وہ بیعت شیخین ہے کہ اگر انکا کفر ثابت
ہو جاوے تو اہل سنت بھی کافر ہو جائیں مگر اب معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کا اسلام تابع اسلام و ایمان
معویہ و یزید ہے کہ اگر اسکی کافر و مرتد قبول کر لیجئے تو پھر اسلام سے آپ دست بردار ہی
ہو جائیں جسکی تصدیق آپکے کلام سے ظاہر ہے کہ تحریر اول میں جو بذریعہ حدیث سفینہ معویہ
صاحب مرتد بنائے گئے۔ تو آپ نے بمعارضہ اسکے اس آیہ وقاتلوھم سے جناب امام حسنؑ

پر بھی وہی حکم جاری کر دیا جسکے بعد یہ بھی لکھ دیا کہ ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں۔
قولہ اور حدیث رای رسول اللہ صلعم ابا سفیان الخ اور حدیث منھا
عن رسول اللہ صلعم قال یطلع الخ حدیث اول کا راوی زمخشری معتزلی ہے
اور ثانی حدیث کا راوی مفقود بہر حال یہ دو حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ روایت معتبرہ
حدیث اول کا جواب ثالث میں مذکور ہے اور حدیث ثانی در صورت اعتبار ادلۂ مذکورۂ بالا
سے صاف وصریح منسوخ طور پر باطل ہو گیا۔

اقول حق یہ ہے کہ جہالت بھی عجیب بلا ہے آپ نے ربیع الابرار زمخشری سے اس روایت کے
نقل کرنے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ راوی اسکا زمخشری ہے جو معتزلی ہے حالانکہ وہ راوی نہیں ہے
بلکہ ناقل ہے رواۃ معتبرہ اہل سنت سے۔ چنانچہ حصہ اول میں اس روایت کو تاریخ محمد بن جریر
طبری سے نقل کر چکا ہوں ملاحظہ ہو صد ۱۱۳

مگر میں آپکی مزید تسکین کے لئے پھر اس روایت کو تطہیر الجنان ابن حجر مکی سے نقل کرتا ہوں
جس سے آپ کو معلوم ہو کہ یہ روایت صحیح السند ہے دیکھئے لکھتے ہیں وجاء بسند رجاله
رجال الصحیح الا واحداً فمختلف فیہ لکن قواہ الذھبی بقولہ انہ احد
الاثبات وما علمت فیہ جرحا اصلا ان عمرو اصعد المنبر فوقع فی علی ثم فعل
مثلہ المغیرۃ بن شعبہ فقیل للحسن اصعد المنبر لترد علیہما فامتنع الا ان
یعطوہ عہدا انہم یصدقوہ ان قال حقا ویکذبوہ ان قال باطلا فاعطوہ
ذلک فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال انشدک اللہ یا عمرو ویا مغیرۃ
الم تعلما ان النبی صلعم لعن السائق والقائد احدھما فلان قالا بلی ثم قال
انشدک باللہ یا معویہ ویا مغیرہ الم تعلما ان النبی صلعم لعن عمرا بکل قافیہ
قالہا لعنۃ قال اللھم بلی ثم قال انشدک باللہ یا عمرو ویا معاویہ
الم تعلما ان النبی صلعم لعن قوم ھذا قالا بلی قال الحسن فانی احمد اللہ الذی
جعلکم فیمن تبرا من ھذا ای علی مع انہ لم یسبہ قط وانما کان یذکر بغایۃ
العظمۃ والجلالۃ صفحہ ۱۳۲ برحاشیہ صواعق محرقہ۔

یعنی یہ حدیث ایسی سند سے وارد ہے کہ راوی اسکے کل ایسے راوی ہیں جنسے حدیث صحیح ہوتی
کوئی راوی اسکا مجروح نہیں ہے مگر ایک راوی جسکے بارے میں اختلاف ہے اُسکو بھی ذہبی نے
قوی کر دیا ہے یہ کہکر کہ یہ شخص اثبات سے ہے۔ اور ہمکو بھی کوئی جرح اُسکی نہیں معلوم ہے ہرگز۔ وہ
روایت یہ ہے کہ عمرو عاص نے منبر پر جاکر گالیاں دیں جناب امیرؑ کو اسیطرح مغیرہ نے بھی
تو لوگوں نے جناب امام حسنؑ سے کہا کہ آپ بھی جاکر اسکا جواب دیجئے حضرت نے انکار کیا اور کہا
الا اینکہ تم لوگ اسکا عہد کرو کہ اگر ہم سچ کہیں تو اُسکی تصدیق کرو اور اگر جھوٹھ کہیں تو
اُسکی تکذیب کرو۔ سب نے اسکا اقرار کیا تو حضرت نے منبر پر جاکر بعد حمد و ثنا فرمایا اے عمرو و
اے مغیرہ۔ ہم تمکو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ سچ کہو تم اسکو جانتے ہو کہ رسول نے لعنت کی ہے
سایق (کھینچنے والا) قائد (ہانکنے والا) پر جنمیں سے ایک شخص فلاں ہے (معویہ) سب نے
کہا ہاں۔ پھر کہا اے مغیرہ و معویہ تمکو قسم دیتے ہیں کہ بتاؤ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے
عمرو عاص پر بعوض ہر قافیہ کے لعنت کیا ہے دونوں نے کہا ہاں۔ تب حضرتؑ نے معویہ و
عمرو عاص سے گواہی طلب کی کہ رسول اللہ نے مغیرہ کی قوم پر لعنت کی ہے دونو نے اقرار کیا
تب حضرت نے فرمایا الحمد للہ کہ تم لوگ اُن لوگوں سے ہو جو تبرا کرتے ہو اس شخص سے
یعنی جناب امیرؑ سے حالانکہ کبھی رسول اللہ صلعم نے برا نہ کہا بلکہ نہایت عظمت و جلالت سے یاد کیا
اس روایت کو چونکہ میں طرق متعددہ سے حصہ اول میں لکھ آیا ہوں اسلیئے بخوف طوالت
دوبارہ اُس سے بحث نہیں کرتا۔ مگر مخاطب کو تو اب بخوبی معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ہے
اسیطرح کی جرح نہیں ہو سکتی۔ پھر حیف ہے جو اُسپر ایمان نہیں لاتے اور زمخشری
کے نقل کرنے سے معتزلی کا الزام دیتے ہیں۔
قولہ اور حدیث ثانی کا راوی مفقود ہے۔ غلط ہے کیونکہ میں نے اس حدیث کو
تاریخ محمد بن جریر طبری سے نقل کیا ہے جسکی توثیق و تصدیق بھی ظاہر کی ہے جسکی حدیث
کو کوئی ضعیف نہیں کہہ سکتا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ یہ حدیثیں ایسی صحیح و معتمد ہیں کہ خلیفہ معتضد باللہ
نے اس سے استدلال کیا اور بغرض ہدایت اہل سنت درباره لعن معویہ اُسے استعمال کیا پھر آپ
اسپر کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں حالانکہ بقول امام طبری یہ حدیث مشہور و معروف ہے جو قریب

...ی ہے۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا۔ بہرحال یہ دونوں حدیث قابل اعتبار نہیں بنابر آپکے مذاق خاص کے بہت صحیح ہے۔ کیونکہ آپکے ایمان کا دارومدار احادیث وضعی پر ہے نہ احادیث صحیحہ پر۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں ومن ذلك ما وضعه بعض جهلة اهل السنة في فضائل معوية قال اسحق بن راهويه لا يصح في فضيلة معوية بن ابي سفيان عن النبي صلعم شئ ومن ذلك ما وضعه الكذابون في مناقب ابي حنيفة والشافعي على التنصيص على اسميهما وكذا ما وضعه الكذابون ايضاً في ذمهما

موضوعات کبیر یعنی اسیطرح بے اصل ہیں وہ روایتیں جو جہال اہل سنت نے فضائل معویہ میں حدیثیں بنائیں کہا اسحق بن راہویہ نے کہ نہیں صحیح ہوی فضائل معویہ میں رسول اللہ سے کوئی شئے اسیطرح وہ روایتیں ہیں جو بنائی گئیں فضائل ابوحنیفہ و شافعی میں نام لیکر انکا اسیطرح ان دونوں کی مذمت میں بھی بنائی گئیں۔

پس اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ معویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث نہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل سنت نے حدیثیں بنائیں۔ جنپر آپ لوگوں کا اعتقاد ہے۔ غور کیجئے آپکے اسلاف آپکے لئے کیا کیا ذخیرہ جمع کر گئے ہیں کہ ابوحنیفہ و شافعی و معویہ سب کیلئے حدیثیں تیار کر گئے ہیں جو آج آپ لوگوں کے کام آرہی ہیں۔

یہ نہ خیال کیجئے گا کہ یہ سب احسان صرف انھیں لوگوں کے ساتھ کیا گیا ہے حضرات شیخین کیلئے اس سے کہیں زیادہ بنائی گئی ہیں چنانچہ ملا محمد صوف لکھتے ہیں وما وضعه جهلة المنتسبين الى السنة في فضيلة الصديق لؤلؤ ص ۱۲۷ یعنی انہیں موضوعات و حدیثوں میں جو جاہل سنیوں نے کہ اپنے کو اہل سنت کہتے ہیں فضیلت صدیق میں حدیثیں بنائیں۔

اور امام شوکانی نے بیس حدیثیں موضوع فضائل ابوبکر میں نقل کی ہیں اور بارہ فضائل عمر میں اور آٹھ فضائل عثمان میں

باقی رہا دعوے منسوخیت یا بطلان۔ بس سابقاً ذکر ہوچکا کہ اسوقت تک آپکے ساتھ احتجاج نہیں کر دوں کسی عالم کے قول سے سند بھی تو لائے۔

واہ رے انصاف اہل سنتہ کہ احادیث صحیحہ کفر و نفاق و ارتداد خلفا کو لغو و باطل قرار دیں اور روایات فضائل جو سب وضعی و مصنوعی ہیں وہ سب صحیح کہی جائیں۔ اور جو آیات و احادیث صحیحہ کہ درباره اہل بیت طاہرین ع ہیں وہ سب آپکے نزدیک منسوخ و باطل۔ بھلا کوئی مسلمان قول رسول ص کو باطل کہہ سکتا ہے بجز آپ کے۔ کیونکہ خلیفہ دویم کے بعد آپ ہی کو درجہ نبوت ملا ہے جو رسول اللہ ص کی حدیثوں کو منسوخ کریں اور باطل۔ اب فرمائیے آپ میں اور کفار میں کیا فرق رہا وہ بھی تو قول رسول ص کو باطل جانتے تھے

قولہ وان الذین یوذون اللہ۔ الخ

اسکا جواب کلام شاہ عبد العزیز سے مذکور ہو چکا۔ مگر آپ کی یہ نئی تحقیق اب معلوم ہوئی کہ ایذائے خدا و رسول ص سے بھی آپ کے نزدیک اُسی وقت کوئی مستحق لعنت ہو سکتا ہے جب کافر ہو اور مسلمان منافق ہو کر جو ایذائے خدا و رسول ص کا مرتکب ہو تو اسپر کوئی الزام نہیں۔ آجتک یہ مضمون کسی سے نہیں سُنا گیا تھا۔ پھر ناحق خدا و رسول ص نے منافقین کی مذمت فرمائی اور اُنپر لعنت کی اور ناحق آپ کے علمانے اس آیہ سے بچانے کے لئے ابوبکر و عمر صاحب کو اسکا دعوےٰ کیا کہ وہ مرتکب نہیں ہوے یہی کہدیتے یہ سب تو کفار سے متعلق ہے کلمہ گو نہیں

قولہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹ میں جو حدیث منقول ہے۔

اقول آپنے مستدل اول تقریر کا خیال نہیں کیا کہ اُسکا کیا مطلب ہے وہ تو قول معاویہ **ما زلت اطمع فی الخلافۃ** سے استدلال کرتا ہے کہ خود معاویہ بیان کرتا ہے بکو ہمیشہ خلافت کی طمع رہی جسپر مولوی روم کا یہ شعر لکھا تھا۔ اہل دنیا کافران مطلق اند ۔ روز و شب در بق بق و در زق زق اند۔ آپ سمجھے کہ یہ روایت صحیح ہے یا یہ حدیث درست ہے حالانکہ یہ محض آپکا خیال خام ہے کیونکہ ممکن ہی نہیں رسول اللہ ص کبھی ایسا کلام فرمائیں جس سے اہل باطل کو کوئی سند حاصل ہو یہ سب معترفات بنی امیہ سے ہے جسکی تصریح مکرر ہو چکی چنانچہ آپکے علما نے صاف صاف لکھدیا ہے کوئی حدیث صحیح نہیں اور معاویہ کی کذابیت بھی معلوم ہوئی دیکھئے علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں صفحہ ۶۰ جلد ۳

فقال کعب لکن بیت ول ہے ببدہ صاحب البغلۃ الشہباء یعنی معویہ فطمع

فیہما من یومئذ یعنی ابتدائے فتنہ عثمان میں جو معویہ میں پایا جاتا تھا اسوقت جبکہ یہ بات ہوتی تھی اگر عثمان قتل ہوئے تو حضرت علی خلیفہ ہونگے اور بعض نے زبیر کیطرف اشارہ کیا تھا اسوقت کعب الاحبار نے کہا نہیں بلکہ بغلہ شہبا والا یعنی معویہ خلیفہ ہوگا اُسیوقت سے معویہ کو طمع ہوئی اسکی۔

اب آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ معویہ نے جو وجہ طمع بیان کی ہے وہ افترائے محض ہے۔ کعب الاحبار ایک عالم یہودی المذہب تھا جو بزمانہ خلافت خلیفہ دوم اسلام لایا اور قواعد نجوم و علوم کہانت سے خوب واقف تھا اسی نے اکثر اسی قسم کی باتیں بیان کرتا جسپر خلیفہ دوم عامل ہوئے اور یہی وجہ تھی اُسکے تقرب کی جسسے وہ ایسی باتیں سکھاتا جو یہودیت کی جان تھی جسمیں آجتک وہی امور اہل سنت میں رائج ہیں۔

باقی رہی یہ تقریر کہ حضرت سلیمان بادشاہ ہوئے ذوالقرنین نے حشمت پائی طالوت کو یہ مرتبہ ملا اُسکے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ بحث نہ مطلق سلطنت میں ہے نہ حکومت میں بلکہ ظالمانہ حکومت و سلطنت سے بحث ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کی سلطنت کو ناجائز و ناشروع قرار دیدیں تو آپکی تقریر بہت درست ہے۔ وگرنہ آپ جانتے ہیں شریعت اسلام کی غرض ایمانداری ہے نہ جہانبانی اب ہم اس رسالہ کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ خداوند عالم مسلمانوں کے حال پر رحم کرے اور اُنکو ایمان و تقوی کی ہدایت کرے کہ وہ راہ مستقیم پر چلیں۔ بادشاہ تو دنیا میں روز مرہ ہوتے ہیں اور ہونگے۔ مگر بجز اہل سنت دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جسکے مذہب کی بنیاد بادشاہ پرستی پر ہو کہ جو شخص دنیا میں بادشاہ ہوا اُسکے یہ حمایتی و طرفدار ہیں۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

سید المرسلین وآلہ الطاہرین ولعنۃ اللہ علی

اعدائہم اجمعین

کتبہ المفتقر الی اللہ ...

المقدسة وفيما عهد الينا موسى بن
عمران عليه السّلام انه اذا كان أخر
الزمان يخرج نبيٌ يقال له احمد ومحمد هو
خاتم الانبياء لا نبي بعده فيكون اوصيائه
بعده اثنا عشر اولهم ابن عمه وختنه والثاني
والثالث كانا اخوين من ولده ويقتل
امة النبي الاول بالسيف والثاني بالسم
والثالث مع جماعة من اهل بيته بالسيف
وبالعطش في موضع الغربة فهو كولد
الغنم يذبح ويصبر على القتل لرفع
درجاته ودرجات اهل بيته و
ذريته ولاخراج محبيه واتباعه
من النار وتسعة الاوصياء منهم
من اولاد الثالث فهولاء الاثنا عشر
عدد الاسباط قال صلى الله عليه
وسلم اتعرف الاسباط قال نعم انهم
كانوا اثنا عشر اولهم لاوى بن برخيا و
هو الذي غاب من بني اسرائيل غيبة
ثم عاد فاظهر الله به شريعة بعد
اندراسها وقاتل قرسطيا الملك حتى
قتل الملك قال صلى الله عليه وسلم

لوگوں کی جگہ کہاں ہوگی۔ کہا رسول اللہ
نے جنت میں جہاں میرا درجہ ہوگا پس
ایمان لایا یہودی اشہد ان لا الٰہ
الا اللہ وانک رسول اللہ و
اشہد انہم الاوصیاء بعدک
کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ
رسول خدا ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ یہ سب
اوصیا ہیں آپکے بعد کہ کتب انبیاء سابقین
میں اُسکی خبر مجھے ملی ہے۔ اور اسکا عہد لیا گئے
ہیں حضرت موسے سے کہ آخر زمانہ میں ایک
پیغمبر ہوگا جسکو احمد و محمد کہینگے وہ خاتم انبیا
ہوگا جسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اُنکے بعد
بارہ وصی اُنکے ہونگے کہ پہلا اُنکا ابن عم و
داماد اُنکا ہوگا اور دوسرے تیسرے وصی
دو بھائی ہونگے فرزند اُسکے جنہیں امت
نبی قتل کریگی ایک کو تلوار سے دوسرے
کو زہر سے تیسرے کو قتل کرینگے مع اہل بیت
اُنکے جو کشتہ ہونگے تلوار سے میدان
غربت میں پس وہ مثل گوسفند ذبح کیا جائیگا
اور صبر کریگا قتل پر تاکہ درجات اُسکے اور
اُسکے اہل بیت کے بلند ہوں اور ذریعہ

كائن في امتي ما كان في بني اسرائيل
حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة و
ان الثاني عشر من ولدي يغيب حتى لا يرى
ويأتي على امتي بزمن لا يبقى من الاسلام
الا اسمه ولا يبقى من القرآن الا رسمه فحينئذ
يأذن الله تبارك وتعالى له بالخروج فيظهر
الله الاسلام به ويجدده طوبى لمن احبهم
وتبعهم والويل لمن ابغضهم وخالفهم
وطوبى لمن تمسك بهداهم فانشأ
نعثل. شعر

صلى الله ذو العلى عليك يا خير البشر
انت النبي المصطفى والهاشمي المفتخر
بكم هدانا ربنا وفيك نرجو ما امر
ومعشر سميتهم ائمة اثنا عشر
حباهم رب العلى ثم اصطفاهم من كدر
قد فاز من والاهم وخاب من عادى الزهر
آخرهم يسقي الظماء وهو الامام المنتظر
وعترتك الاخيار لي والتابعين ما امر
من كان عنهم معرضا فسوف يصلاه سقر

نجات ہوا اپنے دوستوں اور شیعوں کے لئے
آتش جہنم سے۔ اور نو وصی ہونگے انکی
اولاد سے۔ پس یہ بارہ امام ہونگے ہم عدد
اسباط (بنی اسرائیل) کے۔ فرمایا حضرت
نے تو پہچانتا ہے اسباط کو۔ کہا اُسنے (وہ
یہودی جو اسلام لایا) ہاں میں پہچانتا ہوں
وہ بارہ آدمی تھے کہ اول انکے لاوے بن برخیا
ہیں جو غائب ہوئے تھے بنی اسرائیل سے ایک
زمانہ تک پھر خدا نے انکے ذریعہ سے ظاہر
کیا شریعت کو بعد اندراس ہوجانے کے
اور قتال کیا انہوں نے قرسطیا بادشاہ
کو اُسے قتل کیا۔ فرمایا حضرت نے وہی باتیں
اس امت میں بھی ہونیوالی ہیں جو امم سابقہ
میں ہوئیں۔ اور بارہواں فرزند میرا غائب
ہوگا کہ نہ دیکھا جائیگا یہانتک کہ گذریگی میری
امت پر ایک زمانہ جس میں اسلام فقط برائے
نام رہ جائیگا اسوقت خدا اذن دیگا اُسکو
بخروج جسکے سبب سے اسلام ظاہر ہوگا اور
اسکی تجدید ہوگی پس طوبےٰ ہے اسکو جو انکی
متابعت کرے اور محبت کرے اور واے ہے اسپر جو اُسے بغض کرے اور مخالفت۔ اور طوبےٰ
ہے اُسکے لئے جو تمسک کرے اُنسے اور انکی ہدایت کو قبول کرے۔ اسپر اُس یہودی نے چند اشعار کہے

جسکا خلاصہ یہ ہے۔ خدا کا صلوٰۃ و سلام ہو تم پر اے خیر البشر کہ تم نبی مصطفےٰ و ہاشمی مفتخر ہو۔ خدا نے
بدولت تمہارے ہدایت کی پیروی و رتبے سے امید ہے جن بارہ اماموں کا نام لیا وہ ایسے ہیں کہ خدا نے
انکو برگزیدہ کیا اور پاک کیا۔ انکی محبت سے رستگاری ہوگی اور زیاں کار ہوگا وہ جو انسے مخالفت
کرے۔ امام منتظر انکے جو بارہویں امام ہیں وہی تشنگی کے بجھانے والے ہونگے۔ جو انسے روگرداں
ہوگا وہ جہنم میں جائیگا۔

دیکھئے یہ تحقیق یہ حدیث بھی مقبول اہل سنت ہے نہ کہ کسی عالم شیعہ کی تقریر ہو یا اسکی تحقیق۔
پھر حضرات اہل سنت اسکو کیوں نہیں قبول کرتے جو انکا ایمان درست ہو اور ان بکھیڑوں سے
نجات ملے جو دیگر علماء اہل سنت نے پھیلا رکھا ہے۔

اگر آپکو آیہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم پر عمل کرنا ہے جو ضروری ہے
تو اس تحقیق کو قبول فرمائیے کیونکہ خدا کہتا ہے اطاعت کرو تم خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی
اور اولی الامر کی۔ تو پہلے شناخت انکی حاصل کیجئے۔ پہچانئے وہ لوگ کون ہیں اسکے بعد اطاعت
کیجئے جو واجب ہے اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات
میتۃ جاہلیۃ کہ جو مر جائے بغیر پہچانے ہوئے اپنے امام زمانہ کے تو اسکی موت موت جاہلیۃ
ہوگی جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔ یہ حدیث شیعہ و سنی کے یہاں بالاتفاق قبول کی گئی ہے
اور صحیح مانی گئی ہے۔ پھر فرمائیے اسکی تصدیق بغیر قبول کرنے اس حدیث کے کیونکر ہو سکتی ہے
کیونکہ امام کا موجود ہونا ہر زمانہ میں اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جب اس حدیث پر اور اس
طریقہ پر ایمان لایا جائے۔ ورنہ تحقیقات ماسبق سے تو آپ نے دیکھا کہ ابھی تک بارہ امام ہی نہیں
معین ہوئے جو انکا وجود ہر زمانہ میں تسلیم کیا جائے اور ان پر ایمان لایا جائے

غرض ان تحقیقات سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ نے امت کی ہدایت میں کسی طرح
کی کوتاہی نہ فرمائی کل احکام شرعیہ کی طرح بلکہ ان سب سے زیادہ اسکی توضیح فرمائی معرفت امام
زمانہ کو واجب فرمایا۔ پھر انکی تعداد بتائی کہ بارہ ہیں۔ پھر نام بنام بتایا کہ یہی دوازدہ امام ہیں

جنکو بارہ خلیفہ بھی فرمایا بارہ امیر بھی بارہ سردار بھی جسکی بشارت خود توراۃ میں بھی موجود ہے۔
یہی سبب ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی صاف صاف اقرار کیا کہ بارہ امام کے مراد لینے سے
اس حدیث میں ہم شیعہ کو خطاکار نہیں جانتے۔ ما مردم شیعہ را بسبب تعیین مراد دریں
احادیث خاطی نیگوئیم۔ پھر لکھتے ہیں واکثر شیعہ ایں صفات را بر ائمہ اطہار منطبق کردہ اند و اصلا
ایشاں ہم نظیر ایں نزد ما گمراہ نخواہند بود حشر فتاوے۔ پس جب اس تحقیق میں کسیطرح کی
خرابی نہیں ہے اور یہی صحیح و درست ہے پھر اہل سنت کیوں نہیں قبول کرتے؛

بہرکیف اہل سنت کی جان ایک عجب قسم کے عذاب میں مبتلا ہے کہ ایک طرف دنیا کو دیکھتے ہیں اور
اُسکے سامان و اسباب تعیش کو تو مجبوری سنی بننا پڑتا ہے ورنہ قوم سے برادری سے خارج
ہوسکتے جائیں گھر سے نکالے جائیں لوگ دشمن ہوجائیں کیونکہ بقاعدہ الناس علی دین
ملوکھم اکثر مسلمان اہل سنت ہی ہیں جو دیکھتے آئے کہ خلافت سلطنت زیادہ تر اسی
طریقہ میں رہی۔ دوسری طرف جب حدیثوں پر نظر پڑتی ہے کچھ خدا کا خوف دامنگیر ہوتا ہے
تو مذہب شیعہ کو پسند کرتے ہیں جہاں ہر طرحکے الزام سے نجات ملتی ہے ائمہ کرام کا ساتھ ہوتا ہے
عیوب سے برات ممکن ہے اسلئے علمائے اہل سنت نے جنکے رزق کا دارومدار اسی پر ہے کہ بذریعہ
پیری مریدی کچھ پیدا کریں یا نماز وعظ مولود پڑھنے سے اپنا پیٹ بھریں۔ یہ تدبیر نکالی کہ اپنے
ہم مذہبوں کو شیعوں کے پاس بیٹھنے اور انکی صحبت میں رہنے سے روکیں۔ انکی کتابوں کے دیکھنے
سے۔ بلکہ خود اپنے مذہب کے تاریخی حالات دیکھنے سے بھی منع کریں کہ کہیں یہ شخص شیعہ ہوجائے
یہی باعث ہے کہ علمائے سلف نے انکو بحث و مناظرہ کرنے سے روکا اور علم کلام کو حرام کردیا کہ
اسکا دیکھنا یا جاننا حرام ہے۔ مگر چونکہ اب اُس قسم کے علما باقی نہ رہے جو کچھ سمجھیں بوجھیں۔ بلکہ اب ملائی
کا لقب اُن لوگوں نے حاصل کیا ہے جو شرح وقایہ بھی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اسلئے اکثر جاہل
لڑکے اب اُلجھ پڑتے ہیں اور بحث و مباحثہ پر تیار ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس طریقے سے
اور بھی اسلاف کے حالات ظاہر ہونگے جسکے چھپانے کیلئے علماء سلف نے علم کلام کو حرام کر دیا تھا

یہی سبب ہے کہ ہندوستان میں چونکہ پھر بھی کچھ صاحب علم موجود ہیں وہ اول تو مباحثہ ہی نہیں کرتے اور اگر کہیں مناظرہ کا نام بھی لیا تو معاویہ کے بارے میں یا یزید کے بارے میں نہیں پڑتے جنکے بارے میں انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ اس چھیڑ سے بجز فضیحتی اور رسوائی کوئی نتیجہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ بخلاف ہمارے اس صوبہ بنگال کے جہاں علمی روشنی سے بالکل محروم ہیں صرف مولود خوانی سے ملاؤں کو مطلب ہے جس سے چند ٹکے ہاتھ لگ جائیں۔ لہذا انکا شور و غوغا جو کچھ ہے معاویہ کے بارے میں کہ نہایت درجہ غلو اُسکی محبت میں رکھتے ہیں کیونکہ اپنی جہالت و ناواقفیت سے سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ویسا ہی صحابی اور خلیفہ ہے جیسا کہ خلفاء ثلثہ تھے۔ اور فی الحقیقت یہ سمجھنا مطابق حدیث مذکورۂ بالا کے صحیح بھی ہے کہ جب یہ بھی بارہ خلیفہ میں داخل ہیں تو پھر انمیں اور خلفاء ثلثہ میں کیا فرق رہا۔ اسی سے علماء اہل سنۃ نے سرحدار اہل سنۃ کا خطاب دیا ہے تاکہ کف لسان و سد زبان کی بہیں سے حدبندی قائم کی جاے۔ یہی مصلحت یزید کے بارے میں بھی رکھی گئی جسکو وہی سب خطاب والقاب مرحمت ہوئے جو اُسکے باپ کو حاصل تھے۔ مگر اُسکے اعمال زشت ایسے نہ تھے کہ سرحدداری کا عہدہ قائم رکھ سکے جسکا اصل باعث اسکا صحابی نہ ہونا ہے۔ اور خود صحابہ و تابعین کو قتل کرنا اور نہ قتل امام حسین ؑ سے اُسپر کوئی ایسا جرم بجا رہتی تھا قائم کیا جاتا جس سے وہ مستحق لعنت ہو سکے۔ ہاں شیعوں کی ہر سالہ تعزیہ داری و محرم کی نوحہ زاری نے بھی بہت کچھ اثر ڈالا جس سے اُسکے ظلم کی حقیقت عام عالم پر ظاہر ہو گئی ورنہ یہ واقعۂ کربلا بھی اُسیطرح چھپا دیا جاتا جیسا کہ واقعہ خم غدیر چھپا دیا گیا جسمیں لاکھوں آدمیوں کے روبرو جناب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی ؑ کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ یہی باعث ہے کہ اہل سنۃ اصل محرم پر بھی بہت کچھ طعن لاتے ہیں اور جا بجا ضد یا اعتراض کرتے ہیں تاکہ شیعہ اس سے باز آئیں تو یزید کے حالات بھی مخفی ہو جائیں اور مثل خلفاء ثلثہ اُسکی بھی پرستش ہونے لگے

بہرحال قبل از جواب تقریر فریق مخالف ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ صریح اقوال خدا و رسول و ائمہ کرام و صحابہ و تابعین و علماء و خلفا در بارہ معاویہ نقل کریں تاکہ معلوم ہو جاے جو لوگ

اہل سنت کے ماخذ دین اور پیشوائے سلیس شخص وہ معویہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور کیا اعتقاد رکھتے ہیں اسکے بعد ایک مختصر نوٹ انکے تاریخی حالات کا دونگا پھر جواب فریق مخالف لکھونگا۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

احادیث نبوی در ذم معویہ

فی المستدرک الصحیح قال الحاکم علی شرط الشیخین عن ابی برزۃ کان ابغض الاحیاء الناس الی رسول اللہ بنو امیۃ و بنو حنیفۃ قال شر قبائل العرب بنو امیۃ و بنو حنیفۃ و ثقیف تطہیر الجنان ص ۱۳۲ لابی نعیم الحافظ سیکون فی امتی فتنۃ شر قبائل العرب بنو امیۃ و حنیفہ و ثقیف صفحہ ۱۳۳ ینابیع المودۃ۔ و شر العرب بنو امیۃ و بنو حنیف و ثقیف تطہیر الجنان صفحہ ۱۳۳ عن عبد اللہ قال لکل شئ آفۃ و آفۃ ھذا الدین بنو امیۃ تطہیر الجنان ص ۱۳۳ للدیلمی ولد الحکم ملعون للطبرانی ویل لامتی مما فی صلب ھذا الطبرانی ویل لبنی امیۃ ثلاثا الدیلمی الود یتوارث و البغض یتوارث الطبرانی الود و العداوۃ یتوارثان صفحہ ۳۰ ینابیع المودۃ۔ و فی روایۃ عند البزار اذا بلغ بنو ابی العاص ثلثین رجلا

اور حدیث صحیح میں ہے کہ سب قبیلوں سے یا سب آدمیوں سے جو حضرت رسول کے نزدیک زیادہ دشمن تھا وہ بنی امیہ تھا۔ اور فرمایا رسول اللہ نے کہ شر قبائل عرب بنی امیہ و بنو حنیف و ثقیف ہیں (عثمان و معویہ بنی امیہ میں داخل ہیں) حضرت رسول اللہ نے فرمایا کہ بہت نزدیک ہے کہ ہوں میری امت میں فتنہ انگیز شر قبائل عرب بنو امیہ و حنیفہ و ثقیف ہیں (کیسے معویہ انھیں سے ہیں کہ خارج؟) بدترین عرب بنوامیہ، بنو حنیف و ثقیف ہیں۔ عبد اللہ سے منقول ہے کہا ہر شی کیلئے آفت ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہیں۔ دیلمی کی روایت ہے کہ ولد الحکم ملعون ہیں اور ویل ہے واسطے بنی امیہ کے اور محبت و مودت و بغض و عداوت میں توارث ہوتا ہے اشارہ ہے اسکی طرف کہ عداوت بنی امیہ وغیرہ بنی ہاشم کے ساتھ موروثی ہے حضرت نے فرمایا مجھے اسکا خوف ہے کہ میری امت پر امکہ

كان دين الله دخلا ومال الله دولا وعباد
الله خولا ص۱۳۲ تطهير الجنان
عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم انما اخاف على امتى ائمة
مضلين قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تزال طائفة من امتى على
الحق ظاهرين لا يضرهم من خذلهم
حتى ياتى امر الله ترمذى. لابى داؤد من
قاتل عليا على الخلافة فاقتلوه كائنا من
كان ص۱۳۹ ينابيع المودة. عن ابن
عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب
بعضكم رقاب بعض ص۱۰۱ ترمذى
قال ثنى سفينة قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم الخلافة فى امتى ثلثون
سنة ثم ملك بعد ذلك ثم قال لى
سفينة امسك خلافة ابى بكر ثم
قال وخلافة عمر وخلافة عثمان ثم قال
امسك خلافة على فوجدناها ثلثين
سنة قال سعيد فقلت له ان بنى امية
يزعمون ان الخلافة فيهم قال كذبوا بنو الزرقاء

مضلین (گمراہ کرنے والے سلاطین و ائمہ)
مسلط ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ کچھ لوگ ہماری امت
سے ہمیشہ ظاہر ہونگے حق پر جنکو کسی کا ترک مدد
کرنا ضرر نہ پہنچائیگا یہاں تک کہ امر خدا آ جائے
ص۱۳۲ ترمذی (غور فرمائیے وہ ائمہ مضلین
کون ہیں اور طائفۂ حقہ کون ہے؟) ابو داؤد
راوی ہیں کہ حضرت نے فرمایا جو جنگ کرے علی
سے در باب خلافت اسکو قتل کرو کوئی ہو۔ ابن عباس
سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا تم بعد میرے
کافر نہ ہو جانا کہ بعض تمہارے بعض کی گردن مارے
(دیکھئے سنی کیلئے یہاں کیا نتیجہ نکلتا ہے؟)
سفینہ صحابی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے
خلافت بعد میرے تیس سال ہے پھر بادشاہی
ہے کہا سفینہ نے لے خلافت ابوبکر و عمر و
عثمان و علی کو۔ میں نے گنا تو تیس برس
ہوا تھا۔ راوی نے کہا بنو امیہ گمان کرتے ہیں
کہ خلافت ان میں ہے کہا سفینہ نے جھوٹے
ہیں بنو الزرقاء وہ لوگ ہیں بدترین ملوک سے
ص۱۱۱ ترمذی۔ اصل روایت میں ملوک
عضوض یعنی دانت کاٹنے والے بادشاہ
ملوک گزندہ وارد تھا مگر ترمذی نے اسکو

بل هو ملوک من شر الملوک صر ۱۱۳ ترمذی
لما قدم عمرو بن العاص علی معویة وقام معه
فی شان علی بعد ان جعل له مصر طعمة قال
له ان بارضک رجلا له شرف واسم والله
ان قام معک استهویت به قلوب الرجال
وهو عبادة بن الصامت فارسل الیه
معاویة فلما اتاه وسع له بینه وبین عمرو
بن العاص فجلس بینهما فحمد الله معاویة و
اثنی علیه وذکر فضل عبادة وسابقته
وذکر فضل عثمان وما ناله وحضه علی
القیام معه فقال عبادة قد سمعت ما قلت
اتدریان لم جلست بینکما فی مکانکما قالا
نعم لفضلک وسابقتک وشرفک قال
لا والله ما جلست بینکما لذلک وما کنت
لاجلس بینکما فی مکانکما ولکن بینما نحن
نسیر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی غزاة تبوک اذ نظر الیکما تسیران
وانتما تحدثان فالتفت الینا فقال
اذا رایتموهما اجتمعا ففرقوا بینهما فانهما
لا یجتمعان علی خیر ابدا وانا انهاکما
عن اجتماعکما فاما ما دعوتمانی الیه

حذف کر دیا۔ بہر کیف حسب بیان سفینہ
صحابی دور دعگو ہونا ان مدعیان خلافت کا
جسمیں معٰویہ اول نمبر میں بخوبی ظاہر ہوا اور
لعنۃ اللہ علی الکاذبین آیہ قرآنی ہے۔ جب
عمرو عاص معٰویہ کے پاس آیا اور مصر اُسکو
جاگیر میں ملگیا تو عمرو عاص نے کہا اگر عبادہ
بن صامت بھی ہملوگوں میں ملجائیں تو بہتر ہے
چنانچہ عبادہ بن صامت بلائے گئے اور وہ درمیان
معٰویہ و عمرو عاص کے بیٹھے معٰویہ نے بعد حمد و
ثنائے خدا کے فضیلت عبادہ کو بیان کیا اور
پھر عثمان کا ذکر کیا اور اسکی خواہش کی کہ
ہمارے شریک ہو جاؤ عبادہ نے کہا تم جانتے
ہو میں تملوگ کے بیچ میں کیوں بیٹھا اُن
دونوں نے کہا بسبب اپنی بزرگی و فضیلت
کے عبادہ نے کہا نہیں میں اس وجہ سے بیچ
میں بیٹھا ہوں کہ حضرت رسول اللہ نے تم
دونوں کو ایک جگہ دیکھکر فرمایا تھا جب
ان دونوں کو یکجا دیکھو تو دونوں کو جدا کر دو کہ کبھی انکا
اجتماع خیر پر نہوگا اور میں منع کرتا ہوں کہ تم
دونوں کبھی مجتمع ہونا غور کیجے جب کبھی یہ
دونوں خیر پر نہ جمع ہوں گے بجز شر کے

من القيام معكما فان لكما عدوا اغلظ
اعدائكما وانا كامن من ورائكم في
ذلك العدو ان اجتمعتم على شئ
دخلت فيه ص ۳۰ عقد فريد جلد دوم
جاء ان شداد بن اوس دخل على معوية
وعمرو معه على فراشه فجلس بينهما فقال
اتدرون ما اجلسني بينكما اني سمعت
النبي يقول اذا رايتموهما جميعا ففرقوا
بينهما فما اجتمعا الا على غدر فاحببت ان
افرق بينكما تطهير الجنان ص ۹۲ مطبوعہ مصر

فقرات خطبہ غدیر

ايها الناس ان الله قسم لكل وارث
نصيبه من الميراث ولا يجوز لوارث
وصية في اكثر من الثلث والولد للفراش
وللعاهر الحجر من ادعى الى غير ابيه او تولى
الى غير مواليه فعليه لعنة الله والملئكة
والناس اجمعين لا يقبل الله منه
صرفا ولا عدلا والسلام عليكم ورحمة الله
وبركاته ص ۱۳۶ عقد الفريد۔
وقال ابن جرير في تفسيره حدثنا عن
محمد بن زبالة حدثنا عن عبد المهيمن

تو آپ کی ہدایت و ایمان کا کیونکر دعوے
کرسکتے ہیں ۶ ص ۳۰ عقد فرید جلد ۲
داخل ہوئے شداد ابن اوس صحابی معویہ پر
اور عمرو عاص اسکے پاس بیٹھا تھا۔ شداد
ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا اور کہا تم
جانتے ہو کیوں میں تم دونوں کے بیچ میں بیٹھا
رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب ان دونوں
(معویہ و عمرو عاص) کو اکٹھا دیکھو تو دونکو
جدا کردو کیونکہ یہ دونوں نہ مجتمع ہونگے مگر غدر
پر اسلئے میں یہاں بیٹھا کہ تم دونوں کو علیحدہ
کردوں ص ۱۳۰
حضرت رسول اللہ نے خطبہ غدیر میں فرمایا
ایہا الناس خدا نے ہر وارث کیلئے میراث سے
حصہ مقرر کیا ہے اور ثلث سے زیادہ کسیکو
وصیت کا حق نہیں ہے اور ولد واسطے فراش
کے ہے اور عاہر کے لئے پتھر ہے۔ جو شخص اپنی
نسبت غیر کیطرف کرے اُس پر لعنت ہے
خدا کی اور ملائکہ کی اور تمام آدمیوں کی نہیں
قبول کرتا خدا اُس سے صرف و عدل یعنی جزا جزا
غور کیجئے معویہ نے زیاد کو سفیان کا
بیٹا بنایا برخلاف حکم خدا و رسول و حماس

بن عباس بن سہل حدثنی ابی عن جدی
قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بنی الحکم بن ابی العاص ینزون
علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک
فما استجمع ضاحکا حتی مات وانزل اللہ
فی ذلک وما جعلنا الرویا التی اریناک
الا فتنۃ للناس ص ۹ تاریخ الخلفاء
للطبرانی ویل لبنی امیہ ثلاثا
قال الترمذی حدثنا محمد بن غیلان
حدثنا ابو داؤد الطیالسی حدثنا القسم
بن الفضل الحدانی عن یوسف بن سعد
قال قام رجل الی الحسن بن علی بعد
ما بایع معاویۃ فقال سودت وجوہ
المومنین فقال لا تونبنی رحمک اللہ
فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای
بنی امیۃ علی منبرہ فساءہ ذلک فنزلت
انا اعطینک الکوثر ونزلت انا انزلنہ
فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر
لیلۃ القدر خیر من الف شہر یملکہا
بعدک بنو امیۃ یا محمد قال القاسم
فعددنا فاذا ھی الف شہر لا تزید ولا

لعنت خدا و ملائکہ و ناس میں کیوں نہیں شامل ہوگا۔
ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت نے خواب میں
دیکھا بنی الحکم بن ابی العاص کو کہ آپکے منبر شریف
پر مثل بندروں کے اُچھلتے ہیں جس سے حضرت کو
ایسا رنج ہوا کہ پھر تا دم مرگ آپکو کسی نے ہنستے
نہیں دیکھا اسی بارے میں خدا نے یہ آیہ نازل
کیا کہ میں نے جو خواب دکھایا ہے وہ فتنہ ہے آدمیوں
کیلئے ص ۹ تاریخ الخلفا۔ یہ سب اولاد
حکم کو خلیفہ ہے جو اہل سنتہ کے بارہ امام میں
داخل ہیں دیکھو مقدمہ کتاب ہذا۔
ترمذی میں ہے کہ بعد مصالحت امام حسن
با معویہ ایک شخص نے امام حسن سے کہا آپنے
مومنوں کے منہ کو سیاہ کر دیا حضرت نے فرمایا
اے شخص تو ملامت نہ کر کہ رسول اللہ نے خواب
میں دیکھا تھا بنی امیہ کو کہ آپکے منبر پر چڑھتے
ہیں جس سے حضرت کو نہایت درجہ ملال ہوا خدا نے
حضرت کی تسلی کیلئے سورہ انا اعطینا اور
انا انزلنا نازل کیا جس میں خدا نے فرمایا
ایک شب قدر بہتر ہے اُن ہزار مہینوں سے
جسمیں بنی امیہ حکومت کرینگے۔ کہا قاسم
نے میں نے گنا زمانہ خلافت بنی امیہ کو تو پورا

تنقص ص ۹ و تاریخ الخلفا - ویح عمار بن یاسر
یقتلک الفئة الباغیة تدعوهم الی
الجنة ویدعونک الی النار -
ان الله اوحی الی ان ابین فضلک فقلت
للناس ابلغهم ما امرنی الله تبارک وتعالی
بتبلیغه ثم قال له اتق الضغائن التی
کانت فی صدور قوم لا تظهر دونها الا
بعد موتی اولئک یلعنهم الله ویلعنهم
اللاعنون وبکی صلی الله علیه واله
وسلم ینابیع المودة ص ۱۱۱ -
فی صحیح المسلم عن ابن عباس انه کان
یلعب مع الصبیان فجاء له النبی فهرب
وتواری منه فجاءه وضربه ضربة
بین کتفه ثم قال اذهب فادع لی معویة
قال فجئت فقلت هو یاکل ثم قال
اذهب فادع لی معویة قال فجئت
فقال هو یاکل فقال لا اشبع الله بطنه
صره تطهیر الجنان - مسند ابو یعلی میں ہے
جنکے فضائل ومناقب بستان المحدثین شاہ
عبدالعزیز میں قابل ملاحظہ ہے -
عن ابی هریرة قال کنا مع النبی فسمع صوت

ہزار حیف پایا نکم ہوتا ہی زیادہ ص ۹ و تاریخ الخلفا
دیکھیے جسکی حکومت سے رسول اللہ کو رنج
ہوا اُسے آپ خلیفہ برحق کہتے ہیں اور مقابل
خطاب رضی اللہ عنہ - تو کیا اس سے رسول
اللہ کو نہیں رنج ہوگا -
ہائے ای عمار بن یاسر تجھے فئہ باغیہ قتل کریگا
تو انکو جنت کیطرف بلائیگا اور وہ تجھے دوزخ
کیطرف - اسکی تفصیل آئندہ مذکور ہوگی -
(صحیح بخاری مسلم ترمذی جامع صغیر وغیرہ)
شیخ عبدالحق دہلوی کہتے ہیں یہ حدیث
متواتر ہو - فرمایا رسول اللہ نے خدا نے وحی
کی مجھے تیرے فضائل کو بیان کرنے (یا علی)
پس میں نے بیان کیا اور تبلیغ رسالت کی جسکا
خدا نے حکم دیا تھا - پھر فرمایا بچا لو اپنے کو
ان کینوں سے جو قوم کے سینوں میں ہیں
کہ نہیں ظاہر کرینگے اُسکو مگر بعد میری
موت کے ان لوگوں پر لعنت کرتا ہے خدا اور
لعنت کرتے ہیں لعنت کرنیوالے اور روئے
وہ حضرت ینابیع المودہ ص ۱۱۱
صحیح مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت
نے مجھے معویہ کے بلانے کو بھیجا میں نے آکر

غناء فقال انظر واما هذا فصعدت
فنظرت فاذا معوية وعمرو بن العاص
يغنيان فجئت فاخبرت النبی فقال
اللهم ارکسهما فی الفتنة رکسا اللهم
ادعهما الی النار دعا انتهی - ومنه قول
رسول ؐ وقد راه (ابا سفيان) مقبلا
علی حمار ومعوية يقود به ويزيد
ابنه يسوق به لعن الله القائد و
الراکب والسائق تاريخ طبری ومنه
ان رسول الله ؐ قال يطلع من هذا
الفج رجل من امتی يحشر علی غير ملتی
فطلع معاوية - ومنه ان رسول الله
قال اذا رايتم معوية علی منبری فاقتلوه طبری
ومنه الحديث المرفوع المشهور انه
قال ان معوية فی تابوت من نار
فی اسفل درك منها ينادی يا حنان
يا منان فيقال له الآن وقد عصيت
قبل وکنت من المفسدين تاريخ طبری
حصه ثالثه

عرض کیا وہ کیا گا رہا ہے حضرت نے مجھے پھر
بھیجا میں نے پھر آکر عرض کیا گا رہا ہے
اسپر حضرت نے فرمایا خدایا انہیں سرنگو کر یعنی حکم
معویہ کو۔ یہاں پر علامہ جوہری بیان کرتا
ہے کہ معویہ شور و غل دمشقی روز کھاتا
تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا مستطرف ص ۱۲۵
یعنی ابوبرزہ سے منقول ہے کہ کہا انہوں نے کہ ہم
خدمت رسول میں حاضر تھے کہ گیت گانے
کی آواز آئی حضرت نے فرمایا دیکھو یہ کیا ہے
اوپر جاکر دیکھا کہ معویہ اور عمرو عاص کچھ
گا رہے ہیں رسول سے آکر میں نے عرض کیا
حضرت نے فرمایا خداوندا ان دونوں کو فتنہ
یعنی عذاب میں اپنے سرنگون کر اور شدت
دوستی آتش جہنم میں ڈال انتہی اسکو روایت کیا
مسند امام احمد بن حنبل اور معجم کبیر طبرانی
میں بھی موجود ہے۔ دیکھا رسول اللہ نے
ابوسفیان کو گدھے پر سوار کہ معویہ کھینچتا ہے
اور یزید اسکا بھائی ہنکاتا ہے تو فرمایا رسول
اللہ نے خدا لعنت کرے کھینچنے والے پر
اور سوار ہنکانیوالے پر فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ اس گڑھے سے ایک آدمی نکلے گا جو ہماری
امت سے ہوگا مگر حشر کیا جائیگا ہماری ملت کے سوا دوسری ملت پر پس نکلا وہاں سے معویہ

اور فرمایا رسول اللہ نے جب دیکھو معٰویہ کو میرے منبر پر پس اُسکو قتل کرو۔ اور یہ حدیث مشہور
اور مرفوع ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ معٰویہ ایک صندوق آتشی میں طبقہ جہنم میں ہوگا اور چلا رہیگا
یا حنان یا منان پس ملائکہ جواب دینگے کہ اب خدا کو پکارتا ہے تو نے خدا کی نافرمانی کی اور تو مفسدین
میں سے تھا اور اسی سزا کے لائق ہے یہ وہ آیہ ہے جو بجواب فرعون کہا گیا بعد غرق کے۔
یہ آخر تک کل حدیثیں تاریخ طبری سے نقل کی گئی ہیں جسے اہل سنت اصح التواریخ کہتے ہیں
ان حدیثوں کو اہل سنت بغور ملاحظہ کریں کہ خود اُنھیں کی معتبر و مستند کتابوں سے بسند صحاح
سے لکھی گئی ہیں جسکے بعد انکو معلوم ہوگا معٰویہ سے محبت رکھنا یا اُسکو خلیفہ یا امام ماننا کیسا ہے
کیونکہ حضرت نے ایکدفعہ نہیں بلکہ صدہا مرتبہ خصوصاً و عموماً لعنت فرمائی ہے۔

احادیث جناب امیر المومنینؑ در ذم معٰویہ

وقال ابن عباس اتيت عليا بعد قتل
عثمان عند عودی من مكة فوجدت
المغيرة بن شعبة مستخليا به فخرج
من عنده فقلت له ما قال لك هذا
فقال قال لی قبل مرته هذه ان لك
حق الطاعة والنصيحة وانت بقية
الناس وان الرای اليوم تحرز به ما فی غد وان
الضياع اليوم يضيع به ما فی غد اقرر معوية
وابن عامر وعمال عثمان علی اعمالهم حتی
تاتيك بيعتهم ويسكن الناس ثم اعزل
من شئت فابيت عليه ذلك وقلت لا

ابن عباس سے روایت ہے کہ بعد قتل عثمان
میں خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر
ہوا تو دیکھا مغیرہ بن شعبہ کچھ تخلیہ میں عرض
کر رہا ہے اُسکے نکل جانے کے بعد مینے عرض کیا
یہ کیا کہتا تھا حضرت نے فرمایا اسنے پہلے
مجھسے کہا تھا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ معٰویہ و ابن
عامر و عمال عثمان کو ابھی بحال رکھیں جب
انکی بیعت کرلیں تو پھر جسکو چاہے
معزول فرمائے مینے (جناب امیر علیہ السلام)
کہا نہیں میں امر دین میں مداہنہ (سستی)
نہیں کرونگا نہ دنیاداری سے کام لونگا

ادا هن فی دینی ولا اعطی الدنیة فی امری
قال فان کنت ابیت علی نا نزع واترک من شئت
معویة فان فی معاویة جرأة وهو فی
اهل الشام یستمع منه ولک حجة فی
اثباته کان عمر بن الخطاب قد ولاه الشام
فقلت لا والله لا استعمل معویة یومین
صت ج ۳ کامل

(۲) (قوله ع فی حق طلحه و زبیر) وقال ع ثم
حدث هذا الحدیث الذی جره علی هذه
الامة اقوام طلبوا هذه الدنیا حسدوا
من افاءها الله علیه وعلی الفضیلة
واراد وا رد الاسلام والاشیاء علی
ادبارها والله بالغ امره صت ۹۲ کامل جلد ۳

(۳) فقال لهم علی عباد الله امضوا علی
حقکم وصدقکم وقتال عدوکم فان
معویة وعمرو وابن ابی معیط وحبیبا و
ابن ابی سرح والضحاک لیسوا باصحاب
دین ولا قرآن انا اعرف بهم منکم
قد صحبتهم اطفالا ثم رجالا فکانوا شر
اطفال وشر رجال ویحکم والله ما رفعوها
الا خدیعة ووهنا ومکیدة ثم قالوا السه

تب اُنسے کہا اگر آپ نہیں مانتے تو معٰویہ
کو ضرور بحال رکھئے کہ وہ صاحب جرأت ہے
اور شام میں اُسکو پورا رسوخ ہے میں نے کہا میں تو
اسکو ایک روز بھی معٰویہ کو نہیں رکھ سکتا۔ اور
بروایت استیعاب وغیرہ آپنے یہ آیت پڑھی
وما کنت متخذ المضلین عضدا
یعنی میں نہ بناؤنگا گمراہ کنندوں کو اپنا بازو
تاریخ کامل جلد ۳ صت (دیکھئے جناب
امیر المومنین نے معٰویہ کو کس آیہ کا) مصداق
جانا اُسکی طرفداری خلاف دینداری ہے کہ نہیں؟

(۲) اصحاب جمل طلحہ وزبیر عائشہ وغیرہ کے بارے
میں فرماتے ہیں یہ قوم طالب دنیا ہے حسد کرتے
ہیں اُس سے جسے خدا نے نعمت دی اور فضیلت
دی۔ چاہتے ہیں کہ رد کردیں اسلام کو اور اشیا کو
پس پشت یعنی لوگونکو مرتد بناویں صت ۹۲
جب اصحاب جمل کی یہ حالت ہے تو اصحاب صفین
کا کیا کہنا ہے؟

جب معٰویہ وعمرو عاص نے از راہ مکاری قرآن
کو بلند کیا تو حضرت نے فرمایا بندگانِ خدا تم
چلے چلو اپنے حق وصدق پر اور قتال دشمن کر
کہ معٰویہ عمرو عاص ابن ابی معیط حبیب ابن

لا یسعنا ان ندعی الی کتاب اللہ فنابی
ان نقبلہ فقال لھم علی فانی انما قاتلھم
لیدینوا لحکم الکتاب فانھم قد عصوا اللہ
فیما امرھم ونسوا عھدہ ونبذوا کتابہ

ص ۱۲۶ ج ۳ کامل

(۴) وحضر عمرو بن العاص عند علی لیکتب
القضیۃ بحضورہ فکتبوا بسم اللہ الرحمان
الرحیم ھذا ما تقاضی علیہ امیر المومنین
فقال عمرو ھو امیرکم واما امیرنا فلا
فقال الاحنف لا تمح اسم امیر المومنین
فانی اخاف ان محوتھا ان لا ترجع الیک
ابدا لا تمحھا وان قتل الناس بعضھم
بعضا فابی ذلک علی ملیا من النھار ثم
ان الاشعث بن قیس قال امح ھذا الاسم
فمحاہ فقال علی اللہ اکبر سنۃ بسنۃ واللہ
انی لکاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوم الحدیبیۃ فکتب محمد رسول اللہ و
قالوا لست برسول اللہ ولکن اکتب اسمک
واسم ابیک فامرنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بمحوہ فقلت لا استطیع فقال
ارنیہ فاریتہ فمحاہ بیدہ وقال انک

سرح ضحاک (صحابہ اہل سنت) از اصحاب دین
ہیں نہ صاحب قرآن ہیں تم لوگوں سے زیادہ
میں انکو جانتا ہوں کہ بچپنے سے انکو پہچانتا
ہوں طفلی میں یہ شر الطفال تھے اور بڑے ہوکر
سب سے زیادہ بدتر ہوئے قرآن کو از راہ مکر و فریب
بلند کیا ہے اسیواسطے انسے جہاد کرتے ہیں کہ بیشک
خدا کو مانیں اور اسپر عمل کریں کہ انہوں نے خدا کی
نافرمانی کی ہے اور اسکے عہد کو بھلا دیا ہے اور
کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا ہے ص ۱۲۶ الکامل ج ۳
اسکے بعد صلحنامہ لکھا جانے لگا بعد بسم اللہ
کے لکھا معاہدہ ہے جسپر صلح کی امیر المومنین نے
ابھی یہیں تک لکھا گیا تھا کہ عمرو عاص نے
کہا یہ تم لوگوں کے امیر ہیں نہ ہمارے احنف نے
لفظ امیر المومنین کے نکالنے سے انکار کیا
دیر تک اسپر بحث رہی اشعث بن قیس
نے (خلیفہ اول کا بہنوئی) کہا مٹا دو اس
لفظ کو پس مٹا دیا گیا حضرت علی نے کہا

اللہ اکبر یہ سنت برابر اس سنت کے ہے
کہ بروز حدیبیہ میں کاتب تھا اس صلحنامہ کا جو
درمیان رسول اللہ اور کفار کے لکھا گیا تو
کفار نے کہا لفظ رسول اللہ نکال دو کیونکہ

سنۃ علی المثلها فتجیب فقال عمرو و
سبحان اللہ تشبہ بالکفار ونحن مؤمنون
فقال علی یا ابن النابغۃ ومتی لم تکن
للفاسقین ولیا وللمؤمنین عدوا
فقال عمرو واللہ لا یجمع بینی وبینک
مجلس بعد هذا الیوم ابدا فقال علی
لارجوان یطہر اللہ مجلسی منک و
من اشباھک ص ۱۲۷ کامل جلد ۳

وکان علی اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول
اللھم العن معاویۃ وعمرا وابا الاعور
وحبیبا وعبد الرحمن بن خالد والضحاک
بن قیس والولید فبلغ ذلک معاویۃ
فکان اذا قنت سب علیا وابن عباس
والحسن والحسین والاشتر ص ۱۳۳

فقام فی اهل الکوفۃ فحمد اللہ واثنی علیہ
ثم قال اما بعد فانہ من ترک الجهاد
فی اللہ وادھن فی امرہ کان علی شفا هلکۃ
الا ان یتدارکہ اللہ بنعمتہ فاتقوا اللہ و
قاتلوا من حاد اللہ ورسولہ وحاول ان
یطفئ نور اللہ فقاتلوا الخاطئین الضالین
القاسطین الذین لیسوا بقراء القران

رسول خدا نہیں ہیں حضرت نے مجھے حکم دیا
کہ لفظ رسول اللہ محو کردو میں نے عرض کیا مجھ سے
نہیں ہو سکتا حضرت نے خود اپنے ہاتھ سے
محو کیا اور فرمایا تم سے بھی ایک روز یہی فرمایش
کی جائیگی اور تمکو قبول کرنا پڑیگا عمرو عاص نے
کہا تو کیا ہملوگ کفار کے مشابہ ہیں حضرت
نے فرمایا کس دن تو فاسقوں کا مددگار
اور مومنوں کا دشمن رہا عمرو نے کہا قسم
خدا کی اب آج سے کبھی میری آپکی یکجائی نہ ہوگی
حضرت نے فرمایا کہ امید ہے خدا میرے فرش
اور مجلس کو تجھسے اور تیرے امثال سے
طاہر اور پاکیزہ کرے۔ دیکھئے اس سے نجاست
معاویہ و عمرو عاص وغیرہ ثابت ہوئی یا نہیں
وہ خاصہ مشرکین ہے؟ بحکم آیہ انما المشرکون نجس
جناب امیر جب نماز صبح پڑھتے تو قنوت میں یہ
فرمایا کرتے اللھم العن معویۃ الخ یعنی
خدایا لعنت کر معویہ عمرو عاص حبیب عبد الرحمان
بن خالد ضحاک بن قیس ولید پر پس جب سنا
معویہ نے تو اپنے بھی گالی دینا شروع کیا جناب
امیر ابن عباس اور حسن اور حسین و اشتر کو ۱۳۳
جلد ۳ کامل۔

ولا فقهاء فی الدین ولا علماء فی التاویل
ولا لهذا الامر باهل فی سابقة الاسلام
والله لو ولوا علیکم لعملوا فیکم باعمال
کسری وهرقل تیسروا للمسیر الی
عدوکم من اهل المغرب ص ۱۳۵ کامل

وبلغ علیا ان الناس یقولون لو سار بنا
الی قتال هذه الحروریة فاذا فرغنا منهم
توجهنا الی قتال المحلین فقال لهم بلغنی
انکم قلتم کیت وکیت وان غیر هولاء
الخارجین اهم الینا فدعوا ذکرهم وسیروا
الی قوم یقاتلونکم کیما یکونوا جبارین
ملوکا ویتخذوا عباد الله خولا ص ۱۳۱

وقال الا ان مصر قد افتتحها الفجرة
اولوا الجور والظلمة الذین صدوا عن
سبیل الله وبغوا الاسلام عوجا الا
ان محمد بن ابی بکر استشهد فعند الله نحتسبه
اما والله ان کان کما علمت لممن ینتظر
القضاء ویعمل للجزاء ویبغض شکل الفاجر
ویحب هدی المومن ص ۱۳۳

قیل لعلی بن ابی طالب اخبرنا عنکم وعن
بنی امیة فقال بنو امیة انکروا مسکروا

حضرت نے خطبہ میں فرمایا جہاد کرو ان لوگوں
سے جنہوں نے دشمنی کی خدا اور رسول سے
اور چاہتے ہیں بجھا دیں نور خدا کو بس
جنگ کرو خاطئین ضالین قاسطین سے
جو نہ قرآن کے پڑھنے والے ہیں۔ نہ فقیہ
ہیں امر دین۔ اور نہ علما ہیں امر تاویل میں
نہ کسی طرح لایق ہیں اس امر کے از راہ
سابقہ اسلامی کے قسم بخدا اگر وہ لوگ تسلط
پاویں تو عمل کرینگے بعمل کسرے وہرقل
چلو چلو آمادہ ہو دشمنوں کی جنگ پر اہل مغرب سے صفحہ ۱۳۵ تاریخ کامل
جب حضرت نے دوبارہ قصد جنگ معویہ کیا
تو لوگوں نے کہا پہلے خوارج کا فیصلہ کر لینا
چاہیے حضرت نے فرمایا چھوڑ دو خوارج کے
ذکر کو اور چلو اس قوم کیطرف جو تم سے اس
غرض سے جنگ کرتے ہیں بادشاہ جبار
بنجائیں اور بندگان خدا کو غلام اپنا بنائیں صفحہ ۱۳۱
جب محمد بن ابی بکر قتل ہوئے اور مصر پر
معویہ کا تسلط ہوا تو حضرت امیر نے خطبہ
میں فرمایا فتح کر لیا مصر کو فاجروں نے
جو صاحب جور ہیں اور ظالم ہیں جو روکنے والے
ہیں راہ خدا سے اور باغی ہوئے دین اسلام سے

انجبو ونغن اصبح وانصحے وامنح صہ۳۹ عقد فرید محمد بن ابی بکر شہید ہوئے حالانکہ یہ ایسا شخص تھا کہ قضا کا منتظر رہتا اور بغرض جزائے اخروی اعمال کرتا فاجروں کی شکل سے متنفر تھا اور ہدایت مومنین کا دوست تھا صہ۱۴۳

کسی نے پوچھا جناب امیر سے بنی امیہ کی تعریف تو فرمایا منکر ہیں مکار ہیں فاجر ہیں صہ۳۹ عقد فرید

کہا قیس بن ابی حازم نے کہ میں علی کے ساتھ تھا ہر حال میں اور ہر جنگ میں یہاں تک کہ بروز صفین کہا حضرت علی نے کہ کوچ کرو طرف بقیہ احزاب کے کوچ کرو طرف اُس قوم کے جو کہتی ہے دروغ کہا اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور تم لوگ کہتے ہو کہ سچ کہا خدا اور رسول نے پس میں نے پہچانا کہ حضرت علی کا کیا اعتقاد ہے اس جماعت معویہ کے بارہ میں صہ۱۰۳ ملل نحل۔

اس قول کو ابن حجر مکی صاحب نے بھی جو عاشق زار معویہ ہیں دو سندوں سے نقل کیا ہے اور کہا کہ پہلے میں لین ہے اور دوسرے کو ضعیف بھی بنایا ہے۔ اور بعد اسکے شرح کی ہے۔ کہ بقیہ احزاب سے معویہ مراد ہے (کیونکہ جنگ احزاب کہتے ہیں جنگ خندق کو) جسکا رئیس ابو سفیان تھا کہ اُسنے یہ لشکر فراہم کیا تھا اور یہ جو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو چلو طرف اُنکے جو تکذیب کرتے ہیں خدا اور رسول کی اور تم تصدیق کرتے ہو خدا اور رسول کی پس مراد اس سے وہ قول ہے جو صحابہ نے بہمراہی رسول وقت کوچ کہا نہ وہ قول جو منافقوں نے بھی اُسوقت کہا تھا چنانچہ اقوال مومنین کی حکایت خدا نے اسطرح کی ہے قرآن میں لما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ یعنی دیکھا مومنوں نے احزاب کو تو کہا یہ وہ ہے جسکا وعدہ کیا تھا ہمسے خدا اور رسول نے اور منافقوں نے جو کہا تھا اُسکو خدا نے یوں نقل کیا ہے واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا یعنی۔ اور جسوقت کہتے تھے منافق اور وہ لوگ کہ انکے دلمیں مرض ہے کہ نہیں ہے وہ جسکا وعدہ کیا خدا اور رسول نے مجھ سے مگر غرور یعنی فریب جھوٹھ صہ۱۱۴ تطہیر الجنان

پس اس تصریح سے انکو معلوم ہوگیا کہ جناب امیر معویہ کو اور اُسکے ہمراہیوں کو منافق جانتے تھے کہ وہ سب تکذیب کرنے والے ہیں قول خدا اور رسول کے اور سب اپنے

لشکر کی تصدیق کی کہ تم تصدیق کرنیوالے ہو خدا اور رسول کے جیسا کہ خدا نے اُنکی تعریف فرمائی تھی اب اہل سنت غور کریں کہ معٰویہ منافق ہو یا نہیں؟ اور جناب امیرؑ اس قول میں صادق ہیں یا کیا؟

خطبہ جناب امیر

وولی الناس عثمان لیعمل بالاشیاء عابہا الناس فساروا الیہ فقتلوہ ثم اتانی الناس فقالوا الی بایع فابیت فقالوا بایع فان الامۃ لاترضیٰ الابک وانا نخاف ان لم تفعل ان یتفرق الناس فبایعتہم فلم یرعنی الاشقاق رجلین قد بایعانی وخلاف معاویۃ الذی لم یجعل لہ سابقۃ فی الدین ولاسلف صدق فی الاسلام طلیق بن طلیق حزب من الاحزاب لم یزل حربا للہ ورسولہ ھو وابوہ حتی دخلا فی الاسلام کارھین ولا عجب الامن اختلافکم معہ وانقیادکم لہ وتترکون ال بیت نبیکم الذین لا ینبغی لکم شقاقھم ولاخلافھم الا انی ادعوکم الی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ واماتۃ الباطل واحیاء الحق ومعالم الدین اقول قولی ھذا واستغفر اللہ

یہ کلام حضرت کا ایک طولانی خطبہ میں ہے دوبارہ جنگ معٰویہ کے لئے جب آپ نے طیاری کی تو فرمایا کہ بعد ابوبکر وعمر عثمان خلیفہ ہوا جسکی بے اعتدالیوں نے اُسے قتل کرایا اسکے بعد لوگوں نے میری بیعت کی اور مخالفت کی ان دو آدمیوں نے (طلحہ وزبیر) اور معٰویہ نے خلاف کیا جسکو نہ سابقہ اسلامی حاصل ہوا نہ صدق وراستی سے مسلمان ہوا طلیق ابن طلیق ہے۔ اور بقیہ احزاب سے ہمیشہ یہ دونو باپ بیٹے ابوسفیان ومعٰویہ لڑتے رہے رسول اللہ سے یہاں تک کہ جبراً اسلام قبول کیا۔ تعجب ہو تمکو کونکی حالت ہے جو معٰویہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہو اور ترک کرتے ہو اہل بیت رسول اللہ کو جسکی مخالفت تمکو جائز نہیں میں تم لوگوں کو بلاتا ہوں کتاب خدا وسنت نبی کی طرف اور احیاء حق کیطرف اور طرف مٹانے باطل کے اور زندہ کرنے معالم دین کے۔

لی ولکم وللمومنین ص۱۱ کامل فی کنز العمال عن حبه العرنی قال سمعت علیا یقول نحن النجباء وافراطنا افراط الانبیا وحزبنا حزب اللہ والفئة الباغیه حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا کوا

طلیق یا طلقا اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اہل مکہ سے بعد فتح اسلام لائے کہ وہ لائق اسیری تھے مگر حضرت نے انکو قید غلامی سے آزاد کردیا۔ کنز العمال میں ہے حضرت ابن عباس سے کہ جناب امیر نے بروز جنگ صفین فرمایا ساتھ دو اس سواد اعظم اور رواق

مطیب کا اور لڑو ان دشمنوں سے جنمیں شیطان چھپا ہے اور دونو بازو اپنے پھیلائے ہیں اور بجا جاتا ہے کہ اُٹھے جلدی مدد کرو کہ عمود دین واضح ہو جاوے تم لوگ برتر ہو خدا تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال ضائع نہ جائینگے اور فرمایا کہ ہمارا لشکر لشکر خدا ہے اور فئہ باغیہ لشکر شیطان ہے اور جو شخص انکو اور ہمکو برابر کرے وہ ہم سے نہیں ہے پس الحمد للہ کہ اس روایت سے ہم لوگ شیعوں کا اہل حق اور سواد اعظم و رواق مطیب ہونا ظاہر ہوا اور اہل سنت کا حزب الشیطان ہونا سب پر ثابت ہوا مگر افسوس ہے اہل سنت پر کہ باوصف ملاحظہ ان نصوص صریحہ کے کہ جناب امیر قتل معٰویہ کو واجب فرماتے ہیں کہ بوجہ اس قتل کے انجلاء عمود دین ہوگا اور جماعت معٰویہ کو حزب الشیطان فرماتے ہیں ان سب کے ساتھ معٰویہ کو صاحب فضائل جلیلہ و مناقب جمیلہ بیان کرتے ہیں اور کسیطرح معٰویہ کی ضلالت کے قائل نہیں ہوتے اور استیعاب میں ہے فقال له علی ان اقرورت معویة علی ما فی یده ملکنت متخذ المضلین عضدا جس سے مضل اور گمراہ ہونا معویہ کا ثابت ہوا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہم معٰویہ کے اختیار میں حکومت ملک شام چھوڑ دیں تو اس آیہ کے مصداق ہونگے کہ گمراہ کرنیوالے سے مدد لی اور اسکو زور بازو بنایا۔ ان امیر المومنین کتب الی اهل مصر لما بعث محمد بن ابی بکر الیهم کتابا فقال فیه وایاکم دعوة ابن هند الکذاب واعلموا انه لا سواء امام الهدی وامام الردی ووصی النبی وعدو النبی۔ ینابیع المودة۔ جب امیر المومنین نے محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر کیا تو بنام اہل مصر خط لکھا کہ ڈرو اور پرہیز کرو

دعوۃ ابن ہند کذاب (معٰویہ ہے) اور جانو کہ امام ہدایت اور امام ہوا نفسانی برابر نہیں اسی
طرح وصی رسول و دشمن رسول یعنی معٰویہ برابر نہیں ص ۹۶ ینابیع المودۃ۔

نصر بن مزاحم فی کتاب الصفّین فہو
ثقۃ ثبت صحیح النقل وھو من رجال
اصحاب الحدیث قال غلس علی کرم اللہ
وجہہ بالناس صلوۃ الغدات یوم
الثلثا عاشر ربیع الاول سنہ سبع وثلاثین
ثم حمل بعسکر العراق علی عسکر الشام فحار بھم
والحرب اکلت الفریقین ولکنہا فی
اہل الشام اشد نکایۃ وتضعضعت
ارکان اہل الشام فخطب الاشتر علی فرس
کمیت وقال الحمد للہ الذی جعل فینا ابن عم
نبیہ اقدمہم ایمانا واولہم اسلاما
ھو سیف من سیوف اللہ صبہ علی
اعدائہ فانظروا الیّ واتبعونی وکونوا
الی اثری ثم حمل علی اہل الشام فحاربہم
محاربۃ شدیدۃ قال خرج رجل من اہل
الشام ونادی یا ابا الحسن یا علی ابرز
الیّ فخرج الیہ علیؑ فقال ان لک یا علی
تقدما فی الاسلام والھجرۃ

فہل

نصر ابن مزاحم نے کتاب صفین میں روایت کی ہے
جو موثق و معتمد ہے اور صحاب حدیث سے ہے کہ بروز
سہ شنبہ دسویں ربیع الاول ۳۷ھ کو جناب امیر
علیؑ بعد نماز صبح کے بغرض جنگ اور حملہ کیا
اپنے لشکر کے ساتھ لشکر شام پر اور آتش
حرب مشتعل ہوئی جس میں طرفین کی جانیں
ضائع ہوتی تھیں لیکن اہل شام پر اس کی
نکایت شدید تھی اور لشکر شام کے ارکان
ہل گئے تھے اس وقت اشتر نے خطبہ پڑھا اور
کہا شکر خدا کا ہم لوگوں میں قرار دیا اپنے نبی کے
ابن عم کو اور اسکو جو اسلام و ایمان میں سب
پر مقدم ہو۔ اور سیف خدا ہو جو باوجود دشمنوں کے
سینہ میں در آتا ہو نظر کرو طرف میرے اور
میری پیروی کرو اور ساتھ رہو۔ پس حملہ کیا
اہل شام پر اور سخت جہاد کیا اسکے بعد ایک
شخص لشکر شام سے نکلا اور آواز دی اے ابا الحسن
اے علی نکلو میری طرف پس نکلے طرف اسکے علی
کہا اے اے علی تم کو تقدم فی الاسلام حاصل ہے
اور مہاجرین سے ہو ایسا کر سکتے ہو کہ تم اپنا
لشکر لیکر عراق کیطرف چلے جاؤ اور ہم لوگ طرف
شام کے واپس جائیں کہ جنگ و جدال کا خوف ہو پس
کہا علی نے تم مجھ سے بھی جہاد کرنے پر نہیں توقف کر سکتے
کیونکہ اگر ایسا کروں تو کفر ہوگا
ساتھ خدا و رسول کے اور خدا نہیں راضی ہوگا

فقال ... [illegible]

علیؑ لم اجد الا القتال لان فی ترکه الکفر
بما انزل الله علی محمد صلی الله علیه وسلم
وان الله لا یرضی من اولیائه ان
یعصیه قوم فی الارض وهم سکوت
لا یامرون بمعروف ولا ینهون عن منکر
فوجدت القتال اهون من الاغلال
فی جهنم فرجع الرجل فارتوا الناس
بعضهم الی بعض بالنبل سفینۃ البحار ج ۲

اپنے دوستوں سے اگر وہ سکوت کرے
اور دیکھتا رہے کہ ایک قوم خدا کی معصیت
کرتی ہوئی زمین میں اور یہ ولی خدا نہ امر بالمعروف
کرسکے نہ منکر سے منع اسی سبب سے میں نے
جہاد کرنے کو اختیار کیا اور اُسکو اچھا سمجھا
بہ نسبت اسکے کہ جہنم میں غل گرفتہ ڈالا جاؤں
پس پھر گیا وہ آدمی اور گھمسان لڑائی
شروع ہوگئی ص ۱۲۹

احادیث جناب امام حسنؑ در ذم معٰویہ

فمن ذلک انما اجتمع عند معاویۃ عمرو
بن العاص والولید بن عقبه وعتبه بن
ابی سفیان والمغیرۃ بن شعبه فقالوا
یا امیر المومنین ابعث لنا الی الحسن بن علی
فقال لهم فیم فقالوا الی نوبخه ونعرفه
ان اباه قتل عثمان فقال لهم انکم لا
تنتصفون منه ولا تقولون شیئا
الا کذبکم الناس ولا یقول لکم شیئا
الا صدقه الناس فقالوا ارسل الیه
فانا سنکفیک امره فارسل الیه معاویۃ
فلما حضر قال یا حسن انی لم ارسل الیک ولکن هؤلاء ارسلوا

بعد مصالحہ جناب امام حسنؑ با معٰویہ ایکروز
مجتمع ہوئے عمرو عاص ولید بن عقبہ عتبہ
بن ابو سفیان مغیرہ بن شعبہ معٰویہ کے پاس اور کہا
بلاؤ حسنؑ کو کہ ہم انکی ملامت کریں اور ثابت
کریں اُنھیں کے باپ نے عثمان کو قتل کرایا معٰویہ
نے کہا تم اُنسے مقابلہ نہیں کر سکتے کہ سب تمہاری
تکذیب کرینگے اور امام حسنؑ کی تصدیق
بسبب اُن کی بلاغت کے۔ سب نے
کہا تم بلاؤ کہ ہم لوگ سمجھ لیں گے۔
معٰویہ نے حضرت کو بلا بھیجا اور
کہا میں نے ان لوگوں کے کہنے سے آپ کو

اليك فاسمع مقالتهم واجب ولا تحتقرن منى
فقال الحسن عليه السّلام فليتكلموا و
نسمع فقام عمرو بن العاص فحمد الله واثنى
عليه ثم قال يا حسن ان اباك اوّل
من اثار الفتنه وطلب الملك فكيف
رايت صنع الله به ثم قام الوليد بن
عقبه بن ابى معيط فحمد الله واثنى عليه
ثم قال يا بنى هاشم كنتم اصهار عثمان
بن عفان فنعم الصهر كان يفضلكم
ويقربكم ثم بغيتم عليه فقتلتموه ولقد
اردنا يا حسن قتل ابيك فانقذنا الله
منه ولو قتلناه بعثمان ما كان علينا
من الله ذنب ثم قام عتبة فقال تعلم
يا حسن ان اباك بغى على عثمان فقتله
حسدا على الملك والدنيا فسلبها ولقد
اردنا قتل ابيك حتى قتله الله تعالى
ثم قام المغيرة بن شعبه فكان كلامه
كله سبا لعلى وتعظيما لعثمان فقام
الحسن عليه السّلام فحمد الله تعالى واثنى
عليه وقال بك ابدء يا معاوية لم يشتمنى
هولاء ولكن انت تشتمنى بغضا وعداوة وخلافا

بلایا ہے کہ انکا کلام سنیں اور جواب دیں حضرت
نے فرمایا اچھا یہ لوگ کہیں ہم سنتے ہیں۔
پہلے عمرو عاص کھڑا ہوا اور بعد حمد و نعت کہا
اے حسن جانتے ہو تمہارے باپ نے فتنہ
اٹھایا اور طالب ملک ہوئے پھر دیکھا خدا نے
کیا کیا۔ اسکے بعد ولید نے تقریر کی کہ اے بنی ہاشم
تم داماد تھے عثمان کے اور وہ کیسا اچھا
تھا کہ تم لوگونکو فضیلت دیتا تھا اور قریب کرتا
تھا۔ پس تم سب نے بغاوت کی اور اسکو قتل کیا
اے حسن ہمنے ارادہ کیا تھا کہ تمہارے باپ
کو قتل کریں مگر خدا نے ہم لوگونکو بچا لیا اور اگر
بعوض عثمان قتل بھی کر ڈالتے تو کوئی گناہ
ہم پر نہ ہوتا۔ پھر کھڑا ہوا عتبہ اور کہا
اے حسن تمہارے باپ نے بغاوت کی عثمان سے
اور قتل کیا از راہ حسد ملک و دنیا لہذا چھین لیا
خدا نے اسکو علی سے۔ میں نے بھی ارادہ کیا تھا
کہ قتل کروں علی کو مگر خدا نے انکو قتل کیا۔
پھر کھڑا ہوا مغیرہ اور خوب گالی دی اسنے
جناب امیر کو اور تعظیم کی عثمان کی کہ پورا
کلام اسکا اسی میں ختم ہوا۔
پس کھڑے ہوئے امام حسن اور حمد

لجدی صلی اللہ علیہ وسلم ثم التفت
الی الناس وقال انشدکم اللہ تعلمون
ان الرجل الذی شتمہ ھولاء کان
اول من اٰمن باللہ وصلی القبلتین
وانت یا معاویۃ یومئذ کافر تشرک
باللہ۔ وکان معہ لواء النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یوم بدر ومع معویۃ وابیہ
لواء المشرکین ثم قال انشدکم اللہ و
الاسلام اتعلمون ان معویۃ کان
یکتب الرسائل لجدی صلی اللہ علیہ
وسلم فارسل الیہ یوما فرجع الرسول
وقال ھو یاکل فرد الرسول الیہ
ثلاث مراۃ کل ذلک وھو یقول
ھو یاکل فقال النبی صلی اللہ علیہ و
سلم لا اشبع اللہ بطنہ اما تعرف ذلک
فی بطنک یا معاویۃ ثم قال وانشدکم
اللہ اتعلمون ان معاویۃ کان یقود
بابیہ علی جمل واخوہ ھذا یسوقہ فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ
الجمل وقائدہ وراکبہ وسائقہ ھذا
اکلہ لک یا معویہ واما انت یا عمرو

وثنا خدا کے بعد فرمایا میں شروع کرتا ہوں
تجھ سے ای معویہ کیونکہ ان لوگوں نے
صرف اس وجہ سے گالیاں دی ہیں تو گالی
دیتا ہے از راہ بغض و عداوت و مخالفت
جد امجد رسول اللہ کے۔ پھر آپ نے
رخ کیا مجمع کی طرف اور فرمایا میں تم سب کو
قسم دیتا ہوں خداوند عزوجل کی سچ کہو کہ
تم جانتے ہو جس شخص (جناب امیر المومنینؑ)
کو ان لوگوں نے گالی دی ہے وہ پہلا ایمان
لانیوالا ہے بخدا۔ اور نماز پڑھنے والا دونوں
قبلہ کیطرف۔ ای معویہ! تو اُس روز کافر اور
مشرک بخدا تھا، علی کے ہاتھ میں علم رسول
اللہ تھا بروز بدر اور معویہ اور اُسکا باپ
علم بردار تھا مشرکین کا۔ میں تمکو قسم دیتا
ہوں خدا و رسول و اسلام کی کہ تم جانتے ہو
رسول اللہ نے تین مرتبہ معویہ کو بلوایا
اور ہر دفعہ یہی جواب آیا کہ وہ
کھانا کھا رہا ہے اس پر حضرت
نے فرمایا خدا نہ بھرے
کبھی اُسکے پیٹ کو۔
ای معویہ کیا اسی بددعا کا

فتنازع فيك خمسة من قريش فغلب
عليك شبه الامهم حسبا وشرهم
منصبا ثم قمت وسط قريش فقلت
انى شانى محمد فانزل الله على نبيه
صلى الله عليه وسلم ان شانئك
هو الابتر ثم هجوت محمدا صلى الله
عليه وسلم بثلاثين بيتا من الشعر
فقال النبى صلى الله عليه وسلم اللهم
انى لا احسن الشعر ولكن العن عمرو بن
العاص بكل بيت لعنة۔ ثم انطلقت
الى النجاشى بما علمت وعملت فاكذ
الله وردك خائبا فانت عدو
بنى هاشم فى الجاهلية والاسلام
فلم نلمك على بغضك واما انت
يا ابن ابى معيط فكيف الومك على
سبك لعلى وقد جلد ظهرك
فى الخمر ثمانين سوطا وقتل اباك
صبرا جدى وقتله جدى
بامر ربى ولما قدمه للقتل قال من
للصبية يا محمد فقال لهم النار فلم
يكن لكم عند النبى الا النار ولم يكن لكم

اثر تو اپنے پیٹ میں نہیں پاتا پھر فرمایا
میں تمکو قسم دیتا ہوں خدا کی کہ تم جانتے
ہو ابو سفیان اونٹ پر سوار تھا معویہ اسکی
لگام تھامے تھا اور دوسرا بھائی یہی عتبہ
پیچھے سے ہکا رہا تھا تو حضرت نے فرمایا
خدا لعنت کرے اس اونٹ پر۔ اور اس کے
سوار۔ اور ہانکنے والے۔ اور کھینچنے والے
پر یہ سب تو تیرا حصہ تھا ای معویہ لیکن تو
ای عمرو عاص پس تیرے بارے میں پانچ
آدمیوں نے قریش سے دعوے کیا کہ میرے
نطفہ سے ہے مگر تجھ پر اُس شخص کی مشابہت
غالب آئی جو قریش میں حسباً سب سے زیادہ ذلیل
تھا۔ اور از راہ منصب سب سے زیادہ ذلیل
تھا۔ پس تو کھڑا ہو وسط قریش میں ایذا دینے
اور ہجو کرنے کو رسول کی جسپر خدا نے یہ آیہ نازل
کیا ان شانئک هو الابتر پھر تو نے ہجو
کی رسول اللہ کی تیس شعروں میں جس پر حضرت
نے فرمایا خدایا میں شعر کہنا نہیں جانتا مگر بعوض
ہر بیت کے عمرو عاص پر لعنت کرتا ہوں جسکے
بعد تو نجاشی (بادشاہ حبش) کے یہاں چلا
گیا خدا نے وہاں بھی تیری تکذیب کی اور

عند علی غیر السیف والسوط و امّا
انت یا عتبة فکیف تعد احدا بالقتل
لولا قتلت الذی وجد تہ فی فراشک
مضاجعاً لزوجتک ثم امسکتہا
بعد ان بغت و امّا انت یا اعور
ثقیف ففی ای ثلاث تسب علیاً او فی
بعدہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم أم فی حکم جائر أم فی رغبة
فی الدنیا فان قلت شیئاً من ذلک
فقد کذبت واکذبک الناس وان
زعمت ان علیاً قتل عثمان فقد کذبت
واکذبک الناس و اما وعیدک فانما
مثلک کمثل بعوضة وقعت علی
نخلة فقالت لہا استمسکی فانی ارید ان
اطیر فقالت لہا النخلة ما علمت
بوقوعک فکیف یشق علی طیرانک
وانت ما شعرنا بعداوتک فکیف
یشق علینا سبّک ثم نفض ثیابہ
و قام فقال لہم معویة الم اقل
الیست حق قام فلیس فیکم بعد الیوم
خیرا انتہی [illegible]

نکال دیا تجھے خائب وخاسر- بس تو دشمن
ہے بنی ہاشم کا جاہلیت اور اسلام میں لہذا نہ
ملامت کی ہم لوگوں نے تجھ پر دربارہ بغض و
عداوت علی ابن ابیطالب کے۔ لیکن ای ابن ابی
معیط تجھے ہم کیونکر ملامت کریں اسپر کہ تو
حضرت علی پر سب و شتم کرتا ہے حالانکہ حضرت
علی نے تیری پشت پر دربارہ شرب خمر حد خدا
کو جاری کیا اور اسّی کوڑے تجھ پر مارے
اور قتل کیا تیرے باپ کو قید کرکے بحکم ہمارے
جد امجد کے۔ اور ہمارے جد نے اُسکو قتل کیا
خداوند عالم کے حکم سے۔ اور جب حضرت علی نے
بحکم خدا و رسول اللہ اُسکو آگے بڑھایا قتل کے لیے
تو تیرے باپ نے رسول اللہ سے عرض کیا میری
لڑکیاں کیا ہوں گی تو حضرت نے فرمایا جہنم
میں جائیں گی؟ پس جب رسول اللہ کے یہاں
تم لوگوں کے لئے بجز آتش جہنم کچھ نہ تھا حضرت
علی کے پاس تم لوگوں کے لیے بجز تلوار اور کوڑے
کے کیا تھا۔ رہا ای عتبہ تو کیونکر کسی کے قتل کی
ہمت کرتا ہے حالانکہ تو نے دیکھا تھا اُسکو جو تیری
زوجہ کے ساتھ فعل بد کر رہا تھا تیرے ہی
فرش پر۔ پھر کیوں نہ تو نے اُسکو قتل کیا؟ بلکہ

اسپر بھی تو نے اپنی بدکار عورت کو نہ نکالا اور اس زناکاری پر بھی اپنی عورت کو گھر میں ڈالے رہا
پھر مغیرہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے سقیفہ کے کانے تو علی کو کس وجہ سے گالی دیتا
ہے۔ کیا وہ رسول اللہ سے بعید تھے قرابت میں (اشارہ ہے طرف بعد قرابت دیگر صحابہ کے) یا کوئی
حکم ناجائز دیا تھا اُن حضرت نے (غالباً اشارہ ہے اُس قصہ کی طرف جو حضرت عمر بن الخطاب با وصف
ثبوت جرم زنا مغیرہ کو چھوڑ دیا اور حضرت علی کے نزدیک اُسپر حد جاری کرنا ضروری تھا) یا
وہ حضرت طالب دنیا تھے (اشارہ ہے طرف دنیا داری دیگر صحابہ کے عموماً اور حضرت عثمان کی طرف
خصوصاً) ان تینوں باتوں سے جس امر کا تو دعوے کریگا دربارہ حضرت علی تو جھوٹا ہوگا
اور سب لوگ تیری تکذیب کریں گے۔ اور اگر تو علی کو قاتل عثمان بتائے گا تو کاذب ہوگا اور لوگ
تیری تکذیب کریں گے۔ باقی رہا تیرا ڈرانا دھمکانا پس تیری مثل اُس مچھر کی ہے جو درخت خرما پر
بیٹھا۔ اور کہا تو اپنے کو سنبھال کر میں اُڑتا ہوں جسپر اُس درخت نے جواب دیا مجھے تیرا بیٹھنا
ہی نہیں معلوم ہوا جو اُڑنے کی کچھ خبر ہو۔ جب ہم لوگوں کو تیری عداوت ہی کی کچھ فکر نہ ہوئی تو
اس گالی دینے کو ہم کیا سمجھتے ہیں؟ اسکے بعد حضرت اُٹھ گئے دامن جھاڑ کے۔ معویہ نے اُن
لوگوں سے کہا ہمنے اسی وجہ سے تم لوگوں کو منع کیا تھا کبھی تم لوگ بروے انصاف اُن سے
مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قسم بخدا آج (امام حسن نے) اس مکان کو ہم پر تیرہ و تار کر دیا جب تک کھڑے
رہے اب تم لوگوں میں خیر نہیں ہے صفحہ ۳۰۴ ثمرۃ الاوراق۔

اس روایت سے تو تمامی اہل سنۃ کو معلوم ہو گیا کہ ان کے ائمہ دین صحابہ کبار جو سر دفتر اہل سنت
کہلاتے ہیں رسول اللہ اور امام حسن کے نزدیک کس قابل تھے جسپر تمامی صحابہ نے گواہی بھی دی

اب ہم اس روایت کو ایسی سند کے ساتھ پیش کرتے ہیں جس کے بعد پھر کسیکو کوئی عذر
نہیں ہو سکتا کیونکہ خود علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔

وجاء بسند رجاله رجال الصحیح
الا واحد اختلف فیه لکن قواه

کہ یہ حدیث ایسے سند سے منقول ہے جسکے
راوی رجال صحیح ہیں مگر ایک شخص کہ جسکے

الذهبی بقوله انه احد الاثبات وما علمت فیه جرحا اصلا۔

ان عمر اصعد المنبر فوقع فی علی ثم فعل مثله المغیرة بن شعبه فقیل للحسن اصعد المنبر لترد علیهما فامتنع الا ان یعطوه عهدا انهم یصدقوه ان قال حقا و یکذبوه ان قال باطلا فاعطوه ذلک فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انشدک بالله یا عمرو و یا مغیرة اتعلمان ان رسول الله لعن السائق والقائد احدهما فلان قالا بلی ثم قال انشدک بالله یا معاویة و یا مغیرة الم تعلما ان النبی لعن عمرا بکل قافیة قالها لعنة قالا اللهم بلی ثم قال انشدک بالله یا عمرو و یا معاویة الم تعلما ان النبی لعن قوم هذا قالا بلی قال الحسن فانی احمد الله الذی جعلکم فیمن تبرا من هذا ای علی مع انه لم یسبه قط وانما کان تذکره بغایة الجلالة والعظمة صفحہ ۱۳ تطهیر الجنان۔

بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ مگر امام ذہبی نے اُس کی عدالت کو قوی کیا ہے اور کہا کہ وہ شخص منجملہ اثبات کے ہے اور میرے علم میں کسی طرح وہ مجروح نہیں ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ عمرو بن عاص منبر پر گیا اور جناب امیر کو خوب گالیاں دیں۔ اسیطرح مغیرہ بن شعبہ بھی بالائے منبر گیا اور خوب گالی دی۔ لوگوں نے امام حسن سے کہا کہ آپ بھی اسکا جواب دیجئے۔ آپ نے کہا اگر تم لوگ اسکا عہد وثیق کرو کہ اگر ہم کلام حق کہیں تو ہمارے قول کی تصدیق کروگے اور بشرطیکہ خلاف حق ہو تو تکذیب کروگے۔ تب البتہ جواب دیں۔ سب نے عہد کیا (اِس عبارت سے بھی اُن صحابہ کی حالت ظاہر ہے کہ حضرت کو اُن کے ایمان و دیانت پر مطلق اعتماد تھا جبھی اُن سب سے قسم لی) تب آپ بالائے منبر تشریف لیگئے اور حمد و نعت کے بعد عمرو و مغیرہ کیطرف مخاطب ہوئے کہ ہم تم دونوں کو قسم دیتے ہیں خدا کی سچ کہو جاننے ہو کہ رسول اللہ نے اونٹ کھینچنے والے اور ہنکانے والے پر لعنت کی ہے کہ اُن دونوں ملعون میں سے ایک فلاں

شخص ہے (ابن حجر نے یہاں معٰویہ کا نام اُڑا دیا اور اس کی جگہ پر فلاں لکھا حالانکہ ثمرۃ الاوراق میں نام معٰویہ بتصریح مذکور ہے) سب نے تصدیق کی۔ اور کہا خدایا ہاں۔ پھر معویہ و مغیرہ کو مخاطب کر کے کہا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے عمرو عاص پر لعنت کی ہے بعوض ہر بیت کے (جو ۳۰ شعر تھے) ایک لعنت۔ سب نے کہا خدایا ہاں۔ پھر معٰویہ و عمرو عاص کو مخاطب کر کے کہا سچ کہو تمھیں قسم خدا کی کہ رسول اللہ نے مغیرہ کی قوم پر لعنت کی ہے سب نے کہا خدایا ہاں۔ بعدہ فرمایا الحمد للہ کہ تم لوگ اُن لوگوں سے ہو جو تبرا کرتے ہیں علی مرتضیٰ سے حالانکہ کبھی رسول اللہ نے اُن کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ نہایت تعظیم و تکریم سے یاد فرماتے تھے۔ تطہیر الجنان صفحہ ۱۲

اب اہل سنۃ غور فرمائیں کہ انہیں صحابہ کو آپ حضرات سر حلقۂ اہل سنۃ فرماتے ہیں جو یقینی ملعون ہیں کیونکہ بتصریح ابن حجر کی یہ حدیث صحیح ہے اور جناب امام حسنؑ ان صحابہ اہل سنت سے ہر ایک شخص کے ملعون ہونے پر دودو صحابہ کی گواہی دلواتے ہیں جس سے بڑھکر شاہدین عادلین نہیں ہو سکتے ؟ تاکہ پھر اہل سنت کو کوئی عذر نہ ہو۔

عتبہ بن ابی سفیان سے جو جناب امام حسن علیہ السّلام نے فرمایا "کہ تو نے اُسے کیوں نہ قتل کیا جو تری زوجہ کے ساتھ زنا کرتا تھا" یہی معاملہ بعینہ معاویہ کو بھی پیش آیا جو اُن کے حلم و تحمل میں بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مستطرف میں ہے و لما دخل الفیل دمشق واجتمع الناس لرویتہ صعد معویۃ فی مکان مرتفع ینظر الیہ فبینما ھو کذلك اذ نظر فی بعض الحجر من قصرہ رجلا مع بعض حرمہ فاتی الحجرۃ ودق الباب فلم یکن من فتحہ بدا فوقعت عینیہ علی الرجل فقال لہ یا ھذا فی قصری وتحت جناحی تھتك حرمتی وانت فی قبضتی ما حملك علی ھذا قال حلمك یا معاویۃ فان عفوت سترھا علی قال نعم فعفی عنہ وخلی سبیلہ صفحہ ۱۲۳ جب شہر دمشق میں ہاتھی آیا اور لوگ اسکا تماشا دیکھنے آئے تو معٰویہ ایک بلندی پر چڑھ

گیا کہ اچھی طرح تماشا دیکھے۔ وہاں دوسرا تماشا دیکھا کہ ایک شخص اِن کے حرم محترم کے ساتھ حرام کاری میں مشغول ہے۔ معٰویہ نے وہاں جاکر اُس سے پوچھا کہ کیوں یار ہمارے ہی مکان میں ہماری یہ بے حرمتی کی جاتی ہے حالانکہ تو اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے۔ اُسنے جواب دیا تیرے حلم و تحمل نے یہ جرأت دلائی۔ معٰویہ نے کہا اچھا اگر ہم بخش دیں تو پھر اس راز کو فاش تو نہیں کروگے اُس نے کہا کیا مجال کہ اور کوئی اس راز سے مطلع ہو۔ معاویہ نے معاف کردیا؟

افسوس کہ اس زمانہ کے اہل سنتہ اپنے خال المومنین کے اس حلم و تحمل کی پیروی نہیں کرتے ہیں ورنہ اس قدر فتنہ و فساد نہ ہوتا اور تمام دنیا میں امن و امان قائم رہتا۔

(نمبر۳) ولما قدم معوية المدينة صعد المنبر فخطب ونال من ابن علی رضی الله تعالیٰ عنه فقام الحسن فحمد الله واثنیٰ علیه ثم قال ان الله عزوجل لم يبعث بعثا الا جعل له عدوا من المجرمين فانا ابن علی وانت ابن صخر وامك هندی وامی فاطمه وجدتك قيلة وجدتی خديجه فلعن الله الأمنا حسبا واخملنا ذكرا واعظمنا كفرا واشدنا نفاقا فصاح اهل المسجد آمين آمين فقطع معوية خطبته ودخل منزله مستطرف صفحہ ۱۲۱

جب معٰویہ اپنے سفر میں وارد مدینہ ہوا تو ممبر پر جاکر خطبہ پڑھا اور گالیاں دیں جناب امام حسن کو جس پر حضرت امام حسن نے کھڑے ہوکر بعد حمد و نعت فرمایا خدا نے جب کسی کو مبعوث کیا ہے تو اُسکے لئے بدکاروں سے ایک دشمن بھی ضرور بنایا ہے۔ پس میں فرزند علی ہوں اور تو فرزند صخر تیری ماں ہندہ ہے اور میری ماں فاطمہ زہرا۔ تیری جدہ قیلہ ہے اور میری جدہ خدیجہ۔ پس خدا لعنت کرے اُس پر جو ہم دونوں میں زیادہ ذلیل ہو نسب میں اور مجہول تر ہو ذکرا۔ اور عظیم تر ہو از روے کفر کے اور شدید تر ہو نفاق میں پس ہر طرف سے اہل مسجد سے آواز آمین بلند کی معٰویہ خطبہ اپنا ناتمام چھوڑ کر

منبر سے اُتر کر اپنے فرودگاہ میں داخل ہوئے صفحہ ۱۲۱ مستطرف۔

اہل سنت ان روایات میں غور کر سکتے ہیں کہ اُن کے امام برحق وخلیفہ مطلق حضرت معٰویہ کے اخلاق کیسے تھے کہ منبروں پر مجمع عام میں اولاد رسول کو بر ملا گالیاں دیتے۔ اور اسکا کبھی نہ خیال کرتے کہ مجمع عام میں اس قسم کی گفتگو خلاف تہذیب وخلاف انسانیت ہو اور کسیکو صحابہ سے بھی اس کی توفیق نہ ہوئی کہ ان کی فہمائش کرتا۔ اگر دین وایمان کا پاس نہ تھا تو کاش انسانیت اور آدمیت سے تو کام لیتے اور ان امور کے مرتکب نہ ہوتے جسپر خود حضار مسجد نے جس میں صدہا صحابہ ہوں گے بر رو تبرا کا وار شروع کیا۔

تعجب ہو کہ ان حالات پر اہل سنت نہیں غور کرتے کہ اُن کے ائمہ دین میں کہاں تک بوئے شرافت تھی اور کس قدر انسانیت کا اثر اُن میں تھا جو اس قسم کے حکایات وروایات کو بہ فخر ومباہات درج کتب کرتے ہیں۔ اور اگر ایسی قسم کا برتاؤ شیعوں کی طرف سے بہ تقلید انھیں صحابہ وخلفا کے کیا جاتا ہو تو برا فروختہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ ان سب امور کے موجد بھی صحابہ وخلفا ہیں جن میں معٰویہ وعمرو عاص ومغیرہ وعتبہ کا نام بہ تکرار مذکور ہوا۔

(نبرم) دخل علیه الحسن یوما وهو مضطجع علی سریره فسلم علیه واقعدهٗ عند رجلیه وقال له یا ابا محمد الا تعجب من قول ام المؤمنین عائشه رضی الله تعالی عنها تزعم انی لست للخلافة اهلا ولا لها موضعا فقال الحسن او عجبا مما قالت قال کل العجب قال الحسن واعجب من هذا کله جلوسی عند رجلیك فاستحیا معٰویة

ایک روز امام حسن علیہ السّلام معٰویہ کے پاس تشریف لائے وہ اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا حضرت نے اُسپر سلام کیا اور اُسنے اپنے پیروں کے پاس بٹھلایا اور کہا اے ابو محمد (کنیت امام حسن) تم کو ام المؤمنین عائشہ کے کلام سے نہیں تعجب ہوتا جو سمجھتی ہیں کہ نہ میں قابل خلافت ہوں نہ اُسکا اہل۔

امام حسنؑ نے فرمایا کیا تجھے اس سے تعجب ہوا؟ معٰویہ نے کہا پورا تعجب۔ حضرت امام حسن علیہ

واستوی جالسا صفحہ ۱۴۲ مستطرف — السلام نے فرمایا اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ تو مجھے اپنے پیروں کے پاس بٹھلاتا ہے۔ اس کلام سے معٰویہ شرمندہ ہوا اور اٹھ بیٹھا

یہ روایتیں بطور نمونے کے از ہزار ہیں جو کتب معتبرہ اہل سنتہ میں مذکور ہیں۔ جن سے ہر باخبر سمجھ سکتا ہے کہ جناب امام حسنؑ نے کن کن صراحتوں سے معٰویہ وغیرہ پر لعنت خدا و رسولؐ کو ثابت کیا ہے۔ جسپر خود انھیں صحابہ سے گواہی بھی دلوائی اور سب نے بہ قسم کہا کہ بیشک رسول اللہؐ نے یہ حدیثیں ان لوگوں کے حق میں فرمائی ہیں۔ اب مسلمانوں کو اختیار ہے جس مسلک کو چاہیں اختیار کریں۔ کیونکہ اس مسلک میں بجز حکم خدا و رسولؐ کچھ نہیں۔ بخلاف دوسرے مسلک کے جو محض بہ مخالفت خدا و رسول ہے۔

کلام جناب امام حسین علیہ السلام

اظن ان طاغیتھم قد ھلک — بعد موت معٰویہ جب یزید نے ولید کو در بارہ بیعت لکھا تو ولید نے جناب امام حسین کو بلا بھیجا اُس وقت حضرت امام علیہ السلام ابن الزبیر کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے ابن الزبیر نے پوچھا آپ کچھ وجہ طلب کہہ سکتے ہیں تو حضرت نے فرمایا اظن ان طاغیتھم قد ھلک کہ میں گمان کرتا ہوں انکا طاغیہ معٰویہ ہلاک ہوا صفحہ ۶ جلد کامل ۴

چونکہ اہل سنتہ اسکے بھی مدعی ہیں کہ خدا و رسول کے ساتھ فرمان اہل بیت طاہرین خصوصاً جناب امیر علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کو مانتے ہیں جنکو خلیفہ بھی جانتے ہیں لہذا ان اقوال پر غور کریں اور اسکی تصدیق فرمائیں کیونکہ یہ کل عبارتیں انھیں کی مستند کتابوں سے لکھی گئی ہیں۔ پس جو شخص کہ مدعی اتباع خدا و رسول و اہل بیت اطہار ہو وہ کیونکر ان احکام صریحہ اور نصوص صحیحہ کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اور جواز بلکہ وجوب لعن معٰویہ وغیرہ میں شک کر سکتا ہے کیونکہ خود رسول اللہؐ نے انپر لعنت کی ہے اور حضرات ائمہ اطہار نے کل صحابہ سے اس پر

گواہی دلوائی۔

اقوال حضرت عائشہ

اب ہم کچھ اقوال حضرت عائشہؓ نقل کرتے ہیں جو حضرات اہل سنت کی شریعت کی ایک جزو بلکہ اور اُن کے احکام و اقوال پر انکے دین و ایمان کا دارو مدار ہے۔ اہل سنۃ ان اقوال پر غور کریں کہ کس صراحت سے حضرت ام المومنین نے اہل سنت کے ان خال المومنین پر لعنت کی ہے۔

(۱) فلما بلغ ذالک عائشہ جزعت علیہ جزعاً شدیداً وقنتت فی دبر الصلاۃ تدعو علی معویہ وعمرو (یہی لعنت ہے) صـ۱۲۳

جب حضرت عائشہ نے خبر قتل محمد بن ابی بکر سنی تو بہت روئیں۔ اور ہر نماز کے بعد بد دعا کرنی شروع کی معویہ وعمرو عاص پر صـ۱۲۳ کامل

(۲) فقام مروان فیھم وقال ان امیر المومنین قد اختار لکم فلم یال وقد استخلف ابنہ یزید بعدہ فقام عبدالرحمن بن ابی بکر فقال کذبت واللہ یا مروان وکذب معویۃ ما الخیار اردتما لامۃ محمد ولکنکم تریدون ان تجعلوھا ھرقلیۃ کلما مات ھرقل قام ھرقل فقال مروان ھذا الذی انزل اللہ فیہ والذی قال لوالدیہ اف لکما الآیۃ فسمعت عائشہ مقالہ فقامت من وراء الحجاب

جب یزید کی بیعت کا معاملہ پیش ہوا تو مروان نے کہا امیر المومنین معویہ نے ازراہ خیر خواہی تم لوگوں کے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ مقرر کیا ہے جس پر عبدالرحمان بن ابی بکر نے کہا تو جھوٹا ہے اے مروان اور جھوٹا کہا ہے معویہ نے۔ تم لوگوں نے خیر خواہی امت محمدیہ کا نہیں ارادہ کیا بلکہ سنت ہرقلیہ اختیار کی ہے کہ جس طرح ہرقل کے بعد اُسی خاندان کا دوسرا شخص ہرقل ہوتا ہے۔ مروان نے کہا تو وہی ہے جسکے بارے میں خدا نے آیۂ والذی قال لوالدیہ اف لکما نازل کیا۔ عائشہ نے یہ کلام سُنا تو پس پردہ کھڑی ہوئیں اور آواز دی کہ اے مروان

وقالت یا مروان یا مروان فانفضت الناس واقبل مروان بوجہہ فقالت انت القائل لعبد الرحمن انہ نزل فیہ القران واللہ ما ہو بہ و لکنہ فلان ابن فلان ولکنک انت فضض من لعنۃ نبی اللہ صفحہ ۱۹۹ کامل جلد ۳۔

او مروان تو یہ کہتا ہو کہ عبد الرحمن کے بارے میں یہ آیہ قرآن نازل ہوا حالانکہ قسم بخدا یہ وہ شخص نہیں ہے بلکہ فلاں بن فلاں ہے لیکن تو ایک ریزہ ہے لعنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ صفحہ ۱۹۹ جلد ۳ کامل

پہلی روایت میں تو بصراحت تمام حضرت عائشہ کا بد دعا کرنا معٰویہ و عمرو عاص پہ بعد نماز مذکور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا یہی وظیفہ تھا کہ بعد نماز یہی تعقیب پڑھتیں کہ انپر لعنت کرتیں۔ پس اگر شیعہ بھی بتقلید ام المومنین اسکا وظیفہ کریں تو اہل سنتہ کو کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ تقلید لازم ہے۔ اور دوسری روایت میں حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کا معٰویہ کو ہرقل بنانا مذکور ہے جو خطاب ہے روم کے اُن سلاطین کا جو کافر تھے۔ اور پھر حضرت عائشہ کا لعنت کرنا مروان پر بحکم رسول مذکور ہے جس سے صحابہ پر لعن کا جایز ہونا ثابت ہوا کیونکہ مروان بھی صحابی تھا۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مروان نے تو بصراحت اسکا دعوے کیا کہ یہ آیہ حق میں عبد الرحمن بن ابی بکر کے نازل ہوا اُسکے رد میں حضرت عائشہ اسکا نام نہیں لیتیں جسکی شان میں یہ آیہ نازل ہوا۔ یا یہ کہ علماے اہل سنتہ نے اپنی کار روائی سے اُسکا نام اُڑا دیا اور فلاں بن فلاں لکھ دیا جس سے کمال درجہ کی دیانت داری انلوگوں کی ظاہر ہوتی۔

اقوال صحابہ در ذم معاویہ

اب کچھ مختصر اقوال دوسرے صحابہ کرام کے جنکا یہاں مذکور ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کس کس صراحت سے اُنہوں نے معٰویہ کو مورد لعن بنایا ہے تاکہ حدیث و اجماع صحابہ سب

کیجا ہو جائیں اور اہل سنت کو سمجھ کسی طرح کا عذر نہ ہو۔

وقال معویة لعقیل بن ابی طالب ان علیا قد قطعک وانا وصلتک ولا نرضی منک الا ان تلعنه علی المنبر قال افعل فصعد المنبر ثم قال بعد ان حمد الله واثنی علیه وصلی علی نبیه صلی الله علیه وسلم ایها الناس ان معویة بن ابی سفیان قد امرنی ان العن علی بن ابی طالب فالعنوه فعلیه لعنة الله ثم نزل فقال له معویة انک لم تبین من لعنت منهما بینه فقال والله لا زدت حرفا ولا نقصت حرفا والکلام الی نیة المتکلم صفحہ ۱۴۱ مستطرف

معویہ نے حضرت عقیل سے کہا کہ حضرت علی نے آپ کو محروم کیا اور میں نے حق صلہ رحم ادا کیا۔ میں تم سے اُسیوقت راضی ہونگا کہ تم علی پر (معاذ اللہ) لعنت کرو بالائے منبر۔ عقیل نے کہا کرونگا۔ پس گئے عقیل ممبر پر اور بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا ایہا الناس معویہ بن ابی سفیان نے مجھے حکم دیا ہے کہ لعنت کروں علی ابن ابی طالب پر۔ پس تم لوگ اُسپر لعنت کرو کہ لعنت خدا ہو اُسپر۔ یہ کہکر عقیل اُتر آئے۔ معویہ نے کہا یہ تو بیان ہی نہ کیا کہ ان دونوں سے کس پر لعنت ہوئی؟ بیان کرو۔ حضرت عقیل نے جواب دیا واللہ اسپر نہ ایک حرف زیادہ کرونگا نہ کم اور کلام متکلم کی نیت سے ہوتا ہے۔

(۲) ودخل عقیل ایضا علی معویة وقد کف بصره فاقعده علی سریره ثم قال له انتم معاشر بنی هاشم تصابون فی ابصارکم فقال عقیل وانتم معاشر بنی امیة تصابون فی بصائرکم ودخل علیه یوما فقال

ایک دفعہ حضرت عقیل معویہ کے یہاں آگے اس زمانہ میں کہ بصارت انکی زائل ہو چکی تھی معویہ نے ان کو اپنے تخت پر بٹھایا اور کہا اے بنی ہاشم تم لوگوں کی بصارت بہت جلد جاتی رہتی ہے۔ تو عقیل نے کہا اور تم لوگ بنی امیہ کی بصیرت جلد زائل ہوتی ہے۔ ایکدفعہ

معاویۃ لاصحابہ ھذا عقیل عمہ ابو لھب فقال عقیل وھذا معویۃ عمتہ حمالۃ الحطب ثم قال یامعویۃ اذا دخلت النار فاعدل ذات الیسار فانک ستجد عمی ابا لھب مفترشا عمتک حمالۃ الحطب فانظر ایھما خیر الفاعل او المفعول بجیفہ ۱۱۱

اور حضرت عقیل آئے تو معٰویہ نے کہا اپنے اصحاب سے کہ دیکھو یہ عقیل ہیں جنکا چچا ابولہب ہے عقیل نے کہا اور یہ معٰویہ ہے جسکی پھوپھی حمالۃ الحطب زوجہ ابولہب ہے۔ پھر کہا اے معٰویہ جب جہنم میں جانا تو بائیں ہاتھ مڑ جانا۔ کہ وہاں دیکھے گا میرا چچا ابولہب تیری پھوپھی حمالۃ الحطب کے ساتھ ہم صحبت ہوگا اُس وقت تجھے معلوم ہوگا کون اچھا ہے فاعل یا مفعول صفحہ ۱۱۱ ثمرۃ الاوراق

(۳) سنن بیہقی میں مذکور ہے قال کان ابن عباس بعرفہ فقال یاسعید مالی لا اسمع الناس یلبون فقلت یخافون معویۃ فخرج ابن عباس من فسطاطہ فقال لبیک اللھم لبیک وان رغم انف اللھم العنہم فقد ترکوا السنۃ من بغض علی یعنی ابن عباس نے بروز عرفہ کہا اے سعید یہ حاج لوگ لبیک کیوں نہیں کہتے۔ سعید نے کہا معٰویہ کے خوف سے۔ پس ابن عباس اپنے خیمہ سے باہر نکلے اور کہا لبیک اللھم لبیک اگرچہ کسی کی ناک رگڑی جاوے۔ خداوندا انپر لعنت کر کہ انہوں نے بوجہ بغض و عداوت علی سنت رسول اللہ کو چھوڑ دیا۔ اور کنز العمال میں ہے عن ابن عباس قال لعن اللہ فلانا انہ کان ینھی عن التلبیہ فی ھذا الیوم یعنی یوم عرفۃ لان علیا کان یلبی فیہ تھے۔ کہا ابن عباس نے خدا لعنت کرے فلاں پر کہ وہ آج روز عرفہ کے لبیک کہنے کو منع کرتا تھا کیونکہ حضرت علی اس روز لبیک کہتے تھے۔

(۴) عقیل ان اروی بنت الحارث بن عبد المطلب کانت اغلظ الوافدات

اروی بنت حارث بن عبد المطلب صحابیہ (جو جناب رسول اللہ کی چچازاد بہن تھیں)

ابن عباس کی ... سنت ... رسول چھوڑ ... ۱۶ ... تبر

اروی بنت ...

على معوية خطابا وكان حلم معوية
اعظم من خطابهما دخلت عليه وهي
عجوز كبيرة فلما راها معوية قال
مرحبا بك يا خالة كيف كنت بعدنا
قالت بخير يا امير المومنين لقد
كفرت النعمة واساءت بابن عمك
الصحبة وتسميت بغير اسمك و
اخذت غير حقك من غير دين كان
منك، ولا من ابائك ولا سابقه
في الاسلام، بعد ان كفرتم برسول الله
فاتعس الله منكم الجدود واضرع
منكم الخدود ورد الحق الى اهله
ولو كره المشركون، وكانت كلمتنا
هي العليا ونبينا هو المنصور،
فوليتم علينا بعد فاصبحتم تحتجون
على سائر العرب بقرابتكم من رسول
الله صلى الله عليه وسلم ونحن
اقرب اليه منكم واولى بهذا منكم
فكنا فيكم بمنزلة بني اسرائيل في
آل فرعون وكان علي رضي الله عنه
عند نبينا محمد صلى الله عليه وسلم

معٰویہ کے یہاں تشریف لائیں۔ معٰویہ نے
خیروعافیت پوچھی۔ ساروی نے کہا الحمد للہ
خیریت ہے۔ اے معٰویہ تو نے کفران نعمت کی۔
اور اپنے ابن عم کے ساتھ بدسلوکی کی۔ اور
غیر کا نام اپنے اوپر لے لیا اور حق غیر کو تو نے
غصب کیا۔ حالانکہ کسی طرح کا استحقاق
تجھے نہ تھا۔ نہ خود اپنی دین داری سے نہ اپنے
آباو اجداد کے دین وایمان سے نہ بجہت سابقہ
اسلامی کے۔ بعد اسکے کہ تم لوگوں نے کفر کیا
رسول خدا کے ساتھ۔ خدا نے تمسے انتقام
لیا اور دین حق کو غلبہ ہوا اگرچہ کراہت کریں
مشرکوں (اقتباس آیۃ) پس کلمہ ہمارا بالا ہوا
اور نبی ہمارے غالب ومنصور ہوئے۔ بعد
انکے تم لوگوں نے حکومت حاصل کی ہم لوگوں
پر اور عرب پر فخر کرتے ہو کہ ہم قرابتمند رسول اللہ
ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ زیادہ اقرب ہیں اور سب
سے زیادہ مستحق خلافت۔ پس ہم لوگوں کی
مثال بمنزلہ اسرائیل کے ہے آل فرعون
میں۔ اور حضرت علی بمنزلہ ہارون کے موسیٰ
سے پیش رسول اللہ۔ پس ہم لوگوں کی جگہ
جنت کیطرف ہے اور تم لوگوں کی انتہا

بمنزلة هرون من موسى فغايتنا
الجنة وغايتكم النار فقال لها
عمرو ابن العاص كفى ايتها العجوز الضالة
واقصري عن قولك مع ذهاب
عقلك اذ لا تجوز شهادتك وحدك
فقالت له وانت يا ابن النابغة تتكلم
وامك كانت اشهر بغي بمكة واخصهن
اجرة وادعاك خمسة نفر كلهم
يزعم انك ابنه فسئلت امك عن
ذلك فقالت كلهم اتوني فانظروا
اشبههم به فالحقوه به فغلب عليك
العاص بن وائل فلحقت به فقال
مروان كفى ايتها العجوز واقصدي
لما جئت له فقالت وانت ايضا يا ابن
الزرقاء تتكلم ثم التفتت الى معوية
فقالت والله ما اجرء هولاء غيرك
وامك القائلة فى قتل حمزة عم
النبى صلى الله عليه وسلم الخ ۔
ثمرة الاوراق صفحہ ۱۱۳

دوزخ کی طرف۔ عمرو عاص نے کہا چپ
اے بڈھی کہ تو گمراہ ہے اور عقل تیری زائل ہو گئی
ہے کیونکہ تنہا تیری گواہی کافی نہیں جو کچھ طلب
کی بات کرنی ہو کر لے۔ حضرت ازوی نے
کہا اے نابغہ کا بیٹا تو کلام کرتا ہے حالانکہ
تیری ماں سب سے زیادہ مشہور فاحشہ تھی
مکہ میں اور بہت کم خرچی پر جاتی تھی۔ پانچ
آدمیوں نے تجھ پر دعوے کیا کہ میرے
نطفے سے ہے۔ تیری ماں سے پوچھا گیا تو
کہا اُسنے اُس وقت آئے تو سب تھے۔ مگر
صورت ملاؤ کس سے ملتی ہے اُسیکا لڑکا قرار
دو۔ جب صورت ملائی گئی تو عاص کی صورت
سے زیادہ مشابہ ٹھہرا لہذا اُسکی اولاد میں
شامل کیا گیا۔ اِس تقریر پر مروان نے کہا
چپ رہ اے بڈھی اور جس غرض سے آئی ہو
اُسکو بیان کر۔ ازوی نے کہا او بسر
زرقا (نام ہے بنی امیہ کی ماں کا جو مشہور
فاحشہ تھی) تیری یہ مجال ہے کہ کلام کرے۔
بعد اسکے معویہ کیطرف مخاطب ہوکر کہا

واللہ نہیں جرأت دلائی (کلام کرنے کی) اِن سب کو مگر تو نے حالانکہ تیری ماں وہ ہے جسنے
یہ اشعار کہے تھے قتل حمزہ عم النبی ﷺ میں صفحہ ۱۱۳ ثمرۃ الاوراق

(۱) وقيل اتى وائل بن حجر الى النبى صلى الله عليه وسلم فاقطعه ارضا و قال لمعوية اعرض هذه الارض عليه واكتبها له فخرج مع معوية فى هاجرة شديدة ومشى خلف ناقته فاحرقه حر الشمس فقال له اردفنى خلفك على ناقتك قال لست من ارداف الملوك قال فاعطنى نعليك قال ما بخل يمنعنى يا ابن ابى سفيان ولكن اكره ان يبلغ اقيال اليمن انك لبست نعلى ولكن امش فى ظل ناقتى فحسبك بها شرفا

صفحہ ۱۱۹ مستطرف

وائل بن حجر صحابی (جو شاہزادہ یمن تھے) خدمت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہوئے تو حضرت نے کچھ زمین بطور جاگیر مرحمت فرمائی اور معٰویہ کو نشان دہی کے لئے روانہ کیا راہ میں تمازت آفتاب سے جب معٰویہ کا پیر جلنے لگا تو وائل سے کہا مجھے بھی اونٹ پر چڑھا لو تو وائل نے جواب دیا تو بادشاہوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔ تب معٰویہ نے کہا تو اچھا جوتہ دو پہن لیں کہ پیر جلا جاتا ہے۔ وائل نے کہا ہم بخیل نہیں ہیں جوتہ دینے میں بخل مانع ہو مگر مجکو اس سے ننگ آتا ہے کہ لوگ کہیں گے معٰویہ نے وائل کا جوتہ پہن لیا تیرے شرف کے واسطے یہی کافی ہے کہ میرے ناقہ کے پیچھے پیچھے چلا آ مستطرف صفحہ ۱۱۹۔

اس روایت سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ اُس زمانہ میں معٰویہ کی عزت کس درجہ کی تھی۔ حالانکہ اب حلقہ اسلام میں داخل ہو گر اُس زمانہ کے شرفا اسکو اپنا ننگ سمجھتے تھے کہ اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھائیں یا اپنا جوتہ پہنے کو دیں۔ مگر اس زمانہ کے حمقا اسکو بھی اشراف میں داخل کر رہے ہیں۔

(۲) فدخل عمرو على معوية فقال له والله لعجب لك انى ارفدك بما ارفدك وانت معرض عنى ان قتلتنا

عمرو عاص نے کہا معٰویہ سے تعجب ہے کہ ہم تو تیرا اس طرح رعایت کریں اور تو مخاطب نہیں ہوتا۔ خلیفہ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے

معك نطلب بدم الخليفه ان فی
النفس ما فيها حيث تقاتل من تعلم
سابقته وفضله وقرابته ولكنا انما
اردنا هذه الدنيا فصالحه معوية
وعطف عليه صفحه ۱۰۹ ج ۳ کامل

عمرو عاص سے صفحہ ۱۰۹

(۷) خبر عمرو بن العاص مع معوية
سفيان بن عيينه قال اخبرنی ابو موسی
الاشعری قال اخبرنی الحسن قال علم
معوية والله ان لم يبايعه عمرو لم
يتم له امر فقال له يا عمرو اتبعنی قال
لماذا للاخرة فوالله ما معك اخرة
ام للدنيا فوالله لا كان حتى اكون
شريكك فيها قال فانت شريكی
فيها قال فاكتب لی مصر وكورها
فكتب له مصر وكورها وكتب فی
آخر الكتاب وعلى عمرو السمع والطاعة قال عمرو واكتب ان السمع والطاعة
لا ينقصان من شرطه شيئا قال معوية
لا ينظر الناس الى هذا قال عمرو حتى
تكتب قال فكتب والله ما يجد بدا من
كتابتها ودخل عتبة بن ابی سفيان

ہم لوگ تیری معیت میں جنگ کرتے ہیں حالانکہ
دل ہم لوگوں کا خوب جانتا ہے کہ کس شخص سے
جنگ کر رہے ہیں اُسکے سابقہ و فضل و قرابت
کو خوب جانتے ہیں صرف دنیا کے لئے
ہم لوگ لڑ رہے ہیں۔ بس معٰویہ نے صلح کی

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ چونکہ
معٰویہ جانتا تھا جب تک عمرو عاص کی شرکت
نہ ہوگی یہ کام مخالفت جناب امیر علیہ السّلام
تمام نہ ہوگا لہذا عمرو عاص سے کہا تو میرا
ساتھ دے۔ عمرو نے کہا کیا فائدہ؟ کیونکہ
تیرے ساتھ آخرت ملنی نہیں ہے اور دنیا
تجھے بلا شرکت سے مل نہیں سکتی تو مجھے
اپنا شریک بنا اور فرمان حکومت مصر لکھ دے
تو تیرا ساتھ دوں۔ معٰویہ نے کہا اچھا تو
میرا شریک ہے اس امر میں عمرو عاص نے کہا
تو پھر مصر اور اُس کے مضافات کا پروانہ
لکھ دو۔ جب لکھا جانے لگا تو معٰویہ نے کہا
یہ بھی آخر میں لکھو کہ عمرو پر اطاعت لازم ہے
عمرو نے کہا یہ بھی لکھ دو کہ اس شرط سمع و
طاعت کو اصل معاملہ میں کوئی دخل نہیں

علی معویة۔ هو یخاصمه فی مصر و عمرو یقول له انما ابایعك بها دینی فقال عتبه ائتمن الرجل بدینه فانه صاحب من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم عقد الفرید صفحہ

...ویہ نے کہا اسکو کون دیکھے گا عمرو نے کہا مگر لکھنا ہوگا۔ کہا راوی نے آخر وہ جملہ لکھا گیا اور معٰویہ کو کوئی چارہ نہ رہا۔ اتنے میں عتبہ بن ابی سفیان آیا اور دونوں کی تقریر سُنی کہ دربارۂ مصر کلام ہو رہا ہے

اور عمر کہتا ہے کہ میں اپنا دین و ایمان اسی شرط پر تیرے ہاتھ بیچتے ہیں عتبہ نے کہا جانے دو۔ اسکے ایمان پر چھوڑ۔ کیونکہ یہ ایک صحابی ہے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۲۸

وکتب عمرو الی معویه

معاوی لا اعطیك دینی و لم انل به منك دنیا فانظر کیف تصنع و ما الدین والدنیا سواء و اننی لآخذ ما تعطی و راسی مقنع فان تعطنی مصراً فاربح صفقة اخذت بها شیخا یضر و ینفع

عقد الفرید صفحہ ۲۲۸

عمرو عاص نے معٰویہ کو خط میں یہ شعار لکھے اے معٰویہ میں تیرے لئے دین کیوں برباد کروں جب کسی قسم کا نفع دنیوی مجھے نہ حاصل ہو۔ دین و دنیا برابر نہیں ہے مگر میں قبول کرتا ہوں اُسے جو تو دیتا ہے کہ اسپر قناعت کروں۔ اگر مصر تو دیگا تو سمجھ لے بہت ہلکا سودا ہے جس سے تو نے ایسے شیخ کو خرید لیا جو ضرر بھی پہنچا سکتا ہے اور نفع بھی صفحہ ۲۲۸ جلد ۲ عقد الفرید۔

فکتب الیه عمرو اما بعد فانی قرات کتابك وفهمته فاما ما دعوتنی الیه من خلع ربقه الاسلام من عنقی والتهور معك فی الضلاله و اعانتی ایاك علی الباطل واختراط السیف

خط عمرو۔ جب معٰویہ نے عمرو عاص کے بلانے کو خط لکھا تو پہلے عمرو عاص نے یہ جواب لکھا۔ تیرا خط آیا حال معلوم ہوا تو مجھے اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ اسلام سے خارج ہو جاؤں۔ اور تیرے ساتھ گمراہی و ضلالت

عمرو عاص ... معاویہ ... [illegible]

فی وجہ امیر المومنین علی بن ابیطالب وھو اخو رسول اللہ ؐ و ولیہ ووصیہ ووارثہ وقاضی دینہ ومنجز وعدہٖ وصھرہٗ علی ابنتہ سیدۃ نساء العٰلمین وابو السبطین الحسن والحسین سیدی شباب اھل الجنۃ واما قولک ان امیر المومنین اشلی الصحابۃ علی قتل عثمان فھو کذب وزور وغوایۃ ویحک یامعویۃ اما علمت ان ابا الحسن بذل نفسہ للہ تعالیٰ وبات علی فراش رسول اللہ ؐ وقال فیہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فکتابک لایخدع ذا عقل و ذادین والسّلام تذکرہ سبط ابن الجوزی

میں شریک ہوں۔ اور باطل کی مدد میں بمقابلہ جناب امیر المومنین تلوار نکالوں حالانکہ حضرت علیؑ برادر رسول اور ولی ووصی ووارث رسول اور قاضی دین اور ایفا کنندہ وعدہ رسول اور اُنکے داماد۔ شوہر حضرت سیدۃ نساء العالمین پدر حسنین سرداران اہل بہشت ہیں۔ اور جو یہ لکھتا ہی کہ حضرت علیؑ نے صحابہ کو قتل عثمان کی ترغیب دی بس محض کذب وزور اور غوایت ہی وای تجھپر ای معویہ کیا تو نہیں جانتا کہ ابو الحسن نے اپنے نفس کو راہ خدا میں بذل کر دیا اور در بستر رسولؐ پر سوئے اور حضرت نے اُنکی شان میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا ہی پس تیرے خط سے صاحب عقل و دین تو فریب نہیں کھا سکتا والسلام۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ جنگ کرنا امیر المومنین کے ساتھ خلع ربقہ اسلام ہی۔ مگر افسوس ہی کہ ان سب امور کے ساتھ طمع دنیا ایسی غالب ہوئی کہ صرف ایک مصر کی حکومت کی لالچ میں فریب معاویہ کھا گیا۔

فکتب الیہ قیس بن سعد امابعد فانما انت وثنی ابن وثنی دخلت فی الاسلام کرھا وخرجت منہ طوعا

قیس بن سعد صحابی نے معویہ کو خط میں لکھا: ای بت پرست پسر بت پرست تو مجبور و ناچار ہو کر اسلام لایا اور

کلام قیس بن سعد صحابی

لم یقدم ایمانک ولم یحدث
نفاقک وقد کان ابی او تر قوسه
ورمی غرضه فشعب به من یبلغ
عقبه ولا شق غباره ونحن انصار
الدین الذی منه خرجت واعداء
الدین الذی فیه دخلت صفحہ ۵۵
جلد ۶ مسعودی

اپنی خوشی سے ایمان سے خارج
ہوا۔ تیرا ایمان تو پرانا نہیں ہوا
مگر نفاق تیرا البتہ پرانا ہے۔ ہم لوگ
انصار ہیں اُس دین کے جس سے تو
نکل گیا اور دشمن ہیں اُس
دین کے جس میں تو داخل ہوا ہے
صفحہ ۵۵ جلد ۶۔

فقام فی الناس فقال ایها الناس
اختاروا الدخول فی طاعة امام ضلالة
او القتال مع غیر امام فقال بعضهم
بل نختار الدخول فی طاعة امام
ضلالة صفحہ ۱۶۲ جلد ۳ کامل
ہمکو اطاعت امام گمراہ کی منظور ہے۔

بعد مصالحہ امام حسن علیہ السلام قیس
بن سعد صحابی نے اپنے ہمراہیوں سے
کہا کہ تو امام ضلالت (یعنی معویہ) کی
اطاعت قبول کرو یا اُس سے لڑنا بلا
ہمراہی امام کے قبول کرو۔ سب نے کہا

خط قیس بن سعد صحابی بنام معویہ

اما بعد فالعجب من اغترارک
بی وطمعک فی واستسقاطک
ایای اتسومنی الخروج من طاعة
اولی الناس بالامارة واقولهم
بالحق واهداهم سبیلا واقربهم
من رسول الله صلی الله علیه وسلم
وسیلة وتامرنی بالدخول فی

قیس بن سعد صحابی نے معویہ کو خط لکھا کہ
تعجب ہے کہ تو مجھے فریب دیتا ہے کہ ایسے
شخص کی طاعت و ہمراہی سے نکل جاؤں
جو سب سے زیادہ مستحق خلافت ہے
اور سب سے زیادہ راہ نما اور قرابتمند
ساتھ رسول اللہ کے اور ایسے شخص
کی اطاعت کروں جو سب سے زیادہ

طاعتك طاعة ابعد الناس من هذا الامر واقولهم بالزور وابعدهم سبيلا وابعدهم من رسول الله صلی الله علیه وسلم وسیلة ولد ضالین مضلین طاغوت من طواغیت ابلیس صفحہ ۱۰۰ کامل جلد ۳

وہ بجز اس امر خلافت سے اور سب سے زیادہ مکار وزور ریا اور سب سے زیادہ گمراہ اور راہ حق سے اور بعید تر رسول اللہ سے ازروے وسیلہ کے بچہ ہے گمراہوں کا اور گمراہ کرنے والوں کا ایک طاغوت ہے طواغیت ابلیس سے

کلام سمرہ بن جندب صحابی

ولما ملك زیاد كان على البصرة سمرة بن جندب وكان على الكوفة عبد الله بن خالد بن اسید فاقر سمرة على البصرة ثمانیة عشر شهرا وقیل ستة اشهر ثم عزله معویة فقال سمرة لعن الله معویة والله لو اطعت الله كما اطعته ما عذبنی ابدا صفحہ ۱۹۵ کامل جلد ۳

سمرہ صحابی بعد موت زیاد کے حاکم بصرہ تھا بعد ڈیڑھ برس یا چھ مہینے کے معویہ نے اُسے موقوف کیا۔ تو کہا سمرہ نے خدا لعنت کرے معویہ پر کہ جتنی اطاعت میں نے معویہ کی کی ہے اگر خدا کی عبادت کرتا تو کبھی وہ عذاب نہ کرتا صفحہ ۱۹۵ کامل جلد ۳

خط سلیمان بن صرد خزاعی بنام جناب امام حسین علیہ السلام۔

بسم الله الرحمن الرحیم

سلام علیك فانا نحمد الیك الله الذی لا اله الا هو اما بعد فالحمد لله الذی قصم عدوك الجبار العنید الذی انتزی على هذه الامة فابتزها امرها وغصبها فیئها وتامر علیها

الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار عنید ہلاک ہوا جس نے اس امت کے امور کو ابتر کر دیا اور غصب کیا مال خدا کو اور حاکم بنا بغیر رضامندی امت کے کہ نیکوں کو قتل کیا اور شریروں کو

کلام سمرہ بن جندب صحابی

خط سلیمان بن صرد بنام امام حسین

بغير رضا منها ثم قتل خيارها واستبقى شرارها صفحہ ۸۰ جلد ۲ کامل

ومر ابن عباس بقوم ينالون من علي ويسبونه فقال لقائده ادنني منهم فادناه فقال ايكم الساب الله قالوا نعوذ بالله ان نسب الله فقال ايكم الساب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا نعوذ بالله ان نسب رسول الله فقال ايكم الساب علي بن ابي طالب قالوا اما هذا فنعم قال اشهد اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول من سبني فقد سب الله ومن سب عليا فقد سبني فاطرقوا صفحہ ۴۲ جلد ۴ مسعودی

باقی [illegible] صفحہ ۸۰ جلد ۲ کامل -

گذر ہوا ابن عباس کا ایک قوم پر جو [illegible] رہی تھی [illegible] ابن عباس نے اپنے قائد سے [illegible] ان کے پاس لے چلو جب ان کے پاس گئے تو پوچھا تم سے کون ہے جو خدا کو گالی دیتا ہے سب نے انکار کیا۔ پھر پوچھا رسول اللہ کو کون گالی دے رہا تھا سب نے انکار کیا پس پوچھا علی ابن ابی طالب کو کون گالی دے رہا تھا سب نے اقرار کیا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے ابن عباس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ سے سُنا ہے حضرت فرماتے تھے جسنے مجھے گالی دی اُسنے خدا کو گالی دی اور جسنے علی کو گالی دی اُسنے مجھے گالی دی پس سب نے سر جھکا لیا صفحہ ۴۲ مسعودی کامل جلد ۴

اِن عبارتوں میں جو تمام اقوال صحابہ کبار ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ ان مقدس صحابہ نے کن کن صراحتوں سے معٰویہ کا ظلم و فسق و فجور اور ملعون ہونا ثابت کیا ہے۔ جسکے بعد پھر کسی مسلمان کو اس میں شک نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہیں صحابہ کے اتفاق سے خلفا کی خلافت ثابت کی جاتی ہے اور نص صریح رسول اٹھایا جاتا ہے۔ پھر یہ احادیث اور اقوال کیوں نہیں مقبول اہل سنت ہوتے۔ حالانکہ

سب تو موافق حکم رسول اللہ ہیں۔ بخلاف خلافت خلفا کے کہ وہ سب مخالف حکم خدا اور رسول سے ہے۔

اقوال و احادیث تابعین عظام

ومن غریب المنقل ان شریك بن
الاعور دخل علی معویہ وھو
یختال فی مشیہ فقال لہ معویہ
واللہ انك لشریك و لیس للہ
شریك وانك ابن الاعور والصحیح
خیر من الاعور وانك لدمیم
والوسیم خیر من الدمیم۔ فیم
سودك قومك فقال لہ شریك
واللہ انك لمعویہ وما معویہ الا
کلبۃ عوت فاستعوت فسمیت
معاویہ وانك ابن حرب والسلم
خیر من الحرب وانك ابن صخر
والسھل خیر من الصخر وانك
ابن امیۃ وما امیۃ الا امۃ صغرت
فسمیت امیۃ فکیف صرت امیر
المؤمنین فقال لہ معاویۃ اقسمت
علیك الا ما خرجت عنی ص ۴۵ ثمرۃ الاوراق

ایک روز شریک بن اعور جو ایک قبیلہ کا
سردار تھا اور صحابی جناب امیر ؑ
معویہ پر داخل ہوا اکڑتا ہوا (۱) معویہ
نے کہا تو شریک ہے اور خدا کا کوئی شریک
نہیں (۲) تو کانے کا بیٹا ہے اور صحیح کانے
سے بہتر ہے (۳) تو بدشکل ہے اور
خوشرو بہتر ہوتا ہے پھر تیری قوم نے
کیوں تجھے سردار بنایا؟ شریک نے
جواب دیا (۱) معویہ تیرا نام ہے اور
معویہ بھونکنے والی کتیا کو کہتے ہیں
(۲) تو بیٹا حرب کا ہے اور سلم (یعنی اسلامتی) بہتر
ہے حرب (جنگ) سے (۳) تو امیہ کا
بیٹا ہے (الصغیر امۃ یعنی چھوٹی اور حقیر
لونڈی کو کہتے ہیں) پھر تو خلیفہ کیونکر
ہوا۔ معاویہ نے کہا میں تجھے قسم
دیتا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤ
صفحہ ۴۵ ثمرۃ الاوراق۔

وقال معوية يوما ايها الناس
ان الله حبا قريشا بثلاث فقال
لنبيه صلى الله عليه وسلم وانذر
عشيرتك الاقربين ونحن عشيرته
الاقربون وقال تعالى وانه لذكر
لك ولقومك ونحن قومه و
قال تعالى لايلاف قريش ايلافهم
ونحن قريش فاجابه رجل من الانصا
فقال على رسلك يا معاوية فان
الله تعالى يقول وكذب به قومك
وهو الحق وانتم قومه وقال
تعالى ولما ضرب ابن مريم مثلا
اذا قومك منه يصدون وانتم
قومه وقال تعالى وقال الرسول
يا رب ان قومي اتخذوا هذا القران
مهجورا وانتم قومه ثلاثة
بثلاثة ولو زدتنا زدناك وقال
معاوية ايضا لرجل من اليمن ما
كان اجهل قومك حين ملكوا
عليهم امراة فقال اجهل من
قومي قومك الذين قالوا حين

معویہ نے ایک روز کہا خدا نے قریش کو
تین بزرگیاں دی ہیں (۱) آیہ انذر
عشیرتک الاقربین خدا نے نازل
کیا اور ہم لوگ اُسکے عشیرہ اقربین ہیں
(۲) خدا نے آیہ وانہ لذکر لک و
لقومک میں حضرت کی قوم کو یاد کیا
اور ہم لوگ حضرت کی قوم سے ہیں۔
(۳) خدا نے آیہ لایلاف قریش میں
قریش کو یاد کیا اور ہم لوگ قریش ہیں۔
اسکے جواب میں ایک شخص نے جو قبیلہ انصار
سے تھا کہا ٹھہر جا اے معویہ (۱) خدا نے
کہا ہے وکذب بہ قومک یعنی جھٹلایا
اُسکو تیری قوم نے۔ اور تم لوگ اُسکی
قوم سے ہو (۲) خدا نے کہا ہے قومک
منہ یصدون یعنی تیری قوم اُس سے
بھاگتی تھی۔ تو تم اُس قوم سے ہو۔
(۳) خدا نے رسول اللہ کا یہ قول نقل کیا
ہے کہ میری قوم نے اس قرآن کو ترک
کر دیا اور تم لوگ اس قوم سے ہو۔ یہ تین
آیہ تیرے تین آیہ کے جواب میں ہیں اگر تو
زیادہ کرتا تو میں بھی زیادہ کرتا۔ معویہ

دعاهم رسول الله صلی الله علیه
وسلم اللّٰهم ان کان هذا هو
الحق من عندك فامطر علینا
حجارة من السماء او ائتنا بعذاب
الیم و لم یقل اللّٰهم ان کان هذا
هو الحق من عندك فاهدنا
الیه و قال یوما لجاریة ابن قدامة
ما کان اهونك علی قومك اذ
سموك جاریة فقال ما کان
اهونك علی قومك اذ سموك
معویة وهی الانثی من الکلاب
قال اسکت لا ام لك قال قال
ام لی ولدتنی اما والله ان القلوب
التی ابغضناك بها لبین جوانحنا
والسیوف التی قاتلناك بها لفی
اید ینا وانك لم تملکنا قسوة ولم
تملکنا عنوة ولکنك اعطیتنا عهدا
ومیثاقا واعطیناك سمعا وطاعة
فان وفیت لنا وفینا لك وان نزعت
الی غیر ذلك فانا ترکنا وراءنا
رجالا اشداء واسنة حدادا

نے ایک شخص سے کہا جو اہل یمن سے تھا
کہ تیری قوم کیسی جاہل تھی جسنے عورت
کو اپنا بادشاہ بنایا۔ اُس مرد نے جواب دیا
تیری قوم کیسی جاہل تھی جسنے یہ دعا کی
خدایا اگر یہ امر حق ہے تو ایک پتھر گرا ہمپر
آسمان سے یا عذاب دردناک میں مبتلا کر
اور یہ نہ کہا کہ خدایا اگر یہ حق ہے تو میری ہدایت
کر (ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مالک بن حارث
فہری نے بعد نص رسول اللہ بر خلافت
جناب امیر بروز خم غدیر حضرت سے پوچھا
تھا یہ کام آپ نے اپنے دل سے کیا ہے
یا بحکم خدا تو حضرت نے فرمایا بحکم خدا
کیا ہے اسپر اس مرد نے یہی دعا کی جسپر
فوراً ایک پتھر آسمان سے گرا اور وہ
ملعون ہلاک ہوا اور یہ آیہ نازل ہوا۔ معویہ نے ایک
روز جاریہ بن قدامہ سے کہا جو صحابی جناب
امیر تھا کہ تو اپنی قوم میں کیسا ذلیل ہے
کہ لوگوں نے تیرا نام جاریہ رکھا جو لونڈی
کو کہتے ہیں۔ جاریہ نے کہا اور تو کیسا ذلیل
تھا کہ تیری قوم نے تیرا نام معویہ رکھا
حالانکہ معویہ کہتے ہیں کتے کی مادہ کو یعنی

فقال معاویة لا اکثر اللہ فی
الناس مثلک یا جاریة فقال لہ
قل معروفا فان شر الدعاء محیط باھلہ
وخطب معویہ یوماً
فقال ان اللہ تعالیٰ یقول وان من شیٔ
الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر
معلوم فلام تلوموننی اذا اقصرت
فی عطایاکم فقال لہ الاحنف وانا
واللہ لا نلومک علی ما فی خزائن اللہ
ولکن علی ما انزلہ اللہ لنا من خزائنہ
فجعلتہ فی خزائنک وحلت بیننا و
بینہ صفحہ ۵۶ مستطرف جلد اول۔
وحکی ان معاویہ بینما ھو جالس فی
بعض مجالسہ وعندہ وجوہ الناس
فیھم الاحنف بن قیس اذ دخل رجل
من اھل الشام فقام خطیبا وکان
اخر کلامہ ان لعن علیاً ولعن
لاعنہ فقال الاحنف یا امیر المومنین
ان ھذا القائل لو یعلم ان رضاک
فی لعن المرسلین للعنھم فاتق اللہ
یا امیر المومنین ودع عنک علیاً

کتیا کو معویہ نے کہا چپ رہ تیری ماں
نہ ہو جاریہ نے کہا میری ماں ہے جس نے
مجھے پیدا کیا قسم بخدا جس دل سے ہم کو
تجھ سے عداوت تھی اپنی جگہ پر ہے اور
وہ تلوار جس سے ہم نے جہاد کیا تجھ سے
وہ میرے ہاتھوں میں ہے نہ تو نے ہمارے
ملک کو بزور شمشیر فتح کیا نہ ہم لوگوں پر
بزور حاکم ہوا۔ تو نے جب عہد و پیمان کیا
تو ہم نے بھی اطاعت و فرماں برداری کا
اقرار کیا اگر تو اپنے عہد پر قائم ہے تو ہم لوگ
بھی وفا کرنے پر آمادہ ہیں اور اگر تو نے
دوسرا قصد کیا تو ابھی ہماری قوم میں
وہ لوگ موجود ہیں جنکی زبانیں اور بدن
مثل تلواروں کے تیز اور مضبوط ہیں۔
معویہ نے کہا خدا نہ کرے کہ تیرے سے
بہت لوگ پیدا ہوں۔ جاریہ نے کہا قول
معروف کہا کر کہ دعائے بد محیط ہے اپنے
اہل کو۔
ایک روز معویہ نے خطبہ میں کہا کہ خداوند
عالم آیہ وان من شیٔ میں فرماتا ہے کہ ہر
چیز کا خزانہ میرے پاس ہے جس سے بقدر

فلقد لقی ربه وافرد فی قبره وخلا
بعمله وکان والله المبرور سیفه
الطاهر ثوبه العظیمه مصیبته فقال
معاویه یا احنف لقد تکلمت بما
تکلمت وایم الله لتصعدن علی المنبر
فلتلعنه طوعا او کرها فقال له
الاحنف یا امیر المومنین ان تعفنی
فهو خیر لک وان تجبرنی علی ذلک
فوالله لا تجری شفتای به ابدا
فقال قم فاصعد قال اما والله لا
نصفنا فی القول والفعل قال وما
انت قائل ان انصفتنی قال اصعد
علی المنبر فاحمد الله واثنی علیه واصلی
علی نبیه محمد اقول ایها الناس
ان امیر المومنین معاویه امرنی ان
العن علیا الا وان معاویة وعلیا قتلا
فاختلفا فادعی کل واحد منهما انه
مبغی علیه وعلی فئته فاذا دعوت
فامنوا رحمکم الله ثم اقول اللهم
العن انت وملٰئکتک وانبیاءک
وجمیع خلقک الباغی منهما علی

معین نازل کرتے ہیں۔ پھر تمہارے
عطیہ میں اگر ہم کمی کرتے ہیں تو کیوں
اعتراض کرتے ہو۔ احنف نے جواب
دیا کہ ہمارا اعتراض خزانہ خدا پر نہیں ہے
بلکہ اسپر کہ جو کچھ خدا نے اپنے خزانہ سے
نازل کیا اُسکو تو نے اپنے خزانہ میں حبس
کیا اور حائل ہوا درمیان میرے اور
اُسکے صفحہ ۶ مستطرف۔
ایک روز معویہ اپنے جلسہ میں بیٹھا تھا
اور حضار جلسہ میں احنف بن قیس بھی
تھے۔ کہ ایک شخص اہل شام سے آیا اور
باتیں کرتا رہا۔ آخر میں اُسنے لعنت کی
جناب امیر پر۔ اُسپر احنف نے معویہ سے
کہا کہ اگر اس شخص کو یہ معلوم ہو کہ تم انبیا
مرسلین پر لعنت کرنے سے راضی ہو تو
ہر آئینہ اُنپر بھی یہ شخص لعنت کرے گا۔
اب تم خدا سے خوف کرو کہ حضرت علی
دنیا سے انتقال کر کے اپنے پروردگار
کی خدمت میں پہونچے تنہا اپنی قبر میں
آرام کر رہے ہیں اور اپنے اعمال کے
نتائج دیکھ رہے ہیں قسم خدا تلوار اُنکی

صاحبہ والعن الفئۃ الباغیۃ اللھم العنھم لعنا کثیرا امنوا رحمکم اللہ یامعاویہ لا ازید علی ھذا ولا انقص حرفا ولو کان فیہ ذھاب روحی فقال معاویہ اذا نعفیک یا ابابحر ۔ مستطرف صفحہ ۱۱۱

(وحکی) عنہ انہ لما ولی الخلافۃ وانتظمت الیہ الامور وامتلات عنہ الصدور واذعن لامرہ الجمھور وساعدہ فی مرادہ القدر المقدور استحضر لیلۃ خواص اصحابہ وذاکرھم وقائع ایام صفین ومن کان یتولی کبر الکریھۃ من المعروفین فانھمکوا فی القول الصحیح والمریض وآل حدیثھم الی من کان یجتھد فی ایقاد نار الحرب علیھم بزیادۃ التحریض فقالوا امراۃ من اھل الکوفۃ تسمی الزرقاء بنت عدی کانت تتعمد الوقوف بین الصفوف وترفع صوتھا صارخۃ یا اصحاب علی تسمعھم کلاما کالصوارم

مبرور تھی اور توب انکا ظاہر اور معصیت انکی عظیم ہے۔ معٰویہ نے کہا اے احنف جب تونے یہ کلام کیا تو اب قسم بخدا تجھے بالائے منبر جاکر لعن کرنا ہوگا جناب امیر پر طوعاً یا کرہاً۔ احنف نے کہا اگر معاف کرو تو بہتر ہے اور اگر مجبور کروگے تو ہرگز ہمارے لبوں میں یہ جرأت نہیں معٰویہ نے کہا یہ سب کچھ پیش رفت نہیں جائیگا بالائے منبر جاکر کہنا ہوگا۔ احنف نے کہا اچھا تو ہم منصفانہ تقریر کرینگے۔ معٰویہ نے پوچھا تو پھر انصافاً کیا کہوگے۔ احنف نے کہا بعد حمد و صلوٰۃ ہم یہ کہینگے کہ ہمکو معٰویہ نے حکم دیا ہے کہ لعن کریں جناب امیر پر۔ تم لوگ سمجھ رکھو کہ علی اور معاویہ نے باہم مقاتلے کیا اور اختلاف کیا اور ہر فریق نے دعوے کیا کہ دوسرا فریق باغی ہے۔ پس جسوقت میں دعا کروں تم سب آمین کہو۔ اسکے بعد دعا کرونگا کہ خداوندا تو اور تیرے ملئکہ اور کل انبیا اور کل خلق۔ لعنت کریں اسپر جو ان دونو فریق سے باغی ہو خداوندا لعنت کر تو اُن سب پر لعن کثیر